بسم الله الرحمن الرحيم

UNIVERSITY OF KARACHI

Dated:____________

تصدیق نامہ

تصدیق کی جاتی ہے کہ آفتاب احمد بن نور البصر نے یہ مقالہ

''سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ: دینی اور عسکری خدمات''

میری رہنمائی میں مکمل کیا۔ ان کا کام تحقیقی کاوشوں سے مکمل ہوا۔ میں انہیں شعبہ قرآن وسنۃ جامعہ کراچی کی جانب سے پی ایچ ڈی کی ڈگری کے حصول کے لیے یہ مقالہ پیش کرنے کی اجازت دیتی ہوں۔

Incharge
Department of Qur'an & Sunnah
University of Karachi.

ڈاکٹر مسرت جہاں

شعبہ قرآن وسنۃ

کلیہ معارفِ اسلامیہ

جامعہ کراچی

انتساب

میں اپنی سعی ناچیز کو خال المومنین، کاتبِ وحی، جلیل القدر صحابی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برادرِ نسبتی امیر المؤمنین سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما اور سبط اکبر، ریحانۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور نوجوانانِ جنّت کے سردار امیر المؤمنین سیدنا حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کے نام نامی سے منسوب کرتا ہوں......جنہوں نے اپنے طویل اختلافات ختم کرتے ہوئے امت کے منتشر شیرازہ کو یکجا کر کے پھر سے ملی اتحاد فراہم کیا، حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عظیم کارنامے پر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو ''سید'' فرمایا:

''ان ابنی هذا سيد ولعل الله أن يصلح به بين فئتين عظيمتين من المسلمين.''

''بے شک میرا یہ بیٹا سردار ہے اور اللہ اس کے ذریعے مسلمانوں کی دو بڑے گروہوں کے مابین صلح کرائے گا۔''

اور یہیں سے سادات اہلِ بیت کا سلسلہ شروع ہوا۔ وہ شخص ہرگز ''سید'' (خانوادہ نبوت) کہلانے کا مستحق نہیں جو صلح سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے نالاں ہو......باقی!

ہمارے پاس ہے کیا، جو فِدا کریں تجھ پر
مگر یہ زندگی مستعار رکھتے ہیں!

اظہارِ تشکر

الحمدللہ رب العالمین

اللہ رب العزت کا شکر ہے کہ اس بے پایاں فضل و کرم سے یہ مقالہ مکمل ہو سکا اور لائقِ صد تحسین و آفرین ہے وہ عظیم ہستی سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کہ جن کی بدولت بنی نوع انسان کو وہ دستورِ حق عطا ہوا جو ازل سے تا ابد انسانیت کے لیے مینارۂ نور ہے۔

اور اس کے ساتھ اپنے اساتذہ کرام خصوصاً اپنی نگران مقالہ ڈاکٹر مسرت جہاں صاحبہ کا دل کی گہرائیوں سے مشکور ہوں، جن کی اس مقالہ نگاری کے دوران نگرانی، معاونت اور انتہائی قیمتی ہدایات میرے لیے بہت بڑا اعزاز اور سرمایہ افتخار ہے۔

اور آخر میں، میں اپنے والدین کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں کہ جن کا ادا کرنے کے لیے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں کیونکہ ان کے مجھ پر اتنے احسانات ہیں کہ ان کے احسانات کے مقابلے میں شکریہ بہت چھوٹا لفظ ہے۔

بس اللہ تعالیٰ سے یہی دعا ہے کہ میرے تمام محسنین کو جزائے خیر عطاء فرمائے، اور اس مقالہ کو شرف قبولیت عطاء فرمائے اور میرے اور میرے متعلقین کے لیے ذخیرہ آخرت بنائے۔ آمین

میری اس کاوش کو تحریر کا لباس پہنانے میں جن ہستیوں نے تعاون کیا ہے اور جن ساتھیوں نے مفید مشورے دیئے۔ میں ان سب کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔

آفتاب احمد بن نور البصر

۲۲ رجب المرجب ۱۴۳۲ھ، جولائی 2011ء

سیدنا معاویہؓ کا تعلق خاندان قریش سے ہے، اس لئے بہتر سمجھا کہ خاندان قریش کا تعارف اور مقام واضح کیا جائے۔
علامہ محمد بن سعدؒ طبقات میں ان کی تفصیل یوں بیان فرماتے ہیں:

''عرب کے تمام قبیلوں میں سے خاندان قریش کو خاص امتیاز حاصل تھا کعبہ (بیت اللہ) جو تمام عرب کا دینی مرکز تھا اس کے متولی یہی قریش تھے۔اور مکہ معظمہ کی ریاست بھی انہی سے متعلق تھی۔ خاندان قریش عرب کا ایک معزز ترین خاندان تھا اور اپنی طاقت اور قوت میں اپنی مثال آپ تھا اس خاندان کا نام بھی اس کی شجاعت، بہادری اور عزت واحترام کی خاطر قریش رکھا گیا۔ کیونکہ قریش ایک سمندری جانور کو کہتے ہیں۔ جو اپنی قوت وطاقت کی وجہ سے سمندر کے دوسرے جانوروں پر غالب رہتا ہے۔ اور ہر جانور پر اس کو مکمل اختیار حاصل ہوتا ہے، جس کو چاہتا ہے فنا کے گھاٹ اُتار دیتا ہے، جس کو چاہتا ہے ہڑپ کر جاتا ہے اور جس کو چاہتا ہے دل بہلانے کے لیے رکھ چھوڑتا ہے۔ وہ سب پر غالب وحاکم ہوتا ہے۔ لیکن اس پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔'' (1)

اس خاندان کی چھوٹی بڑی دس شاخیں تھیں جن کی تفصیل محمد بن جریر الطبریؒ یوں بیان کرتے ہیں:

"(۱) بنو ہاشم (۲) بنو امیہ (۳) بنی عبد دار (۴) بنی اسد (۵) بنی تیم (۶) بنی مخزوم (۷) بنی عدی (۸) بنی سہم (۹) بنی نوفل (۱۰) بنی جمح"۔

لیکن بنو ہاشم اور بنو امیہ ان سب میں سے دنیوی عظمت ووجاہت کے لحاظ سے بہت ممتاز تھے، بنو ہاشم کا دستور تھا کہ حج کے ایام کا انتظام فرماتے۔ قریش کے دوسرے ممتاز بزرگ امیہ بن عبد شمس تھے جن سے خاندان بنو امیہ کی شاخ چلی، بنو امیہ حربی سرگرمیوں میں ممتاز تھے، سپہ سالاری اس قبیلے کے لیے مختص تھی۔ (2)

ہاشم کی وجہ تسمیہ علامہ بن سعدؒ طبقات میں یوں بیان فرماتے ہیں:

ہاشم بہت سخی اور بامروت انسان تھے، سارے عرب میں ان کی سخاوت اور داد و دہش زبانِ زدِ عام تھی، ان کا اصلی نام تو عمرو تھا۔ لیکن ایک دفعہ مکہ مکرمہ میں قحط کے دوران انہوں نے شوربے میں روٹیاں چوری کر کے قحط زدہ لوگوں کو کھلائیں جس کی وجہ سے ان کا نام ہاشم پڑ گیا۔ ہاشم اسم فاعل ہے جس کے معنی ہیں "چورا کرنے والا"۔ (3)

علامہ احمد بن یحییٰ البلاذریؒ اس تفصیل کو یوں بیان فرماتے ہیں:

"بہر حال! اللہ تعالیٰ نے عرب کو ساری دنیا سے چن کر منتخب فرمایا اور عربوں میں سے قبیلہ قریش کو فضیلت بخشی، پھر بنو ہاشم کی فضیلت، مرتبت، منقبت اور حیثیت کے لیے یہی کافی ہے کہ اس قبیلہ میں اللہ جل وشانہ نے اپنے آخری رسول سرکار دو جہاں حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ قریش کے دوسرے ممتاز بزرگ امیہ بن عبد شمس تھے جن سے خاندان بنی امیہ کی شاخ چلی، یہ قریش کے سپہ سالار تھے۔ سپہ سالاری کے فرائض عبد شمس کے پوتے ابوسفیان کے والد حرب بن امیہ نے انجام دیئے۔ حرب بن امیہ کی موت کے بعد سیدنا ابوسفیانؓ اس منصب پر فائز ہوئے۔ اور اپنے مسلمان ہونے تک قریش کی سپہ سالاری انہی کے ہاتھوں میں رہی۔ جنگ بدر کے موقع پر جو کہ اہل اسلام اور اہل کفر کے درمیان پہلا معرکہ تھا ابوسفیان قریش کے تجارتی قافلہ کے ساتھ شام گئے ہوئے تھے اس وجہ سے اس کے سُسر اور سیدتنا ہندؓ کے والد عتبہ بن ربیعہ نے سپہ سالاری کے فرائض سر انجام دیئے ان کے بعد ان کے اسلام لانے تک جتنے معرکے ہوئے ان سب میں قریش کی قیادت ابوسفیانؓ کے ہاتھ میں رہی۔ (4)

بنو ہاشم کے بعد پورے عرب میں مرکزیت و سیادت کے حوالہ سے سب سے اہم اور مشہور قبیلہ بنو امیہ ہے۔ اگر تاریخ کے اوراق سے ماضی کے جھروکوں میں نظر ڈالیں تو ہم اپنی تاریخ ماسبق کو بنو امیہ کے علمی، عملی، ادبی اور سیاسی کارناموں سے پُر پائیں گے۔ اگر بنو امیہ نے ایک طرف قرآن و حدیث اور فقہ و ادب کی لازوال خدمات سر انجام دی ہیں تو دوسری طرف وہ میدانِ رزم کے مردان باصفا تھے۔ جن کے لازوال اور قابل فخر کارناموں کی بدولت اسلام کا دائرہ اور اسلامی ریاست کی سرحدیں، افریقہ، یورپ اور ایشیا کے دور دراز علاقوں تک پھیل گئیں۔

بنو امیہ کی عالمی قیادت نے روم، فارس کی حکومتوں سے پیدا ہونے والے خلاء کو پُر کیا اور جزیرہ عرب کی اسلامی حکومت کو عملاً ایک عالمی طاقت و قیادت کی شکل دیدی۔ بنو امیہ کے ان لازوال کارناموں کو دیکھ کر یہ محسوس ہوتا ہے کہ علامہ اقبالؒ نے یہ شعر انہی کیلئے کہے تھے۔ ؎ دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے!

؎ بحر ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے! (5)

اوراس بنوامیہ کے چشم و چراغ سیدنا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ خال، المومنین، کاتبِ وحی، رازدار نبی ﷺ، فاتح عرب وعجم، امام تدبیروسیاست، محسن اسلام، حلیم ومدبرانسان زمانہ، 64لاکھ مربع میل کرہ ارض پر اسلامی پرچم لہرانے والے جلیل القدر صحابی، خلافتِ اسلامی کی نامور شخصیت امیر المومنین سیدنا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تاریخ اسلام کی ان عظیم شخصیات میں سے ہیں جنہوں نے اسلامی ریاست کو توسیع وترقی اور دنیا میں اسلام واستحکام کے لیے شاندار خدمات سرانجام دی ہیں اوران کا بیس سالہ دورِ خلافت جہاں ملت اسلامیہ کی وحدت کی علامت ہے وہاں اسلام کی دعوت اوردائرہ اثرکو دنیا کے مختلف اطراف میں پھیلانے کا ذریعہ بھی ہے۔جلیل القدر صحابی سیدنا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اسلام کی ان چندگنی چنی ہستیوں میں سے ایک ہیں جن کے احسانات سے یہ امت مسلمہ فراموش نہیں کرسکتی۔ آپ ان چند کبار صحابہ میں سے ہیں جن کو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مسلسل حاضری دی اورحق تعالی کی جانب سے نازل شدہ وحی کو لکھنے کا شرف حاصل ہے، آپ صحابی رسول کاتب وحی رب العالمین، نبی کریمؐ کے برادرِ نسبتی ہیں اورآپ کا شماردنیا کے عرب کے ممتاز دانشوروں اور سیاستدانوں میں ہوتا ہے۔آپ کا حلم وبردباری اورمعاملہ فہمی ہمیشہ مسلم رہی اورانہوں نے جس تدبیرودانش کیساتھ بیس (۲۰) برس تک پوری امت مسلمہ کی قیادت کی وہ اسلامی تاریخ کا ایک روشن باب ہے۔وہ ایک حاکم وقائد ہونے کے ساتھ ساتھ مجتہد بھی تھے۔جن کے اجتہادی مقام ومرتبہ کا حضرات صحابہ کرامؓ کے ہاں بھی اعتراف پایا جاتا ہے۔ (6)

ناچیز مولف کا قلب وقلم بارگاہ ذوالمنن میں تشکر کے احساس سربسجود اوراس کی زبان ترانہ حمدوثناء سے زمزمہ سنج ہے کہ اس نے محض اپنے لطف وکرم اور جودوعطا سے ایک جلیل القدر صحابی کاتبِ وحی اورسرور کائنات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برادرِ نسبتی خال المؤمنین، امیر المؤمنین، سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنھما کے مناقب ودفاع کی توفیق مرحمت فرمائی، جن کی عالی مرتبت شخصیت کو مسخ کرنے اوران کے کردار کو ہدف تنقید بنانے کے لیے حدودِ انصاف تو دور کی بات ہے حدودِ شرافت وانسانیت کا بھی پاس ولحاظ نہیں رکھا گیا جس کی ہر عقل وخرداور مادہ انصاف کے حامل شخص سے توقع کی جاسکتی ہے۔

کو مشنری جذبہ کے تحت افراط وتفریط انتشار وتشتت اور افتراق واختلاف کے دبیز پردوں میں چھپانے کی پوری کوشش کی گئی ہے اور ہر فریق انہیں اپنے زاویہ نگاہ، فکری محور، روایتی عقائد اور مخصوص افکار ونظریات کی عینک لگا کر دیکھتا ہے۔ یوں ان دونوں بزرگوں کی پوری شخصیت مختلف بلکہ متباین نقطہ ہائے نظر اور متضاد تصورات وخیالات کا مجموعہ بن گئی ہے، ہر فریق نے اپنے خود ساختہ تحقیقی معیار کے مطابق ان کی شخصیت کا جو خاکہ اپنے قلب وذہن کی لوح پر کھینچا ہے وہی اس کے نزدیک ان بزرگوں کی "حتمی تصویر" ہے خواہ ان بزرگوں کی اصلی وحقیقی تصویر اس خیالی اور خود وضع کردہ خاکے سے کتنی ہی مختلف کیوں نہ ہو۔ ان حالات میں حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے مناقب ودفاع میں قلم اٹھانا احقاق وتحقیق کی راہ، اور افراط وتفریط کے کانٹوں سے اپنے دامن کو الجھائے بغیر ساحل مراد پر پہنچنا آسان کام نہ تھا۔ تاہم مؤلف عند اللہ جواب دہی اور اس کے اجر کی امید میں، میں نے اپنی علمی وتحقیقی سفر کا آغاز کیا۔ اور اس بات کی مقدور بھر کوشش کی کہ "اعتماد علی السلف" کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے۔ لیکن اگر پھر بھی اس کوتاہِ قلم کے قلم سے کوئی بات حضرات سلف صالحین رحمہم اللہ کے مؤقف کے خلاف (نادانستہ طور پر) نکل گئی ہو تو یہ بندہ ناچیز اس سے رجوع اور برأت کا اعلان پہلے ہی کرتا ہے اور تحقیق نشاندہی کے بعد کرے گا۔

جہاں تک پیش نظر عجالہ کا تعلق ہے تو ناچیز مؤلف اپنی عاجزانہ لیکن مخلصانہ کاوش کو ملت اسلامیہ کے غیور اور انصاف پسند علمی ودینی حلقوں کی خدمت میں بعرض اصلاح پیش کر رہا ہے۔ راقم السطور کو اس بات کا اعتراف واقرار ہے کہ محور سخن انتہائی نازک اور نہایت احتیاط وعدم جذباتیت کا متقاضی ہے۔ اس لئے اگر کوتاہِ قلم کے قلم سے کوئی بات ڈھنگ کی نکل گئی تو اسے قبول فرماتے ہوئے حق تعالیٰ کا فضل اور میرے اکابر کی دست شفقت تصور فرمائیں اور اگر کوئی غلطی یا لغزش نظر آئے (جو کہ بعید از امکان قیاس نہیں) تو اصلاح سے دریغ نہ فرمائیں۔

آخر میں...... نہ کہ آخری بار...... اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس عجالہ کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت بخشے۔ راقم، اس کے اہل وعیال بہت پیارے ثناء گل، محمد حسان معاویہ، محمد حسنین معاویہ، راقم کے والدین، اہلیہ اور اساتذہ، دوست احباب، رشتہ داروں کے لیے آخرت میں اپنی رضا ورضوان کا سبب اور وسیلہ بنادے۔ آمین!۔ جس عالی مقصد کے پیشِ نظر یہ بسیط مقالہ سپرد قلم کیا گیا ہے اس مقصد کے لیے نافع بنادے۔ اگر یہ رسالہ کسی سلیم الفطرت، صاحب ایمان وصاحب ضمیر کے دل کی سرد انگیٹھی کو گرمادے، اس میں مقام وشرف صحابیت سے محبت والفت کی ایک چنگاری بھی بھڑکادے اور اس کی لاعلمی یا غلط فہمی کو رفع کرنے میں کسی درجہ میں بھی کوئی اعانت کر سکے تو اس کی محنت سوارت ہے، اور اگر مؤلف کی یہ حقیری سی کوشش وکاوش (جس میں مؤلف کا ذاتی کوئی کمال نہیں بلکہ اس نے جو کچھ اکابر کی کتابوں میں پڑھا ہے اس کو اِدھر اُدھر سے نقل کردیا ہے) سیدنا معاویہؓ کی دینی اور عسکری خدمات کو بیان کرنے کے

اور اگر راقم السطور کو فردائے قیامت حضرات صحابہ کرامؓ و اہل بیت رضی اللہ عنھم کے خدام کی جوتیوں میں جگہ مل جائے تو اس کے لیے یہ سرمایہ ہفت اقلیم کی دولت سے بہتر و برتر ہے......

۱)۔ پہلے باب میں خاندانِ قریش اور خاندانِ بنوامیہ کے تعلقات اور روابط اور وجہ تسمیہ، تاریخی حیثیت بیان کی گئی ہے، اس کے بعد لفظ معاویہ کی تحقیق کی گئی ہے ان صحابہ کرام کے نام لکھے گئے ہیں جو لفظ معاویہ سے ہم نام ہیں، اس طرح اور بھی اکابر تابعین و بزرگان دین کے نام تفصیل سے ذکر کئے گئے ہیں جو سیدنا معاویہؓ کے ہم نام ہیں۔

سیدنا معاویہؓ نام اور شجرۂ نسب، ابتدائی حالات، خاندان کا تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔

عہدِ رسالت، عہدِ خلفائے راشدین میں بنوامیہ کے مقام کو واضح کیا گیا ہے، سیدنا معاویہؓ کے اسلام قبول کرنے کی تفصیل ذکر کی گئی، سیدنا معاویہؓ صلح حدیبیہ کے بعد عمرۃ القضاء سے پہلے (۶ھ ہجری) کو مشرف بہ اسلام ہوئے جن کے لیے میں نے تفصیل سے حوالے ذکر کر دیے ہیں۔ سیدنا معاویہؓ بحیثیت کاتبِ وحی اور عہدِ صحابہؓ میں ان کی شخصیت پر روشنی ڈالی۔

۲)۔ دوسرے باب میں سیدنا معاویہؓ کے فضائل و مناقب بیان کیے۔ خصوصیات معاویہؓ اور سوانح، حالاتِ زندگی، حلیہ و کردار پر تفصیلی بحث کی ہے۔ آنحضرتؐ سے تعلق اور حضورؐ کی نظروں میں آپؓ کا مقام و مرتبہ تفصیلی بیان کیا جو خود ان دعاؤں سے واضح ہو جاتا ہے جو حضورؐ نے سیدنا معاویہؓ کے لیے کی تھیں یا کرائی تھیں۔

سیدنا معاویہؓ کے روز مرہ معمولات اخلاق و اوصاف، حلم، بردباری اور نرم خوئی، عفو و درگزر اور حسنِ اخلاق، عشق رسولؐ اور اطاعتِ رسولؐ، تقویٰ (خشیت باری تعالیٰ)، سادگی اور فقر و استغناء علم میں گہرائی، تدبیر و سیاست، شجاعت، خطابت، شعر و ادب، کرامات، پر تفصیلی بحث کی ہے۔ سیدنا معاویہؓ کی انگوٹھی کا تذکرہ کیا اور جو کچھ اس پر نقش تھا وہ بھی بیان کیا گیا ہے۔ آخر میں وفات کا تذکرہ ہے۔ کس تاریخ اور کس جگہ میں کس حالت میں آپؓ انتقال کر گئے اور دفن ہونے کی جگہ کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔

۳)۔ تیسرے باب میں مطلق صحابی کی تعریف کی گئی ہے۔ قرآن و حدیث اور اجماع میں صحابی کا مقام و مرتبہ واضح کیا اور اس کے بعد خلفائے راشدین کی نظر میں سیدنا معاویہؓ کا مقام کیا تھا، دیگر صحابہ کرامؓ کی نظروں میں مقام و مرتبہ کیا تھا۔

اکابرین امت، تابعین عظام، فقہائے کرام اور مجتہدین کرام کی نظروں میں سیدنا معاویہؓ کا مقام و مرتبہ تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ اس طرح مستشرقین اور دورِ حاضر کے مختلف مصنفین کی نظر میں آپؓ کا مقام کیا تھا تفصیل اور وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔

ہے۔ سیدنا معاویہؓ کے اہم سیاسی اصول اور سیدنا معاویہؓ کا سیاسی نظم و نسق بیان کیا ہے۔ سیدنا معاویہؓ کی خدمات آپؓ کی عہد میں گورنر و عمال، مشیر کار، انتظامی محکموں (محکمہ پولیس، ڈیفنس رولز، قلعوں کی تعمیر، نظام قضاء، رفاہِ عامہ کے کام) سے تفصیلی بحث کی گئی ہے۔ زراعت اور اس کے وسائل کی ترقی، نئے شہروں کی تعمیر، عسکری نظام، خلافت و حکومت کی وضاحت کی گئی ہے۔ مشاجرات صحابہؓ کے حوالے سے تفصیلی مؤقف بیان کیا ہے۔ ۴۱ھ ہجری کا واقعہ صلح (سیدنا معاویہؓ اور سیدنا حسنؓ کی صلح) جو عام الجماعۃ کے نام سے مشہور ہے تفصیل سے ذکر کیا گیا۔ سیدنا معاویہؓ اور حسنین کریمینؓ کے باہمی تعلقات پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ استلحاق زیاد اور یزید کی ولی عہدی پر بھی روشنی ڈالی ہے۔

۵)۔ پانچویں باب میں سیدنا معاویہؓ کے عہدِ ولایت و عہدِ حکومت میں فتوحات و غزوات کا تفصیلی ذکر کیا گیا ہے جو بیروت پر یلغار، جنگ قیساریہ، فتح عسقلان و قبرص، طرابلس الشام کی فتح، عموریہ کی فتوحات، فتح شمشاط و ملطیہ، فتح افریقہ، کابل کی فتح، نسف اور زابل کی فتح، قیقان پر حملہ، سندھ و ترکستان کی فتوحات، روڈس اور واڈ کی فتح، اس کے بعد الگ سے بحری فتوحات کو تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔

۶)۔ باب ششتم میں وہ مشہور اعتراضات بیان کیے ہیں جو سیدنا معاویہؓ پر لگائے جاتے ہیں۔ تفصیل سے ان کے جوابات دیئے اگرچہ ضمناً ہر باب میں جوابات دینے کی کوشش کی گئی ہے۔ بکواسات اور واہیات کا جواب نہیں ہوتا۔ اس وجہ سے میں نے صرف وہ اعتراضات ذکر کر کے جوابات دیئے ہیں جو علمی انداز کے طور پر پیش کیے جاتے ہیں۔ آخر میں حاصلات و امتیازات بیان کیے ہیں۔ گذشتہ ابواب کا نچوڑ بیان کیا گیا ہے (خلاصہ)۔

بہر حال مضمون میں زیادہ تر یہی کاوش و کوشش رہی کہ آپؓ ایک جلیل القدر صحابی تھے۔ عہدِ رسالت و عہدِ خلفائے راشدینؓ آپؓ کا مقام و مرتبہ سیر و سوانح کی کتب سے واضح ہو جاتا ہے اور جتنے بھی الزامات آپؓ پر لگائے گئے صرف اور صرف تعصب اور ہٹ دھرمی کے طور پر لگائے گئے ہیں، اور آپؓ پر الزامات لگانے سے مطلب یہ ہے کہ آپؓ کے عظیم کارنامے ان الزامات کی تہہ میں دب جائیں۔ اور سیدنا معاویہؓ کو ایک مکروہ شکل میں پیش کیا جائے۔ تاکہ لوگ آپؓ کی علمی خدمات اور دین اسلام کے عظیم کارناموں سے بے خبر رہیں۔ یہ سعی اور کاوش (تحقیقی مقالہ جمع کرنا) اللہ کا فضل و کرم اور احسان ہے اور اسی کاوش سے اللہ سے مغفرت کا طلب گار ہوں۔ آمین ثم آمین

described as under.

1. In the first chapter of this thesis the relationships links, reason of the name and historcal stauts have been discussed. After Muawiyah (May Allah be Pleased with him) Sahabah Karam i.e. the names of companions collected.
who namesake of Muawiyah (May Allah be pleased with him). Besides these of noble followers and reverend religious persons have been described in detail that were name-sake of Muawiyah (May Allah be pleased with him). Muawiyah's creed, genealogical tree. Primary circumstances and family has been described in detail.

The place of Banu Umayyah in the age of Prophet (May the Peace and Blessing of Allah be Upon Him) and in the age of Pious Caliphate, made evident. The details of embrasing Islam by Syedna Muawiyah (May Allah be pleased with him) have been also described. I have given detailed references when Syedna Muawiyah (May Allah be pleased with him) outraced Islam in 6th year of Hijra after treaty of Hudybiah and before Umratul Qaza. The status of Syedna Muawiyah (May Allah be pleased with him) as writer of revelation (Wahe) i.e. inspirational power and his personality in the age (Sahabah) i.e. companions was highlighted.

2. In the Second Chapter the merits, virtues, ability and qualities of Syedna Muawiyah (May Allah be pleased with him) were described. Characteristics of Syedna Muawiyah (May Allah be pleased with him) history of life, his appearance and his actions

be Upon Him) and his place and value in the eyes of Muhammad (May the Peace and Blessing of Allah be Upon Him) were described in detail. This was also evident from the Prayers for Syedna Muawiyah (May Allah be pleased with him) get done by Muhammad (May Allah the Peace and Blessing of Allah be Upon Him) All refered to authentic. Syedna Muawiyah (May Allah be pleased with him) daily works, manners, and qualities, compassion, patience, forgiveness and tolerance, good manners, love with the Prophet (May the Peace and Blessing of be Upon Him) and obedience to the Prophet (May the Peace and Blessing of Allah be Upon Him), fear of God, simplicity, poverty and generosity, soundness in knowledge, planning and politics, gallantry, preaching, reverence and respect, miracles were discussed in detail, The ring of Syedna Muawiyah (May Allah be pleased with him) was discussed and its engraving was described. In the last his death was mentioned. The place where' he was buried. Date of death, place and dying condition and who performed his last prayer were mentioned.

3. In the Third Chapter the term Companion (i.e. Mutlaq Sahabi) has been defined. The place and degree of a companion according to Quran and Hadith and Ijmah was made evident. After that what was the place of Syedna Muawiyah (May Allah be pleased with him) in the eyes of pions Caliphs? What was the place and degree in the eyes of other companions (i.e. Sahabah Karam). The place and degree of Syedna Muawiyah (May Allah be pleased with

experts in Hadith. His place in the eyes of a western scholars who are experts of eastern languages and knowledge (i.e. Mustashriqeen) and writers of present time have been evidently expressed in detail.

4. In the Fourth Chapter, politics and government has been appraisingly described. Politics and government of Syedna Muawiyah (May Allah be pleased with him) has been described. His important political principles and political order and mangement have been described. The services of Syedna Muawiyah (May Allah be pleased with him), his Governors and 'degniteries' Minister for works, administrative departments (Department of Police, Defense, construction of forts, judiciary, Welfare department) in his period have been discussed in detail. Agriculture and the developement of its sources building new cities, military establishment Caliphate and Government have been made evident. Detailed disussion regarding (Mushajarat) with reference to companions (i.e. Sahabah) have been narrated. The incident of 41 year of Hijri i.e. treaty between Syedna Muawiyah (May Allah be pleased with him) and Syedna Hassan (May Allah be pleased with him) which is famous with the name of "Amul Jamaah" has been lucidly expressed.

The relationship have also been highlighted. (Istalhaaq) of Zeyad and heirship of Yazeed Have been discussed briefly.

be pleased with him), the conquests and expeditions were fully mentioned in detail i.e. attack on Bairut, Qaisaryah war, conquest of asqalan and Cyprus, conquest of Tripoli and Syria,amuriah, Shamshat and Maltiah, conquest of Africa,Kabul, Nisf and Zabil, attack on Qayqan, Sindh and Turkistan,Rodus and Arwad. After that Sea Conquest was also expressed is detail.

6. In the Sixth Chapter well known objections were mentioned for which Syedna Muawiyah (May Allah be pleased with him) is blamed. These objections were replied for in detail although they have been tried to reply individually as also in each chapter, Irrelevant and absurd objections do not have replies for the very reason I have replied the objections which are presented in a wise manner. In the end achievements and distinctive qualities have been expressed and the concluding details of the previous chapters have been given. After all in the subject throughout remained an entire efforts have been made that Syedna Muawiyah (May Allah be pleased with him) place and degree was such that he was a respectable Companion (i.e. Sahabi). From the age of Prophet Hood (May the Peace and blessings of Allah be upon him) and the age of Pious Caliphs and the historical books made this evident automatically and all the objections for which he is blamed based on religious persecution and obstinacy these objections blamed are meant to suppress Syedna Muawiyah (May Allah be pleased with him) so that his nobel deeds remain in the bottom of these

a bad reputation and the people may be unaware of his services regarding knowledge and magnificent deeds.

This effort of mine (to submit the research project/topic) is Almighty" favor, benevolence and courtesy and I beg for forgiveness on account it.

O Allah accept my earnest pray. (Aameen)

باب اول

شخصیت، کردار، کارنامے

۱۔ نام ونسب

۲۔ ابتدائی حالات

۳۔ ازواج واولاد

۴۔ خاندان قریش اوران کی شاخیں

۵۔ خاندان بنوہاشم

۶۔ خاندان بنوامیہ

۷۔ خلفائے راشدین اور بنوامیہ

۸۔ سیدنا معاویہؓ کا اسلام قبول کرنا

۹۔ سیدنا معاویہؓ بحیثیت کاتب وحی

۱۰۔ دورِ صحابہؓ میں سیدنا معاویہؓ کی شخصیت

لفظ "معاویہ" بروزن مفاعلہ ہے. باب مفاعلہ سے حروف اصلی کے اعتبار سے اسکا مادہ ع.و.ی. ہے.

عوٰی کے معنی آواز دینے کے ہیں. عاواھم کے معنی ہیں اس نے لوگوں کو آواز دی. سو معاویہ کے معنی ہے لوگوں کو آواز دینے والا، اس لفظ کے آخر میں تا تانیث کے لیے نہیں. اسے اسی طرح سمجھیں جیسے عکرمہ، طلحہ، ساریہ، حمزہ وغیرہ۔

۱۔ معاویہ: ایک ستارہ کا نام ہے۔

۲۔ معاویہ: چاند کی منازل میں سے ایک منزل کا نام ہے۔

۳۔ معاویہ: ایسا سخت پتھر جو زمین میں دھنسا ہوا ہو۔

۴۔ معاویہ: عالم شباب میں قوت سے مدمقابل کا پنجہ مروڑ ڈالنا۔

۵۔ معاویہ: تیس برس کی جوانی کی عمر کو پہنچنا کہ قوت سے مدمقابل کا پنجہ مروڑ ڈالے۔

۶۔ معاویہ: کسی کی مدافعت کرنا۔

۷۔ معاویہ: حمایت یا جنگ وغیرہ کے لیے لوگوں کو بلا کر جمع کرنا۔

۸۔ معاویہ: کسی چیز کو موڑنا یا مروڑنا، خم دینا۔

۹۔ معاویہ: آواز دے کر پکارنا، بھیڑیا کا آواز نکالنا کتے وغیرہ کو بھونکانا۔

۱۰۔ معاویہ: شیر کی آواز، للکار۔

(7)

معاویہ کا معنی نمایاں ستارہ: العواء اسم النجم۔ امام زھریؒ کے نزدیک العواء ستارہ کا نام ہے۔ اسم مقصورہ ہے۔

بڑا مبارک ہے نام اسکا ستاروں جیسا مقام اسکا

صاحب لسان العرب مزید لکھتے ہیں کہ!" وقال الحصینی فی قصیدته الی یذ کر فیھا المنازل۔"

حصینی نے منازل کے اشعار میں یوں کہا ہے۔

"وانتثرت عوّاوه تناثر العقدل انقطع"یعنیٖ" اذاطلعت العواء ضرب الخباء"

جب عواء ستارہ طلوع ہوا تو بادل چھٹک گئے...... فضا اچھی ہو گئی..... میدان خراب ہو گئے.. مشکیزے بھر گئے...

یہاں بھی العواء سے ستارہ مراد لیا گیا ہے اور حقیقتاً بھی معاویہ ایک ایسے ستارے کے کردار کا نام ہے کہ جب وہ اپنی ایمانی آب وتاب سے طلوع ہوا تو پوری دنیا سے کفر کے بادل چھٹ گئے۔ 64لاکھ 65ہزار مربع میل پر اسلام کا جھنڈا لہرایا گیا۔ فضا اچھی ہو گئی...... کفر کے ایوان خراب ہو گئے.... یعنی شکست خوردہ ہو کر مایوس ہو کر بیٹھے ماتم کرنے لگے..... اور لوگوں کے دلوں کے مشکیزے ایمان، یقین، تقوی، محبت، امانت ودیانت سے بھر گئے....

اور صاحب لسان العرب یہ بھی لکھتے ہیں: "العوة علم من حجارة ینصب علی غلظ الارض"

عوا نام ہے اس پتھر کا جو سخت زمین میں دھنسا ہوا ہو اس سے عام زمین میں جکڑے ہوئے پتھر مراد ہو سکتے ہیں۔

اور اہل لغت نے خاص کر اس پتھر کی طرف تخصیص کر دی جو سڑک اور روڈ کے کنارے پر مسافت اور مسافر کی راہنمائی کے لئے نصب کیے جاتے ہیں...... جیسے آجکل سیمنٹ کی تختی لگی ہوئی ہوتی ہے جس پر مختلف شہروں کے نام، مسافت یعنی کلومیٹر یا میل لکھا ہوتا ہے۔

معاویہ کا معنی شباب، پنجہ آزمائی: اہل لغت نے معاویہ کا معنی عالم شباب میں قوت اور پنجہ آزمائی کے بھی کئے ہیں۔

یعنی معاویہ کہتے ہیں اسکو جو عالم شباب میں قوت سے مدمقابل کا پنجہ مروڑ ڈالے۔

صاحب لسان العرب لکھتے ہیں: "وعوی الرحل بلغ الثلاثین فقوبت یده....."

یعنی 30 سال کے عمر میں آدمی مضبوط الاعصاب ہو جاتا ہے اس کے ہاتھ مضبوط ہوتے ہیں وہ کسی کا محتاج نہیں رہتا۔

"فعوی بن غیره ای لواھا لیا شدیدا" یعنی اس نے اپنے ہاتھ کو مضبوط لپیٹ لیا۔ یعنی ایسی قوت اور شباب والا آدمی جو کسی سے پنجہ لڑا دے تو مدمقابل کو پنجہ آزمائی میں شکست دے دے اس کو معاویہ کہتے ہیں........

یہ امر بھی قابل غور ہے کہ سیدنا معاویہؓ کے اسلام لانے کے بعد حضور ﷺ نے آپؓ کا نام تبدیل نہیں فرمایا۔ حالانکہ حضور اکرم ﷺ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ قبیح نام بدل دیا کرتے تھے۔ چنانچہ مشکوۃ سیدتنا عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے: "ان النبی ﷺ کان یغیر الاسم القبیح (رواه الترمذی)"

ترجمہ: حضور ﷺ برے نام کو تبدیل فرما دیا کرتے تھے۔

دوسری روایت میں سیدنا عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے۔

"ان بنتاً کانت لعمر یقال لھا عاصیة فسماھا رسول اللہ ﷺ جمیلة (رواه مسلم)"

ترجمہ: حضرت عمر فاروقؓ کی ایک بیٹی کا نام (عہد جاہلیت میں) عاصیہ (نافرمان) تھا پس حضور ﷺ نے اسکا نام جمیلہ رکھا۔

پس اگر "معاویہ" "نام قبیح ہوتا تو حضور ﷺ ضرور اسے تبدیل فرماتے۔ سیدنا معاویہؓ بن ابی سفیانؓ کے علاوہ 19 صحابہ کرام ایسے ہیں جنکا نام "معاویہ" تھا۔ مگر حضور ﷺ سے آپؓ کا نام تبدیل کرنا ثابت نہیں۔

پس حضور ﷺ کا تبدیل نہ کرنا مستقل دلیل ہے اس بات کی کہ "معاویہ" معنی اعتبار سے برا نام نہیں۔

ورنہ حضور ﷺ سے جو کہ سارے عرب میں زیادہ فصیح و بلیغ اور عربیت کے گہرائیوں کو جاننے تھے یہ معنی کیسے مخفی رہ جاتا۔

حلقوں میں کیوں رواج پا گیا۔ سیدنا علیؓ کے طرف سے جنگ صفین میں جو علم بردار تھا اسکا نام معاویہ تھا۔ سیدنا جعفر صادقؒ کے ساتھیوں میں سے معاویہ بن مسلمہ نفری، معاویہ بن سعید الکندی اور معاویہ سرادۃ الکنانی بھی تھے۔ اسی برح اور بھی بے شمار راوی معاویہ نام کے امامیہ محدثین کے ہاں ہے۔

اگر معاویہ نام غلط ہوتا تو حضور ﷺ اسے ضرور تبدیل فرما دیتے لیکن آپ ﷺ نے اسی نام سے پکار کر دعا دی ہے۔

"اللهم علم معاوية الكتاب و الحساب وقه العذاب۔"

اے اللہ معاویہ کو حساب و کتاب کا علم سکھا اور اسے عذاب سے محفوظ رکھ۔

حضرت عبد الملک بن عمیرؒ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا:

يا معاوية! ان ملكت فاحسن۔ اے معاویہ جب تمھیں اقتدار نصیب ہو تو لوگوں سے حسن سلوک کرنا۔

عن عبد الملك بن عميرؒ المزني قال سمعت رسول ﷺ يقول لمعاوية:

"اللهم اجعله هاديا مهديا " اے اللہ معاویہ کو ہادی بنا اور مہدی بنا اور اسکے ذریعے لوگوں کو ہدایت عطا فرما۔

حضرت وحشیؓ بن حرب اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے سیدنا معاویہ کو اپنے پیچھے سواری پر بٹھایا پھر آپ ﷺ نے دریافت کیا: فقال يا معاوية ! ما يليني منك۔ اے معاویہؓ آپ کے جسم کا کونسا حصہ میرے جسم سے متصل ہے۔ (ملا ہوا ہے) آپؓ نے فرمایا! پیٹ۔ تو حضور اقدس ﷺ نے فرمایا! اے اللہ اس کو علم سے حلم سے بھر دے۔

مروان بن حبان حضرت یونس بن میسرہ کے حوالے سے نقل فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمرؓ سے ایک پیش آمدہ مسئلہ کے متعلق رائے طلب فرمائی۔ دونوں حضرات نے فرمایا: کہ اللہ اور اسکے رسولؐ بہتر جانتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: اس مشکل کے حل کا مجھے کوئی طریقہ بتلا دو (پھر کچھ توقف فرمایا) پھر فرمایا! ثم قال ادعوا معاوية: معاویہ کو بلاؤ۔ جب وہ آگئے تو فرمایا اپنا معاملہ انکے سامنے پیش کر دو اور اس مسئلہ میں آپؐ کو پاس رکھو۔ بے شک آپ قوی اور امین ہیں۔

"وقال النبي ﷺ: احلم امتي معاوية" "میری امت سب سے زیادہ حلیم (بردبار) سیدنا معاویہؓ ہیں۔

"وقال النبي ﷺ ان معاوية لايضارع احدا الاضرعة معاوية"

حضور اقدس ﷺ نے بیان فرمایا: سیدنا معاویہؓ سے جو بھی نبرد آزما ہوگا معاویہؓ اسے بچھاڑ دے گا۔

"يبعث الله تعالى معاوية يوم القيامة وعليه رداء من الايمان"

چادر ہوگی۔

اب غور فرمائیے ان مذکورہ بالا روایات میں حضور اقدس ﷺ نے اپنی مبارک لسان نبوت سے کتنے پیار و محبت سے سیدنا معاویہؓ کو اسم مبارک معاویہؓ، معاویہؓ، معاویہؓ کہہ کر مخاطب فرمارہے ہیں......

نبی کریم کا منع کرنا تو در کنار........ خود رب تعالیٰ جبرئیل علیہ السلام کو بھیج کر سیدنا معاویہؓ کو اسی نام سے مخاطب فرماتے ہیں......... چنانچہ روایت ہے کہ مرتبہ حضرت جبرئیل علیہ السلام حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فرمایا!

"یا محمد ﷺ أقر معاویۃالسلام ا واستو حبه خیرافانه امین الله علی کتابةو و حیه ونعم الامین۔"

ترجمہ: اے محمدؐ معاویہؓ کو سلام کہیے اور ان کو نیکی کی تلقین فرمائیں کیونکہ وہ اللہ کی کتاب اور اسکی وحی کے امین ہیں اور بہترین امین ہیں۔ (سبحان اللہ)

امام الحافظ احمد بن علی بن حجر العسقلانیؒ متوفی (۸۵۴ھ) اس کی تفصیل یوں لکھتے ہیں۔

(۱) معاویۃ بن انس سلمی، یہ ان میں سے تھے کہ حضورؐ کے زمانے میں اسود العنسی سے جنگ کی تھی۔

(۲) معاویۃ بن ثور بن عبادۃ بن البکاء العامری البکائی۔

(۳) معاویۃ بن جاھمۃ بن العباس بن مرداس السلمی۔

(۴) معاویۃ بن الحارث بن المطلب بن عبد مناف۔

(۵) معاویۃ بن حدیج، یہ سیدنا معاویہؓ کے زمانے میں مصر کے عامل تھے۔ ابن سعدؒ نے صحابہؓ میں شمار کیا ہے۔

(۶) معاویۃ بن حزن القشیری۔

(۷) معاویۃ بن الحکم السلمی۔ اہلِ حجاز میں سے تھے۔

(۸) معاویۃ بن حیدۃ بن معاویۃ بن قشیر بن کعب بن ربیعہ بن عامر بن القشیری روایات ان سے منقول ہیں۔

(۹) معاویۃ بن أبی ربیعۃ الجرمی۔

(۱۰) معاویۃ بن ابی سفیانؓ بن عبد الاسد المخزومی بن أبی سلمۃ بن عبد الاسد۔

(۱۱) معاویۃ بن ابی سفیان صخر بن حرب بن امیۃ بن عبد شمس بن عبد مناف القرشی الاموی امیر المؤمنین۔

(۱۲) معاویۃ بن صعصعۃ التمیمی۔

(۱۳) معاویۃ بن عبادۃ بن عقیل۔

(۱۴) معاویۃ بن عبداللہ۔

(۱۵) معاویۃ بن عروۃ الدائلی نوفل کے والد تھے۔

(۱۶) معاویۃ بن عفیف المزنی

(۱۷) معاویۃ بن عمرو ذی الکلاع کے بھائی تھے۔

(۱۸) معاویۃ بن عمر الدئلی۔

(۱۹) معاویۃ بن قرمل

(۲۰) معاویۃ بن محصن بن علس

(۲۱) معاویۃ بن مرداس بن أبی عامر بن سنان بن حارثہ بن عبس بن رفاعۃ بن الحارث بن بھثۃ بن سلیم السلمی۔

(۲۲) معاویۃ بن معاویۃ المزنی۔ امام بغوی وغیرہ کے نزدیک عہدِ نبوت میں ان کا انتقال ہوگیا تھا۔

(۲۴) معاویۃ بن نفیع صحابی تھے۔

(۲۵) معاویۃ الثقفی۔

(۲۶) معاویۃ الغذری۔

(۲۷) معاویۃ اللیثی امام بخاریؒ وغیرہ نے صحابہؓ میں شمار کیا ہے۔

(۲۸) معاویۃ الھذلی۔

(۲۹) معاویۃ بن مقرن المزنی۔

(۳۰) معاویہ والد نوفل۔

(۳۱) معاویۃ بن الجون الکندی۔

(۳۲) معاویۃ بن الحارث بن ثعلبہ النخعی۔

(۳۳) معاویہ بن حرمل الحنفی صہر مسیلمہ الکذاب۔

(۳۴) معاویہ بن عمران بن ضمضم الحردی۔

(۳۵) معاویۃ العقیلی۔

(۳۶) معاویہ غیر منسوب۔

(۳۷) معاویۃ بن جعفر بن قرط بن عبد یغوث بن کعب النخعی۔

(۳۸) معاویۃ بن ثعلبہ الحمانی۔

(۳۹) معاویۃ بن حزن۔

(۴۰) معاویۃ بن درھم۔

(۴۱) معاویۃ بن ربیعہ الجشمی۔

(۴۲) معاویۃ بن زھرۃ۔

(۴۳) معاویۃ بن عبادۃ بن عقیل۔

(۴۴) معاویۃ ابن عبداللہ بن ابی احمد۔

(۴۵) معاویۃ بن معبد۔

(۱) معاویۃ بن اسحاق بن عبادۃ بن زیاد بن أبیہ المعروف بابن ابی سفیان دمشق میں بنوامیہ سے تھے۔

(۲) معاویۃ بن اسحاق۔

(۳) معاویۃ بن أوس الاضبغ بن محمد بن محمد بن لھیعۃ ابوالمستقصی السکسکی القوفانی۔

(۴) معاویۃ بن الحارث۔

(۵) معاویۃ بن خدیج بن جفنۃ۔بن قتیرۃ بن حارثۃ بن عبد شمس بن معاویۃ ابن جعفر بن اسامۃ بن سعد بن أشرس بن شبیب بن السکون بن أشرس بن کندۃ ابوعبدالرحمٰن ویقال ابونعیم الکندی صحابی تھے۔ نبی کریمؐ سے سیدنا عمر فاروقؓ ابوذرؓ، عبداللہ بن عمروؓ اور سیدنا معاویۃ بن أبی سفیانؓ سے روایات منقول ہیں۔

عہد معاویہؓ میں مصر کی ولایت دی گئی تھی۔ مغرب، یرموک کی جنگوں میں حاضر رہے۔

(۶) معاویۃ بن خالد بن یزید بن معاویہ بن أبی سفیان صخر بن حرب بن امیہ عبد شمس الاموی۔

(۷) معاویۃ بن خندف بن معاویہ ابوعبدالرحمٰن القرشی الاموی۔

(۸) معاویۃ بن الریان الاموی۔

(۹) معاویۃ بن ابی سفیان بن یزید بن خالد بن یزید بن معاویۃ بن ابی سفیان صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف القرشی الاموی۔

(۱۰) معاویۃ بن سلمۃ بن سلیمان أبوسلمۃ النصری الکوفی۔

(۱۱) معاویۃ بن سلیمان بن ہشام بن عبدالملک بن مروان بن الحکم الاموی۔

(۱۲) معاویۃ بن سلام بن أبی سلام أبوسلام الحبشی الھانی۔

(۱۳) معاویۃ بن صالح بن حدیر ابوعمرو الحضرمی الحمصی قاضی الاندلس۔

(۱۴) معاویۃ بن صالح بن ابی عبیداللہ معاویۃ بن عبیداللہ بن یسار ابوعبیداللہ الاشعری۔

(۱۵) معاویۃ بن صخر أبی سفیان بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف ابوعبدالرحمٰن الاموی۔

اس حوالے سے امام عساکرؒ نے آپؓ کے متعلق حالات وواقعات ۲۸۵ صفحات پر مشتمل تفصیل سے لکھی ہے۔ جو یہاں ذکر کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ اکثر جگہوں پر میں حوالے دے چکا ہوں۔

(۱۶) معاویہ بن طویع بن جشیب الیزنی الدارانی حمص کے تھے۔

(۱۷) معاویۃ بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوئی بن غالب القرشی الہاشمی تو یہ غور سے پڑھیئے کہ اہل بیت میں معاویہ کا نام موجود ہے۔

(۱۹) معاویۃ بن عبید اللہ بن یسار ابو عبید اللہ الاشعری۔

(۲۰) معاویۃ بن عقبۃ الاعور بن یزید بن معاویۃ ابن ابی سفیان الاموی۔

(۲۱) معاویۃ بن عثمان بن یزید بن معاویۃ بن ابی سفیان الاموی۔

(۲۲) معاویۃ بن عمر بن یزید بن معاویۃ بن ابی سفیان ابن حرب بن امیہ الاموی۔

(۲۳) معاویۃ بن عقبۃ۔

(۲۴) معاویۃ بن عفیف المری۔

(۲۵) معاویۃ بن عمرو بن عتبہ بن ابی سفیان، صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف القرشی الاموی۔

(۲۶) معاویۃ بن فراس المزنی۔

(۲۷) معاویۃ بن قرمل المحاری۔

(۲۸) معاویۃ بن قرہ بن ایاس بن ھلال بن رئاب بن عبید بن سوأۃ بن ساریۃ ابن ذبیان بن ثعلبۃ بن سُلیم بن اوس بن مزینہ ابو أیاس المزنی البصری۔

(۲۹) معاویۃ بن محمد بن دینویۃ۔ ابو عبد الرحمٰن لاذری۔

(۳۰) معاویۃ بن مروان بن الحکم بن ابی العاص بن عبد شمس لاموی۔

(۳۱) معاویۃ بن مصاد بن زھیر۔

(۳۲) معاویہ بن معاویۃ بن ابی سفیان بن عبد اللہ ابن یزید بن معاویۃ بن أبی سفیان بن حرب الاموی۔

(۳۳) معاویہ بن معدی کرب۔

(۳۴) معاویۃ بن الولید بن سعید بن ھشام بن عبد الملک ابن مروان بن الحکم الاموی۔

(۳۵) معاویۃ بن ھشام بن عبد الملک بن مروان بن الحکم بن ابی العاص ابو شاکر الاموی۔

(۳۶) معاویۃ بن یحیٰ ابو روح الصدفی الدمشقی۔

(۳۷) معاویۃ بن یحیٰ ابو مطیع الدمشقی ثم الاطرابلسی۔

(۳۸) معاویۃ بن یحیٰ ابو عثمان الشامی۔

(۳۹) معاویۃ بن یزید بن حصین بن نمیر السکونی۔

(۴۰) معاویۃ بن یزید بن معاویۃ بن ابی سفیان الاموی۔

(۴۱) معاویۃ بن یزید بن مھلب بن ابی صفرۃ الازدی۔

(۴۳) معاویۃ مولی مسلمۃ بن ھشام بن عبدالملک بن مروان۔

(۴۴) معاویہ بن عبداللہ بن یزید بن معاویہ بن ابی سفیان الاموی۔

عزالدین بن الاثیرؒ یہ تفصیل یوں ذکر کرتے ہیں۔(وفات ۶۳۰ھ)

(۱) معاویۃ بن ثعلبۃ ان سے روایت بھی نقل کی گئی ہے۔

(۲) معاویۃ بن ثور بن عبادۃ البکائی والد بشر، حضورؐ سے ملاقات ثابت ہے نبی کریمؐ نے دعا بھی کی۔

(۳) معاویۃ بن جاھمۃ السلمی کئی روایات ان سے منقول ہیں۔

(۴) معاویۃ بن خدیج بن جفنہ السکونی الخولانی۔عہد سیدنا معاویہؓ میں اہل مصر پر مقرر کیا گیا تھا۔

(۵) معاویۃ بن الحکم السلمی مدینہ منورہ میں رہائش تھی۔صحابی تھے ملاقات ثابت ہے۔

(۶) معاویۃ بن حیدۃ بن معاویۃ قشیر بن کعب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعۃ القشیری۔اہل بصرہ میں سے تھے۔

(۷) معاویۃ بن سوید بن مقرن، حسن بن سفیان کے نزدیک صحابی تھے۔

(۸) معاویۃ بن صخر بن ابی سفیانؓ، کنیت ابوعبدالرحمٰن عمرۃ القضاء میں اسلام لائے اپنے اسلام کو چھپائے رکھا اور فتح مکہ کے موقع پر اظہار کیا۔جنگ حنین میں شرکت کی سو اونٹ ۴۰ اوقیہ مالِ غنیمت میں حاصل ہوئی۔

سیدنا ابوبکر صدیقؓ کے دور میں شام کے لشکروں میں سیدنا معاویہؓ اپنے بھائی سیدنا یزیدؓ کے ساتھ برسرِ پیکار تھے۔یزیدؓ کی وفات کے بعد شام کی ولایت دے دی گئی۔

سیدنا ابوسفیانؓ کو جب یہ اطلاع ملی تو عمر فاروقؓ کے متعلق یہ الفاظ کہے:

''وصلت رحم یا امیرالمومنین''۔ ''اے امیر المومنین آپ نے صلہ رحمی اختیار کی۔''

أخبرنا ابراھیم بن محمد وغیرہ بأسنادھم الی أبی عیسیٰ: حدثنا محمد بن یحییٰ، حدثنا ابو مسھر عن سعید عن عبدالعزیز عن ربیعة بن یزید عن عبدالرحمن بن أبی عمیرة۔ و کان من أصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم عن النبیؐ انه قال لمعاویة:

"اللھمّ اجعله ھادیا مھدیاً واھد به وقال ابن عباسؓ: معاویة فقیه۔

وقال ابن عمرؓ، مارأیت احداً بعد رسول الله صلی الله علیه وسلم أسود من معاویة فقیل له: أبوبکر، وعمرؓ وعثمانؓ؟ فقال کانوا۔ والله۔ خیرامن معاویة وافضل۔ ومعاویة اسود

عمر فاروقؓ کسریٰ العرب سے پکارتے تھے۔

وروی عنه جماعة من الصحابة. ابن عباسؓ والخدری وأبو الدرداءؓ وجریر والنعمان بن بشیر وابن عمر وابن الزبیر وغیرهم ومن التابعین ابو سلمة وحمید ابنا عبدالرحمن وعروة وسالم وعلقمة بن وقاص وابن سیرین والقاسم بن محمد وغیرهم

مذکورہ صحابہؓ وتابعینؒ نے سیدنا معاویہؓ سے روایات نقل کی ہیں۔

(۹) معاویہ بن صعصعہ التمیمی حضورؐ سے ۹ھ ہجری کو ملاقات کی تھی۔

(۱۰) معاویۃ بن عبداللہ بن أبی أحمد، ابوبکر بن ابی علی نے صحابہ میں شمار کیا ہے۔

(۱۱) معاویۃ بن عبداللہ۔

(۱۲) معاویۃ بن عیاض جعفر کا قول ہے کہ صحابی تھے۔ اہلِ شام میں سے تھے۔

(۱۳) معاویۃ بن قرمل المحاربی۔

(۱۴) معاویۃ اللیثی۔

(۱۵) معاویۃ بن محض۔

(۱۶) معاویۃ بن معاویۃ المزنی نبی کریمؐ کی حیات میں انتقال کر گئے تھے۔

وفات کے وقت نبی کریمؐ کے پاس جبرائیلؑ نے وفات کی اطلاع دی۔ نبی کریمؐ نے جنازہ پڑھایا۔ فرشتوں نے بھی شرکت کی۔ کہا جاتا ہے ہر صف میں ۶۰ ہزار فرشتے تھے۔

(۱۷) معاویۃ بن نفیع۔

(۱۸) معاویۃ بن نوفل۔

(۱۹) معاویۃ الھذلی۔

(۱) معاویۃ بن حیدہ بن معاویہ بن قشیر بن کعب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعۃ القشیری۔

ابن سعدؒ کے نزدیک صحابی تھے۔ امام بخاریؒ بھی قائل تھے۔ ابن حجرؒ نے بھی ان کو صحابی مانا ہے۔

اور تقریب التہذیب آپؓ سے کئی روایات بھی نقل کی گئی ہیں۔

(۲) معاویۃ بن الحکم السلمی۔ امام بخاریؒ اور امام بغوی کے نزدیک صحابی تھے اور نبی کریمؐ سے روایات بھی نقل کی ہیں

(۳) معاویۃ بن جاھمۃ بن العباس بن مرداس السلمی۔

(۴) معاویۃ بن معد بن کعب بن مالک ابن قانعؒ نے صحابہؓ میں شمار کیا ہے۔

(۵) معاویۃ بن خدیج بن قنیرہ بن حارثۃ بن عبد شمس االکندی ابو عبد الرحمٰن السکونی۔

(۶) معاویۃ اللیثی، امام بخاریؒ وغیرہ نے صحابہ میں شمار کیا ہے۔

(۷) معاویۃ بن ابی سفیان صخر بن حرب بن امیر عبد شمس بن عبد مناف القرشی الاموی۔ امیر المؤمنین،

بعثت نبویؐ سے پانچ سال پہلے پیدا ہوئے۔ بعد صلح الحدیبیہ اسلام لائے حالات کی وجہ سے اسلام چھپائے رکھا اور فتح مکہ پر اس کا اظہار کیا۔ اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے۔ جو بخاری میں بطریق طاؤس ابن عباسؓ سے منقول ہے۔ کہ سیدنا معاویہؓ نے نبی کریمؐ کے بال کترے تھے۔

آپؓ کی بچپن میں سرداری کے علامات موجود تھے۔ لمبے قد، خوبصورت رنگ (سرخ وسفید) نبی کریمؐ کے کاتب اور صحابیؓ تھے۔ سیدنا عمرؓ نے شام کی ولایت دی جب بھائی سیدنا یزیدؓ کا انتقال ہو گیا۔ عمرؓ کسریٰ عرب سے پکارتے تھے۔ آپؓ کی سیادت اور تدبر کی قابلیت بیان کرتے تھے۔ (14)

امام ابی عمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبد البرؒ یہ تفصیل یوں بیان کرتے ہیں۔

(۱) معاویۃ بن ثور بن عبادہ امام عبد البرؒ نے ان کو صحابہ کرامؓ میں شمار کیا ہے اور آپؓ سے روایات بھی نقل کی ہیں۔

(۲) معاویۃ بن جاھمۃ السلمی ان کو بھی امام عبد البرؒ نے صحابہ کرامؓ میں شمار کیا ہے۔

(۳) معاویۃ بن خدیج بن جفنۃ بن قنیرہ بن حارثہ بن عبد شمس ابن معاویۃ بن جعفر بن اُسامۃ بن سعد بن اشرس۔

آپؓ کی کنیت اُبا عبد الرحمٰن یا اُبا نعیم تھی۔ یہ وہی معاویہ بن خدیج ہے۔ جس نے محمد بن ابی بکر کو قتل کیا تھا۔

ابو عمر کہتے ہیں کہ وہی ہے جس نے افریقہ کی جنگ میں 3 مرتبہ شرکت کی۔ حبشہ کی جنگ میں بھی تھے۔

(۴) معاویۃ بن الحکم السلمی۔

(۵) معاویہ بن حیدۃ بن معاویۃ بن قشیر بن کعب القشیری۔ بصرہ کے رہنے والے تھے۔ خراسان کی جنگ میں شریک تھے۔ اور وہیں انتقال کر گئے۔ (15)

(۱) معاویۃ بن الحکم اسلمی الحجازی صحابی تھے۔

(۲) معاویۃ بن خدیج الحولانی الکندی معروف صحابی تھے۔

(۳) معاویۃ بن حیدۃ القشیری۔

(۴) معاویۃ بن جاھمۃ السلمی صحابی تھے۔

(۵) معاویۃ بن عیاض الکندی، کہا جاتا ہے کہ یہ صحابی تھے۔

(۶) معاویۃ بن ابی سفیان صخر بن ھرب بن اُمیہ عبد شمس سن ۶۰ھ کو خمیس کے روز نصف رجب میں انتقال کر گئے عمر ۷۸ سال تھی۔ (16)

حافظ ابی عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن الترمذی وفات ۲۸۹ھ اس کی وضاحت یوں کرتے ہیں۔

(۱) معاویۃ بن ابی سفیانؓ بن حرب ابو عبد الرحمٰن القرشی الاموی۔

(۲) معاویۃ ابن الحکم السلمی حجازی۔

(۳) معاویۃ بن خدیج۔

(۴) معاویۃ بن حیدۃ۔

(۵) معاویۃ بن جاھمۃ القشیری السلمی۔ (17)

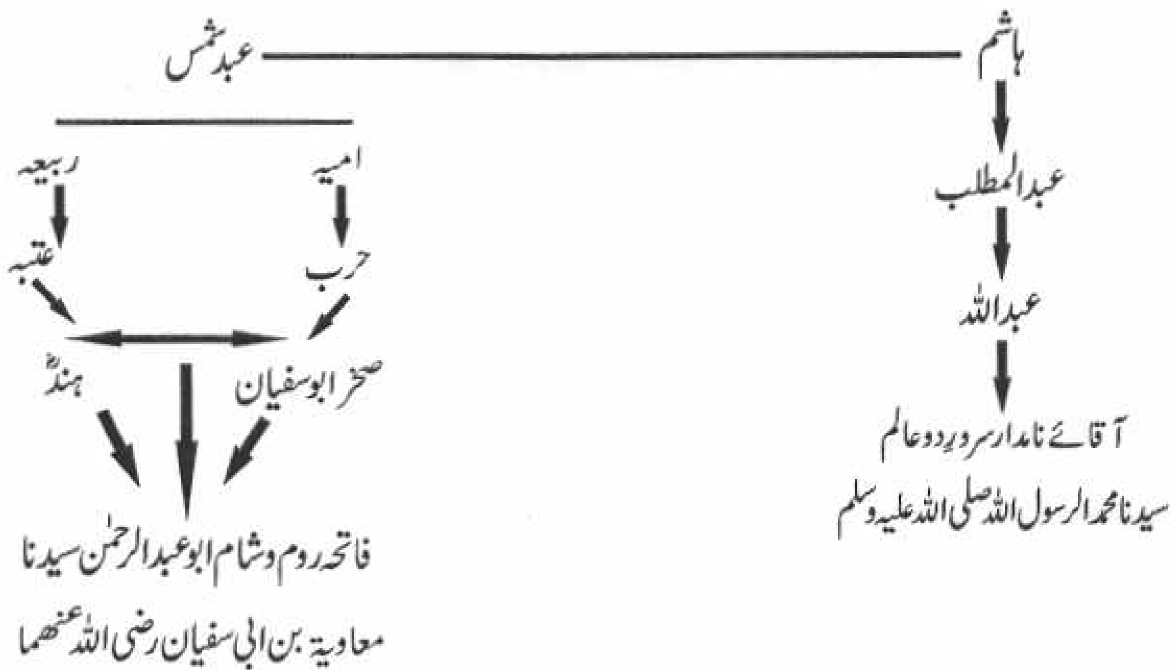
اس ساری تفصیل ذکر کرنے کا مقصد یہی ہے کہ کئی صحابہؓ اور اکابر تابعین اور بڑی شخصیات کے نام میں حتیٰ کہ اہلِ بیت میں بھی معاویہ کے نام سے شخصیات موجود ہیں۔ نہ کسی نے اس کو بُرا مانا ہے اور نہ محسوس کیا ہے بلکہ کئی لوگوں نے یہ نام رکھے ہیں اور سب سے بڑی بات یہ کہ نبی کریمؐ نے بھی اس پر خاموشی اختیار کی ہے۔ جس کا حوالہ گزر چکا ہے اور خود نبی کریمؐ نے اس نام سے پکارا ہے کہیں بھی یہ منقول نہیں ہے کہ نبی کریمؐ نے اس نام کو بُرا مانا ہے۔ ورنہ اس کی کئی مثالیں موجود ہیں جن کے ناموں میں فرق تھا نبی کریمؐ نے ان کو تبدیل فرمایا ہے۔

معاویہ نام ابوعبدالرحمٰن کنیت والد کا نام ابوسفیان۔ سلسلۂ نسب یوں ہے۔

معاویہ بن ابی سفیانؓ صخر بن حرب بن امیہ بن عبدشمس بن عبدمناف بن قصیٰ ابوعبدالرحمٰن القرشی الاموی المکی خال المومنین وکاتب وحی رب العالمین۔

﴿شجرہ نسب﴾

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ قریش کے ایک عظیم المرتبت شاخ بنی امیہ میں سالار قریش سیدنا ابوسفیانؓ صخر بن حرب کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپؓ کا شجرہ ماں باپ دونوں کی طرف سے پانچویں پشت میں آقائے نامدار سرورِ دوعالم سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جاملتا ہے۔ شجرہ یہ ہے:



سیدنا معاویہؓ کی سن ولادت کے بارے میں اہل سیرت نے لکھا ہے کہ آپؓ سرکار دو عالم ﷺ سے 34 سال چھوٹے تھے۔ چنانچہ علامہ برہان الدین حلبیؒ نے اپنی سیرت میں لکھا ہے کہ:

"نبی اکرم ﷺ کی ولادت سے 34 سال بعد پیدا ہوئے۔ اس لحاظ سے آپؓ سے 34 سال چھوٹے تھے۔"

یہ بیان تو علامہ حلبیؒ کا ہے لیکن دیگر علماء نے اس سے اختلاف کیا ہے بعض نے لکھا ہے کہ سرور کائنات ﷺ کی بعثت سے پانچ سال قبل، کسی نے سات سال قبل، اور کسی نے تیرہ سال قبل آپؓ کی ولادت کا سال تحریر فرمایا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے لکھا ہے کہ یہ قول کہ:

"آپؓ کی ولادت بعثت نبویؐ سے پانچ سال قبل ہوئی، زیادہ مشہور ہے۔" (20)

بچپن ہی سے آپؓ میں اولوالعزمی اور بڑائی کے آثار نمایاں تھے۔ آپؓ کی نوعمری میں ایک مرتبہ آپؓ کے والد سیدنا ابوسفیانؓ نے آپؓ کی طرف دیکھا اور کہنے لگے:

''میرا بیٹا بڑے سر والا ہے اور اس لائق ہے کہ اپنی قوم کا سردار بنے''۔ آپؓ کی والدہ ہندؓ نے یہ سنا تو کہنے لگیں:

''فقط اپنی قوم کا؟ میں اس کو روؤں اگر یہ سارے پورے عالمِ عرب کی قیادت نہ کرے''۔

اسی طرح ایک بار عرب کے قیافہ شناس نے آپؓ کو بچپنے کی حالت میں دیکھا تو بولا:

''میرا خیال ہے کہ یہ اپنی قوم کا سردار بنے گا''۔

ماں باپ نے آپؓ کی تربیت خاص طور پر کی اور مختلف علوم وفنون سے آپؓ کو آراستہ کیا اور اس دور میں جبکہ لکھنے پڑھنے کا رواج بالکل نہ تھا اور عرب پہ جہالت کی گھٹا ٹوپ تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ آپؓ کا شماران چند گنے چنے لوگوں میں ہونے لگا جو علم وفن سے آراستہ تھے اور لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ آپؓ کی والدہ چھوٹی عمر میں آپؓ کو اٹھائے ہوئے یہ کہتی تھیں:

''بلاشبہ میرا بیٹا خاندانی اور کریم ہے اور اپنے اہل میں پسندیدہ اور حلیم ہے وہ فحش گو اور کمینہ نہیں اور نہ ہی اُکتانے والا اور تنگ پڑنے والا ہے وہ صخر بن فہر کا سردار ہے اور وہ گمان کے خلاف نہیں کرتا۔ اور نہ ناکام ہوتا ہے۔

جس طرح آپؓ سیرت وکردار میں اعلیٰ تھے۔ اسی طرح آپؓ کی صورت میں بھی ایک خاص کشش اور جاذبیت تھی۔ رنگ سرخ وسفید کا امتزاج، سروقد، لحیم وشحیم، وضع وقطع اور چال ڈھال میں ایک خاص قسم کا رعب اور تمکنت، چہرہ کتابی، آنکھیں موٹی موٹی اور چتون شیر کی مانند، صورت وجیہ، بظاہر شان وشوکت اور تمکنت اور امیر کی مسکنت کا بہترین امتزاج، داڑھی گھنی، مہندی اور وسمہ کے حضاب سے رنگی ہوئی، لباس میں سادگی بلکہ اکثر وبیشتر دسیوں پیوند صرف قمیص کو لگے ہوتے،

چنانچہ امام احمد بن حنبلؒ نے لکھا ہے کہ: علی بن ابی جملہ اپنے باپ سے روایت کیا ہے کہ:

"میں سیدنا معاویہؓ کو دمشق میں منبر پر خطبہ دیتے ہوئے دیکھا اور آپؓ نے پیوند لگے ہوئے کپڑے پہنے ہوئے تھے"

یونس بن میسرالحمیری الزاہد جو کہ امام اوزاعیؒ کے اساتذہ میں سے ہیں فرماتے ہیں:

"میں سیدنا معاویہؓ کو دمشق کے بازار میں سوار دیکھا۔ آپؓ کے پیچھے آپؓ کا ایک غلام تھا، اور آپؓ ایک ایسی قمیص زیب تن کیے ہوئے تھے جسکا گریبان دریدہ تھا، اور آپؓ اسی حالت میں دمشق کے بازار میں پھر رہے تھے،"

(حالانکہ آپؓ وہاں کے حکمران تھے۔) (21)

اس طرح کے اور بہت سے واقعات تاریخ کے اوراق میں ملتے ہیں، جن سے آپؓ کے لباس کی سادگی کا پتہ چلتا ہے۔

ابوسفیان جب تک حالت کفر میں رہے، اسلام اور پیغمبر اسلام کا مقابلہ کرتے رہے۔ یہ ایک اموی ہونے کی وجہ سے آپ کے لیے ضروری تھا کیونکہ جنگوں میں قیادت بنوامیہ کے ذمے تھی۔ مسلمانوں کے بجائے اگر کوئی اور گروہ مدمقابل ہوتا تو ابوسفیان اس کے خلاف بھی جنگ میں اس طرح قیادت کرتے جیسی مسلمانوں کے خلاف جنگوں میں کی۔ لیکن کب اللہ تعالیٰ آپؓ کو فتح مکہ سے چند روز پہلے راہ ہدایت دکھادی اور انھوں نے اللہ تعالیٰ کی وحدت اور رسول اللہ ﷺ کی نبوت و رسالت کو قبول کرلیا۔

علامہ ابن حجرؒ آپؓ کا تذکرہ یوں کرتے ہیں:

صخر بن حرب بن اُمیہ بن عبد شمس بن عبد مناف ابوسفیان القرشی الاموی۔ نبی کریمؐ سے دس سال پہلے پیدا ہوئے۔ سیدنا معاویہؓ کے والد تھے۔ جنگ حنین اور جنگ طائف میں شرکت کی تھی۔

اسلام لانے سے پہلے جنگ اُحد اور جنگ خندق (احزاب) میں کفار کی طرف سے سردار مقرر کیے گئے تھے۔ نبی کریمؐ نے آپؓ کو نجران کا عامل مقرر کیا تھا۔ فتح مکہ کے موقع پر آپؓ کے اعزاز و اکرام کیلئے فرمایا تھا (22)

''من دخل دار ابی سفیان فھو امن'' ''جو سیدنا ابوسفیانؓ کے گھر داخل ہو گیا وہ بھی امن میں ہیں۔''

یہ نبوت کی طرف سے ابوسفیانؓ کا اکرام تھا اور یہ انکی خصوصیت تھی کہ ان کے گھر کو امن کے لحاظ سے وہی حیثیت دے دی گئی جو خانہ کعبہ کو دی گئی تھی۔ نبوت کے اس اعلان میں سیدنا ابوسفیانؓ کے ایمان کی تقویت اور ان کی تالیف قلب کا سامان بھی تھا۔ نبوت کے اس اعلان سے سیدنا ابوسفیانؓ کے قلب کی اتھاہ گہرائیوں سے حسد اور کینے کے وہ تمام اثرات یک قلم ختم ہو گئے، جو ایمان کی دولت سے بہرہ ور ہونے سے پہلے تھے۔ یہ نبوت کی فراخ حوصلگی تھی کہ سیدنا ابوسفیانؓ کی عزت و تکریم جو قریش کے ہاں تھی اس کو کم نہیں ہونے دیا۔ اور سیدنا ابوسفیانؓ نے بھی نہایت اخلاص سے اسلام کے پیغام کو قبول کیا اور پھر مرتے دم تک دل کی اتھاہ گہرائیوں سے اس پیغام کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش بھی کرتے رہے۔

اسلام لانے سے پہلے نبی کریمؐ ان کو اور آپؓ نبی کریمؐ کو ہدیئے و تحائف بھیجتے رہتے تھے۔ (23)

بڑے خوشگوار تھے، لہذا رسیدنا عباسؓ کی یہ انتہائی کوشش تھی کہ ابوسفیان بھی حلقہ اسلام میں داخل ہو جائیں۔ چنانچہ ایک رات سیدنا عباسؓ کے ہاں ابوسفیان مقیم تھے۔ جب صبح ہوئی تو سیدنا ابوسفیانؓ نے دیکھا کہ مسلمان نماز کے لئے اٹھے ہیں اور جوق در جوق طہارت اور وضو میں مشغول ہیں۔ اس حالت کو دیکھ کر سیدنا ابوسفیانؓ نے سیدنا عباسؓ سے پوچھا:

"یہ لوگ کیا کرنے لگے ہیں؟" سیدنا عباسؓ نے فرمایا: "یہ نماز کی تیاری کرر ہے ہیں۔" یہ جواب سن کر سیدنا ابوسفیانؓ نے کہا: "عباس! عجیب بات ہے کہا کہ ان کے پیغمبر جس بات کا انہیں حکم دیتے ہیں یہ وہی کر گزرتے ہیں؟" سیدنا عباسؓ نے فرمایا کہ ہاں اگر انکا نبی انہیں کھانا پینا ترک کرنے کا حکم دیں تو یہ اس کی تعمیل میں بھی دیر نہیں کریں گے۔" (24)

امام ذہبیؒ نے لکھا ہے کہ رات کا پہلا پہر تھا جب آپؐ نے دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ مکہ کے قریب مرالظہر ان کے مقام پر نزول فرمایا۔ یہ مقا مکہ سے قریباً ایک منزل پر ہے۔ دس ہزار مجاہدین کے خیمے پوری وادی میں پھیل گئے اور پھر آپؐ کے حکم سے رات کے وقت خیموں کے سامنے الاؤ جلائے گئے تو ایسا معلوم ہونے لگا کہ گویا ایک شہر آباد ہو گیا ہے۔ جس رازداری کے ساتھ یہ سفر کیا گیا اس کی کامیابی یہ تھی کہ قریش کو اب تک مسلمانوں کے لشکر کی روانگی کا پتہ نہ چلا۔ قریش کو اپنی پیمان شکنی کی وجہ سے دغدغہ تو لگا ہوا تھا کہ خدا معلوم سرور دو عالمﷺ کب ہم پر حملہ آور ہو جائیں۔ اور یہ بھی ہے کہ قریش کے کچھ سرداروں کے کانوں میں یہ بھنک پڑی ہوئی تھی کہ ایک بہت بڑا لشکر آ رہا ہے۔ اسی بھنک کی تفتیش کی عرض سے مخفی طور پر قریش کے چند رؤسا اور سردار ابوسفیان بن حرف، حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقاء مکہ سے نکلے اور دور سے آگ جلتی دیکھ کر یہاں پہنچ گئے۔ اس وسیع وعریض میدان کو جو میلوں کی وسعت اپنی آغوش میں لئے ہوئے تھا، جگمگاتا دیکھ کر انگشت بدندان رہ گئے۔ انھیں اس بات کا وہم وگمان بھی نہ ہوا کہ یہ شان و شوکت اور آگ کے الاؤ کا یہ بحر ناپیدا کنار محمدؐ اور ان کے ساتھیوں کا ہے۔ جن کو چند سال پہلے سب کچھ چھین کر نہایت کس مپرسی کی حالت میں مکہ سے نکالا گیا تھا۔ خزاعہ وغیرہ قبائل کی طرف ان کا سن خیال دوڑنے لگا۔

سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ خدا کی قسم! میں رسولؐ اللہ کے سفید خچر پر جارہا تھا کہ مجھے ابوسفیان اور بدیل بن ورقاؔ کی گفتگو سنائی دی۔ وہ باہم تکرار اور ردّ وقدح کرر ہے تھے۔ ابوسفیان کہہ رہے تھے کہ بخدا! میں نے جیسی آگ اور جیسا لشکر آج رات دیکھا ہے، اس سے پہلے اتنا بڑا لشکر کبھی نہیں دیکھا۔ بدیل بن ورقاء کہہ رہا تھا: بخدا! یہ بنو خزاعہ کا لشکر ہے۔ جنگ نے انہیں چھیل کر رکھ دیا ہے۔ اس پر ابوسفیان کہہ رہے تھے کہ بنو خزاعہ اس سے کہیں کم تر اور ذلیل ہیں کہ یہ ان کی آگ اور ان کا لشکر ہو۔ سیدنا عباسؓ نے ان دونوں کی یہ گفتگو سن لی۔ (25)

آواز پہچان لی اور بولا: ابوالفضل! میں نے کہا: ہاں. پھر میں نے ابوسفیان کو کہا تم اس خچر پر میرے پیچھے بیٹھ جاؤ، میں تمھارے لئے امان طلب کرتا ہوں۔ چنانچہ ابوسفیان تو میرے پیچھے بیٹھ گئے اور ان کے دونوں ساتھی بدین بن ورقاء اور حکیم بن حزام واپس مکہ چلے گئے۔

اسکے بعد میں نے ابوسفیان کو بارگاہ رسالت میں لے آیا۔ اور رسول ﷺ سے کہا: یارسول اللہ ﷺ! میں نے ابوسفیان کو امان دی ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اس وقت ابوسفیان کو اپنے خیمے میں لے جائیں اور صبح کو اپنے ساتھ لائیں۔ سیدنا عباسؓ آپؐ کے فرمان پر ابوسفیان کو لے گئے اور صبح کے وقت ان کو بارگاہ نبوت میں لے کر حاضر ہوئے۔ ابوسفیان کو اپنے تمام کارنامے یاد ہوں گے۔ اسلام کو نیست و نابوت کرنے کی مسلسل کوششیں، مدینہ منورہ پر احد واحزاب کی شکل میں بار بار حملے وغیرہ وغیرہ۔ ان میں ہر ایک جرم ابوسفیان کے خون کا مطالبہ کر رہا تھا لیکن ابوسفیان اپنی جگہ پر مطمئن تھا کہ وہ اس "الصادق الامین" کے حضور میں حاضر ہے. جس کے کسی بھی ساتھی کی زبان کا لفظ "امان" وہ پختہ حصار ہے جسکو توڑا نہیں جا سکتا، لیکن لسان نبوت نے اس کے ان سنگین جرائم میں سے کسی جرم کا تذکرہ نہیں کیا، بلکہ ابوسفیان کو دیکھ کر فرمایا: "ابوسفیان! تم پر افسوس، کیا تمھیں اب تک پتہ نہیں چلا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔" ابوسفیان نے کہا: "میرے ماں باپ آپ پر قربان، آپ کتنے بردبار، کتنے کریم، کتنے حلیم اور کتنے صلہ رحمی کرنے والے ہیں۔ حسن سلوک اور آپ کی صداقت و عفت کا قائل ہوں۔ آپؐ کے مکارم اخلاق کو تسلیم کرتا ہوں میں اچھی طرح جان چکا ہوں کہ اللہ کے سوا اگر کوئی اور الہٰ ہوتا تو آج ہمارے کام آتا۔ آپؐ نے پھر فرمایا:
"ابوسفیان! تم پر افسوس، کیا تمھارے لئے اب بھی وقت نہیں آیا کہ تم یہ جان سکو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟"
ابوسفیان نے کہا: "اشهدان لا اله الا الله واشهدان محمدا رسول الله۔"
ابوسفیان کے اسلام قبول کرنے کے بعد سیدنا عباسؓ نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا:
یارسول اللہ ﷺ! ابوسفیان سرداران مکہ میں سے ہے، لہذا آپؐ کے لئے کوئی مناسب معاملہ کر دیں جو اس کے لئے باعث عزت و شرف اور موجب امتیاز ہو۔
ارشاد فرمایا: "اعلان کر دو کہ جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے اس کے لئے بھی امن ہے۔"
ابوسفیان نے کہا: "یارسول اللہ ﷺ! میرا گھر کوئی اتنا بڑا نہیں ہے کہ سب آدمی اس میں سما سکیں۔"
فرمایا: جو شخص مسجد حرام میں داخل ہو جائے اس کے لئے بھی امان ہے۔"
ابوسفیان نے پھر عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! مسجد حرام میں اتنے آدمی کہاں آ سکتے ہیں؟"
فرمایا: "جو شخص اپنا دروازہ اندر سے بند کر دے وہ بھی مامون ہے۔"

مورخین نے لکھا ہے کہ بنو ہاشم اور بنو امیہ کے اکابر اور بزرگ آپس میں دوستی رکھتے تھے۔ چنانچہ انھی قدیم مراسم کے تحت ان دونوں حضرات کی بھی آپس میں دوستی تھی۔ اس دوستی کے تحت سیدنا عباسؓ، سیدنا ابوسفیانؓ کے ساتھ نرمی اور بردباری سے پیش آرہے تھے۔ ابوسفیان جو کچھ بھی تھے ذاتی طور پر ایک شریف انسان تھے۔ (27)

ڈاکٹر محمد حمید اللہ مرحوم نے اپنی کتاب "محمد رسول اللہ ﷺ کی سیاسی زندگی" میں لکھا ہے کہ:

"مکہ میں نیک دل اشراف کی بھی کمی نہ تھی۔ جب کچھ آوارہ لڑکے (بڑوں کے ایماء پر) مکہ کی گلیوں میں رسول اللہ ﷺ کا تعاقب کرتے اور آپؐ پر پتھر وغیرہ پھینکتے، اس وقت اگر رسول اللہ ﷺ ابوسفیان کے گھر کے قریب ہوتے تو حضور ﷺ اس گھر میں پناہ حاصل کر سکتے تھے۔ ابوسفیان خود آوارہ لڑکوں کو ڈانٹ کر بھگا دیتے۔ جب یہ آوارہ لڑکے بھاگ جاتے تو سرکار دو عالم ﷺ اپنی راہ لیتے۔

ایک روز بزدل اور کمینے ابوجہل نے رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی سیدتنا فاطمہؓ کے منہ پر تھپڑ مارا اور وہ رونے لگیں۔ ابوسفیان ادھر سے گزر رہے تھے۔ انہوں نے سیدتنا فاطمہؓ سے رونے کا سبب پوچھا جب سیدتنا فاطمہؓ نے انہیں تمام ماجرا سنایا تو ابوسفیان نے سیدتنا فاطمہؓ کو بازو سے پکڑ لیا اور سیدھے ابوجہل کے پاس گئے اور اس کے دونوں ہاتھ قابو کر لئے۔ پھر انہوں نے سیدتنا فاطمہؓ سے کہا کہ وہ ابوجہل کے منہ پر تھپڑ ماریں اور وہ اپنا بدلہ چکائیں۔ سیدتنا فاطمہؓ نے ابوجہل کو تھپڑ مارا اور مسکراتی ہوئی چلی گئیں۔ فطری بات ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کو اس واقعہ کا علم ہوا تو وہ ابوسفیان کے لیے اظہار تشکر کے بغیر نہ رہ سکے۔" (28)

اس واقعہ سے ابوسفیان کی ذاتی شرافت ضوفشاں ہے کہ آپ کی زندگی جو کفر میں گزری اس کے کسی واقعہ یہ اجاگر نہیں ہوتا کہ انہوں نے کبھی کسی مسلمان پر یا خود سرکار دو عالم ﷺ پر کوئی سختی کی ہو۔

رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے کے باعث جماعت صحابہ میں داخل ہو گئے۔ اور سرکار دو عالم ﷺ کا صحابی ہونا اسلام میں وہ مقام اور درجہ رکھتا ہے کہ اس کے برابر اور کوئی چیز نہیں ہے۔

چنانچہ کتابوں میں لکھا ہے: "ان شان الصحبة لا يعدله شئ۔"

"حضور ﷺ کی صحبت کے برابر اور کوئی چیز نہیں ہے۔" (29)

سیدنا عباسؓ کی وجہ سے سیدنا ابوسفیانؓ جو کہ رئیس الاعدا تھے، اب رسول اللہ ﷺ سے دل و جان سے محبت کرنے لگے۔ آپ اسلامی لشکر کے ساتھ ہی اب مکہ میں مسلمان ہو کر داخل ہوئے۔ جب مکہ سے گئے تو کافر تھے، داخل ہوئے تو مومن کامل تھے۔ نگاہ نبوت نے لمحوں نے تقدیر بدل کر رکھ دی۔ جہنم کی اتھاہ گہرائیوں سے جنت الفردوس میں پہنچ گئے۔

تو بجائے قتل وغارت کرنے کے جیسا کہ فاتح افواج کرتی ہے یہ تکبیر وتہلیل کہتے ہوئے داخل ہوئے اور ساری رات بیت اللہ کے طواف اور مسجد حرام میں نوافل میں سجدہ ریز رہے۔صبح تک یہی سلسلہ جاری وساری رہا۔اس رات ابوسفیانؓ نے اپنی اہلیہ ہند بنت عتبہؓ سے کہا:" کیا یہ سب معاملہ اللہ کی طرف سے ہے کہ یکا یک ایسا انقلاب آگیا۔ لوگوں کے دلوں کی دنیا تبدیل ہوگئی اور ایک ہی رات میں بغیر کسی کشت وخون اور تاخت وتاراج کے مکہ فتح ہوگیا۔"

صبح کے وقت جب ابوسفیانؓ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے تو سرکار دو عالم ﷺ نے ابوسفیانؓ سے مخاطب ہوکر ارشاد فرمایا:" کیا تو نے رات اپنی اہلیہ ہندؓ سے یہ بات کہی تھی کہ یہ سب کچھ اللہ کی طرف سے ہے اور پھر تمھاری بیوی نے اس بات کی تصدیق بھی کی۔"

ابوسفیانؓ نے حضورؐ کے منہ سے یہ بات سن کر عرض کی:" بے شک یارسول اللہ ﷺ ! ایسی بات ہوئی ہے اور میری اہلیہ نے میری اس بات کی کھلے لفظوں میں تصدیق کی ہے۔میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے مقبول بندے اور رسول برحق ہیں۔میری یہ بات میری اہلیہ ہندؓ کے سوا کسی اور نے نہیں سنی۔"

"اشهدانك عبدالله و رسوله، والذی یحلف به ما سمع"قولی هذا احد من الناس غیر هند

حلقہ اسلام میں داخل ہونے کے بعد سیدنا ابوسفیانؓ اسلام میں بھی اسی طرح پختہ ہوگئے جس طرح کفر میں پختہ تھے۔ فتح مکہ کے فوراً بعد غزوہ حنین پیش آیا اس غزوہ میں سیدنا ابوسفیانؓ اور آپؓ کے دونوں صاحبزادے سیدنا یزیدؓ اور سیدنا معاویہؓ بھی شریک ہوئے۔اس جنگ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح سے نوازا اور بہت سامال غنیمت ہاتھ آیا۔ رسول اللہ ﷺ نے تقسیم غنائم کے موقع پر نئے مسلمان ہونے والوں کو تالیف قلب کے طور پر معمول سے زیادہ مال عطا فرمایا۔چنانچہ سیدنا ابوسفیانؓ اور آپؓ کے دونوں بیٹوں کو ایک ایک سو اونٹ اور چالیس چالیس اوقیہ چاندی عطا فرمائی سیدنا ابوسفیانؓ نے بارگاہ رسالت ﷺ میں عرض کیا:"میرے ماں باپ آپ پر قربان، آپ نہایت مہربان اور کریم ہیں۔" (30)

"واللّٰہ !حاربتك فنعم المحارب كنت ،ولقدسالمتك فنعم المسالم أنت جزاك اللّٰہ خيراً۔"

" آپ سے جنگ کی تو آپ کو بہترین جنگی معاملہ کرنے والا پایا، اور آپ سے صلح کی تو آپ کو عمدہ صلح کرنے والا پایا، اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔"

جنگ حنین میں قریباً 6000 (چھ ہزار) مردوزن جنگی قیدی بنائے گئے یہاں ایک بڑے معتمد شخص کی ضرورت تھی جو ان جنگی قیدیوں کو کچھ عرصہ زیر حراست رکھے۔اس کے لئے سرکار دو عالم ﷺ نے سیدنا ابوسفیانؓ کو منتخب فرمایا، جوان کے لئے ایک بہت بڑا اعزاز تھا کیونکہ اتنا اہم منصب کسی جدید الاسلام شخص کو نہیں دیا جاسکتا تھا۔

اس بڑھاپے میں اپنی آنکھ راہ خدا میں قربانی کرنا ان کے جذبہ ایثار اور اسلام کے لیے اخلاص کی بیّن دلیل ہے۔

وہ بُت جن کو اہلِ مکہ اور عرب کے دوسرے قبائل پوجتے تھے، آپؓ کے مسلمان ہونے کے بعد اب ان کا گرانا ضروری تھا۔ قبیلہ ثقیف اگرچہ مسلمان ہو گیا تھا لیکن ان کی خواہش تھی کہ ان کا یہ بُت نہ گرایا جائے۔

زندگی نذرِ حرم تو ہو چکی لیکن سرور ہے عقیدت کا وہی عالم صنم خانوں کے ساتھ

لیکن اسلام ان خواہشات کے بتوں کو توڑنے کے ساتھ ساتھ پتھر اور مٹی کے ظاہری بتوں کو بھی توڑنا چاہتا تھا۔

چنانچہ "لات" بُت توڑنے کے لیے سیدنا ابوسفیانؓ اور سیدنا مغیرہ بن شعبہ کو بھیجا گیا۔ انہوں نے جا کر اس بُت کو توڑا۔

اسی طرح حافظ ابن حجرؒ نے ابن اسحاقؒ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے سیدنا ابوسفیانؓ کو تحدید کے مقام پر "منات" کا بُت گرانے کے لیے بھیجا جو انہوں نے جا کر گرا دیا۔

ایمان لانے کے بعد سیدنا ابوسفیانؓ کے دل کی دنیا بالکل تبدیل ہو گئی۔ یہ رسول اللہ ﷺ نظر کیمیا اثر کا کمال تھا اور اللہ کا خاص فضل تھا۔ اب سرورِ دو عالم کو سیدنا ابوسفیانؓ پر اس قدر اعتماد ہو گیا کہ آپس میں ہدایا کا تبادلہ بھی ہونے لگا۔

چنانچہ ایک مرتبہ سرکار دو عالمؐ نے سیدنا ابوسفیانؓ کے لئے عجوہ کھجوریں بھیجیں اور ساتھ ہی لکھا: عمرو بن امیہ ضمری کے ہاتھوں چمڑے کی کھال ارسال کریں۔ چنانچہ ابوسفیان نے سرکار دو عالمؐ کے اس ہدیہ کو قبول کرتے ہوئے اس کے عوض آپ کو کھال ہدیتاً ارسال کی۔ (32)

آج تو بعض لوگ سیدنا ابوسفیانؓ کے ایمان ہی کو شک کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں جب کہ حقیقت یہ ہے کہ سیدنا ابوسفیانؓ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے ایک ایسے مرتد کو قتل کر دیا جس نے اپنی بدبختی اور شومئی قسمت کی وجہ سے اسلام قبول کرنے کے بعد اس سے انحراف کیا۔ وہ شرعی طور پر واجب القتل تھا کیونکہ مرتد کے بارے میں ارشاد نبویؐ ہے: "من بدل دينه فاقتلوه" جو شخص اسلام قبول کرنے کے بعد اس سے انحراف کرے اسے قتل کرو۔

سیدنا ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ سیدنا ابوسفیانؓ پہلے شخص ہیں جنہوں نے مرتد کو شرعی اور اسلامی سزا دی۔ (33)

حلقہ اسلام میں داخل ہونے کے بعد قریباً ہر غزوہ میں شریک ہوئے، عہد صدیقی میں تو آپؓ کے بڑے صاحبزادے سیدنا یزیدؓ فوج کے ایک حصے کے سپہ سالار تھے۔ جنگ یرموک میں بھی آپؓ شریک تھے۔ اس جنگ میں نہ صرف سیدنا یزیدؓ شریک تھے بلکہ آپؓ کے والد سیدنا ابوسفیانؓ، آپؓ کی والدہ سیدتنا ہندؓ اور آپؓ کے بھائی سیدنا معاویہؓ بھی شریک تھے آپؓ کی والدہ سپاہیوں کو جنگ پر ابھارتی تھی۔

ضرورت ہوتی ہے جو فوج کی ہمت افزائی اور ان کے جذبات کو ابھارنے کے لئے لیکچر اور خطبہ دیتا ہے۔

سیدنا ابوسفیانؓ نے نہایت اعلیٰ طریقے اس منصب کا حق ادا کیا۔

حافظ ابن کثیرؒ نے اس جنگ آپؓ کے خطبات کے فقرات نقل کیئے ہیں۔آپؓ نے فوج کے جوانوں کو نہایت اچھے طریقے سے دشمن کے ساتھ قتال کے لئے ابھارا اور فرمایا:

"یا معشر اہل الاسلام! یہ اللہ کے رسول ﷺ اور جنت تمھارے سامنے ہیں اور شیطان و آگ تمہارے پیچھے ہیں۔"

فوج میں شامل عورتوں کو مخاطب کر کے فرمایا:

"جس شخص کو فوج سے پشت دے کر فرار ہوتا دیکھو تو اسے پتھروں اور ڈنڈوں سے خوب پیٹو حتیٰ کہ وہ فوج کی طرف واپس آجائے۔"

جب مسلمانوں پر رومیوں کا ریلا زیادہ ہوا تو سیدنا ابوسفیانؓ لڑتے بھی جاتے اور اللہ تعالی کی بارگاہ میں فتح و نصرت کی دعا بھی فرماتے جاتے اور ساتھ ہی جان نثاران اسلام کو ابھارتے بھی جاتے کہ:

"اللہ! اللہ! تم لوگ عرب کا ہالہ، اس کا خلاصہ اور اس کے دست و باز و ہو اور تمھارے حریف سلطنت روم کا ہالہ، اس کا خلاصہ اور مشرکین کے دست و باز و ہیں، اے اللہ! آج کا دن تیرا ہے تو اپنے بندوں کی مدد فرما۔" (34)

سیدنا ابوسفیانؓ نے کئی شادیاں کیں جن کا تذکرہ مصعب الزبیری نے اپنی کتاب "نسب قریش" میں کیا ہے۔

ان میں سے ایک شادی آپؓ نے صفیہ بنت ابی العاص بن امیہ سے کی جس سے آپؓ کا ایک بیٹا حنظلہ پیدا ہوا کس کے نام پر آپؓ کی کنیت "ابوحنظلہ" تھی۔ان میں سے ایک بیٹی رملہ بنت ابی سفیان پیدا ہوئیں جو ام المؤمنین ام حبیبہؓ کے نام سے مشہور ہیں اور دوسری بیٹی امیمہ بنت ابی سفیانؓ پیدا ہوئیں۔آپؓ کی یہ بیوی صفیہ سیدنا عثمانؓ کی پھوپھی تھیں۔

ایک اور شادی آپؓ نے زینب بنت نوفل بن حلف سے کی۔اس سے ایک بیٹا یزید بن ابی سفیانؓ پیدا ہوا جو اسلام کا ایک بہترین جرنیل تھا۔اور تاریخ میں "یزید الخیر" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

ایک اور شادی آپؓ نے لبابہ بنت ابی العاص بن امیہ سے کی۔اس سے ایک بیٹی میمونہ بنت ابی سفیان پیدا ہوئی۔

ایک اور شادی صفیہ بنت ابی عمرو بن امیہ سے کی۔اس سے ایک بیٹا عمرو بن ابی سفیان اور دو بیٹیاں صخرہ بنت ابی سفیان اور ہند بنت ابی سفیان پیدا ہوئیں۔

ایک اور شادی آپؓ نے ہند بنت عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس سے کی۔اس سے آپؓ کے بیٹے سیدنا معاویہؓ اور عتبہ بن ابی سفیان اور بیٹیاں جویریہ اور ام الحکم پیدا ہوئیں۔ہند بنت عتبہ بڑی باذوق، ذہین، سمجھدار اور شاعرہ تھیں۔(35)

" رميت أباسفيان يوم الطائف فأصبت عينه، فأتى النبيّ فقال هذه عيني أصيبت في سبيل الله"

سعید بن عبید الثقفی سے روایت ہے کہ سیدنا ابوسفیانؓ کی ایک آنکھ غزوہ طائف میں اپنے مقام سے باہر آ گئی۔ اور آنکھ باہر رخسار پر لٹک آئی تھی۔ اپنی لٹکی ہوئی آنکھ کے ساتھ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ: یارسول اللہ ﷺ! میری آنکھ کو اللہ کے راستے میں یہ عارضہ لاحق ہو گیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا:

قال: ''ان شئت دعوت فردّت عليك وان شئت فالجنة_قال "الجنة''

نبی کریمؐ نے فرمایا اگر آپ چاہیں تو یہ ٹھیک ہو جائے تو میں اللہ سے دعا کر دیتا ہوں اور آنکھ آپ کو واپس مل جائے گی۔ اور اگر آپ صبر کرے تو آپ کے لیے جنت کی بشارت ہے۔ سیدنا ابوسفیانؓ نے آپؐ کے منہ سے جنت کی بشارت سن کر عرض کی: "مجھے آنکھ نہیں جنت چاہیئے۔" سیدنا ابوسفیان نے جنت کو ترجیح دی۔

وروى يعقوب بن سفيان وابن سعد باسناد صحيح عن سعيد بن المسيب عن أبيه قال:

فقدت الاصوات يوم اليرموك الاصوت رجل يقول: يا نصرالله اقترب،

قال: فنظرت فاذهوأبو سفيان تحت راية ابنه يزيد ويقال: ففقت عينه يومئذ........

مشہور تابعی سیدنا سعید بن المسیبؒ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جنگ یرموک کے روز جب کہ مسلمان رومیوں سے نبرد آزما تھے۔ ہر طرف ایک ہو کا عالم طاری تھا۔ جنگ کی شدت کے باعث تمام لوگ چپ تھے، صرف تلواروں کے ٹکرانے کی آواز آرہی تھی، لیکن اس ہو کے عالم میں ایک آدمی ایسا تھا جو بہ آواز بلند پکار رہا تھا:

"اے اللہ کی مدد جلد آ، اے اللہ کی مدد جلد آ۔"

میں نے سر اٹھا کر دیکھا کہ یہ کس کی آواز ہے تو وہ سیدنا ابوسفیانؓ تھے جو اپنے فرزند ارجمند سیدنا یزیدؓ کے جھنڈے تلے رومیوں سے نبرد آزما تھے۔

علامہ ابن خلدونؒ نے اس موقع پر سیدنا ابوسفیانؓ کے لئے بڑے تحسین آمیز کلمات بیان کیے ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہ ثابت قدمی آپؓ کے ایمان کی مضبوطی اور پختگی کی دلیل ہے۔ یہ واقعہ جمادی الاولی ۱۳ھ کا ہے۔

سیدنا ابوسفیانؓ نے اس جنگ میں نہ صرف فوج کو ابھارا بلکہ اپنے بیٹے یزیدؓ کو جو فوج کے ایک حصہ کے سپہ سالار بھی تھے۔ ان الفاظ میں صبر و استقامت کی تلقین کی: "اے میرے بیٹے! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا اور صبر و استقامت کو ہاتھ سے نہ چھوڑنا۔ اس وادی میں موجود مسلمان قتال گھر گئے ہیں۔ آپ اور آپ جیسے دوسرے حضرات اس وقت مسلمانوں کے معاملات کے ذمہ دار ہیں، اور صبر و نصیحت اور خیر خواہی کے زیادہ مستحق ہیں۔

استقامت میں آپ سے زیادہ راغب نہ ہو، اور دشمنان اسلام کے خلاف آپ سے زیادہ باحوصلہ اور جرات مند نہ ہو۔"

بیٹے نے سیدنا ابوسفیانؓ کی اس نصیحت کو سن کر کہا:

"ان شاء اللہ، میں اس پر عمل کروں گا۔ پھر آپ نے نہایت سخت قتال کیا کہ کشتوں کے پشتے لگ گئے۔"

یہاں تک کہ حق اللہ تعالیٰ شانہ' نے مسلمانوں کو فتح مندی اور نصر وظفر سے ہم کنار کیا۔

مسلمانوں کو اس جنگ یرموک میں فتح ہوگئی اور رومی ہزیمت خوردہ اپنی لاشیں تک چھوڑ کر بھاگ گئے لیکن سیدنا ابوسفیانؓ نے اپنی دوسری آنکھ بھی اس معرکے میں کھودی۔

پہلی آنکھ غزوہ طائف میں راہ خدا میں کھو چکے تھے اور دوسری آنکھ اب یرموک کے میدان میں اسلام کی خاطر قربان کردی۔ اب بالکل بے بصر ہو گئے۔

سیدنا ابوسفیانؓ نے آخری عمر میں کچھ زمانہ تو مکہ مکرمہ میں گزارا۔ اس کے بعد مدینہ منورہ میں اقامت پذیر ہو گئے اور بالآخر مدینہ ہی میں انتقال فرمایا۔ آپؓ کا انتقال ۳۱ھ میں ہوا ہے۔ اگرچہ بعض اقوال ۳۲ھ اور ۳۴ھ کے بھی ہیں لیکن مشہور قول ۳۱ھ ہے۔ نماز جنازہ آپؓ کے صاحبزادے سیدنا معاویہؓ نے پڑھائی۔ ایک روایت میں ہے کہ سیدنا عثمانؓ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ انتقال کے وقت آپؓ کی عمر ۸۳ سال تھی اور دوسری روایت میں ۹۰ اور کچھ سال تھی۔

(36)

ابن اثیرؒ (متوفی ۶۳۰ھ) آپؓ کا تذکرہ یوں فرماتے ہیں۔ (سیدنا ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ)

واقعہ فیل سے دس سال پہلے پیدا ہوئے۔ فتح مکہ کی رات کو اسلام لے آئے۔ غزوہ حنین میں نبی کریمؐ نے آپؓ کو ۴۰ اوقیہ اور سو اونٹ دیئے۔ اس طرح ان کے بیٹوں سیدنا یزیدؓ اور سیدنا معاویہؓ کو بھی ۴۰ اوقیہ اور سو اونٹ دیئے۔

اس پر ابوسفیانؓ نے فرمایا:

"والله انت الكريم، فداك أبي وأمي۔ والله القد حاربتك فنعم المحارب كنت، ولقد سالمتك فنعم المسالم أنت جزاك الله خيرًا۔"

ترجمہ: آپ سے جنگ کی تو آپ کو بہترین جنگی معاملہ کرنے والا پایا، اور آپ سے صلح کی تو آپ کو عمدہ صلح کرنے والا پایا، اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

تک اس عہد پر رہے)۔ یرموک میں بھی شرکت کی اور لوگوں کو آگے بڑھنے کی ترغیب دیتے تھے۔ حتیٰ کے دوسری آنکھ بھی ضائع ہوگئی۔ (37)

امام ابن عساکرؒ آپؓ کا تذکرہ یوں فرماتے ہیں۔ جو ۵۳ صفحات پر مشتمل ہے۔

جس وقت نبی کریمؐ نے قیصر روم کو دحیہ کلبی کے ذریعے خط پہنچایا تو اس وقت ابوسفیان بھی وہاں موجود تھے۔ اسلام نہ لاتے ہوئے بھی قیصر روم کے سامنے اسلام کی حقانیت کا اعتراف کیا۔ (38)

ابن حجر عسقلانیؒ الاصابہ فی تمیز الصحابہؓ میں آپؓ کا تذکرہ یوں بیان فرماتے ہیں:

"هند بنت عتبة بن ربيعة بن عبدشمس بن عبدمناف القرشي الاموی۔"

فتح مکہ کے موقع پر شوہر ابوسفیانؓ کے ساتھ اسلام لے آئی اور نبی کریمؐ نے ان کو بیعت کروائی۔ چوری نہ کرو گے، زنا نہیں کرو گے۔ فرمایا کہ آزاد عورت بھی زنا کرے گی؟

پھر سیدتنا ہندؓ نے حضورؐ سے پوچھا کہ شوہر کے مال کو بغیر اجازت ضرورت کے تحت استعمال کر سکتی ہوں؟

نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا: "خذى من ماله بالمعروف مايكفيك وَولدكْ".

"اتنا کچھ لے لو جو آپ کے اور آپ کی اولاد کی ضرورت کے لیے کافی ہو۔"

جیسا کہ اس زمانہ میں دستور تھا اور بت پرست قوموں میں اب یہ دستور چلا آ رہا ہے کہ ہر گھر میں عبادت کے لیے ایک بت ہوتا تھا۔ جس کی ہر صبح و شام عبادت کی جاتی تھی۔

علامہ ابن سعدؒ فرماتے ہیں:

"سیدتنا ہندؓ بنت عتبہ جب اسلام لے آئیں جب دولت اسلام سے مشرف ہوئیں تو ان کے گھر میں بھی ایک بت تھا جس کی وہ صبح و شام عبادت کرتی تھیں۔ اسلام لانے کے بعد ایک کلہاڑی لی اور اس بت یہ کہتے ہوئے اپنے ہاتھوں سے ریزہ ریزہ کر دیا کہ تیری وجہ سے ہم دھوکے میں پڑے رہے اور ہم تیرے فریب خوردہ تھے۔ (39)

سیدتنا ہندؓ بنت عتبہ کوئی معمولی عورت نہیں تھی۔ ایک رئیس مکہ عتبہ کی صاحبزادی اور دوسری رئیس مکہ ابوسفیان کی اہلیہ، پھر رشتہ میں بھی سرکار دو عالم ﷺ کی خوش دامن صاحبہ یعنی سیدتنا ام حبیبہؓ کے والد کی اہلیہ، قبیلہ کی سردار اور عقل مند عورتوں میں سے تھیں اور ان عقل مند عورتوں میں بھی ایک نمایاں حیثیت کی حامل تھیں۔ دیانت و امانت، صداقت و شرافت اس خاندان کی خصوصیات میں سے تھیں۔

ایک واقعہ سیدتنا ہندؓ کا کتابوں میں مرقوم ہے کہ زمانہ جاہلیت میں سیدتنا ہندؓ کا سیدتنا زینبؓ بنت رسول ﷺ کے ہاں جو ابی العاص بن ربیع کی زوجہ محترمہ تھیں، آنا جانا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو مدینہ کو بھیجا کہ وہ سیدتنا زینبؓ کو مدینہ لے آئیں۔ بعض روایات میں ہیں کہ ابوالعاص ہی سے کہا کہ وہ سیدتنا زینبؓ کو مدینہ بھیج دیں۔ ابوالعاص نے وعدہ کر لیا اور وہ ایک شخص کے ہاتھ سیدتنا زینبؓ کو ان کے والد کے پاس مدینہ بھیجنا چاہتے تھے۔ یہ جنگ بدر کے بعد کا واقعہ ہے جب کہ میدان بدر میں اساطین قریش کے مرنے والوں کا خون بھی ابھی خشک نہیں ہوا تھا۔ اور ہند بنت عتبہ کو تو جنگ بدر میں سخت ترین صدمات سے دوچار ہونا پڑا تھا۔

کی آگ بھڑکانے کے لیے تگ ودو کر رہی تھی۔ اسی اثناء میں سیدتنا زینبؓ بنت رسول اللہ ﷺ ایک روز ہند کو راستے میں ملیں اور ہند کو بتایا گیا تھا کہ سیدتنا زینبؓ کے ابا جان محمد مصطفیٰؐ نے اسے مدینہ بلا بھیجا ہے۔

ہند بنت عتبہ یہ سن کر کہا:

"اے محمدؐ کی صاحبزادی! مجھے پتہ چلا ہے کہ تم اپنے باپ کے پاس مدینہ جانا چاہتی ہو؟ اگر ایسا ہے تو اے میرے چچا کی بیٹی! آپ کو سفر کے لیے جس قسم کی سامان کی ضرورت ہو، مجھے بلا جھجک بتا دینا، میں تجھے ہر شے مہیا کروں گی۔"

(فعندی حاجتك فلا تستحی منی) کیوں کہ مردوں کا معاملہ اور ہے اور عورتوں کا اور۔ دشمنی مردوں سے ہوتی ہے عورتوں سے نہیں۔ سیدتنا زینبؓ بنت رسول اللہؐ فرماتی ہیں:

"خدا کی قسم! میں نے جو چاہا اس نے مجھے مہیا کیا۔ جس روز میں مکہ سے مدینہ کے ارادہ سے نکلی تو قریش کے مرد میرے نکلنے پر مزاحم ہوئے۔ وہ مجھے بزور مکہ واپس جانے کے لئے کہہ رہے تھے۔ میں حاملہ تھی اور اونٹ سے گر پڑی اور میرا حمل ساقط ہو گیا۔ ہند بنت عتبہ نے جب یہ واقعہ سنا تو وہ جلدی سے دوڑتی ہوئی آئیں اور قوم کو مخاطب کر کے کہنے لگیں: "تمھیں عورتوں سے لڑتے ہوئے شرم نہیں آئی؟ جنگ بدر میں تمھاری شجاعت کہاں گئی تھی؟"

(این کانت شجاعتکم یوم بدر؟) پھر وہ میرے اور لوگوں کے درمیان حائل ہو گئی۔ مجھے گلے لگایا اور میرے ہاتھ پاؤں دبانے لگی۔ میرا خون وغیرہ پونچھا یہاں تک مدینہ منورہ میں میرے ابا جان حضرت محمد مصطفیٰؐ تک پہنچنے کے معاملے کو امن وامان سے مرتب کیا۔ (40)

ابن اثیرؒ اور ابن عبدالبرؒ بھی یوں ذکر فرماتے ہیں:

آپؓ کے اسلام کو مؤرخین نے حسنِ اسلام سے تعبیر کیا اور وہ الفاظ دہرائے ہیں جو سیدتنا ہندؓ نے نبی کریمؐ سے بیعت کے دوران کہے تھے۔ جنگ یرموک میں اپنے شوہر سیدنا ابوسفیانؓ کے ساتھ شریک رہی۔ (41)

مورخین نے لکھا ہے کہ ہندؓ کو اللہ تعالیٰ نے فہم وفراست اور اہلیت سے حظ وافر عطا فرمایا تھا:

"و کانت من سیدات نساء قریش ،ذات رای و دها و ریاسته فی قومها۔"

"یعنی ہندؓ جو قریش کی سردار عورتوں میں سے تھیں، صاحب رائے، زیرک وعقل مند، خوددار اور بڑی ہوش مند تھیں۔ اپنی قوم میں اپنی صنف کے لئے رئیس تصور کی جاتی تھیں۔"

یہ بھی ہے کہ: "و کانت امراة لهانفس وانفه ورای وعقل" (42)

اسلام لانے کے بعد سیدتنا ہندؓ دس قریش عورتوں کے ساتھ نبی کریمؐ کی خدمت میں بیعت کے لیے تشریف لائیں۔ کہنے لگی:

"الحمدالله الذی أظهر الدین الذی اختار لنفسه، لتمسنی یا محمد صلی الله علیه وسلم إنی إمرأة مؤمنة بالله مصدقة رحمتك."

ترجمہ: "اللہ کی حمد وثناء ہے کہ دین کو واضح کیا اور اپنے لیے میں نے اختیار کیا تا کہ مجھے نفع پہنچادے (کامیابی حاصل ہو) میں عورت ہوں جو اللہ کی طرف سے ہے اس کی تصدیق کرنے والی اور ایمان لاتی ہو۔"

پھر نقاب ہٹایا اور کہنے لگی میں ہند بنت عتبۃ ہوں۔

نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا: "مرحبا بك" "خوش آمدید" آپ کے لئے۔ پھر سیدتنا ہندؓ نے فرمایا:

"والله یارسول الله صلی الله علیه وسلم ماکان علی الارض من أهل خباء أحب الی أن یذلو من (أهل) خبائك ولقد أصبحت وماعلی وجه الارض من اهل خباء أحب الی ان یعزومن أهل خبائك۔ فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم "وزیادة ایضاً" ثم قراء رسولؐ الله علیهن القرآن وبایعهن"

ترجمہ: "خدا کی قسم یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! زمین میں بسنے والوں میں پہلے مسلمانوں کی ذلت ورسوائی مجھے سب سے زیادہ پسند تھی اور اب اللہ کی قسم روئے زمین میں بسنے والوں کے آپ حضرات کی عزت مجھے سب سے زیادہ پسند ہے۔ آپؐ نے فرمایا: "اللہ تجھے مزید ترقی دے"۔ پھر آپؐ نے ان پر قرآن کی تلاوت کی اور آپؐ کو بیعت فرمایا۔

امام ابن حجر عسقلانیؒ آپؓ کے بارے میں فرماتے ہیں:

ہندؓ کو اللہ نے خوب فہم وفراست اور اہلیت بخشی تھی۔ مؤرخین یہ الفاظ نقل فرماتے ہیں جس کا مفہوم یہ ہے کہ:

"ہندؓ قریش کی سردار عورتوں میں سے تھیں صاحب رائے، زیرک ہوش مند، خوددار اور بڑی عقل مند عورت تھیں اپنی قوم میں اپنی صنف کے لیے رئیس سمجھی جاتی تھیں۔"

تاریخ کے اوراق اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ پھر یہ محبت اتنی بڑھی کہ جنگ یرموک میں سیدنا ابوسفیانؓ کا پورا گھرانا اسلام کی خاطر اپنی جانوں کا نذرانہ لے کر حاضر تھا، جس میں خود سیدنا ابوسفیانؓ، آپؓ کے دونوں بیٹے سیدنا یزیدؓ اور سیدنا معاویہؓ، آپؓ کی اہلیہ سیدتنا ہندؓ، آپؓ کی صاحبزادی جویریہؓ اور جویریہ کا خاوند شامل تھے۔ سیدتنا ہندؓ مسلمانوں کو رومیوں کے قتال پر ترغیب دلاتی تھیں۔ بعض ہنگامی حالات میں مسلمانوں کو جوش دلاتے ہوئے فرماتیں:

"عضدوا الغلفان بسیوفکم" "اے مسلمانو! ان غیر مختونوں کو اپنی تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے کردو۔"

شوہر سیدنا ابو سفیانؓ سے قبل انتقال فرمائیں۔ ایک روایت میں ہے کی جس روز سیدنا ابو بکر صدیقؓ کے والد ماجد سیدنا ابو قحافہ کا انتقال ہوا اسی روز سیدتنا ہند بنت عتبہؓ کا بھی انتقال ہوا۔ یہ سیدنا عمر بن خطابؓ کی خلافت کا زمانہ تھا۔ (43)

ابن حجر عسقلانیؒ المتوفی ۸۵۲ھ الاصابہ فی تمیز الصحابہ میں آپؓ کا تذکرہ یوں فرماتے ہیں:

یزید بن ابی سفیان صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس القرشی الاموی۔ امیر شام تھے۔ سیدنا معاویہؓ بن ابی سفیانؓ کے بڑے بھائی تھے۔ کبار صحابہ کرامؓ میں سے تھے فتح مکہ کے موقع پر اسلام لے آئے۔ فارس کے صدقات پر نبی کریم نے آپؓ کو عامل بنایا تھا۔ ابو سفیانؓ کی افضل اولاد میں سے تھے۔ لوگ آپؓ کو یزید الخیر کے نام سے پکارتے تھے۔ آپؓ کی والدہ ام الحکم زینب بنت نوفل بن خلف بن کنانہ میں سے تھیں۔ آپؓ کی کنیت ابو خالد تھی۔

۱۲ھ ہجری کو سیدنا ابو بکر صدیقؓ کے عہد میں آپؓ کو فوجی دستوں کا امیر مقرر فرمایا

اور سیدنا عمر فاروقؓ نے آپؓ کو فلسطین کا امیر بنایا اور حضرت معاذ بن جبلؓ کے انتقال کے بعد دمشق کا بھی امیر بنادیا گیا۔ عمواس کے مشہور وباء طاعون میں انتقال کر گئے۔ اناللہ و انا الیہ راجعون۔

۱۸ھ ہجری میں جنگ قساریہ میں شریک رہے اور ۱۹ھ ہجری کو انتقال کر گئے۔ (44)

ابن اثیر جزریؒ فرماتے ہیں متوفی (۶۳۰ ہجری):

غزوہ حنین میں شرکت کی نبی کریمؐ نے مالِ غنیمت میں سے سو (۱۰۰) اونٹ اور چالیس (۴۰) اوقیہ دے دی۔

جو سیدنا بلالؓ نے وزن کر کے دے دی۔

سیدنا ابو بکر صدیقؓ کے عہد میں شام کے فوجی لشکروں کے امیر رہے۔ (45)

امام ابن عساکرؒ (۴۹۹ھ، ۵۷۱ھ) اس کی تفصیل کچھ یوں بیان فرماتے ہیں:

صحابی تھے، نبی کریمؐ اور سیدنا ابو بکر صدیقؓ سے کئی روایات بھی منقول ہیں۔ جنگ دمشق اور یرموک میں شریک رہے۔ فتح مکہ کے بعد ولایت دے دی گئی۔ جنگِ شام پر روانگی کے دوران سیدنا ابو بکر صدیقؓ آپؓ کے ساتھ دو میل تک پیدل چل پڑے (رخصت کرنے کے لئے) سیدنا یزیدؓ نے کوشش کی کہ خلیفہ رسولؐ سیدنا ابی بکر صدیقؓ کو واپس کر دوں۔

تو سیدنا ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا۔ میں نے نبی کریمؐ سے یہ ارشاد سنا ہے:

''من اغبرت قدماہ فی سبیل اللہ حرّ مھما اللہ علی النار''

''جن کی قدمیں (پاؤں) اللہ کی راہ میں گرد آلود (غبار آلود) ہو جائیں تو اس پر (جہنم) کی آگ حرام ہے۔''

''آپ لوگوں کو تقویٰ (اللہ سے ڈرنے کی) کی وصیت کرتا ہوں گناہ نہ کرو، کسی سے ظلم وزیادتی نہ کرو، کسی کی تیار کھڑی فصل کو نقصان نہ پہنچاؤ، نہ ان کے جانوروں کو نقصان پہنچاؤ، اور نہ ان لوگوں کے پھل دار درخت کاٹو اور نہ ان کے بزرگوں، ضعیفوں، بچوں اور عورتوں کو قتل نہ کریں۔ اور جو لوگ آپ سے لڑتے ہیں ان کی گردنیں اُڑا دو۔ اللہ کی حمد وتعریف کرلیا کرو۔ کامیابیاں آپ کے قدم چومیں گے۔''

جب سیدنا ابوبکر صدیقؓ جنگی دستے رخصت کررہے تھے تو سیدنا یزیدؓ کے ساتھ پیدل چلنے لگے تو سیدنا یزیدؓ نے کہا کہا: یا تو آپؓ سواری پر بیٹھ جائیں یا مجھے اجازت دیجئے کہ میں سواری سے اُتر جاؤں۔ تو ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا: ''نہ مجھے سوار ہونے کی ضرورت ہے اور نہ آپ کو اُترنے کی ضرورت ہے۔''
اور اس کے بعد کچھ جنگی ہدایات دے دیں جو ذکر کی گئیں۔ (46)

ابن حجر عسقلانیؒ ۸۵۲ھ اور علامہ محمد بن عبد البرؒ اور عزالدین ابن اثیر جزریؒ (۶۳۰ھ) اس کو یوں بیان فرماتے ہیں:

''عتبہ بن ابی سفیانؓ بن حرب بن امیہ بن عبد شمس آپؓ سیدنا معاویہؓ کے بھائی تھے۔ نبی کریمؐ کے عہد میں پیدا ہوئے۔ سیدنا عمر فاروقؓ نے آپؓ کو طائف کا والی مقرر کیا اور جب ۴۳ھ میں عمرو بن العاصؓ انتقال کر گئے تو آپؓ کے بھائی سیدنا معاویہؓ نے آپؓ کو مصر کا والی مقرر کیا۔ آپؓ اعلیٰ درجے کے فصیح و بلیغ خطیب تھے، مصر میں آپؓ جیسا کوئی خطیب نہ تھا۔'' (47)

معاویہؓ، عتبہ، جویریہ، ام الحکم آپس میں حقیقی بہن بھائی تھے۔ یعنی ان سب کی والدہ سیدنا ہند تھیں۔

حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہا آپؓ کی کنیت ابوالولید تھی۔ ۴۴ ہجری میں ان کا انتقال ہو گیا، اور اسی سال سیدتنا ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا بھی انتقال ہو گیا۔ (48)

سیدنا معاویہؓ کے بھائی عنبسۃ بن ابی سفیانؓ

کنیت ابوعثمان تھی۔ آپ کی والدہ کا نام عاتکہ بنت زہیرؓ ہے۔ حضرت عنبسۃ نے اسلام قبول کیا تھا اور حضرت ام حبیبہؓ سے کی روایات منقول ہیں۔ (49)

''نبی کریمؐ کا زمانہ پایا۔ (اس عہد میں پیدا ہوئے) نبی کریمؐ سے کوئی روایت منقول نہیں۔ اور نہ ہی صحابی تھے۔ تابعین میں سے تھے۔'' (50)

''سیدنا ام حبیبہؓ کے حقیقی بھائی تھے۔ عنبسۃ نے اپنی بہن سے (ام حبیبہؓ) سے کئی روایات نقل کی ہیں۔'' (51)

تذکرہ حنظلہ بن ابی سفیانؓ

اس کی ماں کا نام صفیہ بنت ابی العاص ہے یہ حالتِ کفر میں غزوہ بدر میں ان کا انتقال ہو گیا۔ (مارا گیا) (52)

ابن اثیرؒ اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابہؓ میں آپؓ کے متعلق یوں بیان فرماتے ہیں:

آپؓ کا نام رملۃ بنت ابی سفیان حضورؐ کی زوجہ محترمہ (ام المؤمنین) کنیت ام حبیبہ اور کنیت کے نام سے مشہور بھی ہے۔ ان کی والدہ صفیہ بنت ابی العاص بن امیہ تھی۔ بعثت نبویؐ سے سترہ (17) سال قبل پیدا ہوئی حضورؐ کے نکاح سے قبل عبید اللہ بن جحش بن ریاب بن یعمر الاسدی سے نکاح ہوا جو بنی اسد بن حزیمہ کے قبیلے سے تعلق رکھتے تھے دونوں اسلام لے آئے پھر اس کے بعد حبشہ کو ہجرت کی۔ ان کے ہاں حبیبہ بیٹی پیدا ہوئی جس سے کنیت مشہور ہوئی۔ اس کے بعد ان کے خاوند عبید اللہ بن جحش نے اسلام سے ارتداد اختیار کی اور عیسائی ہو گئے اس کے بعد مر گئے البتہ سیدنا ام حبیبہؓ اپنی حالت پر رہی۔ یہ سب کچھ اللہ کا فضل و کرم تھا۔

اسلام اور ہجرت کی شرکت سے اللہ جل وشانہ نے خیر البشر سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کرایا۔ یہ حضورؐ کے اقرب ازواج میں سے تھیں اور سب سے زیادہ صدقہ کرنے والی زوجہ تھیں۔ (53)

حضورؐ سے نکاح کا تذکرہ

اس کے بعد (عبید اللہ بن جحش کے انتقال کے بعد) جناب نبی کریمؐ نے عمرو بن امیہ الضمری کے ذریعے محرم کی ابتداء میں ۷ھ ہجری میں نجاشی کے ہاں حبشہ میں ام حبیبہؓ سے نکاح کیلئے پیغام ارسال فرمایا۔

بادشاہ حبشہ النجاشی نے اپنی ایک خادمہ مسماۃ البرھۃ کے ذریعے نبی اقدس کا پیغام ام حبیبہؓ کو پہنچایا اور کہا کہ آپ رضامند ہیں تو اپنا وکیل نکاح مقرر کر دیں۔ چنانچہ ام حبیبہؓ نے اپنی رضامندی کا اظہار کرتے ہوئے اپنے ہی خاندان سے قریبی رشتہ دار خالد بن سعید العاص بن امیہ کو اپنا وکیل مقرر کیا۔ اس پر نجاشی نے حضرت ام حبیبہؓ کا نکاح چارصد (۴۰۰) دینار مہر کے عوض جناب نبی اقدسؐ سے کر دیا اور حق مہر کی رقم اپنی طرف سے ادا کی اور پھر شرحبیل بن حسنہؓ کے ہمراہ جناب نبی کریمؐ کی خدمت میں مدینہ منورہ روانہ کیا۔ اور بعض کے نزدیک ہاشمی بزرگ جناب جعفر بن ابی طالب کی نگرانی میں مدینہ منورہ روانہ کیا۔ (54)

نبی کریمؐ اور ام المؤمنین زینبؓ بنت جحش سے بھی روایات نقل کی ہے۔ اور آپؓ سے سیدنا معاویہؓ اور عنبسۃ بن ابی سفیانؓ نے روایات نقل کی ہیں۔ اس طرح عبد اللہ بن عمرؓ، عتبہ بن ابی سفیان، عروہ بن زبیر، ابوالملیح عامر بن اُسامۃ الھذلی، ابوصالح ذکوان اسمان، ابوالجراح القرشی، شتیر بن شکل العمی، سالم بن شوال مکی، ابوسفیان بن سعید بن الأخنس بن شریف الثقفی، صفیہ بنت شیبہ، زینت بنت اُبی سلمۃ، عبد اللہ بن عبد الأسد نے بھی روایات نقل کی ہیں۔

حضرت ام حبیبہؓ سے مروی احادیث کی تعداد ۶۵ بتائی جاتی ہے۔ جن میں دو حدیثوں کا ذکر تو بخاری و مسلم میں ہے۔

امام ابن عساکرؒ تاریخ مدینہ دمشق میں اس کی تفصیل یوں بیان فرماتے ہیں:

عوف بن حارث سے منقول ہے کہ میں نے ام المؤمنین سیدنا حضرت عائشہ صدیقہؓ کو خود فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب حضرت ام حبیبہؓ کا آخری وقت آیا تو مجھے بلایا اور فرمایا (آپ خوب جانتی ہیں) کہ ہمارے درمیان سوکنوں والی نوک جھونک ہوجایا کرتی تھی پس اللہ تعالیٰ میری اور آپ کی لغزشیں معاف فرمائے۔'' میں نے جواباً کہا: ''اللہ تعالیٰ آپ کی کوتاہیاں بخشے اور اس قسم کی تمام باتوں سے سبکدوش کرے۔ (یہ سن کر فرمایا) آپ نے میرا دل مسرور کردیا۔ باری تعالیٰ آپ کو خوشیاں دکھائے اور حضرت ام سلمہؓ کی طرف بھی پیغام بھیجا اور ان سے بھی یہی گفتگو فرمائی۔

یہ ہے ازواجِ مطہرات کا پاکیزہ عمل جس سے حقوق العباد کی اہمیت اور خدا ترسی ظاہر ہوتی ہے حق تعالیٰ ان تمام کا دلی احترام اور تقدس نصیب فرمائے۔

﴿وفات﴾

امام ابن عساکرؒ تاریخ مدینہ دمشق میں اس کی تفصیل یوں بیان فرماتے ہیں:

۴۴ھ ہجری کو مدینہ منورہ میں آپؓ کا انتقال ہوا۔ بقول بعض مؤرخین آپؓ کی عمر ۷۳ برس تھی۔

امام ابن عساکرؒ نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ ام المؤمنین سیدتنا ام حبیبہؓ اپنے بھائی سیدنا معاویہؓ سے ملاقات کی غرض سے دمشق آئی ہوئی تھیں وہیں انتقال ہوا اور دمشق میں مدفون بھی ہیں۔

مگر صحیح قول وہی ہے جو پہلے ذکر کی گئی ہے۔

موفق الدین المقدسی کتاب الانساب القرشیین میں آپؓ کے متعلق فرماتے ہیں:

آپؓ کی کنیت ام عبدالرحمٰن بن اُم الحکم فتح مکہ کے دوران اسلام لے آئی۔ عبداللہ بن عثمان بن عبداللہ بن ربیعہ سے نکاح ہوا۔ اس سے عبدالرحمٰن لڑکا ہوا جس کی وجہ سے یہی کنیت مشہور ہوئی۔ (56)

امام ابن حجر عسقلانیؒ (التوفی ۸۵۲ھ) ان کی تفصیل الاصابہ فی تمیز الصحابہ میں کچھ یوں بیان فرماتے ہیں۔

فتح مکہ کے دوران اسلام لے آئی جس وقت یہ آیت نازل ہو رہی تھی۔

"وَلَا تُمْسِكُوا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ" اور نہ رکھو اپنے قبضہ میں ناموس کافر عورتوں کے (57)

یہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی حقیقی بہن تھی۔ (58)

﴿تذکرہ صخرہ بنت أبی سفیان﴾

موفق الدین المقدسی کتاب الانساب القرشیین میں آپؓ کے متعلق فرماتے ہیں:

صخرہ اور ہند بنت ابی سفیانؓ دونوں حقیقی بہنیں ہیں۔

سعید بن خنس بن شریف سے نکاح ہوا۔ اور اولاد بھی ہوئی۔ (59)

﴿تذکرہ امیمہ بنت ابی سفیانؓ﴾

علامہ ابن سعدؒ نے آپؓ کا نام امینہ نقل کیا ہے۔ آپؓ کی والدہ صفیہ بنت ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس ہیں۔ ان کے ساتھ پہلا نکاح مویطب بن عبدالضری کا ہوا تھا۔ اس سے ابوسفیان ایک لڑکا پیدا ہوا تھا۔

اس کے بعد آپؓ سے صفوان بن امیہ کا نکاح ہوا۔ (یاد رہے کہ ام حبیبہؓ نے حضرت امیمہؓ اور حنظلہ تینوں باہم حقیقی بہن بھائی ہیں۔ اور تینوں کی والدہ صفیہ ہیں)۔

علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے آپؓ کا نام آمنہ بنت ابی سفیان بن حرب بن امیہ نقل کیا ہے۔

غزوہ طائف میں شریک رہیں۔ (60)

﴿ہند بنت ابی سفیانؓ﴾

موفق الدین المقدسی کتاب الانساب القرشیین میں، ابن حجر عسقلانیؒ الاصابہ میں آپؓ کے متعلق فرماتے ہیں:

آپؓ کی والدہ کا نام صفیہ بنت ابی عمرو بن امیہ بن عبد شمس ہے۔ آپؓ سے حارث بن نوفل کا نکاح ہوا تھا۔

آپؓ سے عبداللہ محمد اکبر ربیعہ، عبدالرحمٰن، رملہ اور ام الزبیر چھ لڑکے لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ (61)

امام ابن عساکرؒ (۴۹۹ھ-۵۷۱ھ) ان کی تفصیل کچھ یوں بیان فرماتے ہیں:

آپؓ سے پہلا نکاح سائب بن ابی حبش بن مطلب کا ہوا تھا۔ پھر آپؓ سے عبدالرحمٰن بن حارث بن امیہ کا نکاح ہوا۔
''جویریہ بنت ابی سفیان صخر بن حرب ام حبیبہؓ یزیدؓ ومعاویہؓ کی بہن۔ فتح مکہ کے دن اسلام لے آئی۔ حضورؐ سے بیعت کی۔ جنگ یرموک میں شریک رہی اور دمشق میں رہ رہی تھی۔

علامہ ابن حجرؒ نے ابن سعد کے حوالہ سے لکھا ہے:

آپؓ کا نکاح سائب بن ابی حبیب الاسعدی سے ہوا۔'' (62)

تذکرہ میمونہ بنت اُبی سفیانؓ

موفق الدین المقدسی کتاب الانساب القرشیین میں آپؓ کے متعلق فرماتے ہیں:

آپؓ کی والدہ صفیہ بنت ابی العاص ہیں حضرت امیمہ اور میمونہ دونوں خالہ زاد بہنیں ہیں۔ حضرت میمونہ بنت ابی سفیانؓ کے بطن سے حضرت علی اکبر شہیدِ کربلا کی والدہ حضرت لیلیٰ بنت ابی مرہ پیدا ہوئیں۔ (63)

رملۃ صغریٰ بنت اُبی سفیانؓ

امام ابن عساکرؒ ان کی تفصیل کچھ یوں بیان فرماتے ہیں:

''فتح مکہ کے وقت نبی اکرمؐ کے دستِ مبارک پر بیعت کر کے اسلام قبول کیا تھا۔ سعید بن عثمان سے پہلا نکاح ہوا۔ اس کے بعد عمرو بن سعید الأشرق سے نکاح ہوا۔ سعید بن عثمان سے ''محمد'' نام کا بچہ پیدا ہوا۔'' (64)

﴿میسول بنت بحدل میسول بند بحدل بن انیف بن قنانہ کلبی (سیدنا معاویہؓ کی زوجہ محترمہ)﴾

علامہ ابن کثیرؒ نے آپ کے متعلق لکھا ہے:

''و کانت حازمة عظيمة الشان جمالاً و رياسةً و عقلاً و ديناً۔''

''بڑی دانا اور حسن و جمال سے اور سرداری، عقل اور دین کے اعتبار سے عظیم الشان تھیں۔''

ان سے یزید، امۃ رب المشارق اور رحلہ پیدا ہوئے۔ امۃ رب المشارق جو بچپن میں انتقال کر گئیں اور دوسری رحلہ کا سیدنا عثمانؓ کے فرزند عمرو بن عثمانؓ سے نکاح ہوا۔

اور ایک ہند پیدا ہوئی جس کا عبداللہ بن عامر سے نکاح ہوا۔ (65)

امام ابن عساکر آپ کا تذکرہ یوں بیان فرماتے ہیں:

''ميسون بنت بحدل بن أنيف بن دُلجة بن قنافة بن عدی ابن زهير بن حارثه بن جناب بن امرئ القيس بن حارثه اور یہ کہا گیا ہے۔ ابن زهير بن جناب بن هبل بن عبدالله بن كنانة بن بكر بنی عوف ابن عذرة بن زيداللات بن رفيده بن ثور بن كلب، الكلبية۔"

سیدنا معاویۃ بن ابی سفیان اموی کی زوجہ محترمہ تھیں۔

اور یزید بن معاویہؓ بن ابی سفیان اموی کی والدہ تھیں۔ (66)

﴿فاختۃ بنت قرظہ کا تذکرہ﴾

علامہ ابن اثیرؒ التاریخ الکامل میں، علامہ ابن حجر عسقلانیؒ الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ میں اور حافظ ابن کثیرؒ البدایہ والنہایہ میں تحریر فرماتے ہیں:

فاختۃ بن قرظۃ بن عبد عمرو بن نوفل بن عبد مناف القرشیۃ النوفلیۃ یہ بھی سیدنا معاویہؓ کی بیوی تھیں۔ اس سے عبدالرحمٰن اور عبداللہ دولڑکے پیدا ہوئے۔ عبدالرحمٰن کی نسبت ہی سے سیدنا معاویہؓ کی نسبت ہے۔ عبداللہ کی عقل کمزور تھی۔ عبدالرحمٰن اور عبداللہ بچپن میں انتقال کر گئے۔ (67)

امام ابن عساکر آپ کی تفصیل کچھ یوں بیان فرماتے ہیں:

''آپ سیدنا معاویۃ بن ابی سفیانؓ کی بیوی تھی۔ قبرص کی جنگ آپؓ کے ساتھ رہیں۔ جو سیدنا عثمان ذی النورینؓ کے عہد میں 25 ھجری کو لڑی گئی۔'' (68)

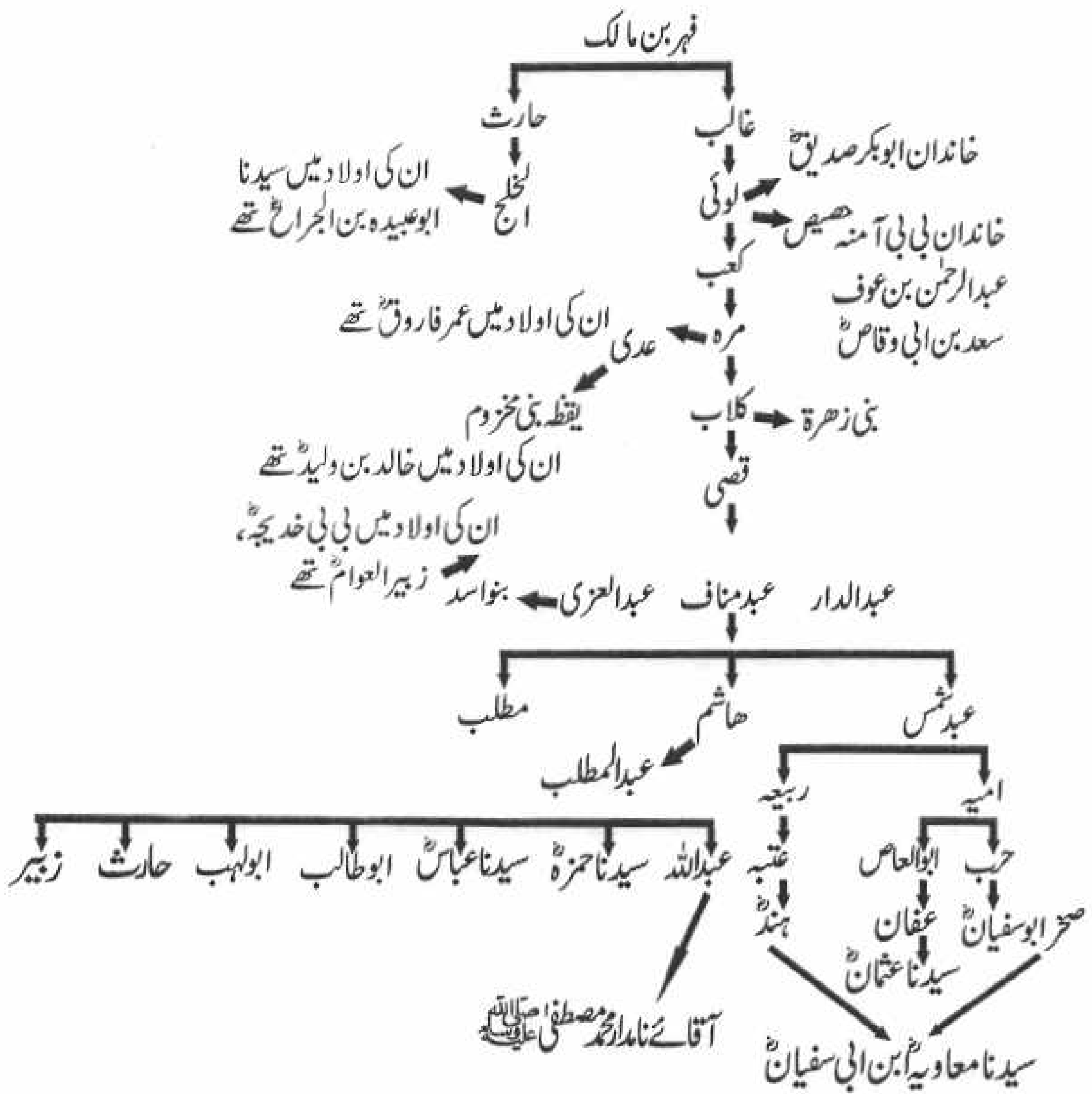
امام ابن عساکرؒ تاریخ مدینہ دمشق میں، علامہ ابن حجر عسقلانیؒ الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ میں اور حافظ ابن کثیرؒ البدایہ والنھایہ میں تحریر فرماتے ہیں:

یہ فاختۃ بنت قرظۃ کی بہن تھی۔ اس کے بعد کنود بن بنت قرظہ سے نکاح ہوا۔ یہ بھی جنگ قبرس میں شریک ہوئی اور اسی جنگ میں ان کی بہن فاختۃ بنت قرظۃ کا انتقال ہوا۔ (69)

﴿نائلہ بنت عمارۃ الکلبیہ﴾

امام ابن عساکرؒ تاریخ مدینہ دمشق میں تحریر فرماتے ہیں:

نائلہ بنت عمارہ سے نکاح ہوا۔ مگر کچھ عرصہ کے بعد اس کو طلاق دی۔ اس کے بعد اس سے (نائلہ بنت عمارہ سے) حبیب بن سلمہ فہری نے شادی کی۔ اس کے بعد نعمان بن بشیر نے آپ سے شادی کی۔ (70)


فہر بن مالک
غالب
حارث
لخلج
ان کی اولاد میں سیدنا
ابو عبیدہ بن الجراحؓ تھے
لوئی
خاندان ابوبکر صدیقؓ
خاندان بی بی آمنہ حصیص
عبدالرحمٰن بن عوف
سعد بن ابی وقاصؓ
کعب
مرہ
عدی
ان کی اولاد میں عمر فاروقؓ تھے
یقظہ بنی مخزوم
ان کی اولاد میں خالد بن ولیدؓ تھے
کلاب
بنی زھرۃ
قصی
ان کی اولاد میں بی بی خدیجہؓ،
زبیر العوامؓ تھے
بنو اسد
عبدالعزی
عبدمناف
عبدالدار
مطلب
ھاشم
عبدشمس
عبدالمطلب
ربیعہ
امیہ
زبیر
حارث
ابولہب
ابوطالب
سیدنا عباسؓ
سیدنا حمزہؓ
عبداللہ
عتبہ
ہندؓ
ابوالعاص
حرب
عفان
صخر ابوسفیانؓ
سیدنا عثمانؓ
آقائے نامدار محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
سیدنا معاویہؓ ابن ابی سفیانؓ

قریش نضر بن کنانۃ کی اولاد ہیں۔ نضر کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ نضر بن کنانۃ بن خزیمۃ بن مدرکۃ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معدؔ بن عدنان۔ اس لحاظ سے قریش مضری اور عدنانی ٹھہرے۔ قریش کی وجہ تسمیہ کے مختلف اقوال ہیں۔

(۱)۔ قریش کا لفظ قرش سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی ہیں ''کمانا اور جمع کرنا''۔

(۲)۔ یہ لفظ تقریش سے نکلا ہے۔ جس کے معنی کمانے کے علاوہ تفتیش و جستجو کرنا، تلاش کرنا ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ فہر بن مالک بن نضر حاجت مندوں کی حاجتوں کا پتا لگا کر ان کی ضرورتیں پوری کیا کرتا تھا۔ وہ غریبوں کو دولت دیتا، ننگوں کو کپڑا پہناتا، پناہ گزینوں کو پناہ دیتا، خوفزدہ لوگوں کا خوف دور کرتا اور بھولے بھٹکے لوگوں کو راستہ دکھاتا اس وجہ سے اس خاندان کا نام قریش پڑ گیا۔

ہشام بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ قریش کی وجہ تسمیہ فقط یہ ہے کہ فہر کے تینوں بیٹوں میں دو تو ایک ماں سے تھے اور ایک دوسری ماں سے تھا۔ یہ سب جدا جدا ہو کے تہامہ مکہ میں الگ الگ فروکش ہوئے، کچھ زمانے تک تو یہی حال رہا مگر کچھ ایسے واقعات پیش آئے کہ باہم مجتمع ہو گئے مل جُل گئے بنی بکر نے اس پر کہا!

''لقد تقرش بنو جندلہ'' ''جندلہ کی اولاد نے تو پھر تقرش یعنی اجتماع کر لیا۔''

جندلہ کی اولاد سے مراد فہر بن مالک ہی کی اولاد مراد ہے کیونکہ اس کی بیوی کا نام جندلہ بنت عامر بن الحارث تھا۔ اہل عرب میں یہ بھی تھا کہ محل استعجاب میں بجائے نسبت اُبوت کی نسبت اُموت درمیان میں لائے جاتے۔

قریش کی وجہ تسمیہ کسی نے عبداللہ بن عباسؓ سے معلوم کیا فرمایا:

قریش ایک سمندری جانور کو کہتے ہیں جو اپنی قوت وطاقت کی وجہ سے سمندر کے دوسرے سب جانوروں پر غالب رہتا ہے اور ہر جانور پر اس کو مکمل اختیار حاصل ہوتا ہے۔ جس کو چاہتا ہے فنا کے گھاٹ اُتار دیتا ہے۔ جس کو ہڑپ کر جاتا ہے اور جس کو چاہتا ہے اپنا دل بہلانے کیلئے رکھ چھوڑتا ہے وہ سب پر غالب و حاکم ہوتا ہے لیکن اس پر کوئی غالب نہیں آ سکتا ہے اور ساتھ ہی مندرجہ ذیل اشعار بطور دلیل پڑھیں۔

وقریش ھی التی تسکن البحر	بھا سمیت قریش قریشاً
تأکل الغث والسمین ولا تترکن	لذی الجنا حین ریشاً
ھکذا فی البلاد حیّ قریش	یأکلون البلاد اکلاً کمیشاً

یعنی قریش دراصل ایک جانور ہے جو سمندر میں رہتا ہے اسی کے نام پر قریش کا نام رکھا گیا ہے۔ وہ جانور دبلے پتلے، طاقتور اور موٹے جانوروں کو اس طرح چٹ کر جاتا ہے کہ ان کے پر تک نہیں چھوڑتا، اسی طرح قبیلہ قریش مختلف شہروں کو نہایت تیزی سے کھا جاتا ہے۔

ایکدوسرے کے ساتھ کھٹا ہوا ہوتا ہے نیز فرماتے ہیں کہ اہل مکہ نے اپنے اجتماعی زندگی کی جو تنظیم کی تھی وہ سمٹ کر ایک نکتہ اور اکائی پر مرکوز تھی۔ اسی وجہ سے اس اجتماعی تنظیم کا نام قریش رکھا گیا۔

اولاد قصیٰ بن کلاب

علامہ محمد بن سعدؒ طبقات میں یہ تفصیل یوں بیان فرماتے ہیں:

محمد بن السائب کہتے ہیں کہ قصیٰ کی تمام اولاد ان کی بیوی حُبّیٰ بنت حُلَیل سے ہے۔

۱۔ عبدالدار بن قصیٰ جوان کے پہلے بیٹے تھے۔ ۲۔ عبد مناف بن قصیٰ جن کا نام مغیرہ تھا۔

۳۔ عبدالعزیٰ بن قصیٰ ۴۔ عبد بن قصیٰ

لڑکیاں

۱۔ تخمر بنت قصیٰ ۲۔ برّہ بنت قصیٰ

عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں: قصیٰ کہا کرتے تھے کہ میرے چار لڑکے ہیں جن میں دو کے نام تو میں نے اپنے معبود کے نام پر رکھے ہیں ایک اپنے گھر کی نسبت سے اور ایک کو خاص اپنے سے موسوم کیا ہے۔ اسی بناء پر عبد بن قصیٰ کو عبد قصیٰ کہتے ہیں۔ جن دو لڑکوں کو اپنے معبود سے نامزد کیا تھا وہ عبد مناف و عبدالعزیٰ تھے۔ اور عبدالدار کا سبب تسمیہ دار یعنی گھر تھا۔ عربی میں گھر کو دار کہتے ہیں بشرطیکہ وسیع ہو اور اس پر عمارت کا اطلاق ہو سکے ورنہ معمولی مکان کو بیت کہتے ہیں۔ (72)

قریش کی شاخیں

شاہ معین الدین ندویؒ میں یہ تفصیل یوں بیان فرماتے ہیں:

(۱) بنو ہاشم (۲) بنو امیہ (۳) بنی عبدالدار (۴) بنو اسد (۵) بنی تیم (۶) بنی مخزوم (۷) بنی عدی (۸) بنی جمح (۹) بنی سہم (۱۰) بنی نوفل۔ (73)

علامہ محمد بن سعدؒ طبقات میں یہ تفصیل یوں بیان فرماتے ہیں:

ہشام بن محمد السائب الکلبی نے اپنے والد سے روایت کی۔ عبد مناف کے چھ لڑکے اور چھ لڑکیاں ہوئیں۔

(۱)۔ مطلب بن عبد مناف یہ بڑے تھے۔ (۲)۔ ہاشم بن عبد مناف ان کا نام عمرو تھا۔

(۳)۔ عبد شمس بن عبد مناف (بنو امیہ) (۴)۔ تماضر بنت عبد مناف

(۵)۔ حنہ بنت عبد مناف (۶)۔ قلابہ بنت عبد مناف

(۷)۔ برہ بنت عبد مناف (۸)۔ ہالہ بنت عبد مناف

(۹)۔ نوفل بن عبد مناف (۱۰)۔ ابو عمرو بن عبد مناف

(۱۱)۔ ابو عبید بن عبد مناف (یہ خود بھی انتقال کر گئے اور نسل بھی نہ چلی۔)

(۱۲)۔ ریطہ بنت عبد مناف، ریطہ کی ماں ثقفیہ تھیں۔

ایک زمانے میں قریش پر ایسی قحط سالی آ گئی کہ مال و دولت سب کچھ جاتا رہا۔ انہی دنوں ہاشم (عمرو) نے شام کا سفر کیا وہاں پہنچ کر بہت سی روٹیاں پکوائیں جب تیار ہوگئیں تو بوریوں اور تھیلوں میں بھر کے اونٹوں پر بار کر کے لے آئے۔ واپسی میں جب قافلے پہنچے تو ان روٹیوں کو ہشم (روٹی توڑنا) یعنی توڑ توڑ کر ثرید بنائی۔ وہ اونٹ جن پر روٹیاں بار تھیں۔ ذبح کر ڈالے باورچیوں کو حکم دیا۔ انہوں نے گوشت پکایا جب تیار ہو گیا تو دیگیں صحنکوں میں اُلٹ دیں۔ مکے والوں کو سیر شکم کھانا کھلایا۔ چونکہ قحط سالی کے زمانے میں یہ پہلی بارش تھی (ارزانی و فراخی تھی) جس کے باعث ان کا نام ہاشم پڑ گیا۔

عبداللہ مصری اس باب میں کہتے ہیں:

عمرو العلیٰ هشم الثرید لقومه ورجال مكة مُسنتون عجاف

بلند مرتبہ عمرو نے اپنی قوم کیلئے روٹیاں توڑ کے ثرید تیار کی یہ اس وقت کا واقعہ ہے کہ مکہ کے لوگ قحط زدہ، لاغر ہو رہے تھے۔ معروف حربوذ مکی وهب بن عبد قصیٰ سے یہ اشعار نقل کرتے ہیں:

تحهل هاشم ماضاق عنه وعیاًان یقوم به ابن بیض

ہاشم نے وہ بوجھ اُٹھالیا جس کی برداشت کرنے اور اسے اُٹھا کے کھڑے ہونے سے شریف انسان تنگ آ گئے، تھک گئے۔

اتاهم بالغرائر متأقاتٍ من ارض شام بالْبَرِ النفیض

لوگوں کیلئے وہ ملک شام سے عمدہ صاف گیہوں کی بوریاں بھر بھر کے لائے جن کے سب مشتاق ہوتے ہیں۔

فاوسع اهل مكه من هشیم وشاب الخبز باللحم الغریض

انہوں نے بڑی وسعت و فراخی کے ساتھ روٹیاں توڑ توڑ کر مکہ والوں کو پیش کیں اور فربہ گوشت سے تر و تازہ کر دیا۔

فظل القوم مسکرات من الشیزاء حائر ها یقبض

سب لڑکوں نے لکڑی کے ان پیالوں پر ہاتھ مارا جو بھرے ہوئے تھے، لبریز تھے۔ ان کے کنارے چھلک رہے تھے۔
ہاشم کی کنیت (ابویزید) تھی۔ وہ اپنے بیٹے اسد بن ہاشم کے نام پر کنیت کرتے تھے۔ (یعنی بنو اسد کا نام عمرو تھا)۔
ہاشم کی کنیت ابویزید بھی تھی۔ ہاشم کا سلمی (بیوہ) سے شادی ہوئی۔ عبدالمطلب پیدا ہوئے۔ جن کے سر میں شیبہ تھا۔ (یعنی سر میں کچھ بال سفید تھے) اسی مناسبت سے ان کا نام شیبہ رکھا گیا۔

(۱)۔شیبہ الحمد: انہیں کو عبدالمطلب کہتے ہیں۔یہ اپنے مرتے دم تک قریش کے سردار رہے۔

(۲)۔رقیہ بنت ہاشم۔بچپن میں انتقال کر گئیں۔(۳)۔ابو صیفی بن ہاشم۔ان کا نام عمرو تھا یہ سب میں بڑے تھے۔

(۴)۔صیفی بن ہاشم۔(۵)۔اسد بن ہاشم ان کی ماں قیلہ تھی قبیلہ حزاعہ کی تھی۔ (۶)۔نضلہ بن ہاشم۔

(۷)۔شفا بنت ہاشم (۸) ج: رقیہ بنت ہاشم (۱۰): خالدہ بنت ہاشم۔(۱۱) و: حنہ بن ہاشم

اولاد عبدالمطلب

علامہ محمد بن سعدؒ طبقات میں یہ تفصیل یوں بیان فرماتے ہیں:

(۱)۔الحارث (۲)۔الزبیر (۳)۔ابوطالب (۴)۔عبداللہ (۵)۔حمزہ (۶)ابولہب

(۷)الغیر اق (۸)المقوم (۹)۔ضرار (۱۰)۔العباس

بنو ہاشم اور بنو امیہ دنیاوی وجاہت اور عظمت وشان کے اعتبار سے قبائل عرب میں ممتاز تھے۔ بنو ہاشم خدمت کعبہ کی وجہ سے سارے عرب میں ممتاز، معزز اور محترم سمجھے جاتے تھے۔ اور بنو امیہ کو امارت اور کثرت تعداد کی بناء پر عظمت وشان حاصل تھی۔ ان دونوں کی شاخوں کی بنیاد عبد مناف سے پڑتی ہے۔ یہ قصیٰ کی اولاد میں بڑے نامور تھے۔ ان کی متعدد اولادیں تھیں، جن میں ہاشم اور عبد شمس بڑے نامور تھے۔ انہی دونوں سے یہ خاندان چلا۔

بنو عبد مناف کی دوسری شاخ بنو عبد شمس کی تھی۔ یہ قبیلہ دنیوی جاہ وجلال اور عظمت وحشمت، مال ودولت اور عددی لحاظ سے بنو عبد مناف کا سب سے زیادہ طاقتور اور مال دار قبیلہ تھا۔ اس کی اہم ترین شاخ بنو امیہ اتنی اہمیت اختیار کر گئی تھی کہ بنو عبد شمس عملاً بنو امیہ ہی سمجھے جانے لگے تھے۔ بنو امیہ کو سیاسی، سماجی اور اقتصادی طور پر جو عروج اور بلند مقام حاصل ہوا، وہ ہاشم اور اس کے فرزند عبد المطلب کی وفات کے بعد حاصل ہوا، کیونکہ ہاشم ایک بڑے باوجاہت انسان تھے اور سرکار کی دربار تک ان کی رسائی تھی، اور دوسرے بادشاہوں کے ہاں بھی انہیں باریابی حاصل تھی۔ وہ مدبر و منتظم بھی تھے۔ بڑے باہمت اور فرائض کی ادائیگی اور انجام دہی میں نہایت چابک دست تھے۔ اس وجہ سے ان کا سیاسی اور سماجی طور پر ایک خاص مقام تھا۔

ان کے صاحبزادے عبد المطلب کو بھی اللہ تعالیٰ نے انہی صلاحیتوں اور خوبیوں سے نوازا تھا۔ جن سے ان کے باپ ہاشم کو نوازا تھا۔ آپ سیرت وصورت دونوں میں یگانہ روزگار تھے۔ قد بحر رجز میں، بدن سڈول، چہرہ سے وجاہت وہیبت، آنکھوں سے شرافت ونجابت اور رخساروں سے جلالت وعظمت کی شعائیں ضوافشاں تھیں۔ ایک اجنبی بھی جب دیکھ پاتا تو قدموں پر گرنے کے لیے بے تاب ہو جاتا۔ جود وسخا میں شہر آفاق تھے۔ آپ کا دستر خوان نہ صرف انسانوں کے لیے وسیع تھا بلکہ جنگل کے وحشی جانور اور ہوا کے پرندے بھی اس سے مستفید ہوتے تھے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ بنو امیہ کو سیادت وقیادت کی یہ زمام کار عبد المطلب کی وفات کے بعد ہاتھ آئی تھی۔ عبد شمس کو ہاشم کی طرح اپنے باپ کی زندگی ہی میں برابری کا مقام حاصل تھا اور باپ کے انتقال کے بعد اگر ہاشم کو سقایہ اور رفادہ کے عہدے ملے تھے تو عبد شمس کو قیادت کا عظیم منصب ملا تھا۔ اس طرح بنو عبد مناف کے دونوں فرزند ملی اشرافیہ کے برابر کے رکن اور ملکی سماج اور معاشرہ میں یکساں عزت وتوقیر کے حق دار بن گئے تھے۔

ہاشم کی نوعمری میں وفات اور ان کے بیشتر بچوں کے بچپن میں انتقال کی وجہ سے ان کی نسل صرف بنو عبد المطلب میں جاری رہی، جب کہ ان کے مقابلے میں عبد شمس کے متعدد لڑکوں سے ان کی نسل خوب چلی اور بعثت نبوی تک بنو عبد شمس کے اپنے متعدد بطون وجود آ چکے تھے، بنو عبد شمس کو ایک امتیازی سیاسی اور سماجی عظمت وتوقیر حاصل ہو گئی تھی۔

حاصل تھی۔ اس قیادت وسیادت کو قائم رکھنے میں بنوعبد شمس کی اپنی صلاحیتوں اور قابلیتوں کے علاوہ کل خاندان بنوعبد مناف کی تائید وتصدیق اور اتحاد کی دولت حاصل تھی۔ گویا بنوعبد شمس کی عظمت وریاست بنو ہاشم کی عظمت و ریاست تھی۔ یہ دونوں خاندان ایک دوسرے کے دوست، حلیف اور بھائی تھے نہ کہ رقیب، حریف اور مدمقابل۔

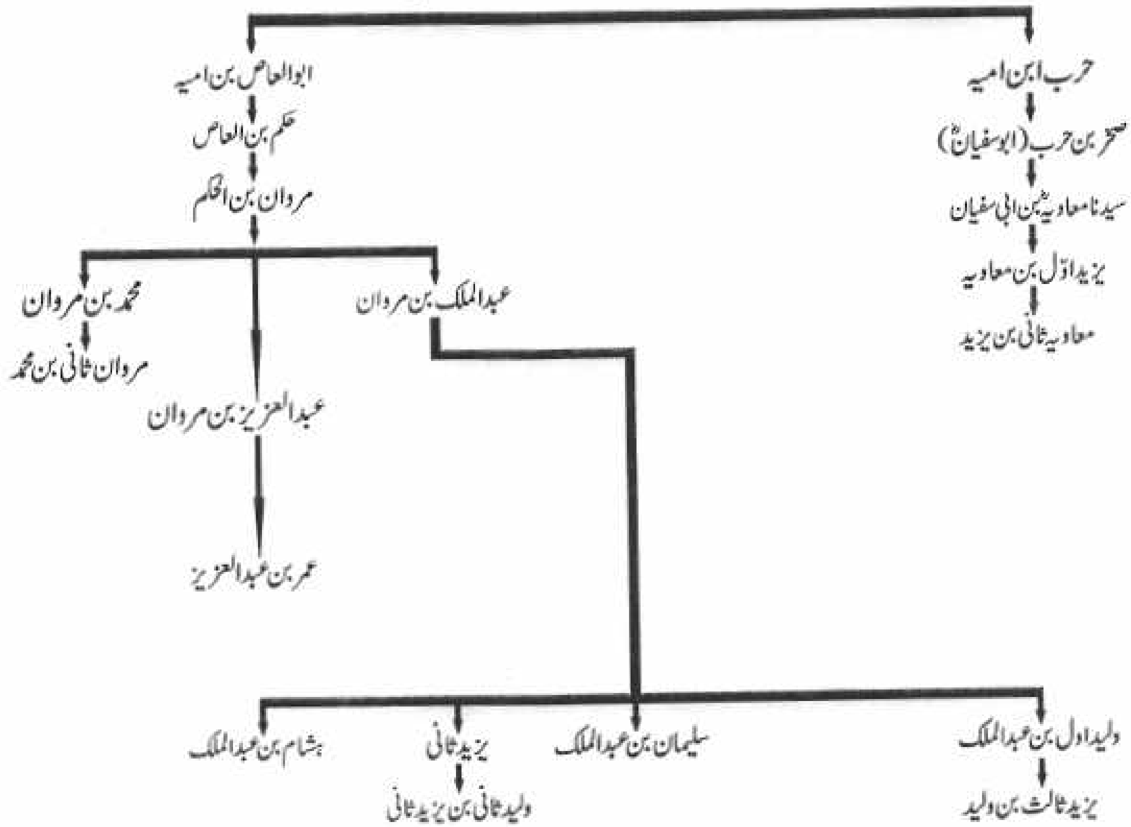
بنی امیہ کے مورث اعلیٰ امیہ عبد شمس کے لڑکے تھے۔ بنی عبد مناف کی عظمت ان دونوں قبیلوں سے وابستہ تھی۔ ابتداء میں قریش کی سپہ سالاری کا عہدہ بنی مخزوم میں تھا۔ لیکن عبد شمس کے زمانے سے یہ منصب بنی امیہ میں منتقل ہو گیا تھا۔ اور پھر ان کی نسل میں اس کا سلسلہ چلا۔ حرب فجار اوّل، حرب فجار دوم اور ذات نکیف کی لڑائیوں میں (جو زمانہ جاہلیت میں قریش اور دوسرے خاندانوں کے درمیان ہوئیں) عبد شمس کے پوتے حرب بن امیہ سپہ سالار تھے۔

حرب کے بعد ان کے لڑکے ابوسفیان اس عہدہ پر سرفراز ہوئے۔ ظہورِ اسلام کے زمانہ میں یہی سپہ سالار تھے۔ قریش اور مسلمانوں کی پہلی جنگ غزوہ بدر میں ابوسفیان قریش کے کاروانِ تجارت کے ساتھ گئے ہوئے تھے۔ اس لئے آپ کے بجائے عتبہ بن ربیعہ (سیدنا ابوسفیانؓ کے سُسر اور ہندؓ کے والد) نے سپہ سالاری کے فرائض سرانجام دیئے تھے۔ اس کے بعد غزوہ احزاب، غزوہ اُحد وغیرہ میں حسب معمول ابوسفیان اس عہدہ پر تھے۔ قریش کے اور خانوادوں کی طرح بنو امیہ بھی تجارت پیشہ تھے۔ ان کا بڑا وسیع کاروبار تھا۔ مصر وشام تک ان کی تجارت پھیلی ہوئی تھی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرقل کے فرمان روا قیصر کے نام دعوتِ اسلام کا خط لکھا تھا۔ اس زمانہ میں ابوسفیان تجارت کے سلسلے میں مصر میں موجود تھے۔ چنانچہ ہرقل نے آنحضرتؐ کے متعلق انہی سے تحقیقات کی۔

تجارت کے شغل کی وجہ سے بنی امیہ بڑے صاحبِ ثروت تھے۔ اور ان کی ثروت قومی کاموں میں بھی صرف ہوئی۔ جنگِ فجار کے شغل کی وجہ سے صلح میں حرب بن امیہ نے مقتولین کی دیت اپنے پاس ادا کی تھی۔

دونوں خاندانوں (بنی ہاشم، بنو امیہ) میں باہم جو قدیم رشتہ داریاں اور عزیزانہ تعلقات تھے وہ زمانہ جاہلیت اور اسلام دونوں میں قائم رہے۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی زینبؓ اور ابوالعاص اموی کو بیاہی ہوئی تھی۔ سیدنا عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ کے ساتھ یکے بعد دیگرے آپ کی دو صاحبزادیاں منسوب ہوئیں، خود ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ سیدنا ابوسفیانؓ کی صاحبزادی تھی۔ ابوسفیانؓ اور سیدنا عباسؓ اسلام لانے سے پہلے بھی آپس میں بڑے تعلقات تھے۔ فتح مکہ کے دوران حضرت عباسؓ نے انہیں لے جاکر عفو وتقصیر کیلئے آنحضرتؐ کی خدمت میں پیش کیا تھا۔

بنو امیہ میں سیدنا عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ جن کی ساری دولت اسلام کی دور عسرت میں اس کی خدمت کے لیے وقف تھی۔


امیہ بن عبد شمس (بانی خاندان بنوامیہ)
حرب ابن امیہ
صخر بن حرب (ابوسفیانؓ)
سیدنا معاویہؓ بن ابی سفیان
یزید اوّل بن معاویہ
معاویہ ثانی بن یزید
ابوالعاص بن امیہ
حکم بن العاص
مروان بن الحکم
عبدالملک بن مروان
محمد بن مروان
مروان ثانی بن محمد
عبدالعزیز بن مروان
عمر بن عبدالعزیز
ولید اول بن عبدالملک
یزید ثالث بن ولید
سلیمان بن عبدالملک
یزید ثانی
ولید ثانی بن یزید ثانی
ہشام بن عبدالملک

بنوامیہ کا نگاہ نبوت میں کیا مقام تھا، اس کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ بنوامیہ جوں جوں اسلام لاتے رہے، رسول اللہ ﷺ انہیں اپنی خاص نوازشات سے نوازتے رہے، کیونکہ آپؐ ان کے اندرونی مخفی گوہر سے بخوبی آشنا تھے، اور سمجھتے تھے کہ جس طرح ان لوگوں نے حالت کفر میں کفر کے لیے سر دھڑ کی بازی لگا دی تھی، اسی طرح اب یہ اسلام کے لیے بھی اپنا سب سرمایہ حیات قربان کرنے سے دریغ نہیں کریں گے، جیسا کہ بنوامیہ کی تاریخ اس بات کی گواہ ہے۔ چنانچہ آپؐ نے اپنی چار میں تین صاحبزادیاں (سیدتنا زینبؓ، سیدتنا رقیہؓ اور سیدتنا ام کلثومؓ) کا نکاح بنو امیہ میں کیا، جن میں اپنی سب سے بڑی صاحبزادی سیدتنا زینبؓ کا نکاح ابوالعاص بن ربیع الاموی سے کیا اور بقیہ دو بیٹیاں سیدنا عثمان بن عفان الامویؓ کے نکاح میں دیں۔

حضرت رسالت مآب ﷺ نے یکے بعد دیگرے اپنی دو صاحبزادیاں سیدتنا رقیہؓ اور سیدتنا ام کلثومؓ حضرت عثمانؓ کے حبالہ عقد میں دیں۔ اور ساتھ ہی یہ فرمایا کہ اگر میری دس لڑکیاں بھی ہوتیں تو میں یکے بعد دیگرے سیدنا عثمانؓ کی زوجیت میں دے دیتا۔

دوسری طرف بنوامیہ کے قائد اور رئیس سیدنا ابوسفیانؓ کی صاحبزادی سیدتنا ام حبیبہؓ سے نکاح کر کے بنی امیہ سے اپنی قریبی رشتہ داری اور دامادی کے تعلقات قائم فرمائے۔ پھر فتح مکہ کے روز آپؐ نے سیدنا ابوسفیانؓ کے گھر کو ایک عظیم درجہ دے دیا، اور فرمایا:

"من دخل دار ابی سفیان فهو آمن" جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے گا وہ بھی امان میں ہے۔

ذرا وسعتِ ظرف و دقت نظر سے دیکھا جائے تو بنوامیہ عموماً سیاست و تدبر، نظم و تدبیر، سیادت و قیادت اور انتظامی و عسکری صلاحیت میں پورے قریش میں ممتاز و منفرد تھے۔ چنانچہ اعلیٰ صلاحیتوں کے پیش نظر خود نبی کریمؐ نے ان کو اعلیٰ مناصب اور ذمہ دارانہ عہدوں پر متمکن فرمایا۔ نبی کریمؐ نے اپنے زمانہ میں عامل بنایا۔ خلفائے راشدین نے انہیں اعلیٰ عہدے دیئے۔

اسلام سے پہلے اگر مخالفت کا عنصر رہے تو اسلام لانے کے بعد ہر قربانی کیلئے تیار تھے۔ حتیٰ کہ سیدنا ابوسفیانؓ کی ایک آنکھ جنگ طائف میں جاتی رہی۔ اور جنگ یرموک میں دوسری آنکھ اللہ کی راہ میں قربان کر دی۔ بیعت رضوان بھی زندہ مثال ہے کہ یہ واقعہ سیدنا عثمانؓ اموی کی وجہ سے قابل ذکر ہے۔ جن سے ان کی عظمت کا اندازہ ہوتا ہے۔

فتح مکہ کے بعد مکہ کا گورنر سیدنا ابوسفیان کے چچا کے پوتے عتاب بن اسیدؓ کو مقرر فرمایا۔ اس وقت آپؓ کی عمر صرف ۲۱ سال تھی۔

''عتاب! تم کو معلوم ہے کہ کن لوگوں پر میں نے تم کو عامل بنایا ہے؟ اہلِ اللہ پر اگر مکہ والوں کیلئے تم سے زیادہ کوئی شخص موزوں نظر آتا تو اسے عامل بناتا۔''

آپؓ پہلے ہی سے ان سے بخوبی آشنا تھے اور فتح مکہ سے دو رات پہلے ایک مجلس میں آپؐ نے فرمایا تھا:

"قریش کے چار آدمی شرک سے دور اور اسلام کے قریب تر اور اس کی طرف راغب ہیں۔"

لوگوں نے پوچھا: "اے اللہ کے رسولؐ! وہ کون ہیں؟" آپؐ نے فرمایا:

"عتاب بن اسید، جبیر بن مطعم، حکیم بن حزام اور سہیل بن عمرو۔"

پھر ۸ ھجری میں حج کی امارت کا شرف بھی آپؓ کو حاصل ہوا۔

اس کے برعکس سرکار دو عالم ﷺ نے اپنی حین حیات میں کسی ہاشمی کو نہ تو مستقل طور پر کسی صوبہ کی حکومت عطا فرمائی اور نہ ہی کسی بڑی فوج کا خود مختار سپہ سالار بنایا۔ اپنی دنیوی زندگی کے آخری ایام میں آپؐ نے سیدنا علیؓ کو چند روز کے لیے یمن کا کلکٹر مقرر فرمایا، لیکن اقتدار اعلیٰ اور افسری سیدنا ابو موسیٰ اشعریؓ سیدنا معاذ بن جبلؓ کو عطا فرمائی۔

عہد رسالت میں اکثر و بیشتر بنو امیہ کو گورنری کے عہدوں پر فائز کیا گیا اور بنو ہاشم میں ایک فرد بھی ایسا نہ تھا جس کو رسول اللہ ﷺ نے کسی جگہ گورنر بنا کر بھیجا ہو، حالانکہ آپؐ کے عباسؓ اور آپؐ کے چچا کے بیٹے سیدنا عقیلؓ اور سیدنا علی کرم اللہ وجہ اور دیگر تمام عصبات موجود تھے۔ سرکاری منصب عہدہ تو ایک طرف رہا، آپؐ نے غزوات کے سلسلہ میں ۲۸ مرتبہ مدینہ منورہ چھوڑا، لیکن ایک مرتبہ بھی انتظامی امور کی سرانجام دہی کے لیے آپؐ نے بنو ہاشم میں سے اپنا نائب کا تقرر نہیں فرمایا، بلکہ کبھی کسی اموی کو اموی کو اپنا نائب مقرر فرمایا اور کبھی کسی انصاری کو، کبھی کسی مخزومی تو کبھی کسی کلبی کو و غفاری کو۔ جنگ تبوک کے موقع پر آپؐ نے سیدنا علیؓ کو مدینہ منورہ میں چھوڑا، لیکن اپنا قائمقام اور مدینہ کا والی مقرر نہیں بلکہ صرف اہل و عیال اور بچوں اور عورتوں کی حفاظت کے لیے اور خبر گیری کے واسطے، اور پنا نائب اور قائمقام اور مدینہ کا والی محمد بن مسلمہ انصاریؓ کو مقرر فرمایا۔

اس لحاظ سے عتابؓ بن اسید تاریخ اسلام میں سب سے پہلے امیر الحج ہیں۔ سیدنا ابو سفیانؓ کو آپؐ نے نجران کا گورنر مقرر فرمایا اور قبیلہ بنی ثقیف کے مناۃ نامی بُت کو توڑنے کیلئے بھی ابو سفیانؓ اور مغیرہ بن شعبہؓ کو مقرر فرمایا۔

چنانچہ ان دونوں نے اس بُت کو توڑا۔

ایک مرتبہ سرور کائنات نبی کریمؐ نے مکہ مکرمہ میں قریش کو کچھ مال تقسیم کرنے کیلئے بھیجا۔ وہ مال سیدنا ابو سفیانؓ نے قریش میں تقسیم کر دیا۔ عثمان بن ابی العاصؓ کو طائف اور اس کے ملحقات کا گورنر بنا دیا۔

"سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ ایک امیر اور صاحبِ حیثیت شخص تھے۔ اس لئے کئی دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے مال کو غریبوں اور نادار لوگوں کی حاجتوں میں صرف کیا۔ چنانچہ قبیلہ بن ثقیف کے دو شخص عروہ اور الاسود مقروض تھے۔ حضورؐ نے سیدنا ابوسفیانؓ کو ان کا قرض اُتارنے کے لئے ارشاد فرمایا۔ اور آپؓ نے حسبِ فرمان نبویؐ ان کا قرض اُتار دیا۔" (78)

علامہ ابن کثیرؒ البدایہ والنھایہ میں اس تفصیل کو کچھ یوں بیان فرماتے ہیں:

"نبی کریمؐ نے سعید بن العاصؓ کو وادی القریٰ، تیما اور تبوک کا عامل مقرر فرمایا۔
یہاں تک کہ حضورؐ کا انتقال ہوا۔" (79)

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ نے لکھا ہے کہ نبی اکرمؐ نے اپنے زمانے میں زیادہ تر گورنر بنوامیہ میں سے مقرر فرمائے چنانچہ علامہ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں:

"و کان بنو امیه اکثر القبائل عما لاً للنبی ﷺ فانه لما فتح مکةاستعمل علیها عتاب بن اسید بن ابی العاص بن امیه و خالد بن سعید و اخویه ابان و سعیداً علی اعمال آخر، و استعمل ابا سفیان بن حرب و ابنه یزید و مات و هو علیهاو صاهر النبیؐ بناته الثلاثة لبنی امیة۔"

"نبی اکرمؐ کے گورنروں میں دوسرے خاندانوں کی بہ نسبت بنوامیہ کے لوگ اکثر و بیشتر تھے۔ چنانچہ فتح مکہ کے بعد آپؐ نے عتاب بن اسیدؓ بن ابی العاص اور آپؓ کے دونوں بھائیوں ابان اور سعید کو دوسرے علاقوں کا گورنر بنایا۔ ابوسفیانؓ اور آپؓ کے صاحبزادے یزیدؓ کو بھی (نجران اور تیماء کا) گورنر بنا کر بھیجا، حتیٰ کہ آپؐ کی وفات تک وہ اس منصب جلیلہ پر فائز رہے۔ علاوہ ازیں رسول اللہ ﷺ نے اپنی تین بیٹیوں کو بھی بنوامیہ میں بیاہا۔" (80)

علامہ ابن کثیرؒ البدایہ والنھایہ میں اس تفصیل کو کچھ یوں بیان فرماتے ہیں:

"عمرو بن العاصؓ کو حضورؐ نے عمان کا گورنر مقرر فرمایا۔ اور حضورؐ کے انتقال کے بعد بھی عہدِ صدیقی، عہدِ فاروقی میں سیدنا عمروؓ بن العاص کو اہم عہدے دیئے گئے اور جنگی مہمات میں قائد بنایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنی قوم قریش کو دوسروں پر ترجیح دیتے تھے۔ اور فرماتے تھے:

"اگر میرے ہاتھ میں جنت کی کنجی ہو تو سب بنی امیہ کو اس میں داخل کر دوں۔" (81)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گورنروں میں دوسرے خاندانوں کی نسبت بنوامیہ کے لوگوں کی تعداد زیادہ تھی۔ چنانچہ فتح مکہ کے بعد آپؐ نے عتاب بن اسید بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کو وہاں کا گورنر بنایا اور خالد بن سعید بن ابی العاص اوران کے بھائیوں کو دوسرے علاقوں کے گورنر بنائے۔ سیدنا ابوسفیانؓ اوران کے صاحبزادے یزید بن ابی سفیانؓ کو نجران اور تیما کا گورنر بنا کر بھیجا۔ رسول کریمؐ نے جب اس دنیا سے انتقال فرمایا تو اس وقت بنوامیہ سے مختلف صوبوں پر چار گورنر تھے۔

(۱)۔ عتاب بن اسیدؓ مکہ مکرمہ پر۔ (۲)۔ ابان بن سعید بن العاصؓ بحرین پر۔

(۳)۔ خالد بن سعید صنعاء پر۔ (۴)۔ ابوسفیان بن حرب نجران پر۔ (82)

محمد بن اسماعیل البخاری جامع صحیح بخاری میں یہ تفصیل کچھ یوں بیان فرماتے ہیں:

خاندان بنوامیہ کو جس طرح عہدِ جاہلیت میں ایک عظیم مقام حاصل تھا۔ اسی طرح جب یہ لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوا تو ان کی سیادت وقیادت میں ذرا بھی کمی نہ ہوئی بلکہ روز بروز اضافہ ہوا۔

کیونکہ پھر وہ سیادت وسیاست کے لحاظ سے ''الناس معادن کمعادن الذهب والفضة خيارهم فی الجاهلية خيارهم فی الاسلام اذا فقهوا'' کے مصداق بن گئے۔

ترجمہ: ''لوگوں کی مثال سونے اور چاندی کی کانوں کی طرح ہے۔ جولوگ دورِ جاہلیت میں بہترین تھے وہی لوگ دورِ اسلام میں بھی بہترین ہیں۔ جب سوجھ بوجھ حاصل کریں۔'' (83)

جس خاندان پر سرکار دو عالم ﷺ اپنی اتنی نوازشات فرمائیں اور اسلامی ریاست میں ان کو بڑے بڑے عہدوں سے سرفراز فرمائیں، یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ خلفائے راشدین اپنے عہد راشدہ میں اس خاندان کی قابلیت اور تدبر سے فائدہ نہ اٹھائیں۔ تاریخ کے اوراق سے پتہ چلتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی طرح سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے بھی اسلامی ریاست میں گورنروں اور سپہ سالاروں کی آسامیوں کے لیے اس خاندان کی خدمات حاصل کیں۔ سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے جنگ ردّہ علاقوں میں اموی سرداروں کی خدمات سے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور ہر موقع پر اموی قائدین نے نہایت قابلیت، محنت اور جان فشانی سے اپنے فرائض سرانجام دے کر خلافت اسلامیہ میں ایک خاص مقام اور اہمیت حاصل کی۔ شام کی فوج کشی میں سیدنا ابوسفیانؓ کے بڑے صاحبزادے سیدنا یزیدؓ کو اسلامی فوج کے ایک بڑے حصے کا سردار مقرر کیا گیا۔ اور سیدنا معاویہؓ کو اس لشکر کا علم بردار مقرر فرمایا۔ روانگی کے وقت کچھ دیر تک پیادہ پا رخصت کرنے کے لیے خود نکلے۔ سیدنا یزیدؓ بن ابی سفیانؓ نے خلیفہ رسول سیدنا ابوبکر صدیقؓ کو پیادہ دیکھ کر عرض کیا:

"امیر المؤمنین آپ بھی سوار ہو جائیں یا پھر مجھے پیادہ پا چلنے کی اجازت مرحمت فرمائیں؟"

آپؓ نے جواب میں ارشاد فرمایا:

"نہ مجھ کو سوار ہونے کی ضرورت ہے نہ تم کو اترنے کی، میں جتنے قدم رکھتا ہوں ان کو اللہ کی راہ میں شمار کرتا ہوں۔"

رخصت کرتے وقت ارشاد فرمایا:

"یزید! شام میں تم کو بہت سے تارک الدنیا راہب ملیں گے، ان سے اور ان کی رہبانیت سے کوئی تعرض نہ کرنا۔"

پھر فرمایا: "تم کو جنگ میں ایسے لوگوں سے واسطہ پڑے گا جو بیچ سے سر مونڈاتے ہیں، اسی حصہ میں تلوار مارنا۔

پھر فرمایا: میں تم کو دس نصیحتیں کرتا ہوں ان کا ہمیشہ خیال رکھنا: عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو نہ مارنا، پھلے پھولے درختوں کو نہ کاٹنا، آبادیاں ویران و برباد نہ کرنا بکری اور اونٹ کھانے کے علاوہ بے کار ذبح نہ کرنا، درخت نہ جلانا، کسی کو پانی میں نہ ڈبونا اور نہ بزدلی دکھانا۔

سیدنا ابوبکر صدیقؓ کی ان ہدایات کو لے کر جب سیدنا یزیدؓ بن ابی سفیانؓ شام کی سرزمین میں پہنچے تو آپؓ سب سے پہلے سیدنا خالد بن ولیدؓ کے ساتھ بصرہ پر حملہ کیا۔ بصرہ والوں نے صلح کر لی۔ بصریٰ کے بعد فلسطین کا رخ کیا اور اجنادین کے مقام پر رومیوں کو شکست فاش دی۔

اُردن کی فتح کے بعد ابوعبیدہ بن جراحؓ نے یزیدؓ کو ساحلی علاقہ کی طرف روانہ فرمایا۔ انہوں نے سیدنا عمرو بن العاصؓ کے ساتھ مل کر اس زیرنگین کیا۔

والد ماجد سیدنا ابوسفیانؓ بھی شریک تھے۔ انہوں نے اس جنگ میں نمایاں کردار ادا کیا، یہاں تک کہ آپؓ کی دوسری آنکھ بھی اس لڑائی میں جاتی رہی۔ سیدنا ابوسفیانؓ کی پہلی آنکھ طائف کے محاصرہ میں ضائع ہوئی تھی اور دوسری آنکھ خلافت عہد صدیقی میں جنگ یرموک میں ضائع ہوئی۔ چنانچہ آپؓ جنگ یرموک کے بعد ظاہری بینائی سے کلیتاً محروم ہوگئے۔ اس جنگ میں سیدنا یزیدؓ اپنے پورے خاندان کے ساتھ شریک تھے۔

اس خاندان کے علاوہ نبی اکرمؐ نے جن اموی قائدین کو اسٹیٹ کے سیاسی نظام میں جو مقام دیا تھا، خلیفہ رسولؐ سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے ان کے اس مقام کو برقرار رکھا، بلکہ جہاں تک ہوسکا اپنے مختصر دور خلافت میں ان کے مقام میں اور اضافہ کیا۔ چنانچہ سیدنا عتاب بن اسیدؓ گورنر مکہ کو آپؓ نے مکہ مکرمہ کی گورنری پر برقرار رکھا۔ (84)

عہدِ رسالت اور عہدِ صدیقی کے بعد عہدِ فاروقی میں بھی بنوامیہ کو بڑے بڑے عہدے دیئے گئے۔ عہدِ فاروقی میں سیدنا ابوعبیدہ الجراحؓ کے انتقال کے بعد ۱۸ ہجری کو سیدنا عمرِ فاروقؓ سیدنا یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کو فلسطین کے حاکم مقرر ہوئے۔ اور قیساریہ کی مہم ان کے سپرد ہوئی۔ مسلمان اس وقت قیساریہ کا محاصرہ کئے ہوئے تھے۔ سیدنا یزیدؓ سیدنا عمر فاروقؓ کے حکم کے مطابق سترہ ہزار (17000) فوج لے کر ان کی امداد کو پہنچے۔ اور اپنے بھائی سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو اپنا قائمقام بنا کر واپس فلسطین لوٹ آئے۔ اور اس مہم کو سر کر دیا۔ اطلاع سیدنا عمر فاروقؓ کو دے دی۔ عہدِ فاروقی میں تاریخی طاعون میں سیدنا یزیدؓ کا انتقال ہوگیا۔ تو سیدنا فاروق اعظمؓ نے ان کی جگہ ان کے چھوٹے بھائی سیدنا معاویہؓ کو شام کے صوبے کا والی اور گورنر مقرر فرمایا۔ (85)

خود سیدنا یزیدؓ کے زمانہ میں بھی آپؓ اسلامی فوج کے علمبردار تھے اور جس لشکر نے صیدا، عرقہ اور بیروت وغیرہ علاقوں کو فتح کیا اس کے ہراول دستہ کی قیادت سیدنا معاویہؓ فرما رہے تھے۔

چنانچہ علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں کہ: "یزید بن ابی سفیانؓ کو لوگ "یزید الخیر" کے نام سے پکارتے تھے۔ آپؓ فتح مکہ کے روز اسلام لائے اور آپؓ کا اسلام حسن وخوبی کے لحاظ سے اپنی مثال آپ تھا۔ آپؓ نے جنگ حنین میں بھی شرکت فرمائی۔ سیدنا یزیدؓ شرافت، سیادت اور بزرگی کے لحاظ ایک جلیل القدر اور عالی ہمت انسان تھے اور آپؓ ان چار نیک صفت امراء میں سے تھے، جن کو سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے شام کی فتح کے وقت متعین فرمایا۔"

ساحل شام پر واقع شہر قیساریہ کو فتح کرنے کے بعد ۱۹ھ میں آپؓ کا انتقال ہوگیا

سیدنا معاویہؓ خاندان بنوامیہ کے ایک ایسے گوہر تابدار اور اسلام کے ایسے بطل جلیل ہیں کہ اسلام کی تاریخ ان کے سنہری کارناموں سے بھری ہوئی ہے۔ اور ملتِ اسلامیہ آپؓ کے کارناموں کو ہمیشہ یاد رکھے گی۔ آپؓ سیدنا ابوسفیانؓ کے فرزندِ ارجمند ہیں جو ساری عمر خاندان قریش کے سپہ سالار رہے۔ اسی شرفِ نسب اور اعلیٰ خاندان کی وجہ سے جملہ مقتضیات اور لوازمات پیدا ہو گئے۔ آپؓ بہادری، شجاعت، حلم، بردباری، سخاوت اور اصابت رائے میں اپنی مثال آپ تھے۔

سیدنا معاویہؓ کی خدمت اور قابلیت کی وجہ سے سیدنا فاروق اعظمؓ نے تمام گورنروں سے زیادہ ماہانہ وظیفہ مقرر فرمایا۔ ان سے زیادہ کسی اور گورنر کا وظیفہ فاروق اعظمؓ نے مقرر نہیں فرمایا تھا۔ ماہانہ ایک ہزار دینار مقرر فرمایا تھا۔ (86)

خطیب بغداد اس کو یوں بیان فرماتے ہیں۔

''اپنے والد (سیدنا ابوسفیانؓ) سے پہلے عمرۃ القضاء میں اسلام لے آئے البتہ والدین کے خوف سے حضورؐ کی خدمت میں (مکہ سے خروج نکلنا) نہ آسکے۔ (87)

اور سیدنا معاویہؓ کا پہلے اسلام لانا خود ان کے قول سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ وہ عمرۃ القضاء سن ۷ ہجری سے پہلے اسلام لائے۔ جو بیّن (واضح) ثبوت ہے۔ اور امام ابن حجر مکیؒ نے لکھا ہے:

''کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے حدیبیہ کے دن ۶ ھ میں اسلام لے آئے۔ مگر والدین کے خوف سے اپنا اسلام پوشیدہ رکھا۔ (88)

اس موقف کی ثبوت کے لیے ایک اور روایت بھی موجود ہے جو امام احمدؒ نے امام باقرؒ سے انہوں نے سیدنا ابن عباسؓ سے نقل کی ہے: "قال قصرت عن رسول اللہ ﷺ بمشقص"

''سیدنا معاویہؓ کہتے تھے! میں نے مروہ کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال کترے تھے (چھوٹے کیے)۔''

سیدنا معاویہؓ صلح حدیبیہ کے دن اسلام لے آئے جس کی دلیل یہ صحیح حدیث ہے کہ سیدنا معاویہؓ نے سیدنا ابن عباسؓ سے فرمایا:

" کیا تجھے معلوم ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے سر کے بال مروہ پر تیر کی بھال سے کترے۔"

اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ حجامت عمرۃ القضاء میں واقع ہوئی جو صلح حدیبیہ سے ایک سال بعد ۷ ھجری میں ہوا، کیونکہ حجۃ الوداع میں رسولؐ اللہ نے قران کیا تھا اور قارن پر مروہ میں حجامت نہیں بلکہ منیٰ میں دسویں ذی الحجہ کو کراتے ہیں، نیز رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع میں بال نہیں کٹوائے تھے بلکہ سر منڈوایا تھا اور سیدنا ابوطلحہؓ نے حجامت کی تھی تو لامحالہ سیدنا معاویہؓ کا آپؐ کے سر مبارک کے بال تراشنا عمرۃ القضاء میں فتح مکہ سے پہلے ہوا۔

معلوم ہوا کہ سیدنا معاویہؓ فتح مکہ سے پہلے ایمان لا چکے تھے۔

اصل حدیث جامع صحیح بخاری میں بواسطہ طاؤس حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضرت معاویہؓ نے کہا!

''میں نے قینچی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال کترے تھے۔''

یہ دونوں باتیں اس بات کی دلیل ہیں کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ واقعہ عمرۃ القضاء میں مسلمان تھے۔ اس لئے کہ نبی کریمؐ نے حجۃ الوداع میں بال نہیں کتروائے تھے بالاتفاق ''حجۃ الوداع'' میں آپؐ نے بال منڈوائے تھے۔

پس یہ بال کتروانا عمرہ کے علاوہ اور کسی موقع پر نہیں ہوا۔ (89)

"أن معاوية اسلم بين الحديبيةو القضية۔"

" سیدنا معاویہ صلح حدیبیہ اور عمرۃ القضاء کے درمیانی عرصے میں اسلام قبول کر چکے تھے۔"

مورخ ابن سعدؒ لکھتے ہیں کہ: "كان يذكر أنه اسلم عام الحديبية۔"

"یہ بات مشہور تھی کہ آپؓ حدیبیہ کے سال اسلام قبول کر چکے تھے۔"

علامہ ذہبیؒ، ابن عساکرؒ، ابن کثیرؒ اور علامہ ابن تیمیہؒ کی تحقیق کے مطابق آپؓ نے ۷ ہجری میں اسلام لائے۔

حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ:

"أنه اسلم بعد الحديبية ، و كتم اسلامه حتى أظهره عام الفتح و انه كان في عمرة القضاء مسلماً"

"سیدنا معاویہؓ نے حدیبیہ کے بعد اسلام قبول کیا اور اپنے اسلام کو چھپائے رکھا، فتح مکہ کے دن اسے ظاہر کر دیا اور آپؓ عمرۃ القضاء کے سال مسلمان تھے۔"

حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ: "بعض وجوہ کے بنا پر آپؓ نے اپنے ایمان کو چھپائے رکھا جن میں سب سے بڑی وجہ کفار مکہ کی مسلمانوں پر سختی تھی، کیونکہ وہ زمانہ ایسا تھا کہ زبان سے لا الہ الا اللہ نکالنا سارے عرب کو اپنی مخالفت کی دعوت دینا تھا۔ امام المؤذنین سیدنا بلالؓ، سیدنا عمار بن یاسرؓ، سیدنا صہیب رومیؓ اور سیدنا حباب بن الارتؓ کی ایذاؤں کا نقشہ آپؓ کے سامنے تھا۔ پھر سرکار دو عالمؐ کی ایذائیں اور تکالیف بھی آپؓ کی نگاہ میں تھیں کہ جب آپؐ نے لوگوں سے فرمایا: "قولوا لا اله الا الله تفلحوا" اے لوگوں! لا الہ الا اللہ کہو فلاح پا جاؤ گے۔" تو لوگ پیچھے سے پتھر مارتے اور زور زور سے چلاتے:

"ايها الناس ! لا تطيعوه فانه كذاب" اے لوگو! اس کی بالکل نہ سننا (معاذ اللہ) یہ جھوٹا ہے۔"

پھر آپؓ کے گھریلو ماحول کا دباؤ بھی آپؓ کے ایمان کے اظہار میں مانع تھا، کیونکہ سیدنا ابوسفیانؓ اس زمانہ میں قریش کے سردار اور قائد تھے اور نبی اکرمؐ کے مخالف تھے۔ بھلا وہ کیسے یہ برداشت کر سکتے تھے کہ خود ان کے گھر میں اسلام کا وہ چشمہ جاری ہو جائے جس کو بند کرنے کے لیے انہوں نے بدر و احد کی جنگیں لڑیں اور ان میں قریش کے بڑے بڑے سردار کام آئے چنانچہ سیدنا معاویہ خود فرماتے ہیں:

"اسلمت يوم عمرة القضاء ولكني كتمت اسلامي من ابي الى يوم الفتح"

"میں عمرۃ القضاء کے روز اسلام لایا تھا، لیکن اپنے والد کے ڈر سے فتح مکہ تک اسلام کو چھپائے رکھا۔"

''ان وجوہ کے بناء پر سیدنا معاویہ مجبور تھے اور اسلام لانے کے باوجود اس زمانہ میں اپنے اسلام کا اظہار نہ کر سکے اور اس روز (فتح مکہ کے روز) اس کا اظہار کیا، جس روز آپؓ کے والدین بھی دولت ایمان سے مشرف ہو گئے۔''

اس بارے میں سیدنا معاویہؓ کا اپنا بیان زیادہ اہمیت رکھتا ہے، کیونکہ آپؓ کے والد رئیس مکہ اور مسلمانوں کے خلاف قریباً ہر جنگ میں لشکر کے سپہ سالار تھے۔ اب اگر ان کا اپنا بیٹا جوان کے گھر کے میں رہتا ہے، حلقہ اسلام میں داخل ہو جائے تو والدین کے لیے یہ کس قدر رسوائی کا باعث بن سکتا تھا۔

چنانچہ حافظ ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ: "ابن سعدؒ کے بیان کے مطابق سیدنا معاویہؓ فرماتے ہیں کہ میں عمرۃ القضاء سے قبل اسلام لایا، لیکن اپنی ماں کی خوف سے (جس کا والد، تایا اور بیٹے جنگ بدر میں مسلمانوں کے ہاتھوں مارے گئے تھے) مدینہ طیبہ ہجرت کر کے نہ جاسکا، کیونکہ وہ مجھ سے کہتی تھی اگر تو مدینہ کی طرف گیا تو ہم تیرا دانہ پانی بند کریں گے۔" مورخین کے بیان کے مطابق اس وقت آپؓ کی عمر اٹھارہ سال تھی۔ اٹھارہ سال کا بچہ وہ بھی قریش کے رئیس اور سپہ سالار کا نور نظر ماں کی اس دھمکی کی وجہ سے مرعوب ہو گیا اور اپنے ایمان اور اسلام کو کئی سال تک چھپائے رکھا۔

چنانچہ ابن اثیرؒ کے الفاظ کے مطابق اپنے اسلام کو چھپانا صرف والدین سے تھا۔ بعض حضرات نے یہ بھی لکھا ہے کہ آپ صلح حدیبیہ کے موقع پر اسلام لائے۔ آپؓ نے اپنے والدین سے اپنے اسلام کو مخفی رکھنے کی بہت کوشش کی تھی، لیکن پھر بھی آپؓ کے والد کو آپؓ کے اسلام لانے کا علم ہو گیا۔ انہوں نے آپؓ سے کہا:

"ھذا اخوك يزيد و هو خير منك علىٰ دين قومه۔" تم سے تو تیرا بھائی ہی اچھا ہے جو اپنے آبائی دین پر ہے۔

درایتاً بھی یہی بات درست معلوم ہوتی ہے کیوں کہ فتح مکہ سے قبل آپؓ نے اسلام کے خلاف کسی جنگ میں شرکت نہیں فرمائی، حالانکہ آپؓ کے والد اور خاندان کے دوسرے افراد ان جنگوں میں پیش پیش تھے۔ سیدنا معاویہؓ جب دولت اسلام سے بہرہ ور ہوئے تو اس وقت آپؓ کی عمر اٹھارہ سال تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپؓ سن ٦ ہجری اور سن ٧ ہجری کے درمیان ایمان لائے۔

آپؓ کے اسلام کے بارے میں مشہور مورخ مصطفےٰ ابک نجیب نے لکھا ہے:

''جہاں تک سیدنا معاویہؓ کے اسلانے کا تعلق ہے اس کا معاملہ ایسا ہی ہے جیسا کہ سیدنا عباسؓ کا، جو جنگ بدر کے موقع پر ہی مشرف بہ اسلام ہو چکے تھے، لیکن اپنے اسلام کا اعلان آپؓ نے فتح مکہ سے کچھ پہلے کیا، چنانچہ سیدنا معاویہ بھی صلح حدیبیہ کے موقع پر حلقہ بگوش اسلام ہو چکے تھے، لیکن اپنے اسلام کا اعلان فتح مکہ کے روز کیا۔''

عن عمر بن عبدالله العنسبي قال:قال معاوية بن ابي سفيانؓ:

لما كان عام الحديبية وصدت قريش رسول اللهﷺ عن البيت ، و دافعو بالراح ، و كتبوا بينهم القضية ،

وقع الاسلام في قلبي..............الخ

اور مولانا عبدالشکور لکھنویؒ فرماتے ہیں: "سیدنا معاویہؓ حدیبیہ کے سال اسلام لائے۔"

صحیح روایت اور ابن عساکرؒ کی تصریح پر ہمارے مورخین کا کوئی بس نہیں چلتا کہ برخلاف اس کے سیدنا معاویہؓ کی پوزیشن کو کسی طرح گرا دیا جائے تو کبھی یہ الزام لگا دیا جاتا ہے کہ آپؓ فتح مکہ کے بعد ایمان لائے اور کبھی ایمان کا قبل از فتح اقرار کیا جاتا ہے لیکن کتمان ایمان کا الزام قائم کر دیا جاتا ہے۔

لیکن سوال یہ ہے کہ جب سیدنا معاویہؓ نے عمرۃ القضاء میں مروہ پر رسول اللہﷺ کے بال تراشے تو اخفاء ایمان کہاں باقی رہ گیا؟ گویا نعوذ باللہ آپؓ کا ایمان سانپ کے منہ میں چھچھوندر کی مثل بن گیا کہ نہ اگلتے بنتی ہے نہ نگلتے بنتی ہے، اسی لئے سمجھدار افراد نے اتنا کہہ کر جان چھڑالی کہ "اسلم قبل الفتح" یعنی فتح مکہ سے پہلے اسلام قبول کیا۔

چونکہ یہ امر مسلم و متواتر ہے کہ فتح مکہ کے بعد سیدنا معاویہؓ کا مستقل قیام مدینہ طیبہ میں ہوتا تھا اس لیے آپؓ کے اسلام کو فتح مکہ سے پہلے کا خود بخود تسلیم کرنا ہوگا۔ اگر اللہ اور اسکے رسولﷺ کے نزدیک آپؓ فتح مکہ سے پہلے مسلمان نہ ہو گئے ہوتے تو مدینہ طیبہ میں آپؓ کے قیام کی کوئی سبیل نہ تھی کیوں کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت کو سلسلہ قطعاً بند ہو چکا تھا، اعلان عام ہے کہ: "لا هجرة بعد الفتح" "فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں۔" اس اعلان پر سختی سے عمل ہوا۔

سیدنا صفوان بن امیہؓ نے بہ حالت کفر غزوہ حنین میں شرکت کی تھی۔ رسول اللہﷺ کے چچا سیدنا عباسؓ کے مہمان کی حیثیت سے کچھ دن مدینہ طیبہ میں رہے تھے، لیکن چونکہ اسلام لائے فتح مکہ کے بعد انہیں ہجرت کی اجازت نہیں دی گئی۔ مدینہ طیبہ کے واپسی کے کچھ دن بعد انہوں نے اسلام کا اعلان کیا اور تمام مال و متاع لے کر بہ نیت ہجرت مدینہ طیبہ حاضر ہوئے لیکن رسول اللہﷺ نے انہیں مکہ واپس کر دیا۔

صرف ایک صاحب کی مثال ہے کہ ان کی ہجرت قبول کرنے پر سیدنا عباسؓ نے رسول اللہﷺ کو قسم دی تھی تو آپؐ نے فرمایا تھا کہ: "میں محض اپنے چچا کی قسم پوری کر رہا ہوں ورنہ فتح کے بعد ہجرت نہیں۔"

ایسی صورت میں یہ امر ناگزیر ہے کہ سیدنا معاویہؓ کو حقیقی معنی میں مہاجر تسلیم کیا جائے کیونکہ مدینہ منورہ میں آپؓ کا قیام ناقابل تردید مسلمات میں سے ہے اور صرف قیام مدینہ نہیں بلکہ آپؓ کو کتابت وحی بھی سپرد تھی۔

مزید آگے پڑھیئے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ رسول اللہﷺ نے مہاجرین اور انصار کے درمیان مواخاۃ قائم فرمایا تھا۔ اب اگر سیدنا معاویہؓ مہاجر نہ ہو تو آپؓ کے مواخات کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، حالانکہ:

قاضی محمد سلیمان منصور پوری نے مواخاۃ مدینہ کا ایک نقشہ پیش کیا ہے، اس فہرست میں چوبیسویں نمبر پر سیدنا معاویہؓ کو ذکر ہے کہ انصار میں سے آپؓ کے بھائی سیدنا حتات بن بشیرؓ ہیں۔

سیدنا معاویہؓ کا عمرۃ القضاء سے پہلے اسلام لانا صرف ایک دو کتابوں نے نہیں لکھا ہے۔ بلکہ اکثر کتب تواریخ میں یہ الفاظ موجود ہیں ملاحظہ فرمائیے۔

امام ذھبیؒ نے ''سیر اعلام النبلاء'' میں۔ حافظ ابن کثیرؒ نے ''البدایہ والنھایۃ'' میں۔

علامہ ابن سعدؒ نے ''الطبقات الکبریٰ'' میں، امام بغدادیؒ نے ''تاریخ بغداد'' میں،

امام ابن عساکرؒ نے ''تاریخ مدینہ دمشق'' میں اور قانع بغدادیؒ نے ''معجم الصحابہ'' میں،

امام احمد بن حنبلؒ نے ''کتاب فضائل الصحابہؓ'' میں، یوسف المزیؒ نے ''تہذیب الکمال'' میں،

ابن عبدالبرؒ ''الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب'' میں، شہاب الدینؒ ''ارشاد الساری شرح بخاری'' میں

اور ابن حجر عسقلانیؒ ''الاصابہ فی تمیز الصحابہؓ'' میں اور ابن اثیر جزریؒ ''اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابہ'' میں وضاحت کے ساتھ لکھا ہے۔ ان سے بھی کئی زیادہ کتب میں آپ کو اس تفصیل کے ساتھ ملے گا۔

دورِ جدید کی کتب نے بھی یہی حوالہ درج کیا ہے۔

مولانا عبدالشکور لکھنویؒ نے ''کشف الغطاء'' میں، مفتی محمد تقی عثمانی نے ''سیدنا معاویہؓ اور تاریخی حقائق'' میں،

مولانا محمد نافع صاحب جھنگ نے ''سیرت سیدنا معاویہؓ'' میںؒ، مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقیؒ ''سیدنا معاویہؓ'' میں،

حکیم محمود احمد ظفر صاحب ''حالاتِ سیدنا معاویہؓ'' میں، سید علی احمد عباسی ''سیدنا معاویہؓ کی سیاسی زندگی'' میں،

مفتی احمد یار خان نعیمی ''حضرتِ معاویہؓ'' میں۔ پروفیسر طاہر الہاشمی تذکرہ سیدنا معاویہؓ میں،

مولانا محمد علی نقشبندی ''علمی محاسبہ'' میں۔ پروفیسر اظہر محمود ''سیرت سیدنا معاویہؓ تاریخ کے آئینے میں''

پروفیسر ڈاکٹر سراج الاسلام حنیف نے ''انبیائے عظام اور صحابہ کرامؓ پر اعتراضات کا علمی جائزہ'' میں اس کے علاوہ اور بہت سی بے شمار کتب میں یہ موجود ہے۔

علامہ محمد ظفر اقبال صاحب دامت برکاتہم نے ''ازالہ شبہات'' میں تفصیل سے بحث کی ہے:

''کہ سیدنا معاویہؓ عمرۃ القضاء سے پہلے اسلام لے آئے''۔

رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے وقت سارے مکہ میں صرف سترہ (۱۷) افراد لکھنا پڑھنا جانتے تھے،
ان میں تین شخص سیدنا ابوسفیانؓ بن حرب، سیدنا یزید بن ابی سفیانؓ اور سیدنا معاویہؓ بھی تھے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کی ذہنی اور فکری اور عملی خوبیوں سے کتابتِ وحی کیلئے مامور فرمایا تھا۔ جو وحی آپؐ پر نازل ہوتی تو اسے قلمبند فرماتے اور جو خطوط و فرامین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار سے جاری ہوتے انہیں بھی تحریر فرماتے۔ وحی خداوندی لکھنے کی وجہ سے آپؓ کو کاتب وحی کہا جاتا ہے۔
علامہ ابن حزمؒ اس کو یوں بیان فرماتے ہیں: (یہی الفاظ تاریخ یعقوبی نے بھی نقل کیے ہیں)
''و کان کتابه الذین یکتبون الوحی و الکتب و العهود، علیؓ بن ابی طالب، و عثمانؓ ابن عفان، و عمروؓ بن ابی العاص بن امیه و معاویة بن ابی سفیان رضی الله عنهما و شرحبیلؓ بن حسنة............''
اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتبین جو آپؐ کے لئے وحی، مراسلات، معاہدات اور مواثیق وغیرہ لکھا کرتے تھے وہ علیؓ بن ابی طالبؓ، عثمانؓ بن عفانؓ، عمروؓ بن العاص، معاویہ بن ابی سفیانؓ اور شرحبیلؓ بن حسنہ... تھے۔ (91)
حافظ ابن کثیرؒ ان کو یوں بیان فرماتے ہیں:
''خال المؤمنین کاتب وحی رسول الله ورب العالمین صلی الله علیه وسلم''
''سیدنا معاویہؓ مؤمنوں کے ماموں اور رسولؐ اللہ اور رب العالمین کے کاتبِ وحی تھے۔'' (92)
علامہ ابن حجر مکیؒ نے یوں تفصیل بیان فرمائی ہے: ''سیدنا معاویہؓ عنہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب تھے۔''
ابو نعیمؒ نے کہا ہے:
''سیدنا معاویہؓ رسولِ خدا کے کاتبوں میں سے تھے۔ اور عمدہ کتابت کرتے تھے۔ فصیح اور بردبار اور باوقار تھے۔''
اور مدائنیؒ نے کہا ہے کہ:
''سیدنا معاویہؓ ان تحریرات کو لکھا کرتے تھے جو آنحضرات صلی اللہ علیہ وسلم اور اہلِ عرب کے درمیان میں ہوتی تھیں۔ اس میں وحی اور غیر وحی شامل ہے۔'' پس وہ رسولِ خدا کے امین تھے۔ وحی الٰہی پر یہ رتبہ بلند ان کے لئے بس (کافی) ہے۔ اسی وجہ سے قاضی عیاضؒ نے نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے معاذ بن عمرانؒ سے پوچھا کہ عمر بن عبد العزیزؒ اور سیدنا معاویہؓ میں کیا فرق تھا؟ معاذؒ کو یہ سن کر غصہ آ گیا اور انہوں نے کہا کہ نبیؐ کے اصحاب پر کسی کا قیاس نہیں ہو سکتا۔
سیدنا معاویہؓ آنحضرتؐ کے صحابی تھے۔ آپؐ کے سرالی رشتہ دار تھے۔
آپؐ کے کاتب تھے اور وحی الٰہی پر آپؐ کے امین تھے۔ (93)

"کنت العب فدعانی رسول اللہ ﷺ، فقال: ادع لی معاویة و کان یکتب الوحی۔" (94)

"میں کھیل رہا تھا کہ جناب رسول اللہ نے مجھے بلایا اور فرمایا: معاویہ کو بلا لاو۔ اور معاویہؓ وحی کی کتابت کرتے تھے۔"

روایات میں آتا ہے کہ یہ ذمہ دارانہ منصب رسول اللہ نے آپ کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے عطا فرمایا تھا۔

چنانچہ حافظ ابن کثیرؒ نے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ جبرائیل امین بارگاہ رسالت میں تشریف لائے اور عرض کیا:

"یا محمد! اقرأ معاویة السلام، واستوص به خیراً فانه امین اللہ علی کتابه و وحیه و نعم الامین۔"

اے محمدؐ! معاویہ کو سلام کہئے اور اس کو نیکی کی تلقین کیجئے، کیوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کی وحی کے امین ہیں اور بہترین امین ہیں۔ (95)

حافظ مقدسیؒ فرماتے ہیں کہ:

"و معاویةؓ خال المؤمنین و کاتب وحی اللہ و أحد الخلفاء المسلمین۔"

معاویہؓ مومنوں کے ماموں، کاتب وحی اور مسلمان خلفاء میں سے تھے۔ (96)

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں:"

و کان زید بن ثابتؓ من ألزم الناس لذلك، ثم تلاه معاویةؓ فکان ملازمین للکتابة بین یدیه ﷺ فی الوحی و غیر ذلك، لاعمل لهما غیر ذالك۔"

"نبی کریمؐ کے کاتبین وحی میں سے سب سے زیادہ زید بن ثابتؓ آپ کی خدمت میں حاضر رہے اور اس کے بعد دوسرا درجہ معاویہؓ کا تھا، یہ دونوں دن رات آپؐ کے ساتھ لگے رہتے اور اس کے سوا کوئی کام نہ کرتے تھے۔ (97)

انیس ذکریا نصولی ان کو یوں بیان فرماتے ہیں:

''سیدنا معاویہؓ اسلام لے آئے تو کاتب وحی مقرر ہوئے اور آپؓ رسول اللہ کے معتمد خاص تھے۔'' (98)

امام ابن عبد البرؒ نے ''الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب'' میں، ابن حجر عسقلانیؒ نے ''الاصابۃ فی تمیز الصحابہؓ'' میں،
جلال الدین سیوطیؒ نے ''تاریخ الخلفاء'' میں، علامہ ذہبیؒ نے ''سیر اعلام النبلاء'' میں،
ابن اثیر جزریؒ نے ''اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابۃ'' میں، الکرمانی نے ''شرح صحیح بخاری'' میں،
البلاذریؒ نے ''فتوح البلدان'' میں، خطیب بغدادؒ نے ''تاریخ بغداد'' میں،
ابن حجر عسقلانیؒ نے ''تقریب التہذیب'' میں، علامہ ذہبیؒ نے ''تاریخ اسلام'' میں،
برھان الدین الحلبیؒ نے ''السیرۃ الحلبیہ'' میں، علامہ قسطلانیؒ نے ''الناھیۃ'' میں،
شاہ ولی اللہؒ نے ''ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء'' میں، خطیب تبریزیؒ ''الاکمال فی اسماء الرجال'' میں،
قانع بغدادیؒ نے ''معجم الصحابہؓ'' میں، محمد بن علی بن طباطبائی نے ''الاداب السلطانیہ'' میں اور
شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ نے ''منہاج السنۃ'' میں، علامہ ابن القیمؒ ''زاد المعاد'' میں، مجمع الزوائد میں۔
سب کے سب اکابرؒ نے سیدنا معاویہؓ کے کاتبِ وحی کا ہونے کا اقرار کیا ہے۔
عہدِ حاضر کی کتب بھی ملاحظہ فرمائیں۔ انہوں نے بھی سیدنا معاویہؓ کو کاتبِ وحی لکھا ہے۔
شیخ ذکریاؒ نے ''لامع الدراری شرح ترمذی'' میں، شیخ الاسلام مفتی تقی عثمانی نے ''سیدنا معاویہؓ اور تاریخی حقائق'' میں،
مفتی محمد رفیع عثمانی نے ''کتابت حدیث'' میں، عبد الرحمٰن مبارکپوریؒ نے ''تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی'' میں،
ضیاء الرحمٰن فاروقیؒ نے ''خطبات سیرت'' میں، شاہ معین الدین ندویؒ نے ''تاریخ اسلام'' میں اور
''سیر الصحابہؓ'' میں اور بھی بہت سے علماء کرام نے یہ بیان کیا ہے کہ سیدنا معاویہؓ وحی کے کاتب تھے۔ (99)

ایک بار سیدنا عمر فاروقؓ کے سامنے سیدنا معاویہؓ کی برائیاں بیان کی گئی تو آپؓ نے فرمایا کہ:

"دعونا من ذمّ فتىً من قريش ، من يضحك فى الغضب ، ولا ينال ما عنده الا على الرضا ولا يؤخذ ما فوق رأسه الا من تحت قدميه۔" (100)

"قریش کی اس جوان کی برائی مت کرو جو غصہ کے وقت ہنستا ہے اور جو کچھ اس کے پاس ہے بغیر اس کی رضامندی کے حاصل نہیں کیا جا سکتا، اور اس کے سر پر رکھی ہوئی کوئی چیز حاصل کرنا چاہو تو اس کے قدموں میں جھکنا پڑے گا۔ (یعنی انتہائی غیور اور شجاع ہیں)

سیدنا عمرؓ سے یہ بھی منقول ہے کہ آپؓ نے فرمایا:

"ایاکم والفرقة بعدی، فان فعلتم فاعلموا أن معاوية بالشام۔"

لوگو! میرے بعد فرقہ بندی سے بچو اور اگر تم نے ایسا کیا تو جان لو کہ معاویہؓ شام میں موجود ہیں۔ (101)

سیدنا عبداللہ بن عباسؓ نے ایک مرتبہ سیدنا معاویہؓ کے بارے میں فرمایا تھا:

"أصاب انه فقيه" وہ صحیح ہیں، بے شک وہ ایک فقیہ ہیں۔ (102)

سیدنا عمیر بن سعد الانصاریؓ صحابی رسولؐ ہیں۔ نہایت متقی و پرہیزگار۔ آپؓ سیدنا عمرؓ کے عہد خلافت میں حمص کے گورنر تھے۔ بعض وجوہات کے بناء پر سیدنا عمر فاروقؓ نے انہیں معزول کر کے آپؓ کی جگہ سیدنا معاویہؓ کو وہاں کا والی مقرر فرما دیا۔ کچھ لوگو کے دلوں میں شاید کچھ ملال پیدا ہوا تو سیدنا عمیرؓ نے انہیں تسلی دیتے ہوئے فرمایا:

"لا تذكروا معاوية الا بخير، فانى سمعت رسولّ الله يقول: اللهم اهده۔" (103)

یعنی سیدنا معاویہؓ کا ذکر خیر و خوبی سے کرو، کیونکہ میں نے سرکار دو عالم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ:

"اے اللہ! انہیں ہدایت مرحمت فرما۔"

سیدنا قبیصہ بن جابرؓ فرمایا کرتے تھے:

"ما رأيت رجلاً اثقل حلماً، ولا ابطاء جهلا ولا ابعد اناة منه۔"

"میں نے سیدنا معاویہؓ سے زیادہ حوصلہ مند، جہالت سے بہت دور بڑا باوقار اور بردبار اور کوئی نہیں دیکھا۔"

"ما رأیت احدًا اعظم حلماً ولا اکثر سوددًا ولا بعد اناة ولا الین مخرجا ولا ارحب باعا بالمعروف من معاویۃ۔"

"میں نے کوئی آدمی ایسا نہیں دیکھا جو سیدنا معاویہؓ سے بڑھ کر بردبار، ان سے بڑھ کر سیادت کا لائق، ان سے زیادہ باوقار، ان سے زیادہ نرم دل اور نیکی کے معاملہ میں ان سے زیادہ کشادہ دست ہو۔" (104)

سیدنا معاویہؓ کے بارے میں سیدنا عمرو بن العاصؓ نے کہا تھا:

''میں نے معاویہؓ سے بڑھ کر کسی کے اندر سیادت وسرداری کی اہلیت نہیں دیکھی۔''

یہ سن کر جبلہ بن سحیم نے پوچھا: ''سیدنا عمر فاروقؓ میں بھی نہیں؟'' آپؓ نے جواب دیا:

''سیدنا عمر فاروقؓ سیدنا معاویہؓ سے افضل تھے لیکن سیادت کی صلاحیت سیدنا معاویہؓ میں زیادہ تھی۔

سیدنا معاویہؓ کے عہد خلافت میں آپؓ کے ملکی نظم ونسق کے بارے میں خبر الامت سیدنا عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا تھا:

''ما رأیت احدًا کان أخلق للملك من معاویۃؓ۔''

''ملکی نظم ونسق میں سیدنا معاویہؓ سے بڑھ کر زیادہ موزوں شخص میں نے نہیں دیکھا۔''

حکمرانی کی لیاقت سیدنا معاویہؓ سے بڑھ کر میں نے کسی میں نہیں دیکھی۔ (105)

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ فرماتے ہیں:

"مارأیت بعد عثمانؓ اقضیٰ بحق هذا الباب۔"

''میں نے سیدنا عثمانؓ کے بعد آپؓ سے (سیدنا معاویہؓ) سے زیادہ صحیح فیصلہ کرنے والا کسی کو نہیں دیکھا۔'' (106)

سیدنا عبداللہ بن عمرؓ سیدنا معاویہؓ کی حکمرانی اور سیاست کو دیکھ کر فرمایا کرتے تھے:

''مارأیت احداً بعد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اسود من معاویۃ''

''میں نے حضورؐ کے بعد کسی کو معاویہؓ سے بڑھ کر بہتر حکمران نہیں دیکھا۔'' (107)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''مارأیت احداً اشبه الصلوٰۃ برسول اللّٰہ من امامکم هذا یعنی معاویۃ''

''میں نے تمھارے اس امام یعنی معاویہؓ سے زیادہ کسی کو رسولؐ اللہ کے مشابہ نماز پڑھتے نہیں دیکھا۔'' (108)

"ایھا الناس لا تکرھوا امارۃ معاویۃؓ فانکم لو فقدتموہ رأیتم الرؤوس تندر عن کواھلھا کأ نھاالحنظل۔"

''لوگو! تم سیدنا معاویہؓ کی امارت کو ناپسند مت کرو کیونکہ اگر یہ تمھارے اندر سے اٹھ جائیں (اگر تم نے انہیں گم کر دیا) تو دیکھو گے کہ سر اپنے شانوں سے اس طرح کٹ کٹ کر گریں گے جس طرح حنظل کا پھل اپنے درخت سے ٹوٹ کر گرتا ہے۔'' (109)

سیدنا معاویہؓ دراز قد اور خوبصورت آدمی تھے رنگ سرخ سفید تھا۔ اور آپ کے دیکھنے سے لوگوں پر ہیبت طاری ہو جاتی تھی۔ سیدنا عمر فاروقؓ آپ کو دیکھ کر فرماتے: ''یہ عرب کے کسریٰ ہیں۔'' (110)

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ فرماتے تھے:

''تذکرون کسریٰ وقیصر ودھاء ھما وعند کم معاویۃ''

''آپ لوگ تو کسریٰ وقیصر کی سیاست وتدبر کو یاد کرتے ہو، حالانکہ آپ میں سیدنا معاویہؓ موجود ہیں۔'' (111)

ان چند روایات سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ صحابہ کرامؓ آپؓ کے متعلق کیا رائے رکھتے تھے؟ اور ان کی نگاہ میں آپؓ کا مرتبہ کیا تھا؟

(1)۔علامہ محمد بن سعدؒ،طبقات بن سعد،اردو ترجمہ عبداللہ العمادی،کراچی،نفیس اکیڈمی،1994ء،صفحہ 102 جلد نمبر 1

(2)۔الطبری،محمد بن جریرؒ،تاریخ طبری اردو ترجمہ سید حیدر علی،کراچی نفیس اکیڈمی،1982ء،صفحہ 48 جلد نمبر 1

(3)۔علامہ محمد بن سعدؒ،طبقات بن سعد،اردو کراچی،نفیس اکیڈمی،س ن،صفحہ 114 جلد نمبر 1

(4)۔البلاذری،احمد بن یحییٰ،انساب الاشراف،بیروت،دارالفکر،1417ھ،1996ء،صفحہ 9،جلد نمبر 5

(5)۔علامہ اقبالؒ،شکوہ،بانگِ درا،کراچی،شعیب بک سینٹر،2004ء،صفحہ 104

(6)۔امام بن عساکرؒ،تاریخ مدینہ دمشق،بیروت،دارالفکر،طبع اوّل 1997ء،صفحہ 55 جلد نمبر 59

(ii)۔حافظ ابن کثیرؒ،البدایہ والنھایہ،بیروت،مکتبہ المعارف 1966ء،صفحہ 117،جلد نمبر 8

(iii)۔ابوطلحہ محمد اصغر مغل،اردو ترجمہ تاریخ ابن کثیرؒ،کراچی،دارالاشاعت،2004ء،صفحہ 595،جلد نمبر 4،حصہ نمبر 8

(7)۔مجدالدین فیروز آبادی،القاموس المحیط،بیروت،دارلکتاب العربی،س ن،صفحہ 725،جلد نمبر 2

(ii)۔طبرانی،المعجم الوسیط،بیروت،دارالفکر،1972ء،صفحہ 638،جلد نمبر 2

(iii)۔لویس معلوف الیسوعی،المنجد فی اللغۃ والادب والعلوم،بیروت،دارالمشرق،1973ء،صفحہ نمبر 539

(8)۔مرتضیٰ زبیدی،تاج العروس،بیروت،دارصادر،1966ء،صفحہ 259،جلد نمبر 10

(ii)۔مجدالدین فیروز آبادی،القاموس المحیط،بیروت،دارلکتاب العربی،س ن،صفحہ 1725 جلد نمبر 22

(9)۔امام ابن اثیرؒ،اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابہؓ،بیروت،دارالمعرفہ،س ن،صفحہ 311-301،جلد نمبر 4

(10)۔مسلم بن حجاج القشیریؒ،صحیح مسلم،ترکی،المکتبہ الاسلامیہ،س ن،کتاب الادب، 14-(2139)

(11)۔ابن قانع البغدادیؒ،معجم الصحابہؓ،الریاض،مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز،1998ء،صفحہ ۲۸۰۸-۲۷۷۶،جلد نمبر 13

(12)۔ابن عبدالبرؒ،الاستیعاب،بیروت،دارالجلیل،1992ء،1412ھ،صفحہ 1425-1413،جلد نمبر 3

(13)۔ابن حجر عسقلانیؒ،الاصابہؓ،بیروت،دالکتب العلمیہ،2002ء،1423ھ،صفحہ 129-115،جلد نمبر 6

(14)۔ابن الاثیرؒ،اسد الغابۃ فی الصحابۃ،بیروت،داراحیاء التراث العربی،1966ء،1416ھ جلد نمبر 16

(15)۔ابن حبانؒ،تاریخ الصحابہؓ،بیروت،دارالکتب العلمیہ،1988ء،1408ھ،صفحہ 231

(16)۔امام الترمذیؒ،تسمیۃ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم،بیروت،دارالجنان،1406ھ،1986ء،صفحہ 89

(17)۔ابن عساکرؒ،تاریخ مدینہ دمشق،بیروت،دارالفکر 1418ھ،1997ء،صفحہ 306-13،جلد نمبر 59

(18)۔الذھبیؒ،سیر اعلام النبلاء،بیروت،موسسۃ الرسالۃ،1982ء،1402ھ،صفحہ 120،جلد نمبر 3

(iv)۔ابن قانع بغدادی، معجم الصحابہ، ریاض سعودیہ، مکتبہ نزار، 1998ء، صفحہ 1025، جلد نمبر 13

(19)۔سیوطیؒ، جلال الدین، تاریخ الخلفاء، کراچی، نفیس اکیڈمی، 1983ء، صفحہ 195، اردو ترجمہ اقبال الدین احمد

(ii)۔جمال الدین المزیؒ، تہذیب الکمال، بیروت، موسسۃ الرسالۃ، س ن، صفحہ 187-186، جلد نمبر 28

(iii)۔احمد بن یعقوبؒ، تاریخ یعقوبی، بیروت، دار صادر، س ن، صفحہ 216

(20)۔ابن حجر عسقلانی، الاصابۃ فی تمیز الصحابہؓ، بیروت، دار الکتب العلمیہ، 2002ء، صفحہ 120، جلد نمبر 6

(21)۔ابن کثیرؒ، البدایہ والنھایہ، بیروت، مکتبہ المعارف، 1966ء، صفحہ 186، جلد نمبر 8

(22)۔محمد بن اسماعیل البخاری، الجامع صحیح البخاری، کراچی، ایچ ایم سعید، رقم: 4280

(23)۔محمد اویس، السیرۃ النبویۃ، مکۃ مکرمہ، الجامعۃ الاسلامیۃ، ص 245

(24)۔عبد الرزاق، المصنف، کراچی، ادارۃ العلوم الاسلامیہ، ص 376 جلد نمبر 5

(25)۔ابن سید الناس، عیون الاثر، بیروت، مکتبۃ الفکر، ص 228 جلد نمبر 2

(26)۔مسلم، صحیح مسلم، کراچی، ایچ ایم سعید کتب خانہ، ص 104 جلد نمبر 2

(ii)۔حافظ ابن کثیرؒ، البدایہ والنھایہ، بیروت، دار المعرفہ، 1966ء، ص 290 جلد نمبر 4

(iii)۔ابن سعدؒ، طبقات، بیروت، دار الجلیل، ص 98 جلد نمبر 2

(27)۔ابن اثیرؒ، اسد الغابۃ، بیروت، دار صادر، ص 216 جلد نمبر 5

(ii)۔ابن عبد البرؒ، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، بیروت، دار صادر، ص 86 جلد نمبر 4

(28)۔ڈاکٹر محمد حمید اللہ، محمد رسول اللہ، اسلام آباد، ادارہ تحقیقات اسلامی، ص 48

(29)۔ابن حجر عسقلانیؒ، الاصابۃ فی تمیز الصحابہؓ، بیروت، دار الکتب العلمیہ، 2002ء، صفحہ 21، جلد نمبر 1

(30)۔حافظ ابن کثیرؒ، البدایہ والنھایہ، بیروت، دار المعرفہ، 1966ء، ص 304 جلد نمبر 4

(ii)۔کنز العمال، کتاب الغزوات، کراچی، ادارۃ القرآن، ص 297 جلد نمبر 5

(31)۔ابن عبد البرؒ، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، بیروت، دار صادر، ص 183 جلد نمبر 2

(ii)۔ابن اثیرؒ، اسد الغابۃ، بیروت، دار صادر، ص 12 جلد نمبر 3

(32)۔حافظ ابن کثیرؒ، البدایہ والنھایہ، بیروت، دار المعرفہ، 1966ء، ص 30 جلد نمبر 5، ص 49 جلد نمبر 8

(33)۔امام مالکؒ، موطا امام مالکؒ، مکہ، المکتبۃ الاسلامیہ، ص 308

(34)۔حافظ ابن کثیرؒ، البدایہ والنھایہ، بیروت، دار المعرفہ، 1966ء، ص 11-7 جلد نمبر 8-7

(36)۔ابن حجر عسقلانیؒ،الاصابۃ فی تمیز الصحابہؓ،بیروت،دارالکتب العلمیہ،2002ء،صفحہ 335-332،جلد نمبر 3

(37)۔ابن اثیرؒ،اسد الغابۃ،بیروت،داراحیاء التراث العربی،1996ء،1417ھ،صفحہ 11-10،جلد نمبر 3

(ii)۔ابن قانع البغدادی،معجم الصحابہؓ،ریاض مکتبہ نزار مصطفیٰ،1998ء،صفحہ 461-459،جلد نمبر 7

(38)۔ابن عساکرؒ،تاریخ مدینہ دمشق،بیروت،دارالفکر،1995ء،جلد نمبر 23،صفحہ 474-421

(39)۔ابن حجر عسقلانیؒ،الاصابہؓ،بیروت،دارالکتب العلمیہ،2002ء،1423ھ،صفحہ 347-346،جلد نمبر 8

(40)۔ابن اثیرؒ،اسد الغابۃ،بیروت داراحیاء التراث العربی،1996ء،1417ھ،صفحہ 317-316،جلد نمبر 7

(ii)۔ابن عبد البرؒ،الاستیعاب،بیروت،دارالجلیل،1412ھ،1992ء،صفحہ 3-1922،جلد نمبر 4

(41)۔ابن عساکرؒ،تاریخ مدینہ دمشق،بیروت،دارالفکر،1419ھ،1998ء،صفحہ 174،جلد نمبر 70

(ii)۔ابن حجر مکیؒ،تطہیر الجنان،اردو ترجمہ لکھنویؒ،ملتان،مکتبہ امدادیہ،س ن،1998ء،صفحہ 21

(42)۔ابن حجر عسقلانیؒ،الاصابہؓ،بیروت،دارالکتب العلمیہ،1423ھ،2002ء،صفحہ 517-516،جلد نمبر 6

(43)۔ابن اثیر جزریؒ،اسد الغابۃ،بیروت،داراحیاء التراث الوی،1996ء،1416ھ،صفحہ 8-307،جلد نمبر 5

(44)۔ابن عساکرؒ،تاریخ مدینہ دمشق،بیروت،دارالفکر،1418ھ،1998ء،صفحہ 254-239،جلد نمبر 65

(45)۔ابن اثیر جزریؒ،اسد الغابۃ،بیروت،داراحیاء التراث العربی،1996ء،صفحہ 58،جلد نمبر 3

(ii)۔ابن حجر عسقلانیؒ،الاصابہ فی تمیز الصحابۃ،بیروت،دارالکتب العلمیہ 2002ء،صفحہ 48،جلد نمبر 5

(iii)۔ابن عبد البرؒ،الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب،بیروت،دارالجلیل،1992ء،صفحہ 26-1025،جلد نمبر 3

(46)۔امام ابن عساکرؒ،تاریخ مدینہ دمشق،بیروت،دارالفکر،1416ھ،1996ء،صفحہ 272-262،جلد نمبر 38

(47)۔موفق الدین المقدسی،انساب القرشیین،بیروت،مکتبہ الحضر اءالعربیہ،1998ء،1408ھ،صفحہ 324

(48)۔ابن اثیر جزریؒ،اسد الغابۃ،بیروت،داراحیاء التراث،1417ھ،1996،صفحہ 324،جلد نمبر 5

(49)۔امام ابن عساکرؒ،تاریخ مدینہ دمشق،بیروت،دارالفکر،1416ھ،1998ء،صفحہ 22-15،جلد نمبر 47

(50)۔موفق الدین المقدس،انساب القرشیین،بیروت،مکتبہ الحضر اءالعربیہ،1998ء،1408ھ،صفحہ 208

(51)۔ابن اثیر جزریؒ،اسد الغابۃ،بیروت داراحیاء التراث العربی،1996ء،صفحہ 2-340،جلد نمبر 5

(52)۔ابن حجر عسقلانیؒ،الاصابۃ،بیروت،دارالکتب العلمیہ،2002ء،1423ھ،صفحہ 142-140،جلد نمبر 8

(ii)۔ابن سعدؒ،طبقات ابن سعد،بیروت،دار صادر،س ن،صفحہ 100-96،جلد نمبر 1

(53)۔ابن عساکرؒ،تاریخ مدینہ دمشق،بیروت،دارالفکر،1998ء،صفحہ 130-153،جلد نمبر 69

(55)۔القرآن،سورہ ممتحنہ 10:

(56)۔ابن حجر عسقلانیؒ،الاصابہ فی تمیز الصحابہ،بیروت،دارالکتب العلمیہ،2002ء،صفحہ 378،جلد نمبر 8

(ii)۔ابن اثیرؒ جزری،اسد الغابہ،بیروت،دار احیاء التراث العربی،1996ء،صفحہ 346،جلد نمبر 8

(57)۔موفق الدین المقدسی،التبیین فی انساب القرشیین،بیروت،مکتبہ الحضراء،1998ء،صفحہ 209

(58)۔ابن حجر عسقلانیؒ،الاصابہ فی تمیز الصحابہ،بیروت،دارالکتب العلمیہ،2002ء،صفحہ 4،جلد نمبر 8

(ii)۔ابن عساکرؒ،تاریخ مدینہ دمشق،بیروت،دارالفکر،1998ء،صفحہ 55،جلد نمبر 69

(59)۔موفق الدین المقدسیؒ،التبیین فی انساب القرشیین،بیروت،مکتبہ الحضراء العربیہ،1988ء،صفحہ 209

(ii)۔ابن حجر عسقلانیؒ،الاصابہ فی تمیز الصحابہ،بیروت،دارالکتب العلمیہ،2002ء،صفحہ 345،جلد نمبر 8

(60)۔امام ابن عساکرؒ،تاریخ مدینہ دمشق،بیروت،دارالفکر،1998ء،صفحہ 87-85،جلد نمبر 69

(ii)۔ابن حجر عسقلانیؒ،الاصابہ فی تمیز الصحابہ،بیروت،دارالکتب العلمیہ،2002ء،صفحہ 75،جلد نمبر 8

(61)۔موفق الدین المقدسیؒ،التبیین فی انساب القرشیین،بیروت،مکتبہ الحضراء العربیہ،1988ء،صفحہ 209

(62)۔امام ابن عساکرؒ،تاریخ مدینہ دمشق،بیروت،دارالفکر،1998ء،صفحہ 154-153،جلد نمبر 69

(63)۔ابی جعفر الطبریؒ،تاریخ الامم والملوک،بیروت،دارالمعرفۃ،1987ء،صفحہ 34،جلد نمبر 6

(ii)۔ابن کثیرؒ،البدایہ والنہایہ،بیروت،مکتبہ المعارف،1966ء،صفحہ 145-144،جلد نمبر 8

(64)۔ابن عساکرؒ،تاریخ مدینہ دمشق،بیروت،دارالفکر،1998ء،صفحہ 134-130،جلد نمبر 70

(ii)۔ابن کثیرؒ،البدایہ والنہایہ،بیروت،مکتبہ المعارف،1966ء،صفحہ 145-144،جلد نمبر 8

(65)۔ابن اثیرؒ،التاریخ الکامل،اردو ترجمہ جمیل الرحمٰن،کراچی،نفیس اکیڈمی،س ن،خلافت بنو امیہ،صفحہ 106

(ii)۔ابن حجر عسقلانیؒ،الاصابہ فی تمیز الصحابہ،بیروت،دارالکتب العلمیہ،2002ء،صفحہ 2570،جلد نمبر 8

(iii)۔ابن کثیرؒ،البدایہ والنہایہ،بیروت،مکتبہ المعارف،1966ء،1998ء،صفحہ 50-144،جلد نمبر 8

(66)۔ابن عساکرؒ،تاریخ مدینہ دمشق،بیروت،دارالفکر،1998ء،صفحہ 8-6،جلد نمبر 70

(67)۔ابن حجر عسقلانیؒ،الاصابہ فی تمیز الصحابہ،بیروت،دارالکتب العلمیہ،2002ء،صفحہ 297،جلد نمبر 8

(ii)۔ابن عساکرؒ،تاریخ مدینہ دمشق،بیروت،دارالفکر،1998ء،صفحہ 54،جلد نمبر 70

(iii)۔ابن کثیر الدمشقی،البدایہ والنہایہ،بیروت،دارالریان،1988ء،صفحہ 467،جلد نمبر 11

(68)۔ابن عساکرؒ،تاریخ مدینہ دمشق،بیروت،دارالفکر،1998ء،صفحہ 135،جلد نمبر 70

(iii)۔نبیہ عاقل، تاریخ خلافۃ بنی امیہ، بیروت، دار الفکر، 1975ء، صفحہ 129

(69)۔ماہنامہ بنات عائشہ رضی اللہ عنھا، ربیع الاوّل 1426ھ، اپریل 2005ء، صفحہ 18، جلد نمبر 19

(ii)۔بلال زبیری، فاران سے کربلا تک، جھنگ ادبی اکیڈمی، 1969ء، صفحہ 10

(70)۔علامہ محمد بن سعدؒ، طبقات ابن سعد، عبداللہ العمادی، کراچی نفیس اکیڈمی، 1949ء، صفحہ 4-103، جلد نمبر 1

(71)۔ندوی شاہ معین الدین، تاریخ اسلام، کراچی، غضنفر اکیڈمی، 1975ء، صفحہ 15، جلد نمبر 2

(72)۔علامہ محمد بن سعدؒ، طبقات ابن سعد، کراچی نفیس اکیڈمی، 1949ء، صفحہ 37-113، جلد نمبر 1

(73)۔ندوی شاہ معین الدین، تاریخ اسلام، کراچی، غضنفر اکیڈمی، 1975ء، صفحہ 17-15، جلد نمبر 2

(74)۔ندوی شاہ معین الدین، تاریخ اسلام، کراچی، غضنفر اکیڈمی، 1975ء، صفحہ 18، جلد نمبر 2

(75)۔ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، بیروت، دار احیاء التراث، س ن، صفحہ 169-149، جلد نمبر 4

(ii)۔ابو عمر خلیفہ بن حیاط، تاریخ خلیفہ بن خیاط، بیروت، دار القلم، 1397ھ، صفحہ 97

(iii)۔القرطبی، الاستیعاب، حیدر آباد دکن، مکتبہ ہند، س ن، صفحہ 506، جلد نمبر 2

(iv)۔ابن حزمؒ، جوامع السیرۃ، اردو ترجمہ محمد سردار احمد، کراچی، مجلس نشریات، 1990ء، صفحہ 57-55

(76)۔ابو عمر یوسف القرطبی، الاستیعاب، حیدر آباد دکن، مکتب ہند، س ن، صفحہ 483، جلد نمبر 2

(77)۔ابن کثیرؒ، البدایہ والنھایہ، بیروت، دار الفکر، 1429ھ، صفحہ 169، جلد نمبر 7

(78)۔ابن تیمیہؒ، منہاج سنۃ، مصر، موسسۃ القرطبۃ، س ن، 176-175، جلد نمبر 3

(79)۔ابن کثیرؒ، البدایہ والنھایہ، بیروت، مکتبہ المعارف، 1966ء، جلد نمبر 8، صفحہ 120

(80)۔البلاذری، کتاب جمل من النساب الاشراف، بیروت، دار احیاء الراث، 1986ء، صفحہ 529، جلد نمبر 1

(81)۔محمد بن اسماعیل البخاری، جامع صحیح بخاری، بیروت، دار احیاء التراث، 1998ء، کتاب المناقب، رقم 3493

(82)۔ابو عمر یوسف القرطبی، الاستیعاب، حیدر آباد دکن، مکتب ہند، س ن، صفحہ 614-610، جلد نمبر 2

(83)۔البلاذری، کتاب جمل من النساب الاشراف، قاہرہ، دار المعارف، س ن، صفحہ 21، جلد نمبر 5

(ii)۔ابن عساکرؒ، تاریخ مدینہ دمشق، بیروت، دار الفکر، 1995ء، صفحہ 111-110، جلد نمبر 9

(84)۔ابن عبد البرؒ، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، مصر، مکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ، 1939ء، صفحہ 383، جلد نمبر 3

(ii)۔ابن کثیرؒ البدایہ والنھایہ، اردو ترجمہ محمد اصغر مغل، کراچی، دار الاشاعت، 2004ء، صفحہ 608، جلد نمبر 4

(iii)۔ابو یوسف القرطبی، الاستیعاب، حیدر آباد دکن، مکتبہ ہند، س ن، صفحہ 495، جلد نمبر 2

(86)۔علامہ ابن حجر مکیؒ، تطہیر الجنان، اردو ترجمہ عبد الشکور لکھنویؒ، ملتان، مکتبہ امدادیہ، س ن، صفحہ 20-17

(87)۔ابن عساکرؒ، تاریخ مدینہ دمشق، بیروت، دار الفکر، 1995ء، صفحہ 67، جلد نمبر 59

(ii)۔ابن کثیرؒ، البدایہ والنھایہ، بیروت، مکتبہ المعارف، 1966ء، صفحہ۔۔۔۔، جلد نمبر 8

(iii)۔الذھبیؒ، سیر اعلام النبلاء، بیروت، موسسۃ الرسالۃ، 1982ء، صفحہ 120، جلد نمبر 3

(iv)۔ابن سعدؒ، الطبقات، مکۃ المکرمہ، مکتبہ جامعۃ الکبری جامعۃ ام القریٰ، 1410ھ، صفحہ 131، جلد نمبر 1

(v)۔بغدادیؒ، تاریخ بغداد، بیروت، دار الکتاب العربی، 1989ء، صفحہ 308، جلد نمبر 4

(vi)۔قانع بغدادیؒ، معجم الصحابہؓ، بیروت، مکتبہ بزاز، 1998ء، صفحہ 1025، جلد نمبر 13

(vii)۔یوسف المزی، تہذیب الکمال، بیروت، موسسۃ الرسالۃ، س ن، صفحہ 1774ء، جلد نمبر 28

(viii)۔عبد البر، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، بیروت، دار الجلیل، س ن، صفحہ 1414، جلد نمبر 3

(ix)۔ابن حجر عسقلانیؒ، الاصابۃ فی تمیز الصحابہؓ، مصر، مکتبہ التجاریۃ الکبریٰ، 1939ء، صفحہ 412، جلد نمبر 3

(88)۔جمال الدین یوسف، النجوم الزاہرۃ، مصر، دار الکتب المصریہ، 1929ء، صفحہ 154، جلد نمبر 1

(ii)۔علامہ ابن حزمؒ، جوامع السیرہ، بیروت، دار الکتب العلمیہ، 1983ء، صفحہ 26-22

(iii)۔ابن حزم، جوامع سیرۃ اردو ترجمہ محمد سردار احمد، کراچی، مکتبہ علمیہ، 1983ء، صفحہ 58

(89)۔محمد بن اسماعیل البخاری، صحیح بخاری، بیروت، دار الفکر، 1994ء، باب الخلق 1730

(90)۔ابن کثیرؒ، البدایہ والنھایہ، بیروت، دار الفکر، 1429ھ، صفحہ 619، جلد نمبر 8

(91)۔علامہ ابن حجر مکیؒ، تطہیر الجنان، اردو ترجمہ عبد الشکور لکھنویؒ، ملتان، مکتبہ امدادیہ، س ن، صفحہ 24-13

(92)۔انیس ذکریا نصولی، امیر معاویہؓ، اردو ترجمہ عبد الصمد صارم، لاہور، میری لائبریری، 1968ء، صفحہ 7

(93)۔امام عبد البرؒ، الاستیعاب فی معرفۃ الصحاب، بیروت، دار الجلیل، س ن، صفحہ 1416، جلد نمبر 3

(ii)۔جلال الدین سیوطیؒ، تاریخ الخلفاء، اردو ترجمہ اقبال احمد کراچی، نفیس اکیڈمی، 1963ء، صفحہ 196

(iii)۔ابن حجر عسقلانیؒ، الاصابہ فی تمیز الصحابہ، بیروت، دار الکتب العلمیہ، صفحہ 118، جلد نمبر 6

(94)۔امام ذھبیؒ، تاریخ الاسلام، بیروت، دار الجلیل، ص 318 جلد نمبر 2

(95)۔ابن کثیرؒ، البدایہ والنھایہ، بیروت، دار الفکر، 1429ھ، صفحہ 120 جلد نمبر 8

(96)۔حافظ محمد بن قدامہ، لمعۃ الاعتقاد، بیروت، مکتبۃ المویدِ، ص 33

(97)۔ابن حزمؒ، جوامع السیرۃ، لاہور، المکتبۃ الاثریہ، 1981ء، ص 27

(99)۔جلال الدین سیوطیؒ،تاریخ الخلفاء،اردو ترجمہ اقبال احمد کراچی نفیس اکیڈمی،1963ء،صفحہ 196

(iii)۔ابن حجر اعسقلانیؒ،الاصابہ فی تمیز الصحابہ،بیروت،دارالکتب العلمیہ ،صفحہ 118،جلد نمبر 6

(100)۔امام عبدالبرؒ،الاستیعاب فی معرفۃ الصحاب،بیروت،دارالجلیل،1328ء،صفحہ 397،جلد نمبر 3

(101)۔ابن حجر اعسقلانیؒ،الاصابہ فی تمیز الصحابہ،بیروت،دارالکتب العلمیہ ،صفحہ 434،جلد نمبر 1

(102)۔ابن کثیرؒ،البدایہ والنھایہ،بیروت،مکتبہ المعارف،1966ء،صفحہ 111،جلد نمبر 8

(103)۔محمد بن عیسٰی بن سورۃ،سنن ترمذی،بیروت،دارالکتب العلمیہ ،کتاب المناقب،3843

(104)۔الذھبیؒ،سیر اعلام النبلاء،بیروت،موسسۃ الرسالۃ،1402ھ،صفحہ 323،جلد نمبر 2

(105)۔ابن کثیرؒ،البدایہ والنھایہ،بیروت،مکتبہ المعارف،1966ء،صفحہ 295،جلد نمبر 8

(106)۔الذھبیؒ،سیر اعلام النبلاء،بیروت،موسسۃ الرسالۃ،1402ھ،صفحہ 150،جلد نمبر 3

(ii)۔امام بخاریؒ،صحیح بخاری،قاہرہ،دارالریان،صفحہ 140-130،جلد نمبر 7

(107)۔ابن کثیرؒ،البدایہ والنھایہ،مصر،مطبعۃ کردستان العلمیہ،1348ھ،صفحہ 133،جلد نمبر 8

(ii)۔جلال الدین سیوطیؒ،تاریخ الخلفاء،اردو،کراچی مطبع نور محمد،س ن،156

(iii)۔الذھبیؒ،سیر اعلام النبلاء،بیروت،موسسۃ الرسالۃ،1402ھ،صفحہ 150،جلد نمبر 3

(108)۔نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی،مجمع الزوائد،قاہرہ،دارالریان،س ن،صفحہ 357،جلد نمبر 9

(ii)۔ابن حجر مکیؒ،تطہیر الجنان،اردو ترجمہ لکھنویؒ،ملتان،مکتبہ امدادیہ،س ن،صفحہ 52

(iii)۔ابن اثیر جزریؒ،التاریخ الکامل،اردو ترجمہ خلیل الرحمٰن،کراچی نفیس اکیڈمی،س ن،صفحہ 07،جلد نمبر 2

(109)۔حافظ ابن کثیرؒ،البدایہ والنھایہ،بیروت،مکتبہ المعارف،1966ء،صفحہ 630،جلد نمبر 8

(110)۔حافظ جلال الدین سیوطیؒ،تاریخ الخلفاء،اردو اقبال الدین احمد،کراچی نفیس اکیڈمی،س ن،صفحہ 196

(111)۔خالد بن محمد الغیث،مرویات خلافۃ معاویہؓ،جدۃ،دار اندلس،1988ء،صفحہ 430،جلد نمبر 11

فضائل ومناقب، سوانح وحالات زندگی

۱۔ فضائل ومناقب

۲۔ جنتی ہونے کی غیبی بشارت

۳۔ حلم وسخاوت کی شہادت

۴۔ قوی وامین

۵۔ سوانح، حالات زندگی

۶۔ آنحضرت ﷺ سے سیدنا معاویہؓ کا تعلق

۷۔ آنحضرت ﷺ کی دعائیں سیدنا معاویہؓ کے حق میں

۸۔ سیدنا معاویہؓ کے روزمرہ معمولات

۹۔ سیدنا معاویہؓ کے اخلاق واوصاف

۱۰۔ وفات کا تذکرہ مزار کی تفصیل

آنحضرتؐ کے صحابہ کرامؓ، انبیائے کرامؑ کی تعداد کے موافق ایک لاکھ چوبیس ہزار کم وبیش تھی۔ ان میں سے معدودے چند حضرات کے فضائل میں احادیث وارد ہیں، باقی حضرات کے لیے صحابیت کا شرف کافی ہے کہ اس پر وہ فضائل عظیمہ مرتب ہیں جن کے ساتھ کتاب وسنت ناطق ہیں۔ پس اگر کسی صحابی کے فضائل کی احادیث نہ ہوں، یا کم ہوں تو اس سے اس کے شرف ومرتبہ میں کوئی کمی لازم نہیں آتی۔ حضرت معاویہؓ کے چند فضائل ومناقب اور خصوصیات کا ذکر کیا جاتا ہے، جو مسلمانوں کے دلوں میں آپؓ کے شرف رُتبہ کے اضافے کا مؤجب ہوں گے۔

سیدنا معاویہؓ رب العالمین کے نبیؐ کے کاتب وحی ہیں۔ آپؓ کے والد سیدنا ابوسفیانؓ قریش کے سرداروں میں سے تھے اور معرکہ بدر کے بعد آپ اکیلے سردار تھے۔ پھر جب انہوں نے اسلام قبول کیا تو وہ بھی حسن اسلام سے آراستہ ہوگئے اور انہوں نے معرکہ یرموک میں قابل تعریف کارنامے انجام دیئے اور اس سے پہلے اور بعد میں بھی اور سیدنا معاویہؓ رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں رہے۔

عبداللہ بن بسر کا بیان ہے کہ رسول ﷺ نے سیدنا ابوبکر صدیقؓ اور سیدنا عمر فاروقؓ سے کسی معاملہ میں مشورہ طلب کیا اور فرمایا کہ مجھے مشورہ دو اور ان دونوں حضرات نے کہا کہ اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ معاویہؓ کو بلاؤ اور انہیں آپؐ کے پاس بلایا گیا اور جب وہ (سیدنا معاویہؓ) آپؐ کے سامنے کھڑے ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا انہیں اپنے معاملہ میں گواہ بناؤ بلاشبہ یہ قوی اور امین ہیں۔ (1)

جب اسلامی بحریہ سیدنا معاویہؓ نے تشکیل دے دی تو سب سے پہلا حملہ آپؓ نے قبرص پر کیا جس کے بارے میں رسولؐ اللہ کی ایک پیشن گوئی بھی حدیث میں آئی ہے۔ آپؓ نے اس پیشن گوئی کو عملی شکل دی۔

"حجۃ الوداع کے بعد ایک روز رسولؐ اللہ سیدتنا ام حرامؓ زوجہ سیدنا عبادہ بن الصامتؓ کے گھر میں کھانا تناول فرما کر استراحت کی غرض سے لیٹ گئے، سیدتنا ام حرامؓ (جو رشتہ میں آپ کی خالہ لگتی تھیں) نے آپؐ کے سرہانے بیٹھ کر آپؐ کا سر مبارک دیکھنا شروع کیا۔ آپؐ کو نیند آ گئی۔ تھوڑی دیر بعد سیدتنا ام حرامؓ نے دیکھا کی جناب رسولؐ اللہ مسکراتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ سیدتنا ام حرامؓ نے آپؐ سے مسکرانے کا سبب دریافت کیا۔

آپؐ نے فرمایا: "میں خواب میں دیکھا ہے کہ میری امت کے کچھ لوگ سمندر میں جنگ وجہاد کے ارادہ سے اس طرح سوار ہیں جس طرح بادشاہ اپنے تختوں پر بیٹھے ہوتے ہیں۔"

سیدتنا ام حرامؓ نے عرض کی: "یارسولؐ اللہ! دعا فرمایئے کہ میں بھی ان میں شامل ہوں۔"

کے خواب کا اعادہ فرمایا۔ سیدتنا ام حرامؓ نے پھر اپنی شرکت کی دعا کی درخواست کی۔

آپؐ نے فرمایا: "تم پہلی جماعت کے ساتھ ہو۔"

امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں یہ الفاظ نقل فرمائے ہیں۔

"اول جیش من أمتی یغزون البحر قد او جبو۔"

"میری امت کا پہلا لشکر جو بحری لڑائی لڑے گا اس پر جنت واجب ہوگئی۔" (2)

"وجوبِ جنت" کے اس ارشادِ نبوی کا مصداق ہونے کے لئے سیدنا معاویہؓ کے اس بحری فوج میں جلیل القدر صحابہ کرامؓ نے خوشی اور مسرت کے ساتھ شرکت کی۔ ان میں سیدنا ابوذر غفاریؓ، سیدنا ابو درداءؓ، سیدنا شداد بن اوسؓ، سیدنا واثلہ بن اسقعؓ، سیدنا ابو امامہ الباہلیؓ، سیدنا عبداللہ بن بشر مازنیؓ، سیدنا فضائل بن عبداللہؓ، سیدنا فضالہ بن عبید انصاریؓ، سیدنا ایوب انصاریؓ، سیدنا ابو ایوب خالد بن زید کلیب انصاریؓ، سیدنا عمیر بن سعد انصاریؓ، سیدنا عبادہ بن الصامتؓ اور آپؓ کی اہلیہ محترمہ سیدتنا ام حرامؓ بنت ملحان خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اس بحری لشکر کے امیر البحر سیدنا عبداللہ بن قیس الحارثیؓ مقرر کیے گئے۔

سن ۲۸ ھجری میں سیدنا معاویہؓ نے قبرص کی فتح کے لئے اپنے اس بحری بیڑے کو بحر روم میں ڈاخل کیا۔ ادھر سے سیدنا معاویہؓ لشکر لے کر چلے۔ ادھر سے گورنر مصر سیدنا عبداللہ بن سعد بن ابی سرحؓ مصر سے ان کی مدد کے لئے چلے اور دونوں فوجیں آپس میں مل گئیں اور ایک لشکر جرار بن گیا۔ اہل قبرص اس بھاری لشکر کو دیکھ کر خوف زدہ ہو گئے اور ہزار دینار پر صلح کر لی۔ صلح مندرجہ ذیل شرائط پر ہوئی۔

۱۔ اہل قبرص سات ہزار دینار سالانہ جزیہ ادا کریں گے۔

۲۔ مسلمان قبرص کی حفاظت کے ذمہ دار نہیں ہوں گے۔

۳۔ بحری جنگوں میں اہل قبرص اہل اسلام کے دشمن کی نقل و حرکت سے ان کو مطلع کرتے رہا کریں گے۔

قبرص کی یہ جنگ بڑی اہمیت کی حامل تھی کیوں کی جناب رسول اللہؐ نے دو لشکروں کے بارے میں وجوب جنت اور مغفرت کی خوش خبری سنائی تھی۔ پہلے لشکر کے بارے میں فرمایا:

"میری امت کا پہلا لشکر جو بحری لڑائی لڑے گا اس پر جنت واجب ہوگئی۔"

اور دوسرے لشکر کے بارے میں فرمایا: ''اول جیش امتی یغزون مدینة قیصر مغفور لھم۔''

''میری امت کا پہلا لشکر جو مدینہ قیصر (قسطنطنیہ) پر حملہ کرے گا، اس کیلئے اللہ تعالیٰ کے ہاں مغفرت کا پروانہ ہے۔''

سیدنا عثمانؓ کے دور خلافت اور سیدنا معاویہؓ کے دور امارت میں (سن ۲۷ ہجری میں) پورا ہوا اور دوسرا حصہ آپؓ کے دور خلافت میں پایہ تکمیل کو پہنچا۔ پہلے لشکر کی قیادت آپؓ نے بہ نفس نفیس کی اور دوسرے لشکر کی قیادت سن ۵۲ ہجری میں آپؓ کے بیٹے یزید نے کی۔ اسی وجہ سے حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے اس حدیث پر بحث کرتے ہوئے مشہور محدث کا ایک قول نقل کیا ہے:

''اس حدیث میں سیدنا معاویہؓ کی فضیلت و منقبت ثابت ہوتی ہے کیوں کہ انہوں نے سب سے پہلے بحری لڑائی لڑی ہے، اور ان لوگوں کی منقبت ثابت بھی ہوتی ہے جن لوگوں نے پہلے بحری جہاد میں یا دوسری بحری جہاد میں شمولیت اختیار کی۔''

اسی بارے میں کسی مورخ کا اختلاف نہیں کہ مسلمانوں میں سے بحری حملہ سب سے پہلے سیدنا معاویہؓ نے قبرص پر کیا اور وہ جناب رسول اللہ ﷺ کے اولین مصداق ہیں۔ (3)

ابن عساکرؒ نے شعبیؒ کی زبانی لکھا ہے:

عرب میں صرف حسب ذیل چار اشخاص ہوشیار و تجربہ کار پیدا ہوئے۔

(۱)۔ سیدنا معاویہؓ

(۲)۔ سیدنا عمرو بن العاصؓ

(۳)۔ سیدنا مغیرہ بن شعبہؓ

(۴)۔ زیاد ابن ابی سفیان   اور یہ چاروں حسب ذیل صفات میں کامل تھے۔

سیدنا معاویہؓ حلم و عقل میں، عمرو بن العاصؓ مشکلات حل کرنے میں، مغیرہ بن شعبہؓ حادثات اتفاقی پر صاحب ہوش و حواس رہنے میں اور زیاد بھی بہترین عقلمند اور دانا ہیں۔

قبیصہ بن جابر کا بیان ہے:

میں عرصہ تک سیدنا عمر فاروقؓ کے ساتھ رہا میں نے آپؓ سے زیادہ کسی اور کو قرآن و فقہ کا عالم نہیں پایا اور طلحہ بن عبید اللہ کی صحبت میں رہ کر مجھے یقین ہو گیا کہ طلحہؓ سے زیادہ کوئی دوسرا سخی سردار نہیں۔ آپ بغیر سوال کے بخشش کیا کرتے تھے۔ سیدنا معاویہؓ کے ساتھ بھی رہا ہوں یہ سب سے زیادہ بردبار اور عقلمند ہیں۔ (4)

امام شافعیؒ کا قول نقل کیا گیا ہے۔ یہی قول عبد اللہ بن مبارکؒ سے بھی نقل کیا گیا ہے:

''کہ جب ان سے حضرت معاویہؓ و عمر بن عبد العزیزؒ کے باہمی تقابل و فضیلت کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا کہ سیدنا معاویہؓ کے اس گھوڑے کی نتھنوں کی خاک جس پر سوار ہو کر انہوں نے آپ ﷺ کے ساتھ جہاد کیا

شوکت کی حفاظت سرحدات کی مدافعت، لشکر کی اصلاح، دشمن پر غلبہ اور ملکی نظم ونسق، سیاست اور دیگر صلاحیتوں کو دیکھ کر انہیں بہت بڑے بڑے کام سپرد کئے اور صحیح حدیث میں ان کی فقاہت اور ام حرامؓ کی حدیث میں ان کی خلافت کی شہادت دی گئی ہے۔

چنانچہ حضرت معاویہؓ کی قیادت اور حسن سیادت کی بدولت اسلام ایک عالمگیر قوت وطاقت بن گیا اور اسلامی فوجوں نے بحروبر میں اسلام کے جھنڈے لہرائے۔ تاریخِ اسلام میں بحری بیڑوں اور بحری لڑائیوں کا آغاز اور اس طولِ اسلامی کی تاسیس سیدنا معاویہؓ کے ہاتھوں سے ہوئی۔

ابوبکر الاثرم اور ابن طبریؒ نے متعدد طرق سے حضرت قتادہؒ کا قول نقل کیا ہے:

"لو اصبحتم فی مثل عمل معاویة لقال اکثر کم هذا المهدی"

اسی طرح حضرت مجاہدؒ نے فرمایا:

لو ادر کتم معاویة لقلتم هذا المهدی. "اگر آپ لوگ سیدنا معاویہؓ کو پاتے تو ضرور کہتے کہ یہ تو مہدی ہیں۔"

ابوبکر اثرمؒ نے فرمایا کہ ایک مجلس میں عمر بن عبدالعزیزؒ اور ان کے عدل وانصاف کا ذکر ہوا تو حضرت اعمشؒ نے فرمایا:

فکیف لو ادر کتم معاویةؓ قالوا فی حلمه؟ قال لا والله بل فی عدله

"اگر آپ لوگ ان کو (معاویہؓ) کو پاتے تو پوچھا گیا حلم میں؟ کہا گیا کہ نہیں بلکہ عدل وانصاف میں، (عدل وانصاف بھرپور نظر آتے)۔" (5)

ماروا ہ کنز العمال بقوله: "یبعث اللّٰه تعالیٰ معاویة یوم القیامة وعلیه رداء من نور الایمان۔"

"اللہ تعالیٰ قیامت کے روز سیدنا معاویہؓ کو اس حالت میں اُٹھائیں جائیں گے کہ ان پر نور ایمان کی چادر ہوگی (جس میں وہ لپٹے ہوئے ہوں گے)۔" (6)

آپؓ کی طاقت اور عزم وہمت کے بارے میں حضور اکرم ﷺ نے ان الفاظ میں ارشاد فرمایا:

"ان معاویةؓ لا یصارع احداً الا صرحه معاویةؓ۔"

"معاویہؓ سے جو بھی نبرد آزما ہوگا معاویہؓ اسے بچھاڑ دے گا۔" (7)

" ثم أنزل اللّٰہ سکینتہ علی رسولہ وعلی المؤمنین وَأَنْزَلَ جنودًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الذین کَفَرُوْا وَذَالِكَ جزاء الکفرین ○"

ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ سیدنا معاویہؓ نے غزوہ حنین میں شرکت فرمائی اور جن لوگوں نے غزوہ حنین میں شرکت کی ان کے بارے میں قرآن حکیم میں ہے:

''پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ پر طمانیت قلب (سکینہ) نازل فرمائی۔اور ایمان والوں پر (بھی) اور اس نے ایسے لشکر اُتارے جن کو تم نے نہیں دیکھا اور کافروں کو عذاب دیا اور کافروں کی یہی سزا ہے۔'' (8)

"ومعاویة رضی اللہ عنہ من الذین شهدوا غزوة حنین و کان من المؤمنین الذین انزل اللہ سکینة علیھم مع النبیؐ۔"

''سیدنا معاویہؓ ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے غزوہ حنین میں شرکت فرمائی اور یہ ان مومنوں میں سے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے اپنی سکینہ اُتاری اور ان کی مدد کیلئے فرشتوں کے لشکروں کو نازل فرمایا۔''

امام رازیؒ نے لکھا ہے کہ غزوہ حنین میں فرشتوں کا نزول صرف اس لئے ہوا تھا کہ وہ مسلمانوں کے دلوں کو مطمئن کریں۔

"لا یَسْتَوِی مِنْكُمْ مَّنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وقاتل أولئك أَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ أَنْفَقُوا من بعد وقاتلوا وَكُلًّا وَعَدَاللّٰهُ الْحُسْنىٰ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْلَمُوْنَ خَبِيْرٌ○" (9)

تم میں سے کوئی بھی ان کے برابر نہیں ہو سکتے جنہوں نے فتح (مکہ) سے پہلے (اللہ کی راہ میں) خرچ کیا۔اور (کافروں سے) قتال کیا،ان کا (ان مسلمانوں سے) بہت بڑا درجہ ہے،جنہوں نے بعد میں (اللہ کی راہ میں) خرچ کیا اور (کافروں سے) قتال کیا۔اللہ نے ان سب سے اچھے انجام کا وعدہ فرمایا ہے اور اللہ تمہارے تمام کاموں کی خوب خبر رکھنے والا ہے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اچھے انجام کا وعدہ فرمایا ہے۔صحابہ کرامؓ میں جو ان سے مقدم ہوں یا مؤخر اللہ تعالیٰ نے ان سب سے جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔

"ومعاویة رضی اللہ عنہ ممن وعدهم الحسنیٰ فانه انفق فی حنین والطائف وقاتل فیھما۔"

سیدنا معاویہ صحابی رسول بھی تھے۔اور آپ نے سورۃ الحدید کی آیت کے مطابق غزوہ حنین اور غزوہ طائف میں شرکت بھی فرمائی،مال بھی خرچ کیا اور دشمنوں سے قتال بھی کیا لہٰذا وہ ''کُلًّا وعداللہ الحسنیٰ'' کے مصداق ہوئے۔

(ای للناس اودالاعلی الخیر) واھدبہ ۔

حدیث حسن ہے کہ رسول اللہ نے حضرت معاویہؓ کے لئے دعا مانگی کہ:

''یا اللہ ان کو ہدایت کرنے والا اور ہدایت یافتہ بنادے۔''

پس صادق اور مصدوق کی اس دعا پر غور کرو اور اس بات کو بھی سمجھو کہ آنحضرت ؐ کی وہ دعائیں جو آپؐ نے اپنی امت خصوصاً اپنے صحابہؓ کے لیے مانگی ہیں مقبول ہیں۔ تو تم کو یقین ہو جائے گا کہ یہ دعا جو آپؐ نے حضرت معاویہؓ کے لئے مانگی مقبول ہوئی اور اللہ نے سیدنا معاویہؓ کو ہدایت کرنے والا اور ہدایت یافتہ بنادیا۔

وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ''اَللّٰھُمَّ علم معاویة الکتاب والحساب وقه العذاب''

ترجمہ: ''یا اللہ معاویہؓ کو کتاب اور حساب کا علم عطا فرما اور عذاب سے ان کو محفوظ فرما۔''

''اللھم علم معاویة الکتاب ومکن له فی البلاد وقه العذاب ۔''

''اے اللہ معاویہؓ کو علم کتاب دے (حقائق قرآن اس پر کھول دے) اور اسے بلادِ اسلامی میں تمکنت عطا فرما اور اسے عذاب آخرت سے بچا۔'' (10)

کیا کوئی شخص یہ کہنے کی جراٗت کر سکے گا کہ کہ حضور ﷺ کی دعا قبول نہ ہوئی تھی؟ (معاذ اللہ)

روایت ہے کہ عوف بن مالک ایک دن مقام 'اریحا'' کی مسجد میں قیلولہ کر رہے تھے۔ یکا یک ان کی آنکھ کھلی تو انہوں نے دیکھا کہ ایک شیر چلا آ رہا ہے۔ انہوں نے اپنے ہتھیار اُٹھائے،

شیر نے کہا ٹھہرو میں تمہارے ہی پاس بھیجا گیا ہوں۔ ایک پیغام تمہارے متعلق بیان کرتا ہوں۔

عوف بن مالک کہتے ہیں:

میں نے شیر سے پوچھا کہ تجھے کس نے بھیجا ہے۔

شیر نے کہا اللہ نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے تا کہ تم معاویہ کو خبر کر دو کہ وہ اہلِ جنت سے ہیں۔

میں نے پوچھا: کہ معاویہ کون؟

شیر نے کہا ابوسفیانؓ کے بیٹے۔

حلم وسخاوت کی شہادت

حلم اور بردباری کے لحاظ سے سیدنا معاویہؓ کو دوسرے صحابہ کرامؓ کی نسبت سے ایک امتیازی حیثیت حاصل تھی یہاں تک کہ اس بارے میں آپؓ کی مثالیں دی جاتی تھیں۔

اس بارے میں حافظ ابن ابی الدنیاؒ اور ابوبکر بن عاصمؒ وغیرہ نے مستقل تصانیف لکھی ہیں۔

آپؓ نہایت سخی اور صاحب جود وسخا تھے، خود لسان نبوت ﷺ نے بھی اس بارے میں ارشاد فرمایا تھا:

"معاوية احلم امتی و اجودها".

''معاویہؓ میری امت میں سب سے زیادہ حلیم و بردبار اور صاحب جود وسخا ہیں۔''

ان دونوں عظیم الشان وصفوں کو جو آنحضرتؐ نے ان کی ذات میں بیان کئے ہیں غور سے دیکھو تو تم کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ ان دونوں وصفوں کے ذریعے سے کمال کے مرتبہ اعلیٰ کو پہنچ گئے تھے۔ جو کسی دوسرے کو نصیب نہیں ہوا کیونکہ حلم (بردباری) اور جود (سخاوت)، یہ دو صفتیں ایسی ہیں کہ تمام حظوظ و شہوات نفس کو مٹا دیتی ہیں۔ اس لئے کہ تکلیف اور شدت غضب کے وقت وہی شخص حلم کر سکتا ہے جس کے دل میں ذرہ برابر غرور اور حظ نفس باقی نہ ہو اسی وجہ سے ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ! مجھے کچھ وصیت فرمائیے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہر بار ہی فرماتے رہے کہ کبھی غصہ نہ کرنا معلوم ہوا کہ جب کوئی شخص غصہ کے شر سے بچ جائے گا تو وہ نفس کی دوسری خباثتوں سے بھی بچ جائے گا۔ اور جو شخص نفس کی خباثتوں سے بچ جائے اس میں تمام نیکیاں جمع ہوں گی۔

پس جس شخص کو اللہ تعالیٰ محبتِ دنیا سے بچائے اور سخاوت کی صفت اس کو عطا کرے تو سمجھ لینا چاہئے کہ اس کے دل میں ذرہ برابر حسد نہیں ہے نہ وہ کسی فانی چیز کی طرف ملتفت ہو کر دنیا و آخرت کی نیکیوں کو برباد کر سکتا ہے اور جب کسی کا قلب ان دونوں آفتوں سے پاک ہو یعنی عضب اور بخل سے، جو سرچشمہ تمام نقائص اور خباثتوں کے ہیں۔ تو وہ شخص تمام کمالات اور نیکیوں کے ساتھ آراستہ اور تمام بُرائیوں سے پاک ہوگا۔

چنانچہ آپؓ کی فیاضی اکابر صحابہ کرامؓ، اکابر قریش اور آل ابی طالب پر برابر برستا رہتا تھا اور سیدنا عبداللہ بن عباسؓ، سیدنا عبداللہ بن عمرؓ، سیدنا حسنؓ، سیدنا حسینؓ، سیدنا عبداللہ بن جعفر طیارؓ اور سیدنا عقیلؓ وغیرھم اکثر و بیشتر آپؓ کے پاس جاتے اور کافی بڑی بڑی رقمیں لے کر آتے۔

اسی وجہ سے سیدنا عبداللہ بن عباسؓ فرمایا کرتے تھے:

''لوگ آپؓ کے جود و کرم سے بحرِ بے کراں کی طرح مستفید ہوتے ہیں۔''

علامہ ذہبیؒ آپؓ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''معاویہؓ ایک دانش مند، سخی اور بہادر خلیفہ تھے۔''

آپؓ کی اس خوبی کا اعتراف ابن ابی الحدیدؒ نے بھی کیا ہے چنانچہ آپؒ فرماتے ہیں:

''کان معاویۃؓ جواداً بالمال والصلات۔''

سیدنا معاویہؓ مال اور صلے دینے میں بہت سخی تھے۔

پس آنحضرتؐ کے اس فرمانے سے کہ معاویہؓ حلیم اور سخی ہیں وہ تمام فضائل جو میں نے بیان کیے حضرت معاویہؓ کی ذات میں ثابت ہو گئے۔

آپؓ کے علم و بصیرت کے پیش نظر آنحضرت ﷺ نے آپؓ سے مشورہ بھی لیتے تھے اور آپؓ کی قدر کرتے تھے ایک موقع پر فرمایا:

عن محمد بن شعیب بن شابور عن مروان بن جناح، عن یونس بن میسرة بن حلبس ، عن عبدالله بن بسر قال:" ان رسولَ الله ﷺ استأذن ابا بکرؓ و عمرؓ فی أمر فقال:"أُشیر علیَّ" فقالا: "الله ورسوله أعلم" فقال: "ادعوا معاویةؓ"

فقال أبوبکرؓ و عمرؓ:أما کان فی رسول الله ﷺ ورجلین من رجال قریش مایتفنون أمرهم حتی یبعث رسول الله ﷺ الی غلام من غلمان قریش ،فقال:"ادعوا لی معاویةؓ "فلما وقف بین یدیه قال رسول الله ﷺ: "أحضروه أمرکم، وأشهدو ہ أمرکم، فانه قوی امین۔"[١٢٢٨٠]

مروان بن صباح، حضرت یونس بن میسرہؒ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ سے ایک پیش آمدہ مسئلہ کے بارے میں رائے طلب فرمائی۔ دونوں حضرات نے فرمایا اللہ اور اس کے رسولؐ بہتر جانتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا اس مشکل کے حل کا مجھے کوئی طریقہ بتلاؤ۔

پھر (ذرا توقف کر کے) فرمایا (اچھا) معاویہؓ کو بلاؤ (جب وہ آ گئے) تو دونوں حضرات سے فرمایا اپنا معاملہ ان کے سامنے پیش کرو اور اس مسئلے میں ان کو پاس رکھو، یہ قوی بھی ہیں اور امین بھی۔

عن بحیر بن سعد عن خالد بن معدان عن جبیر بن نفیر انّ رسول الله ﷺ کان یسیرو معه جماعة من أصحابه فذکرو الشام، فقال رجل من أصحابه : کیف نستطیع الشام یارسول اللهؐ وفیه الروم؟" قال:

"ومعاویة فی القوم وهو شاب ،وفی یدالنبی ﷺ عصا، فضرب بها کتف معاویة فقال: "یکفیکم اللهُ هذا" ـوفی روایة "لعل هذا إذا کافیناها"۔

ترجمہ:" خالد بن معدان حضرت جبر بن نفیر سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ چلے جا رہے تھے۔ اور آپؐ کے ہمراہ صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت تھی۔ کچھ لوگوں نے شام کا تذکرہ کیا۔ ایک آدمی نے کہا ہم شام (کے فتح کرنے) کی کہاں طاقت رکھتے ہیں۔ اس میں تو رومی قوم ہے (جو بڑی طاقتور ہے) اس جماعت میں حضرت معاویہؓ بھی تھے۔ اور ان کے ہاتھ میں عصا (لاٹھی) تھا۔ حضورؐ نے حضرت معاویہؓ کے کندھے پر عصا لگاتے ہوئے فرمایا کہ:" اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اسے ہی کافی بنا دیں گے۔"

عن ابن المبارك ،عن الحسن عن أبي الدرداءؓ قال:

"دخل النبي ﷺ علىٰ أم حبيبةؓ وعندها معاويةؓ نائم علىٰ السرير ،فقال:من هذا يا أم حبيبةؓ؟ قالت:هذا أخي معاويةؓ،قال:وتحبينه يا أم حبيبةؓ ؟ قالت:يارسول اللهﷺاني لاحبه ،قال:فحبيه، فاني أحب معاويةؓ ،ويحبه من يحبه ،جبرائيل وميكائيل يحبان معاويةؓ،والله تبارك وتعالىٰ أشد حباً لمعاويةؓ من جبرائيل وميكائيل يا أم حبيبةؓ "[١٢٢٩٠]

عن ابي موسىٰ اشعريؓ قال :"دخل النبيﷺ علىٰ أم حبيبةؓ ،ورأس معاويةؓ في حجرهاتفليه ، فقال لها:"أتحبينه ؟" قالت : ومالي لا أحب أخي؟

فقال النبي ﷺ :فان اللّٰه ورسوله يحبانه[١٢٢٨٩] "

ایک بار حضورؐ اپنی زوجہ مطہرہ ام حبیبہؓ کے پاس تشریف لے گئے۔تو ملاحظہ فرمایا کہ آپؓ معاویہؓ کا سر اپنی گود میں لئے بیٹھی ہیں اوران کو بار بار چوم رہی ہیں تو سرکار نے فرمایا کہ:ام حبیبہؓ کیاتم معاویہؓ سے محبت کرتی ہو؟ توانہوں نے عرض کیا کہ کیوں نہ محبت کروں کہ یہ میرا بھائی ہے۔

حضورؐ نے فرمایا کہ:"اللہ ورسول ﷺ بھی معاویہؓ سے محبت کرتے ہیں۔"

عن مجاهدؒ وعطاء عن ابن عباس أن معاوية أخبره:انه رأى رسول اللّٰه ﷺ

وفي حديث سُريج:"النبي ﷺ قصّر من شعره بمشقص".

سیدنا معاویہؓ کی کتاب فضائل میں سے ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ ایک مرتبہ آپؓ نے حضورؐ کے سرِ مبارک کے بال مشقص کیے (لوہے کا ایک آلہ ہوتا تھا جس سے سر کے بال کاٹے جاتے تھے۔گویا آجکل کی اصطلاح میں سر کے بال کاٹنے والی مشین) چنانچہ سیدنا عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ سیدنا معاویہؓ نے فرمایا کہ:

"میں نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سرِ مبارک کے بال مشقص کے ساتھ کاٹے تھے۔"

اس روایت سے پتہ چلتا ہے کہ سیدنا معاویہؓ کا سرکارِ دوعالمؐ کے ساتھ نہایت قریبی تعلق تھا کیونکہ ایسی خدمت وہی شخص کرسکتا ہے جس کا کوئی خاص تعلق ہو۔

پہلی خصوصیت:۔

سیدنا معاویہؓ کو قبولِ اسلام سے پہلے یہ انفرادیت حاصل تھی جو بہت سارے صحابہ کرامؓ میں مفقود تھی کہ صرف چار یا پانچ واسطوں سے آپؓ کا نسب نامہ والدین کی طرف سے حضورؐ کے نسب نامے سے جاملتا ہے اور ''عبد مناف'' وہ مشترک نام ہے جو حضور ﷺ کے نسب نامے میں بھی موجود ہے اور سیدنا معاویہؓ کے نسب نامے میں بھی۔

دوسری خصوصیت:۔

خاندانی نسب نامے میں اتحاد کے ساتھ ساتھ آپؓ کو حضور ﷺ کے ساتھ سسرالی قرابت داری بھی حاصل تھی چنانچہ آپؓ کی بہن حضرت ام المومنین ام حبیبہؓ نبی مکرم، سرورِ دوعالم ﷺ کی زوجہ محترمہ تھیں۔
اور قرآن کریم کا بیان کردہ اصول ہے کہ نبی کریم ﷺ کی بیویاں، امت کے لئے ماں کا حکم رکھتی ہیں۔
اور ظاہر ہے کہ والدہ کا بھائی ''ماموں'' ہوا کرتا ہے۔اس اعتبار سے سیدنا معاویہؓ پوری امت کیلئے بمنزلہ ''ماموں'' کے ہوئے۔
پھر یہ بھی حقیقت ہے کہ بیوی کا بھائی برادرِ نسبتی یا زیادہ واضح الفاظ میں ''سالا'' کہلاتا ہے۔سو یہ خصوصیت بھی سیدنا معاویہؓ کو حاصل ہے اور اس خصوصیت میں اس روایت کو ملانے سے مزید اضافہ ہو جاتا ہے
جسے علامہ ابن حجر مکیؒ نے اپنی کتاب میں حرث بن ابی سیامہ کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ فرمان رسالت ہے:
''اللہ نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ میں جس خاندان کی لڑکی سے نکاح کروں گا یا جس سے اپنی بیٹی کا نکاح کروں گا یہ سب لوگ جنت میں میرے رفیق ہوں گے۔''

تیسری خصوصیت:۔

سیدنا معاویہؓ کی تیسری خصوصیت ''جو پوری امت کے لحاظ سے انتہائی اہم ہے'' ان کا شرف صحابیت ہے۔
وہ نہ صرف یہ کہ حضور ﷺ کے صحابی تھے بلکہ انتہائی قابل اعتماد صحابی تھے۔

چوتھی خصوصیت:۔

فن تحریر سے واقفیت رکھنے اور اس کوچہ کی راہ نوردی میں سیدنا معاویہؓ نے اتنا کمال پیدا کر لیا تھا کہ حضرت زید بن ثابتؓ کے بعد اس فن کا ماہر ترین اگر کوئی آدمی تھا تو وہ سیدنا معاویہؓ تھے۔اور بس مہارت کی وجہ سے قدرت نے ان سے بڑی اونچی خدمت لی۔

سیدنا معاویہ حضورؐ کے ان خصوصی صحابہ کرامؓ میں شامل تھے جنہیں آپؐ نے اپنے اوپر نازل ہونے والی وحی تحریر کرنے کے لیے مخصوص کر رکھا تھا اسی وجہ سے سیدنا معاویہؓ کاتبِ وحی کے جلیل القدر لقب سے پکارے اور یاد کئے جاتے ہیں۔

علامہ ابن حزمؒ نے تو یہاں تک لکھ دیا کہ حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت معاویہؓ دونوں حضرات دن رات حضورﷺ کے ساتھ لگے رہتے اور کتابت وحی وخطوط کے علاوہ ان کا دوسرا کوئی اور مشغلہ نہ تھا۔

پھر سیرت جلیلہ کے مصنف کا یہ بیان اور بھی حیرت زا ہے کہ سیدنا معاویہؓ کو ''کاتبِ وحی'' مقرر کرنے سے پہلے حضورؐ نے اس سلسلہ میں حضرت جبرئیلؑ سے مشورہ بھی کیا تھا، تو انہوں نے جواب میں عرض کیا کہ وہ امانت دار آدمی ہیں۔ انہیں اپنا کاتب بنالیجئے۔ اس امانت اور ذہانت کے کیا کہئے جس کا اعتراف سیدنا الملائکہ جبرئیلؑ کو بھی ہے جس کا اظہار کر کے انہوں نے حضورؐ کو انہیں کاتب وحی بنالینے کا مشورہ بھی دیا۔ (14)

ابو بکر بن ابی الدنیاؒ نے بیان کیا ہے کہ:

"کان أبیض ،طویلاً،أجلح ،أبیض الرأس و اللحیة،........

"سیدنا معاویہؓ دراز قد ،سفید رنگ اور خوبصورت تھے۔آپؓ بالوں کو رنگ دیا کرتے تھے۔"

"محمد بن یزید ازدیؒ نے بیان کیا ہے کہ:

"میں نے سیدنا معاویہؓ کو دیکھا کہ وہ اپنی داڑھی کو زرد رنگ دے رہے تھے گویا وہ سونا ہے

اور دوسرے مؤرخین نے بیان کیا ہے:

آپؓ سفید رنگ، دراز قد تھے۔اور آپؓ کے سر کے بال دونوں طرف سے ،گرے ہوئے تھے۔

آپؓ کا سر اور داڑھی سفید تھی اور آپؓ سر اور داڑھی کو مہندی اور وسمہ سے رنگین کرتے تھے۔"

آپؓ لوگوں میں بردبار، باوقار، رئیس، سردار کریم، عادل اور سریع الفہم تھے۔ (15)

حضرت معاویہؓ ایک مدبر حکمران اور دور اندیش سیاست دان تھے۔بے جا سختی کے قائل نہ تھے، مخالفوں کو خندہ پیشانی سے مطمئن کرتے تھے۔ان کی حکمت کی نمایاں خصوصیت حلم تھی انہوں نے کہا!

"اگر میرے اور لوگوں کے درمیان بال برابر بھی رشتہ قائم ہو تو میں اس کو نہیں توڑتا۔"

جب لوگ اسے کھینچتے ہیں تو میں اسے ڈھیل دیتا ہوں اور جب وہ ڈھیل دیتے ہیں تو میں کھینچ لیتا ہوں اور ان کی حکمت عملی کا نتیجہ تھا کہ بیشتر اکابرین اور دانشوروں کو اپنا مشیر اور معاون بنانے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ اور مختلف قبائل کا بھی ان کو تعاون حاصل تھا۔

حضرت معاویہؓ سیرت و کردار میں اعلیٰ تھے صورت کے وہ وجیہہ اور خوبصورت انسان تھے رنگ گورا تھا اور چہرہ پُر وقار اور بردبار تھا۔

حضرت مسلمؒ فرماتے ہیں کہ:

"سیدنا معاویہؓ ہمارے پاس آئے اور لوگوں میں سب سے زیادہ خوبصورت اور حسین تھے۔"

سیدنا معاویہؓ کی ذات میں تمکنت اور مسکنت کا بہترین امتزاج پایا جاتا تھا۔داڑھی گھنی، مہندی اور خضاب سے رنگی ہوئی۔لباس میں سادگی بلکہ اکثر و بیشتر پیوند لگے ہوتے۔ (16)

رنگ سرخ وسفید کا امتزاج، سرو قد لحیم وشحیم، وضع قطع اور چال ڈھال میں ایک خاص قسم کا رعب اور تمکنت، چہرہ کتابی، آنکھیں موٹی موٹی اور چتون شیر کی مانند۔ صورت وجیہہ بظاہر شان وشوکت اور تمکنت لیکن مزاج میں زہد وتواضع اور فروتنی، نہایت درجہ بردبار، حلیم اور وسیع القلب۔ فقیر کی تمکنت اور امیر کی مسکنت کا بہترین امتزاج۔ داڑھی گھنی، مہندی اور وسمہ کے خضاب سے رنگی ہوئی۔ لباس میں سادگی بلکہ اکثر وبیشتر دسیوں پیوند صرف قمیص کو لگے ہوتے۔

چنانچہ امام احمد بن حنبلؒ نے لکھا ہے کہ علی بن ابی جملہ نے اپنے باپ سے روایت کیا ہے کہ:

"میں نے سیدنا معاویہؓ کو دمشق میں منبر پر خطبہ دیتے ہوئے دیکھا اور آپؓ نے پیوند لگے ہوئے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔"

یونس بن میسرالحمیری الزاہدؒ جو کہ امام اوزاعیؒ کے اساتذہ میں سے ہیں فرماتے ہیں:

عن یونس بن حلبس قال: "رأیت معاویةؓ فی سوق دمشق علی بغلة له، و خلفه وصیف قد أردفه، علیه قمیص مرقوع الجیب ،وهو یسیر فی أسواق دمشق۔"

"میں نے سیدنا معاویہؓ کو دمشق کے بازار میں سوار دیکھا۔ آپؓ کے پیچھے آپؓ کا ایک غلام تھا۔ اور آپؓ ایک ایسی قمیص زیب تن کئے ہوئے تھے جس کا گریبان دریدہ تھا۔ اور آپؓ اسی حالت میں دمشق کے بازار میں پھر رہے تھے۔ (حالانکہ آپؓ وہاں کے حکمران تھے)۔"

اس طرح کے اور بہت سے واقعات تاریخ کے اوراق میں ملتے ہیں جن سے ان کے لباس کی سادگی کا پتہ چلتا ہے۔ (17)

المدائنی نے صالح بن کیسان سے نقل کیا ہے کہ معاویہؓ کو چھوٹے پنے کی حالت میں ایک قیافہ شناس عرب نے دیکھا تو کہنے لگا: میں سمجھتا ہوں کہ یہ بچہ عنقریب اپنی قوم کی سرداری کرے گا اور ہند کہنے لگیں:

''فقط اپنی قوم کا؟ میں اس کو روؤں اگر یہ پورے عالم عرب کی قیادت نہ کریں۔

اور حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرۃؓ نے فرمایا کہ میں نے مکہ مکرمہ میں چہرہ دیکھا گویا وہ چاند کا ٹکڑا ہے اس کے ساتھ ایک بچہ کھیل رہا ہے پس ایک شخص گزرنے والے نے اس بچے کو دیکھ کر کہا اگر یہ بچہ زندہ رہا تو ضرور اپنی قوم کا سردار بنے گا۔ ہند کہنے لگی! اگر یہ اپنی قوم کا سردار نہ بنے تو اللہ تعالیٰ اسے دنیا سے اٹھالے۔ اور وہ بچہ سیدنا معاویہؓ بن ابی سفیانؓ تھا۔ آپؓ کی والدہ چھوٹی عمر میں آپؓ کو اٹھائے یہ کہتی تھی!

''بلاشبہ میرا بیٹا خاندانی اور کریم ہے اپنے اہل میں پسندیدہ اور حلیم ہے وہ فحش گو اور کمینہ نہیں اور نہ ہی اُکتانے والا اور تنگ پڑنے والا ہے وہ صخر بن فہر کا سردار ہے وہ گمان کے خلاف نہیں کرتا اور نہ ناکام ہوتا ہے۔''

علامہ ابن عساکرؒ یہ تفصیل یوں بیان فرماتے ہیں:

قال نظر ابو سفیانؓ یوماًالی معاویة وهوغلام،فقال لهند: ان ابنی هذا لعظیم الرأس وانه لخلیق ان یسود قومه، فقالت! هند: قومه فقد ثكلته ان لم یسدالعرب قاطبة ، وكانت هند تحمل معاویة وهو صغیر وتقول:

ان بنی معرق كریم	محبب فی أهله حلیم
لیس بفحاش ولالیئم	ولابطحرورولا سوؤم
صخر بنی فهرٍ به زعیم	لایخلف الظن ولایخیم۔

رأی بعض متفرسی العرب معاویة، وهوصبی صغیر، فقال :انی لأظن هذالغلام، سیسود قومه، فقالت هند :ثكلته ان كان لایسود اِلاقومه،

عن ابان بن عثمان قال كان معاویة وهوغلام یمشی مع امه هند، فعثر، فقالت: قم لایرفعك الله، واعرابی مقبل الیه (ینظرالیه)فقال: لم تقولین له، فوالله انی لاظنه سیسود قومه ، فقالت: لایرفعه الله ان لم یسد اِلاقومه۔

نبی کریمؐ سے تعلق خو بخود ان شواہد سے ثابت ہو جاتا ہے۔ (قرب تعلق) کہ نبی کریمؐ نے سیدنا معاویہؓ کو امقام عطا فرمایا تھا۔ جن میں نمایاں ذمہ داریاں صاف اور واضح طور پر ہمیں نظر آئیں گی۔ اجمالی طور پر بیان کرتا ہوں۔

(i)۔ کتابت وحی کی اہم ذمہ داری سونپنا، یہ بات خود اس پر دلالت کرتی ہے کہ قرآن مجید جو کلامِ الٰہی اور مسلمانوں کی ہدایت کیلئے سرچشمہ اور منبع ہے کے لکھنے کی ذمہ داری اس عظیم شخصیت کو دی گئی۔

(ii)۔ رازدارِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔

(iii)۔ احکام و فرامین کے لکھنے کی ذمہ داری۔

(iv)۔ قربِ نسبت: برادرِ نسبتی اور امت کے ماموں۔

(v)۔ خصوصی دعاؤں میں یاد رکھنا۔

(vi)۔ حکومت کی بشارت دینا۔

(vii)۔ صادق وامین اور قوی وامین کہنا۔

(viii)۔ ہادی ومھدی کہنا۔

(ix)۔ اتباعِ نبویؐ: صحابہ کرامؓ کا سیدنا معاویہؓ کی نماز کو حضورؐ کی نماز سے تشبیہ دینا۔

(x)۔ حلم وسخاوت کی شہرت۔

(xi)۔ بہ حیثیتِ صحابیؓ محبوبِ خدا و محبوبِ رسولؐ۔

(xii)۔ علم وروایت: اصحابِ فتویٰ میں شمار اور 165 احادیث روایت کرنا۔

سیدنا معاویہؓ اور دعائے نبوی ﷺ: ہادی و مہدی۔

حضور نبی مکرم، سرور دو عالم ﷺ کا کسی قوم کیلئے اجتماعی طور پر کوئی دعا کرنا اس قوم کی کامیابی و کامرانی کے لیے کافی ہو سکتا ہے۔ اہلِ طائف اس کی زندہ مثال بن کر سامنے آئے ،قبیلہ اوس کا وفد بھی اس معجزانہ دعاء کی قبولیت کی ایک مثال تھا۔ اور اگر حضور ﷺ کسی مخصوص فرد کے لئے کوئی دعا کریں تو معراجِ قبولیت پر اس کا فائز ہونا کیونکر باعث شک و تردد ہو؟ نبی کریمؐ سے قرب کا تعلق ایک واضح ثبوت وہ دعائیں ہیں جو نبی کریمؐ کی مبارک زبان سے (لسان مبارک سے) وقتاً فوقتاً ارشاد فرماتے ہیں۔ وہ دعائیں ملاحظہ فرمایئے جو حضرت معاویہؓ کے لئے حضور ﷺ کی مبارک زبان سے نکلیں اور شرفِ قبولیت سے سرفراز ہوئیں۔

"اَللّٰھُمَّ اجعله هاديًا مهديًا۔ اللهم اهده واهدبه۔" (19)

اور منجملہ سیدنا معاویہؓ کے فضائل میں ایک بڑی روشن حدیث وہ ہے کہ جس کو امام ترمذیؒ نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے کہ رسولِ خدا ﷺ نے حضرت معاویہؓ کے لئے دعا مانگی کہ:

"یا اللہ! ان کو ہدایت کرنے والا اور ہدایت یافتہ بنادے۔"

پس صادق و مصدوق کی دعا پر غور کرو، اور اس بات کو بھی سمجھو کہ آنحضرت ﷺ کی وہ دعائیں جو آپؐ نے اپنی امت خصوصاً اپنے صحابہ کرامؓ کے لئے مانگی ہیں مقبول ہیں تو تم کو یقین ہو جائے گا کہ یہ دعا جو آپ ﷺ نے حضرت معاویہؓ کے لئے مانگی مقبول ہوئی اور اللہ نے ان کو ہدایت کرنے والا اور ہدایت یافتہ بنا دیا، اور جو شخص ان دونوں صفتوں کا جامع ہو اس کی نسبت کیونکر وہ باتیں خیال کی جا سکتی ہیں، جو باطل پرست معاند (عناد کرنے والا) بکتے ہیں (معاذ اللہ)۔

رسولِ خدا ﷺ کی ایسی جامع دعا جو تمام مراتب دنیا و آخرت کو شامل ہو اور تمام نقائص سے پاک کرنے والی ہو ایسے ہی شخص کے لئے کریں گے جس کو آپؐ نے سمجھ لیا ہوگا کہ وہ اس کا اہل ہے اور مستحق ہے۔ اگر تم کہو کہ یہ دونوں الفاظ یعنی ہدایت کرنے والا اور ہدایت یافتہ مترادف یا متلازم ہیں پس نبی کریمؐ نے یہ دونوں الفاظ کیوں کہے،

تو میں جواب دوں گا کہ ان دونوں لفظوں میں نہ ترادف ہے نہ تلازم کیونکہ انسان کبھی خود ہدایت یافتہ ہوتا ہے مگر دوسروں کو اس سے ہدایت نہیں ملتی، یہ حال عارفین کا ہے جنہوں نے سیاحت یا گوشہ نشینی اختیار کر لی ہے اور کبھی ایسا

واعظین کا ہوتا ہے کہ جنہوں نے بندوں کے معاملات کو درست رکھا ہے اور خدا کے معاملات کو درست نہیں کیا ہے۔
میں نے بہت سے ایسے واعظ دیکھے ہیں، خدا کو کچھ پرواہ نہیں، یہ لوگ چاہے جس جنگل میں ہلاک ہو جائے۔
آنحضرت ﷺ نے فرمایا بھی ہے کہ اللہ کبھی اس دین کی مدد بدکار آدمی سے بھی کرا دیتا ہے اس لئے
رسولِ خدا ﷺ نے حضرت معاویہؓ کے لئے ان دونوں عظیم الشان مرتبوں کے حصول کی دعا مانگی،
تا کہ وہ خود بھی ہدایت یافتہ ہو جائیں اور دوسروں کو بھی ہدایت کریں۔
حاصل یہ کہ ان ''کلمات دعائیہ'' کی برکات سے حضرت معاویہؓ لوگوں کے لئے دال علی الخیر ہیں
اور فی نفسہ اپنے مقام میں ہدایت یافتہ ہیں اور مخلوق کے لئے باعث ہدایت ہیں۔ (20)

عن أبی رهم عن العرباض بن سارية السلمی قال:

"سمعت رسول الله ﷺ وهو يدعو الی السحور فی شهر رمضان"۔

وهو يقول:"هلموا الی الغداء المبارك"۔قال: و سمعته يقول:

"اللّهم عَلّم معاوية الكتاب و الحساب وقه العذاب۔

"وادخله الجنة" کے الفاظ بھی ہیں۔ (21)

امام احمدؒ نے بیان کیا ہے کہ عرباض بن ساریہ سلمی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ماہِ رمضان میں ہمیں سحری کی طرف بُلاتے ہوئے سنا کہ! ''صبح بابرکت کی طرف آؤ''۔

اس کے بعد میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ!

''اے اللہ! معاویہؓ کو حساب و کتاب سکھا اور اس کو عذاب سے بچا۔''

اور بشر بن السری کی روایت میں ہے کہ! ''اے اللہ! معاویہؓ کو جنت میں داخل کر''۔

ان احادیث سے خود یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ اس میں سرکارِ دو عالمؐ نے سیدنا معاویہؓ کے لئے دعا فرمائی ہے۔ اور اس دعائے نبوت سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت معاویہؓ کوئی معمولی انسان نہیں تھے بلکہ ان کے لئے زبانِ نبوت سے بہت سی خوبیاں اور محاسن کا ثبوت ملتا ہے۔

تعلیمِ کتاب

اس میں حضرت معاویہؓ کو کتاب اللہ کا خصوصی علم عطا کرنے کی دعا ہے۔ کتاب اللہ کے علم کا یہ معنی نہیں ہے کہ انہیں صرف کتاب اللہ کے ظاہری الفاظ کا معنی میسر آ جائے بلکہ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ کتاب اللہ جس کی زندگی کا علمی اور عملی حصہ بن جائے۔ سرکارِ دو عالم ﷺ کی اس دعا ہی کا نتیجہ ہے کہ حضرت معاویہؓ نے اپنے دورِ حکومت میں قرآن و سنت کی حکمرانی اور بالادستی کو قائم فرمایا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت معاویہؓ کے ناقدین بھی اس بات کو تسلیم کیے بغیر نہ رہ سکے کہ حضرت معاویہؓ کا دورِ حکومت قرآن و سنت کے نظام کے مطابق چلتا رہا۔

دوسری دعا حضرت معاویہؓ کو زبانِ رسالتؐ سے جو ملی ہے وہ تعلیمِ حساب کتاب کی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اے اللہ معاویہؓ کو صرف کتاب اللہ کا علم ہی عطا نہ فرما بلکہ اسے عملی شکل میں نافذ کرنے کی توفیق بھی عطا فرمائے یعنی سربراہ مملکت کی حیثیت سے جو حساب کتاب کی ذمہ داری ان پر عائد ہوا سے بھی انہیں بدرجہ اتم عطا فرما۔ تا کہ اس ذمہ داری سے بھی عہدہ برآ ہو سکیں! تعلیم حساب میں آپ کی حکمرانی کی طرف اشارہ تھا کیونکہ پورے نظام میں حساب کا ایک باقاعدہ نظام ہوتا ہے۔ یہ اس وقت تک قائم نہیں ہو سکتا جب تک حساب و کتاب کی تمام تعلیم سے آدمی آراستہ نہ ہو۔ اس لئے زبانِ نبوت سے نکلی ہوئی یہ دعا بھی قبول ہوئی اور حضرت معاویہؓ کو مسلمانوں کی امارت کا شرف بھی حاصل ہوا۔

''یہ تو اللہ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دے دیتا ہے۔''

﴿حفاظت عذاب﴾

تیسری دعا سرکارِ دو عالم ﷺ نے حضرت معاویہؓ کے متعلق ''وقه العذاب'' کی فرمائی۔

اس سے اس بات کی طرف اشارہ ملتا ہے کہ اگر سیدنا معاویہؓ سے کوئی خطائے اجتہادی سرزد ہو جائے یا نسیان و خطا ہو جائے تو اس پر مواخذہ نہ فرمانا۔

(22)

﴿کامیابی کے لئے دعا﴾

سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول:

"اللهُمَّ علمه الكتاب والحساب، ومكن له في البلاد، وقه العذاب"[١٢٢٥٦]

''یا اللہ! معاویہؓ کو حساب و کتاب سکھا دے اور شہروں پر ان کو قبضہ دے اور عذاب سے ان کو محفوظ رکھ۔''

(23)

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال:

"بينما معاويةؓ يوضئ رسول الله ﷺ اذنظر اليه رسول الله ﷺ، فرفع رأسه اليه مرة اومرتين فقال له: "ان وليت امراً يا معاوية فاتق الله واعدل".

قال: فمازلت أظن أني مبتلى لقول رسول الله ﷺ حتى ابتلينا. [۱۲۳۲۴]

ابوبکر بن ابی شیبہ نے اپنی سند سے حضرت معاویہؓ سے روایت نقل کی ہے کہ وہ کہتے تھے مجھے اس وقت سے برابر خلافت ملنے کی امید رہی جب سے رسولِ خدا ﷺ نے مجھے فرمایا کہ:

"اے معاویہ! جب تم بادشاہ ہونا تو نیکی کرنا۔"

ابو یعلیٰؒ نے اپنی سند سے حضرت معاویہؓ سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے رسولِ خدا ﷺ نے (ایک مرتبہ یا دو مرتبہ) میری طرف دیکھا اور فرمایا کہ:

"اے معاویہ! اگر تم کو حکومت ملے تو اللہ سے ڈرنا اور انصاف کرنا"۔

حضرت معاویہؓ کہتے تھے اس وقت سے مجھے امید رہی کہ مجھے کہیں کی حکومت ملنے والی ہے۔ یہاں تک کہ حضرت عمرؓ کی طرف سے مجھے شام کی حکومت ملی، پھر حضرت حسنؓ کی خلافت کے ترک کردینے کے بعد خلافت حاصل ہوگئی۔

اس حدیث کو امام احمدؒ نے ایک مرسل سند سے روایت کیا ہے مگر ابو یعلیٰؒ نے اس کو سند صحیح سے موصول کیا ہے۔ اس کے الفاظ حضرت معاویہؓ سے اس طرح مروی ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے اصحابؓ سے فرمایا کہ:

"وضو کرو" پس جب وہ وضو کر چکے تو حضورؐ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا کہ "اے معاویہ!"

"اگر تم کو کہیں کی حکومت ملے تو اللہ سے ڈرنا اور انصاف کرنا"۔

اور طبرانی نے "اوسط" میں اس قدر مضمون زائد روایت کیا ہے کہ!

"نیکو کاروں کی نیکی قبول کرنا اور بدکاروں سے درگزر کرنا"

اور امام احمدؒ نے ایک دوسری سند حسن سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت ابو ہریرہؓ بیمار ہوئے تو بجائے ان کے حضرت معاویہؓ نے پانی کا برتن اُٹھالیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرانے لگے۔ نبی کریمؐ نے وضو کرنے میں ایک مرتبہ یا دو مرتبہ سر اُٹھایا اور فرمایا کہ: "اے معاویہ! اگر تم کو کہیں کی حکومت ملے تو اللہ سے ڈرنا اور انصاف کرنا۔"

کہ مل گئی۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"كيف بك لو قمصك الله قميصاً يعنى الخلافة۔"

''تیری کیا حالت ہوگی۔ جب اللہ تعالیٰ تجھے خلافت کی قمیص پہنائے گا۔''

سیدتنا ام حبیبہؓ نے عرض کی: یارسولؐ اللہ! اللہ تعالیٰ میرے بھائی کو خلافت کی قمیص پہنائے گا؟

فرمایا: ''ہاں!'' سیدتنا اِم حبیبہؓ نے عرض کی یارسولؐ اللہ! اس کے لئے دعا فرمائیں۔ آپؐ نے فرمایا:

''اے اللہ! اس کو ہدایت عطا فرما اور اس کو غلط باتوں سے محفوظ فرما اور دنیا وآخرت میں اس کی غلطیوں کو معاف فرما۔''

"قال النبیﷺ ان اللّٰه يقمصك قميصًا" فقالت امِ حبيبةؓ: أو اللّٰه فاعل ذالك بأخى؟

قال "نعم"۔ قالت: ادع الله لأخى يارسول اللهﷺ، قال: قال الله الردی۔

وغفرلك فی الآخرة والاولیٰ۔"

اس وجہ سے علماء نے لکھا ہے کہ سیدنا معاویہؓ کو خلافت سرکارِ دوعالم کی دعا کے نتیجہ میں عطا ہوئی۔

چنانچہ علامہ خفاجیؒ فرماتے ہیں کہ:

سیدنا معاویہؓ مملکت اسلامیہ اور مختلف شہروں کو جو خلیفہ بنے وہ سرکارِ دوعالمﷺ کی دعا کا نتیجہ تھا۔

آپؓ کی خلافت کی پیشن گوئی کے ساتھ ساتھ آپؓ کی طاقت اور عزم وہمت کے بارے میں بھی حضورﷺ نے ان الفاظ میں ارشاد فرمایا: "ان معاوية لايصارع احدًا إلّا صرعه معاوية".

''معاویہؓ سے جو بھی نبرد آزما ہوگا معاویہؓ اُسے پچھاڑ دے گا'' یہ تو دنیا کی کامیابی وکامرانی کی بشارت تھی۔

آخرت میں آپؓ پر انعامِ الٰہی کا ذکر فرماتے ہوئے سرکارِ دوعالمﷺ نے فرمایا:

"يبعث الله معاوية يوم القيامة وعليه رداء من نور الايمان۔"

''اللہ تعالیٰ قیامت کے روز معاویہؓ کو اس حالت میں اٹھائیں گے کہ ان پر ایمان کے نور کی چادر ہوگی۔ (جس میں وہ لپٹے ہوئے ہوں گے۔)''

سیدنا معاویہؓ ایک دفعہ نبی کریم ﷺ کے خلف میں سواری پر سوار تھے آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ آپؓ کے جسم کا کون سا حصہ میرے قریب تر ہے تو معاویہؓ نے عرض کیا کہ میرا شکم آپؐ کے نزدیک ہے۔

تو اس وقت آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اے اللہ! اسے علم اور حلم سے پُر فرما دے۔''

اسی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

عن شداد بن اوسؓ قال : "قال رسول الله ﷺ معاوية أحلم أمتي و أجودها"

عن أبي هريرةؓ قال: أردف النبيؐ معاوية فقال له: "يا معاوية، ما يليني منك؟ "قال:"وجهي، فقال له النبيؐ: "وقاه الله النار،" ثم قال:"يا معاوية ما يليني منك؟"قال: صدري،قال: "حشاه الله علماً و ايماناًو نوراً"، ثم قال "يا معاوية ما يليني منك؟"قال: بطني، قال: "عصمه الله بما عصم به الاولياء"،ثم قال:" يا معاوية ما يليني منك؟"قال كلّي، قال: "عفر الله لك ، ووقاك الحساب، وعلمك الكتاب، وجعلك هادياً مهدياً، وهداك وهدى بك"

كان معاوية رديف النبيؐ فقال يا معاوية

"مايليني منك "قال "بطني "قال! "اللهم املائه علما و حلما"

کوئی صاحبِ ایمان تصور کر سکتا ہے؟ کہ حضرت معاویہؓ کے حق میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر کی گہرائیوں سے زبانِ فیض ترجمان پر مچلنے والی دعائیں یونہی رائیگاں گئی ہوں اور رنگ نہ لائی ہوں، بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے کامل یقین ہے کہ حضرت معاویہؓ کے حق میں وہ پوری ہوئیں۔ اور اب وہ قبر میں ان دعاؤں کی بہاریں لوٹ رہے ہیں اور وہ نعمتیں حاصل کر رہے ہیں کہ جو نہ کسی آنکھ نے دیکھیں نہ کسی کان نے سنی اور نہ کسی فردِ بشر کے دل میں کھٹکیں۔ اس مقام پر بات پیشِ نظر رہے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے دستِ سوال دراز فرماتے ہوئے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معاویہؓ کا لفظ ہی استعمال فرمایا۔ اگر معاویہ کے معنی نامناسب و قبیح ہوتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کبھی یہ الفاظ زبان مبارک پر نہ لاتے۔

" اَللّٰهُمَّ ارزقنا حبّه وحُبَّ مَنْ يُحِبُّهُ"

بخاری و مسلم کی اس مشہور حدیث کی رو سے آپؓ جنتی ہیں۔

"قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ اُمَّتِيْ يغزون البحر قداوجبوا۔"

میری امت کا جو لشکر سب سے پہلے سمندری جنگ لڑے گا اس کے لئے جنت واجب ہو گئی۔ (26)

حضرت معاویہؓ کو سرکارِ دو عالم ﷺ نے جنت کی بشارت زبانی نبوت سے عطا فرمائی۔

چنانچہ آپؐ کا ارشاد گرامی ہے کہ: "اول جيش من أمتي يغزون البحر قدأوجبو۔"

''میری امت کا پہلا لشکر جو بحری جہاد کرے گا اس پر جنت واجب ہو گی۔''

اس ارشاد کا پس منظر یہ ہے کہ ایک دن سرکارِ دو عالم ﷺ نے عبادۃ بن الصامت کے گھر کھانا تناول فرمایا۔ کھانے سے فراغت کے بعد آپؐ نے وہیں پر استراحت فرمائی۔ حضرت امِ حرامؓ آپؐ کا سرِ مبارک کھجلانے لگ گئیں اور آپؐ پر نیند غالب آ گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد آپؐ نیند سے بیدار ہو گئے اور مسکراتے ہوئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ حضرت امِ حرامؓ نے عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ آپ کیوں مسکرا رہے ہیں؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ اے امِ حرامؓ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میری امت کے کچھ لوگ سمندر میں جنگ و جہاد کے ارادے سے سوار ہیں۔

حضرت ام حرامؓ نے عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ آپ دعا فرمائیں کہ میں بھی ان میں شامل ہو جاؤں۔ آپؐ نے امِ حرامؓ کیلئے دعا فرمائی اور پھر سو گئے کچھ دیر کے بعد آپؐ پھر مسکراتے ہوئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ تو آپؐ نے پھر اسی خواب کا اعادہ فرمایا۔ حضرت امِ حرامؓ پھر شرکت کے لئے دعا کی درخواست کی تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ تُو پہلی جماعت کے ساتھ شریک ہو گی۔

تاریخ اسلام اس بات پر گواہ ہے کہ سب سے پہلا بحری لشکر جس نے قبرص کو فتح کیا اس کی قیادت سیدنا معاویہؓ نے فرمائی چنانچہ علامہ ابن الاثیرؒ فرماتے ہیں کہ:

"وكان امير ذالك الجيش معاوية بن ابى سفيان فى خلافة عثمان ومعه ابوذر وابو الدرداء وغيرهما من الصحابة۔"

اس لشکر کے سیدنا معاویہؓ تھے خلافتِ عثمانی میں یہ بحری جہاد کیا گیا تھا اور آپؓ کے ساتھ ابوذرؓ، ابوالدرداءؓ اور ان کے علاوہ اور بھی صحابہ کرامؓ تھے۔ اسی لشکر میں حضرت امِ حرامؓ بھی شریک تھیں۔ جو واپسی پر ایک خچر پر سوار ہوتے وقت گر پڑیں اور وہیں انتقال فرما گئیں۔ (27)

بحرِ روم جس کو بحرِ احضر اور بحرِ متوسط (مڈسٹرین سی) بھی کہتے ہیں یورپ اور ایشیاء کی اور اب گویا اسلام اور عیسائیت کی حدِ فاصل ہے۔ اور اس زمانہ میں یہ رومیوں کی بحری قوتوں کا جولانگاہ تھا۔

ایک دفعہ آنحضرت ﷺ خوابِ راحت سے مسکراتے ہوئے بیدار ہوئے اور فرمایا:

''اس وقت خواب میں میری امت کے کچھ لوگ تختِ شاہی پر بادشاہوں کی طرح بیٹھے ہوئے دکھائے گئے۔ یہ بحیرۂ احضر میں (جہاد کے لئے) اپنے جہاز ڈالیں گے۔''

یہ بشارت سب سے پہلے سیدنا معاویہؓ کے عہد میں پوری ہوئی اور دیکھا گیا کہ دمشق کی سرزمین پر اسلام میں سب سے پہلے سیدنا معاویہ تخت شاہی بچھایا جاتا ہے دوسری مرتبہ دمشق کا شہزادہ یزید اپنی سپہ سالاری میں مسلمانوں کا لشکر لے کر بحرِ احضر میں جہازوں کے بیڑے ڈالتا ہے اور دریا عبور کر کے قسطنطیہ کی چہار دیواری پر تلوار مارتا ہے۔ (28)

سعادت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے پہلا بحری جہاد کرنے والوں کے حق میں جنت کی بشارت دی تھی، سن ۲۷ ہجری میں سیدنا معاویہؓ اس کی طرف بحری بیڑہ لے کر روانہ ہوئے اور سن ۲۸ ہجری میں وہ سیدنا معاویہؓ کے ہاتھوں فتح ہو گیا اور سیدنا معاویہؓ نے وہاں کے لوگوں پر جزیہ عائد کیا۔

علماء نے لکھا ہے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ اکثر و بیشتر بغیر کسی درخواست کے خود دعا فرماتے تھے۔ جیسا کہ سیدنا معاویہؓ کے بارے میں آپؐ نے یہ دعائیں کیں۔

ملا علی القاریؒ نے لکھا ہے:

[1]

''ولا ارتیاب ان دعاء النبی ﷺ مستجاب فمن کان ھذا حالہ فکیف یرتاب فی حقہ۔''

اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا یقیناً قبول ہوتی ہے لہٰذا جس شخص کے حق میں یہ دعائیں ہوتی ہیں اس کے بارے میں ان کی قبولیت میں کس طرح شک کیا جا سکتا ہے۔

بعض روایات میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی دعا کے اثرات کئی پشتوں تک رہتے۔

چنانچہ سیدنا حذیفہؓ فرماتے ہیں:

''بے شک رسول اللہ ﷺ جس کے لئے دعا فرماتے تو اس دعا کے اثرات اس شخص اور اس کی اولاد اور پھر اس کی اولاد کی اولاد کو بھی پہنچتے۔''

مشہور مؤرخ مسعودی نے آپؓ کے دن بھر کے اوقات کا تفصیلی نقشہ کھینچا ہے۔ مسعودی لکھتے ہیں:

"آپؓ فجر کی نماز ادا کر کے زیر سلطنت ممالک سے آئی ہوئی رپورٹیں سنتے پھر قرآن حکیم کی تلاوت فرماتے اور تلاوت کے بعد گھر تشریف لے جاتے اور وہاں ضروری احکامات جاری کرتے، پھر نماز اشراق ادا کر کے باہر تشریف لاتے اور خاص خاص لوگوں کو طلب فرماتے اور ان کے ساتھ دن بھر کے ضروری امور کے متعلق مشورہ کرتے اس کے بعد ناشتہ لایا جاتا جو رات کے بچے ہوئے کھانے میں سے ہوتا۔ پھر آپؓ کافی دیر تک مختلف موضوعات پر باتیں کرتے رہتے اور اس کے بعد گھر تشریف لے جاتے۔ تھوڑی دیر بعد باہر تشریف لاتے اور مسجد میں مقصورہ سے کمر لگا کر کرسی پر بیٹھ جاتے۔ اس وقت میں عام مسلمان جن میں کمزور، دیہاتی، بچے، عورتیں سب شامل ہوتے، آپؓ کے پاس آتے اور اپنی ضرورتیں، تکلیفیں بیان کرتے تھے۔ آپؓ ان سب کی دل دہی کرتے ضرورتیں پوری فرماتے اور ان کی تکلیفوں کو دور کرتے تھے۔ جب تمام لوگ اپنی حاجتیں بیان کر لیتے اور آپؓ ان کے متعلق احکام جاری فرما دیتے اور کوئی نہ بچتا تو آپؓ اندر تشریف لے جاتے اور وہاں خاص خاص لوگوں، معززین اور اشراف قوم سے ملاقات فرماتے، آپؓ ان سے کہتے:

''حضرات! آپ کو اشراف قوم اس لئے کہا جاتا ہے کہ آپ کو اس مجلس خصوصی میں حاضر ہونے کا شرف حاصل ہے لہٰذا آپ کا فرض ہے جو لوگ یہاں حاضر نہیں ہیں ان کی ضرورتیں بیان کریں۔''

وہ ضرورتیں بیان کرتے اور آپؓ ان کو پورا فرماتے، پھر دوپہر کا کھانا لایا جاتا اس وقت کاتب بھی حاضر ہوتا وہ آپ کے سرہانے کھڑا ہو جاتا اور باریاب ہونے والوں کو ایک ایک کر کے پیش کرتے اور جو کچھ وہ اپنی مشکلات اور مصروفیات تحریر کر کے لاتے آپؓ کو پڑھ کر سناتا رہتا، آپؓ کھانا کھاتے جاتے اور احکام لکھواتے جاتے تھے اور ہر باریاب ہونے والا شخص جب تک حاضر رہتا کھانے میں شریک رہتا، پھر آپؓ گھر تشریف لے جاتے اور ظہر کی نماز کے وقت تشریف لاتے، ظہر کی نماز کے بعد خاص مجلس ہوتی جس میں وزراء سے ملکی امور کے متعلق مشورہ ہوتا اور احکامات جاری ہوتے یہ مجلس عصر تک جاری رہتی۔ آپؓ (سیدنا معاویہؓ) عصر کی نماز ادا کرتے اور پھر عشاء کے وقت تک مختلف امور میں مشغول رہتے۔ عشاء کی نماز کے بعد امراء سے امور سلطنت پر گفتگو ہوتی۔ یہ گفتگو ختم ہوتی تو علمی مباحث چھڑ جاتے اور یہ سلسلہ رات گئے تک جاری رہتا تھا۔ آپؓ نے دن میں پانچ اوقات ایسے رکھے ہوئے تھے جن میں لوگوں کو عام اجازت تھی کہ وہ آئیں اور اپنی شکایات بیان کریں۔"

عن مجاهدؒ قال:"لو رأيتم معاويةؓ لقلتم هذالمهدى۔"

"اگر تم سیدنا معاویہؓ کو دیکھتے تو تم کہتے یہ مہدی ہے"

عن جبلة بن سحيم عن ابن عمرؓ قال:"مارأيت أحداًبعد رسول اللهﷺ أسود من معاويةؓ"

"میں نے رسول اللہﷺ کے بعد سیدنا معاویہؓ سے بڑا سردار نہیں دیکھا"

عن ابن عباسؓ قال:"مارأيت احداً أخلق للملك من معاويةؓ"

"ما رأيت رجلاً كان أخلق يعنى للملك"

"میں نے ملکی حکومت کو زینت دینے والا (جہاں آراء) سیدنا معاویہؓ سے زیادہ کوئی نہیں دیکھا"

"میں نے سیدنا معاویہؓ سے بڑھ کر کسی شخص کو بادشاہت کے لائق نہیں دیکھا" (32)

عن قبيصة بن جابرؓ قال: "ما رأيت احداً أعظم حلماًولا أكثر سودداً ولا ابعد اناة ولا ألين مخرجاًولا ارحب باعابالمعروف من معاويةؓ"

حضرت قبیصہ بن جابرؓ کا فرمان ہے:

"میں کوئی آدمی ایسا نہیں دیکھا ہے جو سیدنا معاویہؓ سے زیادہ بردبار، ان سے بڑھ کر سرداری کے لائق، ان سے زیادہ باوقار، ان سے زیادہ نرم دل اور نیکی میں ان سے زیادہ کشادہ دست ہو۔"(33)

سیدنا سعد بن ابی وقاصؓ (جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں) فرماتے ہیں:

"مارأيت أحدًا بعد عثمانؓ أقضىٰ بحق من صاحب هذالباب يعنى معاوية"

"میں نے سیدنا عثمانؓ کے بعد اس دروازہ والے (معاویہؓ) زیادہ حق فیصلہ کرنے والا کسی کو نہیں دیکھا۔(34)

حضرت ابوالدرداءؓ فرماتے ہیں:

"مارأيت احدًا بعد رسول اللهﷺ أشبه صلاة برسول الله من امير كم(معاويةؓ) "

"میں نے تمہارے اس امیر۔امام (سیدنا معاویہؓ) سے زیادہ حضورؐ کی نماز سے مشابہ نماز کسی کی نہیں دیکھی۔"

سیدنا معاویہؓ کی دینی معاملات میں کوشش ہوتی تھی کہ اتباعِ سنت کا لحاظ رکھا جائے اور منکرات سے منع کیا جائے اور انسداد مفاسد کے لئے سعی کی جائے۔یہی وہ عشق رسولﷺ تھا جس کی وجہ سے آپؓ آنحضرتﷺ کے ہر قول وفعل کو دل و جان سے قبول کرتے تھے۔

حتی المقدور اپنے جملہ امور کو جناب نبی کریمﷺ کے ارشاد اور طریق کار کے مطابق سرانجام دیا جائے۔

(نماز کو قائم کرنا ہے)۔اس مسئلے میں سیدنا معاویہؓ پوری طرح کوشش کرتے تھے کہ جناب نبی اقدسؐ کے طریق پر نماز ادا کی جائے اور کسی طرح بھی آنحضرتؐ کے فرمان وعمل کے خلاف نماز کی ادائیگی نہ ہو۔

حضرت معاویہؓ کے اس اتباعِ سنت پر صحابہ کرامؓ شاہد ہیں کہ ان موصوف کی ادائیگی نماز جناب نبی کریمؐ کے زیادہ مشابہہ اور مطابق ہوتی تھی اور اس میں کوئی فرق محسوس نہیں کیا جاتا ہے۔ (35)

اس طرح ایک بار حضرت ابن عباسؓ کے آزاد کردہ غلام حضرت کریبؓ نے آکر آپؓ سے شکایت کے لہجے میں بیان کیا کہ حضرت معاویہؓ نے وتر کی تین رکعتوں کے بجائے ایک رکعت پڑھی ہے تو حضرت ابن عباسؓ نے جواب دیا: ”اصاب یا بنی لیس احدمنا اعلم من معاویہ۔“

”اے میرے بیٹو! اس بارے میں سیدنا معاویہؓ نے درست فرمایا اور ہم میں معاویہؓ سے بڑھ کر اور کوئی عالم نہیں۔“ اس سے ظاہر ہوا کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ آپؓ کے علم وتقوی سے کس درجہ متاثر تھے۔

امام ذہبیؒ نے لکھا ہے: ”هذه شهادة الصحابة بفقهة و دينه و الشاهد بالفقه ابن عباسؓ“ (36)

یعنی سیدنا معاویہؓ کی فقاہت اور دین داری کی صحابہ کرامؓ کی طرف سے یہ شہادت موجود ہے اور ان کے فقیہہ ہونے پر سیدنا عبداللہ بن عباسؓ جیسا ثقہ اور فقیہ الامت شخص شاہد ہے۔

ایک بار حضرت عمر فاروقؓ کے سامنے حضرت معاویہؓ کی گئی تو فرمایا:

”دعونا من ذم فتی قریش و ابن سیدها، من یضحك فی الغضب و لا ینال ماعنده اِلا علی الرضا، و لا یؤخذ ما فوق رأ سه اِلا من تحت قدمیه“۔

”قریش کے اس جوان اور ان کے سردار کے بیٹے کی برائی مت کرو جو غصہ کے وقت ہنستا ہے (انتہائی بردبار ہے) اور جو کچھ اس کے پاس ہے بغیر اس کی رضامندی کے حاصل نہیں کیا جا سکتا اور اس سر پر کی چیز کو حاصل کرنا چاہو تو اس کے قدموں پر جھکنا پڑے گا (انتہائی غیور اور شجاع ہے)۔ (37)

سیدنا عمر فاروقؓ سے یہ بھی منقول ہے: ”ایاکم و الفرقة بعدی، فان فعلتم فاعلموا أن معاویةؓ بالشام“۔

”لوگو! میرے بعد فرقہ بندی سے بچو اور اگر تم نے ایسا کیا تو جان لو کہ معاویہؓ شام میں موجود ہیں“ (38)

حافظ ابن کثیرؒ نے نقل کیا ہے کہ جب سیدنا علیؓ جنگِ صفین سے واپس لوٹے تو فرمایا:

”ایها الناس لاتکرهوا امارة معاویةؓ فانکم لوفقدتموه رأیتم الرؤس تندرعن کو اهلها کانها الحنظل۔“

”لوگو! تم معاویہؓ کی امارت کو ناپسند مت کرو، کیونکہ اگر یہ تمہارے اندر سے اُٹھ جائیں اگر تم نے انہیں گم کر دیا تو دیکھو گے کہ سر اپنے شانوں سے اس طرح کٹ کٹ کر گریں گے جس طرح حنظل کا پھل اپنے درخت س

آپؓ اس درجہ کے حلیم اور بردبار تھے کہ آپؓ کا حلم ضرب المثل بن گیا اور آپؓ کے تذکرہ حلم کا تصور اتنا لازم ہو گیا کہ بغیر اس کے آپؓ کا تذکرہ نامکمل ہے۔ آپؓ کے مخالفین آپؓ کے پاس آتے اور بسا اوقات انتہائی نازیبا رویہ اور سخت کلامی کے ساتھ پیش آتے مگر آپؓ اسے ہنسی میں ٹال دیتے۔

عن شداد بن أوس قال:قال رسول اللهﷺ"معاويةؓ أحلم امتی و أجودها"

قال عبدالملك بن مروان يومًا و ذكر معاوية فقال:"مارأيت مثله فی حلمه و كرمه"

وقال قبيصة بن جابرؒ: "مارأيت احدًا أعظم حلماً ولا أكثر سؤددًا،ولا أبعد أناة ولا ألين مخرجا، ولاأرحب باعًا بالمعروف من معاويةؓ،وقال بعضهم:أسمع رجل مرة معاوية كلامًا سيئاً شديدًا، غضب منه اهله فقيل له: لو سطوت عليه لكان له نكالا؟"

فقال: ان لاستحيي من الله أن يضيق حلمي عن ذنب أحدمن رعيتي۔

وفي رواية قال له رجل: ياأمير المؤمنين ما أحلمك؟!

فقال: "اني لاستحي أن يكون جرم رجل أعظم من حلمی۔"

وقال: "لايبلغ الرجل مبلغ الرأى حتى يغلب حلمه جهله، وصبره شهوته، ولا يبلغ الرجل ذالك اِلابقوة الحلم۔"

اشتهر أمير المومنين معاوية بصفة الحلم وكان يضرب به المثل فی حلمهؓ ولحظم غيظه عفوه عن الناس۔"

اور عبدالملک بن مروان نے ایک دن حضرت معاویہؓ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ:

''میں نے حوصلہ، برداشت اور سخاوت میں ان جیسا کوئی شخص نہیں دیکھا۔''

اور قبیصہ بن جابرؒ فرماتے ہیں کہ ''میں نے حضرت معاویہؓ سے بڑھ کر کسی شخص کو حلیم، بردبار، نرم مزاج، سردار اور نیکی میں کشادہ دست نہیں دیکھا۔''

اور بعض نے بیان کیا ہے کہ ایک شخص نے حضرت معاویہؓ کو سخت بُری باتیں کہیں۔ تو آپؓ سے کہا گیا کاش! آپؓ اس پر حملہ کر کے اسے مغلوب کر دیتے؟

تو آپؓ نے فرمایا: مجھے اللہ تعالیٰ سے شرم آتی ہے کہ میری رعایا کے کسی شخص کے گناہ سے میرا حوصلہ تنگ پڑ جائے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص نے آپؓ سے کہا اے امیر المؤمنین! آپؓ کو کس نے حلیم بنایا ہے؟

ابن عونؒ کا بیان ہے کہ حضرت معاویہؓ کے زمانے میں ایک عام آدمی کھڑا ہوتا اور ان سے کہتا: اے معاویہؓ! تم ہمارے ساتھ ٹھیک ہو جاؤ ورنہ ہم تمہیں سیدھا کر دیں گے، اور سیدنا معاویہؓ فرماتے بھلا کس چیز سے سیدھا کرو گے؟ تو وہ جواب میں کہتا کہ لکڑی سے۔ آپؓ فرماتے! اچھا! پھر ہم ٹھیک ہو جائیں گے۔

اور اصمعیؒ نے امام ثوریؒ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ حضرت معاویہؓ نے فرمایا:

''مجھے شرم محسوس ہوتی ہے کہ گناہ میرے عفو سے بڑھ جائے یا جہالت میرے حوصلے سے بڑھ جائے یا قابلِ شرم کمزوری کو میں اپنے پردے سے چھپا نہ سکوں۔''

آپؓ کے بھانجے عبدالرحمٰن ابن الحکم نے حضرت معاویہؓ سے کہا: فلاں شخص مجھے گالیاں دیتا ہے۔

آپؓ نے اسے فرمایا: اسکے آگے پست ہو کر گزر و، وہ تجھے معاف کر دے گا۔

اور ابن عربیؒ نے بیان کیا ہے کہ: ایک شخص نے حضرت معاویہؓ سے کہا:

''میں نے آپؓ سے زیادہ برداشت والا شخص نہیں دیکھا، حضرت معاویہؓ نے فرمایا:

ہاں، جو شخص آدمیوں کا مقابلہ کرتا ہے وہ ایسے ہی ہوتے ہیں۔''

اور ابو عمرو بن العلاء نے بیان کیا ہے کہ حضرت معاویہؓ نے فرمایا:

''مجھے سرخ اونٹوں کی سخاوت میں خوشی محسوس ہوتی ہے۔''

نیز فرمایا: ''فتح کے مقابلہ میں حلم اختیار کرنے سے مجھے خوشی ہوتی ہے۔''

اور بعض نے کہا کہ حضرت معاویہؓ نے فرمایا:

''اے بنی امیہ! حلم کے ذریعے قریش میں ممتاز ہو جاؤ، خدا کی قسم زمانہ جاہلیت میں کسی شخص سے ملتا تو وہ مجھے جی بھر کر گالیاں دیتا اور میں اس سے بڑا حلم اختیار کرتا پھر میں لوٹتا تو وہ میرا دوست ہوتا اور اگر میں اس سے مدد مانگتا تو وہ میری مدد کرتا اور میں حملہ کرتا تو وہ میرے ساتھ حملہ کرتا، اور شریف آدمی سے حلم کا روکنا اس کا شرف نہیں اور وہ اسے کرم میں زیادہ کر دیتا ہے۔''

نیز فرمایا:

''حلم کی آفت ذلت ہے اور جب تک کسی شخص کا حلم اس کی جہالت پر اور اس کا صبر اس کی شہوت پر غالب نہ آ جائے وہ مشورے کے مقام تک نہیں پہنچتا اور اس تک آدمی حلم کی قوت سے ہی پہنچ سکتا ہے۔''(40)

حق تعالیٰ نے آپؐ کو دیگر صفاتِ محمودہ کے علاوہ حسنِ خلق اور عفوودرگزر کی اعلیٰ صفات سے بھی نوازا تھا، پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ مخالفین اور ناواقفین آپؐ کے پاس آتے، بدتہذیبی کے ساتھ پیش آتے لیکن آپؐ بلند حوصلگی سے کام لے کر درگزر فرماتے، اس سلسلے میں ایک عجیب وغریب واقعہ کا ذکر کرنا بیجا نہ ہوگا، جس سے حضرت معاویہؓ کے صبر وتحمل، فدا کاری اور اطاعتِ رسول ﷺ پر روشنی پڑتی ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ آنحضرتؐ کی حیاتِ بابرکات میں حضرت وائل بن حجرؓ جو ''حضر موت'' کے بادشاہ کے بیٹے تھے، آپؐ کی خدمت میں اسلام قبول کرنے کیلئے حاضر ہوئے اور مشرف بہ اسلام ہونے کے بعد کچھ روز آپؐ کے پاس مقیم رہے، جب وہ واپس ہونے لگے تو آنحضرت ﷺ نے حضرت معاویہؓ کو کسی ضرورت کی وجہ سے ان کے ساتھ کردیا، حضرت معاویہؓ ساتھ ہولئے۔ یہ پیدل تھے اور وائل بن حجرؓ اونٹ پر سوار تھے۔

حضرت وائل بن حجرؓ خاندانی شہزادے تھے اور نئے نئے اسلام لائے تھے۔ اس لئے شہزادگی کی خوبو ابھی باقی تھی اس لئے انہوں نے حضرت معاویہؓ کو ساتھ بٹھانا گوارا نہ کیا، کچھ دور تک تو حضرت معاویہؓ پیدل چلتے رہے مگر عرب کی صحرائی گرمی، الامان والحفیظ! جب پاؤں تپتی ہوئی ریت میں جھلسنے لگے تو تنگ آ کر حضرت وائلؓ سے گرمی کی شکایت کی اور کہا کہ: مجھے بھی اپنے ساتھ سوار کر لیجئے، مگر وہ شہزادگی کی شان میں تھے۔ کہنے لگے:

یہ کیوں کر ممکن ہے کہ میں تمہیں سوار کرلوں تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو جو بادشاہوں کے ساتھ سوار ہوسکتے ہیں۔'' حضرت معاویہؓ نے کہا اچھا! اپنے جوتے ہی دیجئے کہ ریت کی گرمی سے کچھ بچ جاؤں، مگر انہوں نے اس سے بھی انکار کر دیا اور کہنے لگے:

''تمہارے لئے بس اتنا شرف کافی ہے کہ میری اونٹنی کا جو سایہ زمین پر پڑ رہا ہے اس پر پاؤں رکھ کر چلتے رہو۔''

مختصر یہ کہ انہوں نے نہ حضرت معاویہؓ کو سوار ہونے دیا اور نہ اس قیامت خیز گرمی سے بچنے کا کوئی اور انتظام کیا۔ اور سارا راستہ حضرت معاویہؓ نے پیدل طے کیا۔

ظاہر ہے کہ حضرت معاویہؓ بھی خاندانی اعتبار سے کچھ کم رتبہ نہیں تھے۔ وہ بھی سردار قریش کے بیٹے تھے۔ لیکن آنحضرت ﷺ کے حکم کی اطاعت کے لئے پیشانی پر شکن لائے بغیر ان کے ساتھ چلتے رہے۔

مگر یہی وائل بن حجرؓ حضرت معاویہؓ کے پاس اس وقت آئے جب وہ خلیفہ بن چکے ہیں۔ تو حضرت معاویہؓ انہیں پہچانتے ہیں اور وہ سارا واقعہ ان کی آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے مگر اس کے باوجود وہ سب کچھ بھلا کر ان کی بھرپور مہمانداری کرتے ہیں اور ان کے ساتھ انتہائی عزت واکرام کا برتاؤ کرتے ہیں۔

اس واقعہ سے آپؓ کے اخلاقِ کریمانہ، بلند حوصلگی اور عفوودرگزر کا کچھ اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔(42)

آئے، آپؓ نے وہ حاجت پوری کی، پھر انہیں بُلایا اور فرمایا:

''اے مسورؓ! تم ہم پر کیا کچھ طعن و تشنیع کرتے رہے ہو؟''

حضرت مسورؓ نے جواب دیا: ''اے امیر المومنین! جو کچھ ہوا اسے بھول جائیے۔''

آپؓ نے فرمایا: نہیں! وہ سب باتیں جو تم میرے متعلق کہا کرتے تھے بیان کرو۔

چنانچہ حضرت مسورؓ نے وہ تمام باتیں آپؓ کے سامنے دہرا دیں جو وہ آپؓ کے متعلق کہا کرتے تھے۔ آپؓ نے خندہ پیشانی کے ساتھ تمام الزامات کو سنا اور ان کا جواب دیا آپؓ کے اس رویہ کا اثر یہ ہوا کہ اس واقعہ کے بعد حضرت مسورؓ جب بھی حضرت معاویہؓ کا ذکر کرتے بہترین الفاظ میں کرتے اور ان کے لئے دعائے خیر کیا کرتے تھے۔

آپؓ کے حلم اور بردباری کے واقعات، کتب تاریخ میں بھرے پڑے ہیں۔ منہ پھٹ لوگ اور مخالفین آتے اور جس طرح منہ میں آتا، شکایتیں پیش کرتے مگر آپؓ انتہائی بردباری سے کام لیتے، ان کی شکایات سنتے، ان کی تکلیفوں کو حتی الامکان دور کرتے اور ان کو انعامات سے نوازتے تھے۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ جب وہ آپؓ کی مجلس سے اُٹھتے تو آپؓ کے گرویدہ ہو کر مجلس سے باہر آتے۔

سیدنا معاویہؓ اپنے اوصاف و اخلاق خصوصاً حلم و بردباری کے اعتبار سے اپنے ہم عصر لوگوں میں ایک ممتاز حیثیت کے حامل تھے۔ چنانچہ مختلف علماء مثلاً ابن ابی الدنیاؒ اور ابوبکر بن عاصمؒ وغیرہ نے اس باب میں ان کے حق میں مستقل تصانیف لکھی ہیں۔

حق تعالیٰ نے آپ ؓ کو دیگر صفاتِ محمودہ کے علاوہ حسنِ خلق اور عفوودرگزر کی اعلیٰ صفات سے بھی نوازا تھا، پہلے بیان کیا جاچکا ہے کہ مخالفین اور ناواقفین آپ ؓ کے پاس آتے، بدتہذیبی کے ساتھ پیش آتے لیکن آپ ؓ بلند حوصلگی سے کام لے کر درگزر فرماتے، اس سلسلے میں ایک عجیب وغریب واقعہ کا ذکر کرنا بیجا نہ ہوگا، جس سے حضرت معاویہ ؓ کے صبر وتحمل، فداکاری اور اطاعتِ رسول ﷺ پر روشنی پڑتی ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی حیاتِ بابرکات میں حضرت وائل بن حجر ؓ جو ''حضرموت'' کے بادشاہ کے بیٹے تھے، آپ ﷺ کی خدمت میں اسلام قبول کرنے کیلئے حاضر ہوئے اور مشرف بہ اسلام ہونے کے بعد کچھ روز آپ ﷺ کے پاس مقیم رہے، جب وہ واپس ہونے لگے تو آنحضرت ﷺ نے حضرت معاویہ ؓ کو کسی ضرورت کی وجہ سے ان کے ساتھ کردیا، حضرت معاویہ ؓ ساتھ ہولئے۔ یہ پیدل تھے اور وائل بن حجر ؓ اونٹ پر سوار تھے۔

حضرت وائل بن حجر ؓ خاندانی شہزادے تھے اور نئے نئے اسلام لائے تھے۔ اس لئے شہزادگی کی خوبو ابھی باقی تھی اس لئے انہوں نے حضرت معاویہ ؓ کو ساتھ بٹھانا گوارا نہ کیا، کچھ دور تک تو حضرت معاویہ ؓ پیدل چلتے رہے مگر عرب کی صحرائی گرمی، الامان والحفیظ! جب پاؤں تپتی ہوئی ریت میں جھلسنے لگے تو تنگ آکر حضرت وائل ؓ سے گرمی کی شکایت کی اور کہا کہ: مجھے بھی اپنے ساتھ سوار کر لیجئے، مگر وہ شہزادگی کی شان میں تھے۔ کہنے لگے:

یہ کیونکر ممکن ہے کہ میں تمہیں سوار کرلوں تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو جو بادشاہوں کے ساتھ سوار ہوسکتے ہیں۔'' حضرت معاویہ ؓ نے کہا اچھا! اپنے جوتے ہی دیجئے کہ ریت کی گرمی سے کچھ بچ جاؤں، مگر انہوں نے اس سے بھی انکار کردیا اور کہنے لگے:

''تمہارے لئے بس اتنا شرف کافی ہے کہ میری اونٹنی کا جو سایہ زمین پر پڑ رہا ہے اس پر پاؤں رکھ کر چلتے رہو۔''

مختصر یہ کہ انہوں نے نہ حضرت معاویہ ؓ کو سوار ہونے دیا اور نہ اس قیامت خیز گرمی سے بچنے کا کوئی اور انتظام کیا۔ اور سارا راستہ حضرت معاویہ ؓ نے پیدل طے کیا۔

ظاہر ہے کہ حضرت معاویہ ؓ بھی خاندانی اعتبار سے کچھ کم رتبہ نہیں تھے۔ وہ بھی سردار قریش کے بیٹے تھے۔ لیکن آنحضرت ﷺ کے حکم کی اطاعت کے لئے پیشانی پر شکن لائے بغیر ان کے ساتھ چلتے رہے۔

مگر یہی وائل بن حجر ؓ حضرت معاویہ ؓ کے پاس اس وقت آئے جب وہ خلیفہ بن چکے ہیں۔ تو حضرت معاویہ ؓ انہیں پہچانتے ہیں اور وہ سارا واقعہ ان کی آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے مگر اس کے باوجود وہ سب کچھ بھلا کر ان کی بھرپور مہمانداری کرتے ہیں اور ان کے ساتھ انتہائی عزت واکرام کا برتاؤ کرتے ہیں۔

اس واقعہ سے آپ ؓ کے اخلاقِ کریمانہ، بلند حوصلگی اور عفوودرگزر کا کچھ اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔(42)

آپؓ کو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے گہرا تعلق اور عشق تھا۔ ایک مرتبہ آپؓ کو پتہ چلا کہ بصرہ میں ایک شخص ہے جو نبی کریمؐ کے ساتھ بہت مشابہت رکھتا ہے۔ آپؓ نے وہاں کے گورنر کو خط لکھا کہ تم فوراً اسے عزت واکرام کے ساتھ یہاں روانہ کردو۔ چنانچہ اسے عزت واکرام کے ساتھ لایا گیا۔

آپؓ نے آگے بڑھ کر اس کا استقبال کیا۔ اس کی پیشانی پر بوسہ دیا اور اس کو انعامات اور خلعت سے نوازا۔

حضرت معاویہؓ کے دورِ خلافت میں بصرہ کے علاقہ میں ایک شخص کابس بن ربیعہ رہتے تھے ان کی نبی اقدس ﷺ کے ساتھ ایک گونہ صورتاً مشابہت پائی جاتی تھی۔

حضرت معاویہؓ کو جب کابس بن ربیعہ مذکور کے متعلق علم ہوا تو انہوں نے والی اور حاکم بصرہ عبداللہ بن عامر کو مکتوب ارسال کیا کہ کابس بن ربیعہ کو احترام کے ساتھ میری طرف روانہ کردیں۔ چنانچہ عبداللہ بن عامر نے ان کو حضرت معاویہؓ کی خدمت میں بطور وفد روانہ کیا۔

جب کابس بن ربیعہ حضرت معاویہؓ کے ہاں پہنچے تو ان موصوف کو کابس کی آمد کی اطلاع دی گئی۔

اس پر حضرت معاویہؓ فرطِ عقیدت میں اپنی مسند سے اُتر پڑے اور پا پیادہ چل کر کابس بن ربیعہ کا استقبال کیا اور ان سے ملاقات کی۔ حضرت معاویہؓ نے شوق اور تکریم کی بناء پر کابس بن ربیعہ کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور پیشانی کی تقبیل کی۔

اس کے بعد سیدنا معاویہؓ نے ان کے لئے مرو کے علاقے میں ایک قطعہ اراضی مستقلاً متعین کردیا جس کو المرغاب کہتے تھے تاکہ آپ سہولت اور خوشحالی سے اپنا وقت بسر کرسکیں۔ یہ صرف آنحضرتؐ کی مشابہت کے احترام کے پیشِ نظر کیا اور ان کی قدر شناسی کی سعادت حاصل کی۔ (43)

اسی عشقِ رسول ﷺ کی بناء پر آپؓ نے سرکارِ دوجہاں ﷺ کے کٹے ہوئے ناخن، ایک کپڑا اور بال مبارک سنبھال کر حفاظت کے ساتھ رکھے ہوئے تھے۔

جب سیدنا معاویہؓ وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے وصیت کی کہ مجھے کفن میں وہ کُرتہ پہنایا جائے جو رسولِ خدا ﷺ نے میرے والد صاحب کو دیا تھا اور یہ کُرتہ سب کپڑوں سے نیچے بدن سے ملا ہوا رہے اور ان کے پاس رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ناخنوں کا تراشہ تھا اس کے متعلق وصیت کی کہ گھس کر میری آنکھوں میں اور منہ میں بھر دیا جائے کہا تھا۔ کہ جب یہ سب باتیں کرچکو تو مجھے ارحم الراحمین کے حوالے کردینا۔

رہتا اور خلافت میں بالکل دخل نہ دیتا۔ یہی شان کاملین کی ہے۔ پس مبارک ہو حضرت معاویہؓ کو کہ ان کے جسم سے وہ چیز مس کر رہی تھی جس نے رسولِ خداؐ کے جسم اقدس کو مس کیا تھا اور منہ آنکھوں میں وہ چیز مخلوط ہو گئی تھی۔

حضرت معاویہؓ فرماتے تھے کہ ایک دفعہ میں جناب نبی کریمؐ کی خدمتِ اقدس میں حاضر تھا میں نے آنحضرتؐ کو وضو کرانے کی سعادت حاصل کی تو آنحضرتؐ نے مجھ پر شفقت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے معاویہ! میں تجھے ایک قمیص نہ پہناؤں؟ تو میں نے عرض کیا۔ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں۔ آپؐ ضرور مجھ پر عنایت فرمائیں۔ تو آنحضرتؐ نے اپنی قمیص مبارک اُتار کر مجھے پہنا دی۔ میں نے وہ قمیص مبارک کچھ دیر پہنی اور پھر اس کو میں نے اپنے پاس محفوظ رکھ لیا۔

حضرت معاویہؓ نے فرمایا کہ میں نے اس قمیص مبارک کو اس وقت کے لئے محفوظ رکھا ہوا تھا اب اس قمیص مبارک کو میرے کفن کے اندر داخل کر دیا جائے اور یہ میرے جسم سے متصل ہونی چاہئے۔

"وقال محمد بن سعد، حدثنا خالد بن مخلد الحلبی حدثنا سلیمان بن بلال حدثنی علقمة ابن ابی علقمةعن أمه قالت: قدم معاوية بن ابی سفيان المدينة فأرسل الی عائشةؓ أن ارسلی بانبجانية رسول الله ﷺ وشعره، فارسلت بذلك معی أحمله، حتی دخلت عليه، فاخذه اِلا بنبجانية فلبسها، وأخذ شعره فدعا بماء فعسله و شربه و أفاض علی جلده۔"

"حضرت معاویہؓ مدینہ آئے تو حضرت عائشہؓ کی طرف پیغام بھیجا کہ" آنحضرتؐ کی چادرِ مبارک اور آپؐ کے موئے مبارک (بال) مجھے بھیج دیں۔"

حضرت عائشہؓ نے یہ چیزیں میرے ہاتھ ان کی طرف بھیجیں۔ جب میں حضرت معاویہؓ کی خدمت میں پہنچی تو آپؓ نے چادرِ مبارک اوڑھ لی اور آپؐ کے موئے مبارک کے لئے پانی منگوا کر اس میں بھگوئے اور پھر وہ پانی پیا اور اپنے جسم پر بھی بہایا۔ (44)

حضرت معاویہؓ کے اس اتباعِ سنت پر صحابہ کرامؓ شاہد ہیں کہ آنموصوف کی ادائیگی نماز جناب نبی کریمؐ کے زیادہ مشابہہ اور مطابق ہوتی تھی اور اس میں کوئی فرق نہیں محسوس کیا جاتا ہے۔ (45)

حضرت جبلہ بن سحیم بیان کرتے ہیں کہ ایک بار میں حضرت معاویہؓ کی خلافت کے دوران ان کے پاس گیا تو دیکھا کہ گلے میں رسی پڑی ہوئی ہے جسے ایک بچہ کھینچ رہا ہے اور آپؓ اس سے کھیل رہے ہیں۔

جبلہ بن سحیم کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا: اے امیر المومنین! یہ آپؓ کیا کر رہے ہیں؟

حضرت معاویہؓ نے جواب دیا: "بیوقوف چُپ رہو! میں نے نبی کریمؐ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اگر کسی کے پاس بچہ

حضرت معاویہؓ کے بارے میں ایسے بہت سے واقعات ملتے ہیں جن سے آپؓ کے خوف وخشیت اور فکرِ آخرت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ آپؓ مواخذہ قیامت کے خوف سے لرزہ براندام رہتے تھے اور اس کے عبرت آموز واقعات سن کر زاروقطار روتے تھے۔

علامہ ذہبیؒ نے نقل کیا ہے کہ معاویہؓ ایک جمعہ کو دمشق کی جامع مسجد خطبہ دینے کیلئے تشریف لائے اور فرمایا:

"ان المال مالنا و الفيئ فيئنا من شئنا اعطينا و من شئنامنعنا۔"

''جو کچھ مال ہے وہ سب ہمارا ہے اور جو کچھ مالِ غنیمت ہے وہ بھی صرف ہمارا ہے۔
ہم جس کو چاہیں گے دیں گے اور جس سے چاہیں گے روک لیں گے۔''

آپؓ نے یہ بات کہی، کسی نے اس کا جواب نہ دیا اور بات آئی گئی ہوگئی، دوسرا جمعہ آیا اور آپؓ خطبہ کے لئے تشریف لائے تو آپؓ نے پھر یہی بات دہرائی۔ پھر کسی نے جواب نہ دیا اور خاموشی طاری رہی، تیسرا جمعہ آیا اور آپؓ نے پھر یہی فرمایا تو ایک آدمی کھڑا ہوا اور کہنے لگا:

''ہرگز نہیں! مال ہمارا ہے اور مالِ غنیمت کا مال بھی ہمارا ہے، جو ہمارے اور اس کے درمیان حائل ہوگا ہم تلواروں کے ذریعے اللہ تک اس کا فیصلہ لے جائیں گے، یہ سن کر آپؓ منبر سے اُتر آئے اور اس آدمی کو بُلا بھیجا اور اندر لے گئے، لوگوں میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں، آپؓ نے حکم دیا کہ سب دروازے کھول دیئے جائیں اور لوگوں کو اندر آنے دیا جائے، لوگ اندر گئے تو دیکھتے ہیں کہ وہ حضرت معاویہؓ کے ساتھ بیٹھا ہوا ہے۔ حضرت معاویہؓ نے فرمایا: اللہ اس شخص کو زندگی عطا فرمائے اس نے مجھے زندہ کردیا۔

میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا تھا۔ آپؐ فرماتے تھے۔ میرے بعد کچھ حکمران ایسے آئیں گے جو (غلط) بات کہیں گے اور ان پر نکیر نہیں ہوگی اور ایسے حکمران جہنم میں جائیں گے۔ تو میں نے یہ بات پہلے جمعہ کو کہی اور کسی نے جواب نہ دیا تو میں ڈرا کہیں میں بھی ان حکمرانوں میں سے نہ ہوجاؤں، پھر دوسرا جمعہ آیا اور اس میں بھی یہ واقعہ پیش آیا تو مجھے اور فکر ہوگئی، یہاں تک کہ تیسرا جمعہ آیا اور اس شخص نے میری بات پر نکیر کی اور مجھے ٹوکا تو مجھے اُمید ہوئی کہ میں ان حکمرانوں میں سے نہیں ہوں۔''

حضرت معاویہؓ کے مخالفین نے اس بات کا پروپیگنڈہ بڑی شدومد کے ساتھ کیا ہے کہ آپؓ ایک جاہ پسند انسان تھے، حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔

"وقال الامام أحمد: حدثنا مروان بن معاوية الفزازی حدثنا حبيب بن الشهيد عن أبی مجلز۔

قال: خرج معاوية على الناس فقاموا له فقال: سمعت رسول الله صلى عليه وسلم يقول:

"من أحب ان يتمثل له الرجال قيامًا فليتبوا مقعده من النار".

حضرت ابومجلزؒ سے روایت ہے: وہ فرماتے ہیں کہ ایک بار حضرت معاویہؓ کو کسی مجمع میں جانے کا اتفاق ہوا تو وہاں جو لوگ موجود تھے وہ احتراماً آپؓ کے لئے کھڑے ہو گئے۔ مگر آپؓ نے اس کو بھی ناپسند کیا اور فرمایا: ایسا مت کیا کرو! کیونکہ میں نے نبی کریمؐ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جو شخص اس بات کو پسند کرتا ہو کہ لوگ اس کے واسطے کھڑے ہوا کریں وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔ (48)

عن يونس بن جلس قال:

"رأيت معاوية فی سوق دمشق على بغلة له، وخلفه وصيف قداردفه، عليه قميص مرقوع الجيب، وهو يسير فی أسواق دمشق۔"

آپؓ کی سادگی کا عالم یہ تھا کہ یونس بن میسرہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت معاویہؓ کو دمشق کے بازاروں میں دیکھا۔ آپؓ کے بدن پر پیوند لگی ہوئی قمیص تھی اور آپؓ دمشق کے بازاروں میں چکر لگا رہے ہیں۔

اسی طرح ایک مرتبہ لوگوں نے آپؓ کو دمشق کی جامع مسجد میں خطبہ دیتے ہوئے دیکھا کہ آپؓ کے کپڑوں پر پیوند لگے ہوئے ہیں۔ (49)

دینی علوم میں آپؓ کا ایک خاص مقام تھا۔ قرآن وسنت میں اس کی گہرائی اور گیرائی کی وجہ سے صاحبِ فتویٰ صحابہ کرامؓ میں شمار ہوتے تھے اور بڑے بڑے صحابہ کرامؓ آپؓ کے تفقہ فی الدین کے معترف تھے۔

چنانچہ جب سیدنا عبداللہ بن عباسؓ سے سیدنا معاویہؓ کے ایک وتر پڑھنے کی بابت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا:

أوتر معاوية بعد العشاء بركعة وعنده مولى لا بن عباس، فأتى ابن عباس، فقال:

أوتر معاوية بركعة بعد العشاء، فقال دعه فانه قد صحب رسول ﷺ

حدثنا ابن أبى مريم حدثنا أبى مريم حدثنا نافع بن عمر حدثنا ابن ابى ملكية قال:

قيل لابن عباسؓ: هل لك فى اميرالمومنين معاويةؓ؟ ماأوتر اِلا بو حدة!

قال: أصاب،" انه فقيه۔"

تو سیدنا عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا: اس نے درست کہا یقیناً وہ ایک فقیہ ہیں۔

ایک اور روایت میں ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عباسؓ نے اس موقع پر یہ فرمایا:

"اصاب اے بنی لیس احدمنا اعلم من معاوية۔"

''اے بیٹے جو کچھ سیدنا معاویہؓ نے کیا، صحیح کیا، اور ہم میں سیدنا معاویہؓ سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے آپؓ کو علوم دینیہ میں کامل دسترس اور کمال تفقہ عطا فرمایا تھا۔ ابن حزم لکھتے ہیں: آپؓ کا شمار ان صحابہ میں سے ہے جو صاحبِ فتویٰ ہونے کی حیثیت سے ہیں۔ نیز ابن حجرؒ نے بھی آپؓ کو ان صحابہ کے متوسط طبقے سے شمار کیا ہے جو مسائل شرعیہ میں فتویٰ دیتے تھے۔ (50)

علامہ ابن حجر مکیؒ فرماتے ہیں: سیدنا معاویہؓ نے نبی کریمؐ سے 165 حدیثیں روایت کی ہیں۔ ان میں سے چار حدیثیں بخاری ومسلم کی متفق علیہ ہیں اور صرف بخاری میں چار ہیں اور مسلم میں پانچ۔

جلال الدین سیوطیؒ اس بات کو اس طرح نقل کرتے ہیں۔

امیر معاویہؓ ایک عرصہ تک دربارِ رسالتؐ میں کتابتِ وحی کے فرائض انجام دیتے اور بحیثیت کاتبِ وحی 165 احادیث کے راوی ہیں۔ آپؓ کے حوالے سے صحابہ کرامؓ کے منجملہ ابن عباسؓ، ابن عمرؓ، ابن زبیرؓ، ابودرداءؓ، جریر بجلیؓ، نعمان بن بشیرؓ وغیرہ اور تابعین کے منجملہ ابن مسیبؒ۔ حمید بن عبدالرحمٰن وغیرہ نے احادیث بیان کی ہے۔ ہوشیاری وبردباری میں مشہور تھے۔ آپؓ کی فضیلت میں اکثر احادیث وارد ہیں۔ (51)

تدبیر و سیاست کی استعداد آپؓ میں فطری تھی۔ سپہ سالاری کا عہدہ مدتوں سے آپؓ کے خاندان میں چلا آ رہا ہے۔ سیدنا ابوسفیانؓ اور سیدنا یزید بن ابی سفیانؓ کے زیر تربیت آپؓ نے سیاست کی گتھیوں کو سلجھانا سیکھا۔ علاوہ ازیں علمی اور فنی کمالات نے اس کو اور بھی چمکایا۔ آپؓ کی اسی تدبیر مملکت اور سیاست سلطنت کا ہی نتیجہ تھا کہ اہلِ شام آپؓ پر جان چھڑکتے تھے اور آپؓ کے ہر حکم کی دل و جان سے تعمیل کرتے تھے۔ آپؓ کی حسنِ سیاست کی گواہی سیدنا فاروق اعظمؓ نے بھی دی ہے۔

چنانچہ ایک مرتبہ آپؓ نے اہلِ عرب کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"تذکرون کسریٰ وقیصر ودهاء هما وعندكم معاوية۔"

''تم کسریٰ اور قیصر کی سیاست و تدبر کو یاد کرتے ہو حالانکہ تم میں معاویہؓ موجود ہیں۔''

آپؓ کا روزمرہ کا معمول تھا کہ رات کے ایک تہائی حصے تک اخبار عرب، ایام عرب و عجم و ملوک عجم اور ان کی سیاست، بادشاہان عالم کی جنگوں، مکاریوں اور گذشتہ امتوں کے حالات اور ان کا انجام وغیرہ کا مطالعہ کرتے رہتے۔ ان کے سامنے ایسی کتابیں پڑھی جایا کرتی تھیں جن میں بادشاہوں کے سوانح اور ان کی عادات و حالات ہوتے۔ اس خدمت پر کچھ لوگ متعین تھے۔ وہ پڑھتے اور آپؓ سنتے۔ اس طرح ہر رات سیر اور آثار و سیاست سے آپؓ کو نئی نئی باتیں معلوم ہوتیں۔

اس بات کو تاریخ کا ہر طالب علم جانتا ہے کہ آپؓ کا شمار عرب کے پانچ مشہور زیرکوں اور سیاست دانوں میں ہوتا ہے لیکن آپؓ کی زیرکی اور سیاست میں ان سب سے زیادہ تھے کیونکہ آپؓ ان سب پر غالب تھے۔ (52)

ان تمام خوبیوں اور اوصاف کے ساتھ ساتھ آپ شجاعت و بہادری میں بھی ممتاز تھے۔ چنانچہ مسلمہ کذاب کو جس نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا، ایک روایت کے مطابق آپؓ ہی نے قتل کیا۔ حافظ ابن کثیرؒ اس واقعہ کی طرف یوں اشارہ کرتے ہیں۔

"وزغم بعضهم أنه هو الذی قتل مسيلمة، حكاه ابن عساكر، وقد يكون له شريك فی قتله، وانما الذی طعنه وحشی." امام ابن عساکرؒ اس واقعہ کو یوں ذکر کرتے ہیں:

فقال عبدالملك: هل فيكم من حضر قتل مسيلمة؟ قال رجل منهم: نعم، فانشأ يحدثه بالوقعة التی كانت بينهم، قال عبدالملك فمن ولی قتل مسليمة؟ قال رجل أصبح الوجه كذا و كذا، فقال عبدالملك: قضيت والله لمعاوية، قال خالد: و كان معاوية يدعی ذالك.(53)

علاوہ ازیں عہد فاروقی میں امیر المومنین سیدنا عمر فاروقؓ کا آپؓ کو قیساریہ کی مہم پر متعین فرمانا اور آپؓ کا اس مہم کو سر کرنے میں کامیاب ہونا آپؓ کی شجاعت کی دلیل ہے۔ قیساریہ کی مہم اس قدر سخت تھی کہ اس میں لشکرِ اسلام اسی ہزار رومیوں کو خاک و خون میں لوٹا کر کامیاب ہوا تھا اور رومیوں نے سر دھڑ کی بازی لگا دی تھی۔ اس مہم کی اہمیت کے پیشِ نظر امیر المومنین سیدنا فاروق اعظمؓ نے خود ان کا تقرر فرمایا۔ آپؓ نے معاویہؓ کو لکھا:

"اما بعد فانی قد وليتك قيسارية فسراليها ولينصرالله واكثر من قول لاحول ولاقوة اِلابالله۔"

"امابعد! میں تمہیں قیساریہ کی مہم کا انچارج مقرر کرتا ہوں آپؓ اس مہم پر چلے جائیے اور اللہ تعالیٰ سے نصرت طلب کریں۔ اور "لاحول ولاقوة اِلابالله" کو کثرت سے پڑھا کریں۔"

بلاذریؒ کی روایت کے مطابق 19 ھجری میں سیدنا فاروق اعظمؓ نے قیساریہ کے فتح ہونے کا اعلان فرمایا۔

قیساریہ کا محاصرہ سات سال تک رہا اور آخر کار حضرت معاویہؓ نے اسے فتح کرلیا۔

نیز بیروت عرقہ اور صیداء کی مہمات کی فتوحات بھی آپؓ ہی کی شجاعت و بہادری کی مرہون منت تھیں۔

كان (معاويةؓ) ملكاً مهيبًا حازمًا شجاعًا جوادًا حليمًا۔"

"معاویہؓ ایک بارعب حکمران تھے سخی، بہادر اور بردبار بھی تھے۔"

سیدنا معاویہؓ نے جنم ہی ایک ایسے خاندان میں لیا تھا جو مدتوں سے سپہ گری میں مشہور چلا آرہا تھا۔ گویا آپؓ سو سال سے ہی پیشہ آباد سپہ گری کا مصداق تھے۔ چنانچہ آپؓ نے عسکری ماحول میں اور ایک سپہ سالار باپ اور ایک سپہ سالار بھائی کی زیر تربیت پرورش پائی۔ اس لئے سپہ گری اور عسکریت آپ کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی۔

قیساریہ کے علاوہ آپؓ غزوہ حنین اور طائف وغیرہ میں بھی سرکارِ دو عالم ﷺ کی معیت میں شریک ہوئے اور جناب رسالتمآب ﷺ آپؓ کی عسکری خدمات سے بہت متاثر ہوئے۔ چنانچہ حنین کے مال سے انہیں سو اونٹ اور چالیس اوقیہ چاندی عطا فرمائی گئی۔

علاوہ ازیں آپؓ کے زمانہ کی فتوحات کی کثرت اور افریقہ اور ملک کے دوسرے حصوں میں مناسب مقامات پر چھاؤنیوں کا قیام بھی آپؓ کی سپہ گری اور عسکری سپرٹ کی بین دلیل ہے۔ (54)

خطابت

حضرت معاویہؓ کی ایک بڑی صفت یہ بھی تھی کہ آپؓ ایک اچھے خطیب تھے، جس کی وجہ سے دشمن دوست بن جاتے تھے اور نفرت محبت میں تبدیل ہو جاتی تھی۔ آپؓ بڑے فصیح و بلیغ اور نہایت بیّن دلیل سے بات کرتے تھے۔

اپنے متعلق آپؓ کا بیان ہے: ''میں نے جو اچھے نتائج حاصل کئے وہ اپنی قوت بیان کی بدولت حاصل کئے ہیں۔''

آپؓ کی خطابت اور فصاحت و بلاغت کے متعلق مشہور مؤرخ ابن طباطبا لکھتا ہے کہ:

حضرت معاویہؓ کی فصاحت و بلاغت اور خطابت ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ اس زمانے میں پانچ بہترین اور چوٹی کے خطباء تھے آپؓ ان میں سے ایک تھے۔ سب سے بڑی بات جو سیدنا معاویہؓ میں دلوں کو موہ لینے والی دشمنوں کو دوست بنانے والی اور نفرت کرنے والوں کو اپنا بنانے والی تھی، وہ یہ تھی کہ آپؓ ایک اچھے خاصے خطیب تھے۔ اس بات کی شہادت اسلامی تاریخ کے اکثر مؤرخین دیتے ہیں۔ بنا بریں آپؓ اپنے اسرار کسی پر کھلنے نہ دیتے تھے۔ آپؓ بڑے فصیح و بلیغ تھے اور نہایت اچھی دلیل سے بات کرتے تھے۔ (55)

شاعری عربوں کا خاص فن تھا۔ حضرت معاویہؓ کو شعر و شاعری سے خاص طور پر دلچسپی تھی اور شاعری ان کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی۔ حضرت معاویہؓ کے ماں باپ دونوں شاعر تھے۔ آپؓ کی فصاحت و بلاغت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ حضرت معاویہؓ شعراء کا بہت احترام کرتے تھے اور اس کے فضائل کو جانتے تھے کیونکہ شاعری اخلاقی ترقی کا ستون اور چھپے ہوئے جذبات کو ابھارنے والی ہے۔ سیدنا معاویہؓ نے شعر کو بے ہودگی کی بجائے نیک کاموں کی رغبت دلانے کا ذریعہ بنایا۔ آپؓ نے نظم و نثر کی طرف خاص توجہ فرمائی ایک مرتبہ عبدالرحمٰن بن الحکم بن ابی العاص کو نصیحت فرمائی کہ شاعری کو ایسا نشیب کا ذریعہ نہ بناؤ جو شریف عورتوں کو عریاں کردے اور بچوں سے کسی شریف کی پگڑی اچھالنے یا ذلیل کو مدح کے ذریعے بلند کرنے کی کوشش کریں۔ آپؓ کی اسی علمی لگن کا نتیجہ تھا کہ آپؓ نے اپنے عہدِ خلافت میں ایک مؤرخ عبید بن شریہ سے تاریخ قدیم کی داستانیں، سلاطین عجم کے حالات، زبانوں کی ابتداء اور ان کی نشر و اشاعت کی تاریخ لکھوائی جو کہ تاریخ کی سب سے پہلی کتاب ہے۔

ان کے زیر اہتمام دو کتابیں مدون ہوئیں ایک نثر کی ''کتاب الامثال'' کے نام سے اور ایک تاریخ کی ''کتاب الملوك واخبار الماضین'' کے نام سے۔ معاویہؓ نے اپنے عہد میں ایک دارالحکمۃ بھی قائم کیا۔ اس کی نگرانی پر ابن آثال طبیب کو مامور کر کے طبِ یونانی کی کتاب کا عربی میں ترجمہ کرنے کا حق دیا لیکن افسوس کہ ان میں سے کوئی کتاب دستیاب نہیں۔ آپؓ کے عہدِ حکومت میں جہاں اور شعبوں میں ترقی ہوئی وہاں علمی سرگرمیوں میں بھی اچھی خاصی ترقی ہوئی۔ اسی دور میں بڑے بڑے آئمہ تفسیر پیدا ہوئے۔(56)

سیدنا معاویہؓ نہایت خداترس اور فکرِ آخرت رکھنے والے انسان تھے۔ خشیتِ الٰہی سے ان کی آنکھیں فی الفور آنسوؤں سے بھر جاتیں۔ بعض دفعہ تو زاروقطار روتے۔ آخرت کے مواخذے کی فکر ہر وقت ان کے ذہن پر متولی رہتی۔ ان کے فکرِ آخرت اور خشیتِ الٰہی کے بے شمار واقعات تاریخ کی کتابوں میں بکھرے پڑے ہیں، جن سے چند ایک گذشتہ صفحات میں ذکر کیے گئے ہیں۔ جب انسان کے ذہن میں آخرت کی فکر پیدا ہو جائے اور دل میں اللہ کا خوف جم جائے تو قرآن حکیم کے فرمان کے مطابق اس کے لئے پھر مغفرتِ الٰہی اور بہت بڑے اجر کا وعدہ ہے۔

"وعداللّٰہ الذین امنوا و عملوا الصلحت لھم مغفرۃ و اجر عظیم۔" (57)

اب ایسا شخص پھر مستجاب الدعوات بھی ہوتا ہے کیونکہ جو اللہ کا ہو جاتا ہے تو پھر اللہ کی ہر شئے اس کی ہو جاتی ہے۔ چنانچہ تاریخ کے اوراق سے پتہ چلتا ہے کہ سیدنا معاویہ بھی بڑے مستجاب الدعوات اور صاحبِ کرامات صحابی تھے۔ آپؓ کی کئی کرامتیں تاریخ کے اوراق میں موجود ہیں۔

(۱)۔ آپؓ کے عہدِ خلافت میں ایک مرتبہ بارش نہ ہوئی اور خشکی کی وجہ سے لوگ پریشان ہو گئے۔ سیدنا معاویہؓ نے دوسرے مسلمانوں کے حضور بارش کی دعا کی۔ دعا ختم نہ ہوئی تھی کہ بارش شروع ہو گئی اور وادیاں پانی سے بہنے لگیں۔

(۲)۔ اسی طرح ایک اور واقعہ ہے جس میں آپؓ نے سرکارِ دوعالم ﷺ کے صحابی سیدنا یزید بن الاسود الجرشیؓ کے وسیلہ سے طلب باراں کی دعا کی۔ طبقات ابن سعد وغیرہ میں ہے کہ جب آپؓ دعا مانگ رہے تھے تو مغرب کی طرف سے ڈھال کی شکل کا بادل نمودار ہوا اور ساتھ ہی ہوا چلنے لگی۔ لوگ اپنے گھروں تک نہ پہنچنے پائے تھے کہ بارش شروع ہو گئی۔

جب ملک کا حاکم نیک، خداترس اور لوگوں کے ساتھ نہایت شفقت و مروت سے پیش آنے والا ہو تو پھر ملک میں ہر طرف فراوانی اور امن وامان کا دور دورہ ہوتا ہے۔ لوگوں میں خداخوفی کے جذبات پیدا ہوتے ہیں اور ہر طرف نیکی جنم لیتی ہے۔

سیدنا معاویہؓ نے اپنے زمانہ میں نیکی کے فروغ کے لئے نیک لوگوں کو زمام اختیار سونپی ہوئی تھی۔ ملک کے گورنر، فوج کے جرنیل، سرکاری کارکن، سب خشیتِ الٰہی کا حامل تھے۔ یہی وجہ تھی کہ آپؓ کے زمانہ میں آپؓ کے ہر جرنیل پر نصرت خداوندی کی فراوانی تھی۔ (58)

"حدثنی بعض اهل العلم أن آخر ماتكلم به معاويةؓ:

"اتقو اللّٰه، فان الله يقی من اتقاه، ولا يقی لمن لا يتقی اللّٰه۔"

و كان نقش خاتمه۔"لاحول ولاقوة اِلا باللّٰه۔"

وقال بعضهم: كان نقش خاتم معاويةؓ:"لكل عمل ثواب۔"

سیدنا معاویہؓ کا آخری کلمہ یہ تھا۔'اتقو اللّٰہ. ''اللہ سے ڈریں۔

حضرت معاویہؓ کی انگوٹھی کے نگینہ پر ایک قول کے مطابق''لِكل عمل ثواب''(ہر عمل کا بدلہ ہے)

اور دوسری روایت کے مطابق''لاقوة اِلا باللّٰه''کندہ تھا۔ (59)

﴿وفات﴾

حضرت معاویہ عمر رسیدہ ہو گئے تھے اور اپنے جسمانی و طبعی تقاضوں میں بہت ضعف محسوس کرتے تھے اور یہ صحیح ہے کہ آپؓ میں کافی ضعف آچکا تھا۔ ان ایام میں آپؓ نے مکہ مکرمہ کا سفر اختیار کیا۔ جب آپؓ مکہ مکرمہ کے قریب ابواء کے مقام پر پہنچے تو وہاں بقول مؤرخین آپؓ پر مرض لقوہ کا حملہ ہوا۔ اسی حالت میں آپؓ مکہ مکرمہ تشریف لے گئے۔ وہاں پہنچ کر جب طبیعت کچھ سنبھلی تو لوگوں کو ملاقات کا موقع دیا۔

مؤرخین نے لکھا ہے کہ اس موقع پر حضرت معاویہؓ نے اپنے ایک خطبے میں ارشاد فرمایا کہ:

''اے لوگو! ابنِ آدم پر مصیبت وارد ہوتی ہے اور ابتلاء آتا ہے تا کہ اسے (صبر کرنے پر) اجر ملے یا بعض اوقات کسی مصیبت کی بناء پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے گرفت کی جاتی ہے اور اسے طلب رضامندی کا موقع دیا جاتا ہے تا کہ وہ اپنے مالک کو رضامند کر سکے۔''

میں اس مرض میں مبتلا ہوا ہوں۔ مجھ سے پہلے بھی اتقیاء (پرہیز گار) لوگ مرض میں مبتلا ہوئے ہیں۔ اگر مجھے معاف کر دیا جائے تو مجھ سے قبل خطا کاروں کو معاف کر دیا گیا ہے۔ اور میں معافی یافتہ لوگوں میں شمار ہونے سے ناامید نہیں ہوں۔ اور میں صالحین میں سے ہونے کی امید رکھتا ہوں۔ اس کے بعد حضرت معاویہؓ ملک شام واپس تشریف لائے۔ اور حسبِ دستور سابق اپنے مشاغل میں مصروف رہے۔ پھر ایک بار بطور نصائح کے ایک خطبہ دیا۔ جس میں دنیا کی بے ثباتی اور خلافت و امارت پر تجزیہ پیش کیا۔

کھیتی کی سی ہے جو بوئی گئی اور پھر مدت پوری ہونے پر اس کو کاٹ دیا گیا۔ میں تم پر ایک مدت تک والی اور حاکم رہا ہوں۔ مجھ سے قبل والے امراء اور خلفاء ہم سے بہتر تھے اور میرے بعد میں مجھ سے بہتر آنے کی امید نہیں ہے اور کہا جاتا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی لقا (ملاقات) کو پسند کرے اللہ تعالیٰ بھی اس کے لقا کو پسند فرماتے ہیں پھر فرمایا: اے اللہ! میں تیری ملاقات کو پسند کرتا ہوں تُو میرے لقاء کو پسند فرما کر بہتر بنا دے۔ (60)

حضرت معاویہؓ کے آخری اوقات میں جو حالات پیش آئے ان میں سے یہ چیز قابل ذکر ہے کہ آنموصوفؓ نے آخری اوقات میں اپنے ذاتی اموال کے متعلق یہ وصیت فرمائی کے میرے ذاتی اموال کا نصف اسلامی بیت المال میں داخل کر دیا جائے گویا کہ وہ از راہ احتیاط اپنے مال کو صاف کرنا چاہتے تھے۔ کیونکہ حضرت عمر فاروقؓ نے بھی اسی طرح آخری اوقات میں اپنا مال تقسیم کر دیا۔ (61)

حضرت معاویہؓ کے انتقال کا زمانہ جب قریب ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ میرے پاس جناب نبی کریمؐ کے چند تبرکات محفوظ ہیں ان میں سے ایک چیز موئے مبارک ہیں۔ پھر فرمایا کہ ایک دفعہ میں صفا کے مقام پر جناب نبی اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا۔ آنحضرتؐ نے اپنے بال مبارک کٹوانے کا ارادہ فرمایا تو یہ خدمت میں نے سرانجام دی اور مشقص (بال کاٹنے کا آلہ) کے ساتھ آنحضرتؐ کے بال مبارک کاٹے۔ ان میں سے بال میں نے حاصل کئے۔ اب وہ میرے پاس محفوظ ہیں۔ جب میرا انتقال ہو جائے تو ان کو میرے منہ اور ناک میں رکھ دیا جائے۔

چنانچہ بخاری شریف میں ہے کہ: "عن معاویة قال قصرت عن رسولؐ الله بمشقص۔"

اسی طرح حضرت معاویہؓ کے پاس جناب نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ناخن مبارک کے کچھ تراشے تھے جو انہوں نے اپنے پاس محفوظ کئے ہوئے تھے۔

اس موقع پر ان کے متعلق بھی وصیت فرمائی کہ جب میرا انتقال ہو جائے تو ناخن مبارک کے تراشوں اور بال مبارک کو میرے منہ، ناک، آنکھوں اور کانوں میں ڈال دیا جائے۔ امید ہے ان کے برکات سے معافی ہو جائے گی۔ اور قمیص مبارک میرے بدن کے ساتھ لگائی جائے۔ پھر مجھے اللہ کریم ان چیزوں کی برکت سے مجھ پر رحم فرمائیں گے۔ (62)

خلاف اپنے شاعرانہ کلام میں سراسر ہجو گوئی کرتے تھے۔

پھر جب اللہ تعالیٰ نے کعب بن زہیرؓ موصوف کو ہدایت بخشی تو وہ مشرف بہ اسلام ہوئے اور جناب نبی اقدسؐ نے ان پر کمالِ شفقت فرماتے ہوئے وہ چادرِ مبارک جو زیب تن فرمائی ہوئی تھی انہیں عطا فرمائی۔

یہ چادر مبارک کعب بن زہیرؓ کے پاس محفوظ تھی۔ حضرت معاویہؓ نے اپنے دورِ خلافت میں اسے دس ہزار درہم میں خریدنے کی کوشش فرمائی مگر کعب بن زہیرؓ نے یہ چادرِ مبارک فروخت کرنے سے انکار کر دیا۔

پھر جب کعب بن زہیرؓ کا انتقال ہو گیا تو حضرت معاویہؓ نے کعب بن زہیرؓ کی اولاد سے یہ چادر بیس ہزار درہم کے عوض میں حاصل کی۔

یہ وہی چادرِ مبارک تھی جس سے خلفاء بنوامیہ اور پھر بنوعباس تبرک حاصل کرتے رہے اور عیدین میں اس کو پہنتے تھے۔

سیدنا معاویہؓ تمام زندگی اسلام کی ترقی اور اس کی احیاء و بقاء کے لئے وقف رہی اور آنموصوفؓ زندگی کے آخری مراحل تک اسلام کی اشاعت اور بقاء کے لئے مساعی فرماتے رہے۔ حتیٰ کہ آخری وصایا میں بھی اس بات کی تلقین فرمائی کہ:

"رومیوں کے گلے کو خوب دبا کر رکھا جائے اور ان پر کنٹرول مضبوط کیا جائے تاکہ اس کے ذریعے باقی اقوام کو بدنظمی سے بچا کر ایک ضبط میں رکھا جائے۔"

وجہ یہ ہے کہ روم اس دور کی بڑی اہم قوت تھی اور وسیع علاقہ جات پر ان کے اثرات تھے ان کو اسلام کے زیر نگین کرنے سے ہی اسلامی سرحدوں کی مکمل حفاظت ہو سکتی تھی۔

دور اندیشی کی بناء پر حضرت معاویہؓ نے حفاظتی تدابیر کو ملحوظ رکھا اور رومیوں کو نظم و ضبط رکھنے کی وصیت فرمائی یہ ان کی کمال فراست اور عاقبت اندیشی کا ثبوت ہے۔ (63)

آخری ایام میں حضرت معاویہؓ کی طبیعت زیادہ علیل ہو گئی اور بیماری کا غلبہ ہو گیا اور علاج معالجہ کے باوجود کوئی افاقہ نہ ہو سکا۔

اس دوران بعض اوقات حضرت معاویہؓ پر غنودگی طاری ہو جاتی تھی۔ ایک دفعہ حضرت معاویہؓ پر شدت مرض کی وجہ سے اغماء (بے ہوشی) ہوا۔ پھر جب کچھ صحیح ہوا اور حالت سنبھلی اور آپؓ ہوش میں آئے تو فرمایا۔

"فقال لمن حضره من اهله اتقوا الله فان الله يقى من اتقاه و لايقى لمن لايتقى الله ثم قضى رحمه الله۔"

"اغمیٰ علیه ثم افاق فقال لاهله اتقوالله فان الله تعالیٰ یقی من اتقاه ولایقی من لا یتقی ثم مات رحمه الله۔"

یعنی اپنے حاضرین سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے خوف کرو۔ جس شخص نے تقویٰ اختیار کیا اللہ تعالیٰ اس کو ہلاکت سے بچالیتا ہے۔ اور جو اللہ تعالیٰ سے خوف نہیں کھاتا اس کے لئے بچاؤ کی کوئی صورت نہیں۔ اس کے بعد حضرت معاویہؓ کا انتقال ہو گیا۔

حضرت معاویہؓ نے اپنے آخری وقت میں وصایا اور ہدایات فرمائیں۔ پھر طبیعت نہایت مضمحل ہو گئی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو وقت مقرر تھا وہ آ پہنچا اور آپؓ انتقال فرما کر اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچ گئے۔

"ان لله وانا الیه راجعون۔"

بقول بعض مؤرخین آپؓ کا فرزند یزید بن معاویہؓ اس موقع پر موجود نہیں تھا اور حوارین کے مقام میں گیا ہوا تھا۔ اس کی عدم موجودگی میں حضرت معاویہؓ بن ابی سفیانؓ کا انتقال ہو گیا۔

ضحاک بن قیسؓ حضرت معاویہؓ کے با اعتماد افراد میں سے تھے وہ انتقال کے بعد کفن ہاتھ میں لئے ہوئے ان کے مکان سے باہر آئے اور لوگوں کو حمد و ثناء کے بعد کہا کہ حضرت معاویہؓ کا انتقال ہو چکا ہے۔

آپ تمام عرب کے لئے سور البلد (شہرِ پناہ) کی طرح جائے پناہ اور معاون و مددگار تھے اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعے خانہ جنگی کو ختم فرمایا اور بے شمار ممالک ان کی سربراہی میں مفتوح ہو کر مملکتِ اسلامی میں شامل ہوئے اب ہم سیدنا معاویہؓ کو اس کفن میں داخل کریں گے۔ (64)

پھر اس کے بعد حضرت معاویہؓ کو غسل دیا گیا اور حسبِ وصیت وہ تبرکات نبویؐ جو آنموصوفؓ نے محفوظ کئے ہوئے تھے کفن میں شامل کئے گئے۔ جب تجہیز و تکفین کے مراحل طے ہو چکے تو نمازِ ظہر ادا کرنے کے بعد ضحاک بن قیسؓ مذکور نے نماز جنازہ جامع مسجد دمشق میں پڑھائی اور بعدہ بقول بعض مؤرخین انہیں دار الامارۃ دمشق (جسے الخضراء کہتے ہیں) دفن کیا گیا۔ بقول ذہبیؒ باب الجابیہ اور باب الصغیر (دمشق) کے درمیان دفن ہوئے۔ اور جمہور اہلِ تاریخ کے نزدیک حضرت معاویہؓ کے جسد کو باب الصغیر کے نزدیک جو مقابر تھے ان میں سپرد خاک کیا گیا۔ "والله اعلم یغفر اللهُ و یرحمه."

یزید کو حوارین کے مقام میں اپنے والد کے انتقال کی اطلاع ملی تو واپس دمشق پہنچا۔ پہلے باب الصغیر کے مقابر کی طرف گیا اور والد کے مزار پر جنازہ پڑھا اور دعائے مغفرت کی اور اس کے بعد اپنی منزل کی طرف آیا۔ (65)

تصریحات کے مطابق ہے۔ مرورِ زمانہ کے بعد بے شمار تبدیلیاں اور تصرفات ہوئے اور لاتعداد حکومتیں تبدیل ہوئیں۔ اب اس دور میں آنموصوفؓ کے مزار کی جو کیفیت ہے وہ موجودہ دور کے ایک مشہور مذہبی اسکالر شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ۔ نے اپنے رسالہ ''البلاغ'' اور تصنیف ''جہان دیدہ'' میں بعبارتِ ذیل ذکر کی ہے۔

معلوم ہوا ہے کہ اس مزار کو حکومت نے عام زیارت کے لئے بند کر رکھا ہے اور وجہ یہ بتائی ہے کہ بعض روافض یہاں آکر شرارت اور مزار کی بے حرمتی کا ارتکاب کرتے تھے۔ لہٰذا محکمہ اوقاف (دمشق) نے یہ پابندی لگادی ہے کہ اجازت نامے کے بغیر کسی کو اندر نہ بھیجا جائے۔

یہ ایک پرانے طرز کا (بوسیدہ) مکان تھا جس کے لمبوترے صحن سے گزر کر ایک بڑا سا کمرہ نظر آیا جس میں چند قبریں بنی ہوئی تھیں۔ ان میں سے ایک قبر حضرت معاویہؓ کی بتائی جاتی ہے۔ یہاں سلام کرنے کی توفیق ہوئی۔ (66)

حضرت معاویہؓ کی تاریخ وفات ان کی عمر اور مدت خلافت کے متعلق علماء فن کے متعدد اقوال پائے جاتے ہیں۔

حضرت معاویہؓ کی وفات بعض کے نزدیک ۴ رجب المرجب ۶۰ھ ہجری ہے اور بعض کے نزدیک یوم الخمیس ۱۵ رجب ۶۰ھ ہجری ہے۔ اور بعض علماء کا قول ہے کہ آپؓ ۲۲ رجب المرجب ہی زیادہ مشہور ہے۔ اور انتقال کے وقت آپؓ کی عمر بعض کے نزدیک ۷۸ سال اور بعض کے نزدیک ۸۰ یا ۸۲ برس اور ایک قول کے مطابق ۸۶ سال تھی۔ اور آنموصوفؓ کا عہدِ خلافت وولایت بقول مؤرخین ۱۹ برس اور تین ماہ یا چار ماہ پر محیط تھا۔ اور یعقوبی کے قول کے مطابق آپؓ کی خلافت وولایت ۱۹ سال ۸ ماہ تھی۔ (67)

واختلفوا في مدة عمره، وكم عاش، فقال بعضهم مات يوم مات هو ابن خمس وسبعين سنة قال الطبري: وقال الآخرون: توفي معاوية وهو ابن ثمان وسبعين سنة

سیدنا معاویہؓ کی مدت عمر میں اختلاف ہے کہ اس نے کتنی زندگی گزاری، بعض کے مطابق 75 سال اور طبریؒ اور دوسروں کے نزدیک 78 سال عمر تھی۔ (68)

(1)۔ابن کثیرؒ البدایہ والنہایہ، اردو ترجمہ ابوطلحہ محمد اصغر مغل کراچی، دارالاشاعت 2006ء، صفحہ 605، جلد نمبر 4

(2)۔محمد بن اسمٰعیل البخاری، صحیح بخاری، کراچی، قدیمی کتب خانہ، 1930ء، صفحہ 619 جلد 1

(3)۔الذھبی ابوعبداللہ محمد احمد، سیر اعلام النبلاء، بیروت، موسسۃ الرسالۃ، س ن، صفحہ 317، جلد نمبر 2

(ii)۔ابن الاثیر، اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، بیروت، دارلفکر، س ن، صفحہ 37، جلد نمبر 6

(iii)۔ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، قاہرہ، دار الریان، 1407ھ، صفحہ 79، جلد نمبر 11

(iv)۔الاکتور علی محمد الصلابی، معاویۃ بن ابی سفیانؓ، بیروت، دارالمعرفۃ، 1427ھ، 2006ء، صفحہ 38

(v)۔خالد بن محمد الغیث، مرویات خلافۃ معاویۃ بن ابی سفیانؓ، جدۃ، دار اندلس الخضراء، 2000ء، صفحہ 27-26

(4)۔جلال الدین سیوطیؒ، تاریخ الخلفاء، کراچی، نفیس اکیڈمی، اردو ترجمہ اقبال الدین احمد، س ن، صفحہ 205۔

(5)۔مولانا عبدالحقؒ، مسئلہ خلافت وشہادت، نوشہرہ، مؤتمر المصنفین دار العلوم حقانیہ، 1382ھ، صفحہ 84۔

(6)۔ابن عساکرؒ ۴۹۹ھ، ۵۸۱ھ، بیروت لبنان، دارالفکر، جلد نمبر 59، صفحہ 92، صفحہ 93، 1415ھ

(7)۔حوالہ مذکورہ۔صفحہ 87، جلد نمبر 59۔

(8)۔القرآن: التوبۃ: 26

(ii)۔پروفیسر حافظ اظہر محمود، سیرت معاویہؓ تاریخ کے آئینے میں، لاہور، نشریات، 2009ء، صفحہ 672۔

(9)۔القرآن، الحدید: 10

(ii)۔اظہر محمود، سیرت معاویہؓ تاریخ کے آئینے میں، لاہور، نشریات 2009ء، صفحہ 672-673

(10)۔محمد علی صلابی، معاویۃ بن ابی سفیانؓ، بیروت، دارالمعرفۃ، 1427ھ، 2006ء، صفحہ 36-37۔

(ii)۔ابن حجر مکیؒ، تطہیر الجنان، اردو ترجمہ عبدالشکور لکھنویؒ، ملتان، مکتبہ امدادیہ، س ن، صفحہ 26-27

(11)۔علامہ ابن حجر مکیؒ، تطہیر الجنان، اردو ترجمہ، ملتان، مکتبہ امدادیہ، س ن، صفحہ 28-29۔

(ii)۔حکیم محمود احمد ظفر سیالکوٹی، سیدنا معاویہؓ کے حالات زندگی، پشاور، کتب خانہ یوسفی، س ن، صفحہ 567

(iii)۔ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، اردو ترجمہ محمد اصغر مغل، کراچی، دارالاشاعت، جلد نمبر 4، صفحہ 603، 2004ء

(12)امام ابن عساکرؒ، تاریخ مدینہ دمشق، بیروت، دارالفکر، 1995ء، صفحہ 86، جلد نمبر 59۔

(ii)۔حافظ ابن کثیرؒ، البدایہ والنہایہ، بیروت، دارالمعارف، 1966ء، صفحہ 612، جلد نمبر 8

(13)۔ابن عساکرؒ، تاریخ مدینہ دمشق، بیروت، دارالفکر، 1995ء، صفحہ 56، جلد نمبر 59۔

(iii)۔حکیم محمود احمد ظفر سیالکوٹی، سیدنا معاویہؓ کے حالاتِ زندگی، پشاور، کتب خانہ یوسفی، س ن، صفحہ 566

(14)۔مولانا محمد ظفر اقبال، سیرت معاویہؓ، لاہور، بیت العلوم، س ن، صفحہ 47-48

(15)۔الذھبی، سیر اعلام النبلاء، بیروت، مؤسسۃ الرسالۃ، س ن، صفحہ 130، جلد نمبر 14

(ii)۔شاہ ولی اللہؒ، ازالۃ الخفاء، کراچی، قدیمی کتب خانہ، س ن، صفحہ 572، جلد نمبر 1

(iii)۔ابن عساکرؒ، تاریخ مدینہ دمشق، بیروت، دار الفکر، 1995ء، صفحہ 60، جلد نمبر 59

(iv)۔سیوطیؒ، جلال الدین، تاریخ الخلفاء، اردو ترجمہ اقبال الدین احمد، کراچی، نفیس اکیڈمی، س ن، صفحہ 196

(v)۔علی محمد الصلابی، معاویۃ بن ابی سفیانؓ، دار المعرفۃ، 2006ء، صفحہ 37

(16)۔ابن کثیرؒ، البدایہ والنھایہ، بیروت، دار احیاء التراث العربی، 1988ء، صفحہ 126، جلد نمبر 8

(17)۔پروفیسر اظہر محمود، سیرت سیدنا معاویہؓ، لاہور، نشریات، 2009ء، صفحہ 193

(18)۔ابن عساکرؒ، تاریخ مدینہ دمشق، بیروت، دار الفکر، 1995ء، صفحہ 171.66، جلد نمبر 59

(ii)۔ابن کثیرؒ، البدایہ والنھایۃ، مصر، مطبعۃ کردستان، 1348ھ، صفحہ 21، جلد نمبر 8

(iii)۔ابن حجر عسقلانیؒ، الاصابۃ فی تمیز الصحابہ، بیروت، مکتبہ التجارۃ الکبریٰ، 1939ء، صفحہ 412، جلد نمبر 3

(iv)۔مفتی محمد تقی عثمانی، حضرت معاویہؓ اور تاریخی حقائق، کراچی، معارف القرآن، 2005ء، صفحہ 259

(v)۔طاہر الہاشمی، تذکرہ سیدنا معاویہؓ، حویلیاں، الہاشمی اکیڈمی، 1995ء، صفحہ 110

(19)۔امام ترمذیؒ، سنن ترمذی، اردو ترجمہ حافظ حامد الرحمٰن کراچی، قرآنی محل، س ن، صفحہ 765، جلد دوم۔

(ii)۔الذھبی، سیر اعلام النبلاء، بیروت، مؤسسۃ الرسالۃ، س ن، صفحہ 130، جلد نمبر 14

(iii)۔شاہ ولی اللہؒ، ازالۃ الخفاء، کراچی، قدیمی کتب خانہ، اردو ترجمہ عبد الشکور لکھنویؒ، س ن، صفحہ 512، جلد نمبر 1

(iv)۔جلال الدین سیوطیؒ، تاریخ الخلفاء، اردو ترجمہ اقبال الدین احمد، کراچی، نفیس اکیڈمی، س ن، صفحہ 196۔

(v)۔ابن عساکرؒ، تاریخ مدینہ دمشق، بیروت، دار الفکر، 1995ء، صفحہ 81، جلد 59

(vi)۔القاضی ابی بکر العربی، العواصم من القواصم، سوات، اشاعت اکیڈمی، س ن، صفحہ 205

(vii)۔تاریخ بغداد، بیروت، مؤسسۃ الرسالۃ، 1989ء، صفحہ 310، جلد نمبر 4

(20)۔ابن حجر مکیؒ، تطہیر الجنان، اردو ترجمہ عبد الشکور لکھنویؒ، ملتان، مکتبہ امدادیہ، س ن، صفحہ 27

(ii)۔مولانا محمد نافعؒ، سیرت حضرت معاویہؓ، لاہور تخلیقات، 2000ء، صفحہ 110-111، جلد نمبر 1

(21)۔ابن عساکرؒ، تاریخ مدینہ دمشق، بیروت، دار الفکر، 1995ء، صفحہ 76، جلد 59

(iii)۔القاضی ابی بکر العربی، العواصم من القواصم، سوات، اشاعت اکیڈمی، س ن، صفحہ 206

(iv)۔مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ، گمراہ کن عقائد ونظریات، کراچی، مکتبہ لدھیانوی، 2003ء، صفحہ 334

(v)۔ابن کثیرؒ، البدایہ والنھایہ، صفحہ 599، جلد نمبر 4، دارالاشاعت کراچی، 2004ء

(vi)۔الخطیب البغدادی، تاریخ بغداد، بیروت، مؤسسۃ الرسالۃ 1409ھ، صفحہ 309، جلد نمبر 4

(22)۔الذھبی، تاریخ اسلام، بیروت، المکتبۃ العلمیہ، 1986ء، صفحہ 319، جلد نمبر 2

(ii)۔امام بخاریؒ، تاریخ کبیر، بیروت، دارصادر، 1996ء، صفحہ 18، جلد نمبر 6

(22)۔ضیاء القاسمیؒ، خطبات قاسمی، دیوبند، کتب خانہ نعیمیہ، فروری 2002ء، صفحہ 7-451، جلد اول۔

(ii)۔حافظ اظہر محمود، سیرت معاویہؓ، لاہور نشریات، 2009ء، صفحہ 157

(23)۔ابن عساکرؒ، تاریخ مدینہ دمشق، بیروت، دارالفکر، 1995ء، صفحہ 78، جلد نمبر 5

(ii)۔ابن حجر مکیؒ، تطہیر الجنان، اردو ترجمہ عبدالشکور لکھنویؒ، ملتان، مکتبہ امدادیہ، س ن، صفحہ 36

(iii)۔قاری قیام الدین، تذکرہ کاتب وحی سیدنا معاویہؓ، جہلم، ادارہ نشر واشاعت، 1991ء، صفحہ 91

(24)۔ابن حجر مکیؒ، تطہیر الجنان، اردو ترجمہ عبدالشکور لکھنویؒ، ملتان، مکتبہ امدادیہ، س ن، صفحہ 33

(ii)۔ابن عساکرؒ، تاریخ مدینہ دمشق، بیروت، دارالفکر، 1995ء، صفحہ 108-71-91، جلد نمبر 59

(iii)۔منیر احمد الغضبان، حضرت امیر معاویہؓ ایک مجاہد صحابی، فیصل آباد، مکتبہ اسلامیہ، 2004ء، صفحہ 47

(iv)۔ابن کثیرؒ البدایہ والنھایہ، اردو ترجمہ ابوطلحہ، کراچی، دارالاشاعت، 2004ء، صفحہ 58-47، جلد نمبر 4

(v) پروفیسر حافظ اطہر محمود، سیرت امیر معاویہؓ، لاہور، 2009ء، صفحہ 156

(25)۔الخطیب البغدادی، تاریخ بغداد، بیروت، دارالکتاب العربی، 1989ء، صفحہ 310

(ii)۔مولانا محمد نافع، سیرت معاویہؓ، لاہور تخلیقات، 2000ء، صفحہ 114-115، جلد نمبر 1

(iii)۔قاری قیام الدین، تذکرہ کاتب وحی سیدنا معاویہؓ، جہلم، ادارہ نشر واشاعت، 1991ء، صفحہ 90

(26)۔القاضی ابی بکر العربی، العواصم من القواصم، سوات، اشاعت اکیڈمی، س ن، صفحہ 8-207

(ii)۔ابن کثیرؒ، البدایہ والنھایہ، بیروت، دارالفکر، 1997ء، صفحہ 634، جلد نمبر 4

(iii)۔ابن حجر عسقلانیؒ، فتح الباری، لاہور، دارالنشر الاسلامیہ، 1981ء، صفحہ 102، جلد نمبر 6

(iv)۔حافظ مہر محمد، عدالت حضرات صحابہ کرامؓ، گوجرانوالہ، س ن، صفحہ 299

(v)۔بدرالدین عینیؒ، عمدۃ القاری، بیروت، ادارۃ الطباعۃ، س ن، صفحہ 536، جلد نمبر 6

(ii)۔ابن اثیر، الکامل فی التاریخ، بیروت، داراحیاء التراث العربی 1996ء، صفحہ 118، جلد نمبر 3

(iii)۔ضیاء القاسمی صاحبؒ، خطبات قاسمی، دیوبند انڈیا، کتب خانہ نعیمیہ، 2002ء، صفحہ 8-457، جلد نمبر 1

(iv)۔محمد بن اسماعیل البخاری، الجامع الصحیح البخاری، ریاض، دارالسلام، س ن، صفحہ 29-24

(28)۔شبلی نعمانیؒ، سید سلیمان ندویؒ، سیرۃ النبیؐ، کراچی، دارالاشاعت، 1985ء، صفحہ 386، جلد نمبر 3

(29)۔علامہ احمد قسطلانی، ارشاد الساری شرح صحیح بخاری، بیروت، المطبعۃ الاثریہ، س ن، صفحہ 104، جلد نمبر 5

(ii)۔حافظ ابن حجر عسقلانیؒ، فتح الباری شرح صحیح بخاری، مصر، دارالفکر، س ن، صفحہ 96-67

(30)۔ملا علی قاریؒ، مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ، پشاور، مکتبہ حقانیہ، 1986ء، صفحہ 138، جلد نمبر 11

(ii)۔ابن شیبہ، المصنف، کراچی، ادارۃ القرآن، 1996ء، صفحہ 93، جلد نمبر 8

(iii)۔مولانا محمد ظفر اقبال، سیرت سیدنا معاویہؓ کے واقعات، لاہور، بیت العلوم، س ن، صفحہ 56-57

(iv)۔حافظ اطہر محمود، سیرت امیر معاویہؓ، لاہور، نشریات، 2009ء، صفحہ 158-157

(31)۔ابن طباطبا، الفخری، لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ، س ن، صفحہ 129

(ii)۔مسعودی، مروج الذہب، اردو ترجمہ اختر فتح پوری، کراچی، نفیس اکیڈمی، 1985ء، صفحہ 56-54، جلد نمبر 3

(iii)۔مفتی محمد تقی عثمانی صاحب، سیدنا معاویہؓ اور تاریخی حقائق، کراچی، معارف القرآن، 2005ء، صفحہ 284

(iv)۔سید الطاف حسین گیلانی، مؤلفۃ القلوب، لاہور، پروگریسو بکس، 1983ء، صفحہ 141-137

(32)۔ابن عساکرؒ، تاریخ مدینہ دمشق، بیروت، دارالفکر، 1995ء، صفحہ 75-172، جلد نمبر 59

(ii)۔حافظ ابن کثیرؒ، البدایہ والنھایہ، بیروت، مکتبہ المعارف، 1966ء، صفحہ 135، جلد نمبر 8

(iii)۔حافظ ابن کثیرؒ، البدایہ والنھایہ، بیروت، دارالفکر، 1997ء، صفحہ 604، جلد نمبر 4

(iv)۔علی محمد الصلابی، معاویۃ بن ابی سفیانؓ، بیروت، دارالمعرفۃ، 2006ء، صفحہ 177

(v)۔سید نور الحسن شاہ بخاریؒ، عادلانہ دفاع، لاہور، نوید پبلشرز، 2002ء، صفحہ 125-126

(vi)۔الخطیب البغدادی، تاریخ بغداد، بیروت، دارالکتاب العربی، 1989ء، صفحہ 313، جلد نمبر 4

(33)۔ابن کثیرؒ، تاریخ ابن کثیرؒ، اردو ترجمہ محمد اصغر مغل، کراچی، دارالاشاعت 2004ء، صفحہ 618، جلد نمبر 4

(ii)۔امام طبریؒ، تاریخ طبری، اردو ترجمہ، سید حیدر علی، کراچی، دارالاشاعت 2003ء، صفحہ 166، جلد نمبر 4

(iii)۔سید نور الحسن شاہ بخاریؒ، عادلانہ دفاع، لاہور، نوید پبلشرز، 2002ء، صفحہ 125-126

(iv)۔قاری قیام الدین الحسینی، تذکرہ کاتب وحی سیدنا معاویہؓ، جہلم، ادارہ نشرواشاعت، 1991ء، صفحہ 109

(ii)۔دکتور علی محمد الصلابی، سیدنا معاویہؓ، بیروت، دارالفکر، 2006ء، صفحہ 177

(iii)۔سید نورالحسن شاہ بخاریؒ، عادلانہ دفاع، لاہور، نوید پبلشرز، 2002ء، صفحہ 135

(iv)۔الخطیب البغدادی، تاریخ بغداد، بیروت، دارالکتاب العربی، 1989ء، صفحہ 313

(35)۔نورالدین الھیثمیؒ، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، قاھرہ، دارالریان، س ن، صفحہ 357، جلد نمبر 9

(ii)۔ابن تیمیہؒ، منہاج السنۃ، مصر، مؤسسۃ قرطبہ، س ن، صفحہ 235، جلد نمبر 6

(iii)۔الدکتور علی محمد الصلابی، معاویۃ بن ابی سفیان، بیروت، دارالمعرفۃ، 2006ء، صفحہ 177

(iv)۔سید نورالحسن شاہ بخاریؒ، عادلانہ دفاع، لاہور، نوید پبلشرز، 2002ء، صفحہ 125

(v)۔مولانا محمد نافع صاحب، سیرت سیدنا معاویہؓ، لاہور، تخلیقات، 2000ء، صفحہ 504-505، جلد اول

(36)۔علامہ ذھبیؒ، تاریخ اسلام، بیروت، دارصادر، صفحہ 308، جلد نمبر 6

(ii)۔ابن عساکرؒ، تاریخ مدینہ دمشق، بیروت، 1995ء، صفحہ 48، جلد نمبر 59

(iii)۔پروفیسر حافظ اظہر محمود، سیرت معاویہؓ، لاہور، نشریات، 2009ء، صفحہ 134

(37)۔الحافظ ابن کثیر، البدایہ والنھایہ، بیروت، مکتبہ المعارف، 1966ء، صفحہ 124، جلد نمبر 8

(ii)۔اردو ترجمہ تاریخ ابن کثیرؒ، اصغر مغل، کراچی، دارالاشاعت 2004ء، صفحہ 604، جلد نمبر 4 حصہ نمبر 8

(iii)۔ابن عبدالبر، الاستیعاب، بیروت، داراُحیاء التراث العربی، 1328ھ، صفحہ 397، جلد نمبر 3

(38)۔ابن حجر عسقلانیؒ، الاصابۃ فی تمیز الصحابہؓ، بیروت، داراحیاء التراث العربی، 1328ء، صفحہ 434 جلد نمبر 1

(ii)۔ابن کثیرؒ، البدایہ والنھایہ، بیروت،، مکتبہ المعارف، 1966ء، صفحہ 116، جلد نمبر 8

(39)۔جلال الدین سیوطیؒ، تاریخ الخلفاء، مصر، مطبعۃ السعادۃ، 1952ء، صفحہ 195

(ii)۔ابن کثیرؒ، البدایہ والنھایہ، بیروت، مکتبۃ المعارف 1966ء، صفحہ 119، جلد نمبر 8

(iii)۔احمد بن علی الخطیب البغدادی، تاریخ بغداد، بیروت، دارالکتاب العربی، 1989ء، صفحہ 311، جلد نمبر 4

(40)۔الحافظ ابن کثیرؒ، البدایہ والنھایہ، بیروت، مکتبۃ المعارف، 1966ء، صفحہ 136-135، جلد نمبر 8

(ii)۔محمد اصغر مغل، اردو ترجمہ تاریخ ابن کثیرؒ، کراچی، دارالاشاعت، 2004ء، صفحہ 620-619، جلد نمبر 4

(iii)۔محمد تقی عثمانی، حضرت معاویہؓ اور تاریخی حقائق، کراچی، مکتبہ معارف القرآن، 2005ء، صفحہ 285

(iv)۔محمود شاکر، التاریخ الاسلامی، سعودیہ، المکتبہ الاسلامی، 1991ء، صفحہ 26، جلد نمبر 17

(v)۔الدکتور علی محمد الصلابی، معاویۃ بن أبی سفیان، بیروت، دارالمعرفۃ، 2006ء، صفحہ 166-165

(vii)۔قاری قیام الدین الحسینی، تذکرہ کاتب وحی سیدنا معاویہؓ، جہلم، ادارہ نشر واشاعت، 1991ء، صفحہ 93

(viii)۔الذھبی، تاریخ الاسلام، قاہرہ، مکتبۃ القدسی، 1368ء، صفحہ 323، جلد نمبر 2

(ix)۔خطیب البغداد، تاریخ بغداد، بیروت، دارالکتاب العربی، 1989ء، صفحہ 315، جلد نمبر 4

(x)۔جلال الدین سیوطیؒ، تاریخ الخلفاء، کراچی، نفیس اکیڈمی، 1983ء، صفحہ 196

(41)۔خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، بیروت، دارالکتاب العربی، 1989، صفحہ 208، جلد نمبر 1

(ii)۔محمد تقی عثمانی، حضرت معاویہؓ اور تاریخی حقائق، کراچی، مکتبہ معارف القرآن، 2005ء، صفحہ 286

(42)۔ابن عبدالبر، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، مصر، دارالمعرفۃ، س ن، صفحہ 685، جلد نمبر 3

(ii)۔ابن حجر عسقلانی الاصابہ فی تمیز الصحابہ، بیروت، داراحیاء التراث العربی

(iii)۔محمد تقی عثمانی، حضرت معاویہؓ اور تاریخی حقائق، کراچی، مکتبہ معارف القرآن، 2005ء، صفحہ 288-287

(iv)۔ضیاء الرحمٰن فاروقیؒ، خطبات سیرت، ملتان، کتب خانہ مجیدیہ، 2003ء، صفحہ 340-339، جلد نمبر 2

(43)۔مولانا محمد نافع، سیرت معاویہؓ، لاہور، تخلیقات، 2000ء، صفحہ 604، جلد نمبر 1

(44)۔ابن کثیرؒ، البدایہ والنھایہ، بیروت، دارالفکر، 1997ء، صفحہ 617، جلد نمبر 5

(45)۔الذھبیؒ، سیر اعلام النبلاء، بیروت، مؤسسۃ الرسالۃ، 1982ء، صفحہ 135، جلد نمبر 3

(46)۔جلال الدین سیوطیؒ، تاریخ الخلفاء، کراچی، نفیس اکیڈمی، مئی 1983ء، صفحہ 154

(ii)۔محمد تقی عثمانی، حضرت معاویہؓ اور تاریخی حقائق، کراچی، مکتبہ معارف القرآن، مئی 2005ء، صفحہ 289

(47)۔علامہ ذھبی، تاریخ الاسلام، قاہرہ، مکتبۃ القدس، 1368ھ، صفحہ 322-321، جلد نمبر 2

(ii)۔شاہ معین الدین ندویؒ، تاریخ اسلام، انڈیا، مطبوعہ اعظم گڑھ، س ن، صفحہ 43، جلد نمبر 2

(iii)۔محمد تقی عثمانی، حضرت معاویہؓ اور تاریخی حقائق، کراچی، مکتبہ معارف القرآن، مئی 2005ء، صفحہ 92-291

(iv)۔ابن حجر مکیؒ، تطہیر الجنان، اردو ترجمہ مولانا عبدالشکور لکھنویؒ، ملتان، مکتبہ امدادیہ، س ن، صفحہ 59-58

(48)۔الحافظ ابن کثیرؒ، البدایہ والنھایہ، بیروت، مکتبۃ المعارف، 1966ء، صفحہ 126، جلد نمبر 8

(ii)۔محمد تقی عثمانی، حضرت معاویہؓ اور تاریخی حقائق، کراچی، مکتبہ معارف القرآن، مئی 2005ء، صفحہ 292

(49)۔امام ابن عساکرؒ، تاریخ مدینہ دمشق، بیروت، دارالفکر، 1995ء، صفحہ 171، جلد نمبر 59

(ii)۔الحافظ ابن کثیرؒ، البدایہ والنھایہ، بیروت، مکتبۃ المعارف، 1996ء، صفحہ 134، جلد نمبر 8

(iii)۔محمد تقی عثمانی، حضرت معاویہؓ اور تاریخی حقائق، کراچی، مکتبہ معارف القرآن، مئی 2005ء، صفحہ 292

(50)۔الحافظ ابن کثیرؒ، البدایہ والنھایہ، بیروت، دار المعارف، 1966ء، صفحہ 123-122، جلد نمبر 8

(ii)۔پروفیسر حافظ اظہر محمود، سیرت معاویہؓ، نشریات، لاہور، 2009ء، صفحہ 133

(iii)۔ابن حجرؒ، الاصابۃ فی تمیز الصحابہؓ، بیروت، دار احیاء التراث العربی، 1329ھ، صفحہ 22 جلد اول

(iv)۔ابن حزمؒ، جوامع السیرۃ، کراچی، مجلس نشریات، اردو ترجمہ محمد سردار، 1990ء، صفحہ 60

(v)۔محمد تقی عثمانی، حضرت معاویہؓ اور تاریخی حقائق، کراچی، مکتبہ معارف القرآن، مئی 2005ء، صفحہ 94-293

(vi)۔جلال الدین سیوطیؒ، تاریخ الخلفاء، کراچی، نفیس اکیڈمی، 1983ء، صفحہ 149

(51)۔جلال الدین سیوطیؒ، تاریخ الخلفاء، اردو ترجمہ اقبال الدین احمد، کراچی، نفیس اکیڈمی، 1983ء، صفحہ 196

(ii)۔ابن حجر مکیؒ، تطہیر الجنان، اردو ترجمہ مولانا عبدالشکور لکھنویؒ، ملتان، مکتبہ امدادیہ، س ن، صفحہ 59

(52)۔ابن عساکرؒ، تاریخ مدینہ دمشق، بیروت، دار الفکر، 1995ء، صفحہ 115، جلد نمبر 59

(ii)۔ابن کثیرؒ، البدایہ والنھایہ، بیروت، دار المعارف، 1966ء، صفحہ 125، جلد نمبر 8

(iii)۔حافظ اظہر محمود، سیرت معاویہؓ، نشریات، لاہور، 2009ء، صفحہ 662

(53)۔ابن کثیرؒ، البدایہ والنھایہ، بیروت، دار المعارف، 1966ء، صفحہ 117، جلد نمبر 8

(ii)۔تاریخ ابن عساکرؒ، تاریخ مدینہ دمشق، بیروت، دار الفکر، 1995ء، صفحہ 107، جلد نمبر 59

(iii)۔حافظ اظہر محمود، سیرت حضرت معاویہؓ، نشریات، 2009ء، صفحہ 663

(54)۔محمد کرد علی، خطط الشام، بیروت، دار العلم للملایین، 1398ھ، 1969ء، صفحہ 90، جلد اول

(ii)۔الذھبیؒ، دول الاسلام، دار احیاء التراث الاسلامی، س ن، صفحہ 62، جلد نمبر 1

(iii)۔البلاذری، فتوح البلدان، حیدرآباد دکن، مطبعہ عثمانیہ، صفحہ 126، جلد نمبر 1، 1967ء

(iv)۔حافظ اظہر محمود، سیرت حضرت معاویہؓ، لاہور، نشریات، 2009ء، صفحہ 664

(55)۔اردو دائرہ معارف اسلامیہ، دانش گاہ پنجاب یونیورسٹی لاہور، صفحہ 294، جلد نمبر 21

(ii)۔حافظ اظہر محمود، سیرت حضرت معاویہؓ، لاہور، نشریات، 2009ء، صفحہ 664

(56)۔نصولی، انیس ذکریا، معاویہؓ اردو ترجمہ عبدالصمد صارم، لاہور، مکتبہ میری لائبریری، صفحہ 89-218

(ii)۔حافظ اظہر محمود، سیرت معاویہؓ، لاہور، نشریات، 2009ء، صفحہ 675-676

(iii)۔احمد امین، فجر الاسلام، قاہرہ، مکتبہ النھضہ المصریہ، 1955ء، صفحہ 166-167

(57)۔القرآن: سورہ مائدہ 5/9

(ii)۔حافظ اظہر محمود، سیرت معاویہؓ، لاہور، نشریات، 2009ء، صفحہ 685-684

(59)۔امام ابن عساکرؒ، تاریخ مدینہ دمشق، بیروت، دارالفکر، 1995ء، صفحہ 147، جلد نمبر 59

(ii)۔حافظ ابن کثیرؒ، البدایہ والنھایہ، بیروت، دارالمعارف، 1966ء، صفحہ 131، جلد نمبر 8

(iii)۔قاری قیام الدین، تذکرہ کاتبِ وحی سیدنا معاویہؓ، جہلم، ادارہ نشرواشاعت، 1991ء، صفحہ 96

(60)۔ابن کثیرؒ، البدایہ والنھایہ، بیروت، دارالمعارف، 1966ء، صفحہ 135، جلد نمبر 8

(i)۔مولانا محمد نافع صاحب، سیرت حضرت معاویہؓ، لاہور، تخلیقات، 2000ء، صفحہ 596-594

(61)۔امام ابن عساکرؒ، تاریخ مدینہ دمشق، بیروت، دارالفکر، 1995ء، صفحہ 220، جلد 59

(62)۔امام ابن عساکرؒ، تاریخ مدینہ دمشق، بیروت، دارالفکر، 1995ء، صفحہ 56، جلد نمبر 59

(ii)۔ابن کثیرؒ، البدایہ والنھایہ، بیروت، دارالمعارف، 1966ء، صفحہ 141، جلد نمبر 8

(63)۔حافظ ابن کثیرؒ، البدایہ والنھایہ، بیروت، مکتبہ المعارف، 1966ء، صفحہ 133، جلد نمبر 8

(ii)۔اردو ترجمہ ابوطلحہ محمد اصغر مغل، کراچی، دارالاشاعت، 2004ء، صفحہ 616، جلد نمبر 4، حصہ 8

(64)۔مولانا محمد نافع صاحب، سیرت معاویہؓ، لاہور، تخلیقات، 2000ء، صفحہ 596-579، جلد اول

(65)۔امام ابن عساکرؒ، تاریخ مدینہ دمشق، بیروت، دارالفکر، 1995ء، صفحہ 2-212، جلد نمبر 59

(66)۔محمد تقی عثمانی، ماہنامہ البلاغ، کراچی، مکتبہ دارالعلوم، دسمبر 1987ء، صفحہ 21-20

(67)۔الطبریؒ، تاریخ طبری، اردو کراچی، دارالاشاعت، 2002ء، صفحہ 157، جلد نمبر 4

(i)۔ابن طبری، تاریخ طبری، اردو ترجمہ سید حیدر علی، کراچی، دارالاشاعت، 2003ء، صفحہ 157، جلد نمبر 4

(ii)۔مولانا محمد نافع صاحب، سیرت حضرت معاویہؓ، لاہور، تخلیقات، 2000ء، صفحہ 612-611، جلد اول۔

(68)۔ابن الاثیر، الکامل فی التاریخ، بیروت، دارصادر، 1399ھ، صفحہ 325، جلد نمبر 5

سیدنا معاویہؓ صحابہ کرامؓ، تابعینؒ واکابرین کی نظر میں

۱۔ لفظ صحابی لغوی واصطلاحی معنیٰ میں

۲۔ مقام صحابہ کرامؓ قرآن کے آئینے میں

۳۔ مقام صحابہ کرامؓ احادیث کے آئینے میں

۴۔ عدالت صحابہ کرامؓ پر اجماع امت

۵۔ ''عدالت'' لغوی واصطلاحی معنیٰ میں

۶۔ ''عدالت'' محدثین کی اصطلاح میں

۷۔ اہلسنت والجماعت کے نزدیک سارے صحابہ کرامؓ عادل ہیں

۸۔ سیدنا معاویہؓ: خلفائے راشدین کی نظر میں، دیگر صحابہؓ کی نظر میں

۹۔ سیدنا معاویہؓ: تابعینؒ، تبع تابعینؒ اور اکابرینؒ کی نظر میں

۱۰۔ سیدنا معاویہؓ: مستشرقین کی نظر میں

مبعوث فرمایا۔ آپؐ نے تعلیم وتزکیہ کا فریضہ پوری طرح انجام دیا۔ اللہ کی کتاب کے الفاظ کی تعلیم دی۔ اس کے معانی اور احکام بتائی اور عملی طور پر خود کر کے دکھایا، اور بہت سے وہ احکام بتائے جو وحی جلی یعنی قرآن میں منصوص نہ تھے۔ آپؐ کی دعوت اور تعلیم وتبلیغ کا کام انجام دینے کے لیے اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے صحابہؓ کو منتخب فرمایا۔ ان حضرات نے بہت ہی تکلیفیں اٹھائیں۔ اور اسلام کے عقائد اور اصول وفروع کے پھیلانے اور پہنچانے میں جانوں کی بازی لگادی۔ جو دین ان کو ملا تھا اس کو محفوظ رکھا اور آگے بڑھایا اور پورے عالم اسلام میں پھیلایا، ساری امت پر ان حضرات کا احسان کہ امت تک پورا دین پہنچادیا۔ یہ حضرات نبی اکرمؐ کے صحیح نائب بنے۔ علم بھی سکھایا اور عمل کر کے بھی دکھایا۔ اللہ تعالیٰ شانہ ان کے اخلاص کی قدردانی فرمائی ان کی محنتوں کو قبول فرمایا۔ قرآن مجید میں ان کی تعریف فرمائی۔ اور ان سے راضی ہوجانے کی خوشخبری دی۔ اور ان کے بلند درجات سے آگاہ فرمایا۔

اہلسنت والجماعت کا ہمیشہ سے یہ عقیدہ ہے کہ بنی آدم میں انبیاء کرامؑ کے بعد فضیلت میں حضرات صحابہ کرامؓ ہی کا درجہ ہے حضرات صحابہ کرامؓ اگرچہ معصوم نہیں ہیں لیکن ان کے گناہ مغفور ہیں۔ ان سے سرزد ہونے میں بڑی بڑی حکمتیں ہیں اور ان خطاؤں کا صادر ہونا ان کے بلند مرتبہ ہونے کے منافی نہیں ہے۔ اور حضرات صحابہ کرامؓ کا ذکر صرف خیر ہی کے ساتھ کرنا درست ہے۔ ان میں کسی کو برا کہنا کسی طرح جائز نہیں ہے۔

شرح عقائد نسفی میں لکھا ہے جو عقائد اہل سنت والجماعت کی ترجمان ہے کہ:

"ویکف عن ذکر الصحابة الا بخیر لما ورد من الاحادیث الصحیحة فی مناقبهم و وجوب الکف عن الطعن فیهم۔"

"اور حضرات صحابہ کرامؓ کا ذکر صرف خیر کے ساتھ کرے کیونکہ ان کے مناقب میں اور ان پر طعن نہ کرنے کے واجب ہونے کے بارے میں صحیح احادیث وارد ہوئی ہیں۔" (1)

آجکل جوش تحقیق میں مجتہد اور مجدد ہونے کے دعویدار جو تھوڑی بہت شگفتہ اردو لکھ لیتے ہیں۔ حضرات صحابہ کرامؓ پر تنقید کرنے کو اپنی امامت اور تجدید کا قابل فخر کارنامہ سمجھتے ہیں۔ اہلسنت والجماعت کے اکابر نے تو یہ ارشاد فرمایا کہ حضرات صحابہ کرامؓ کو ذکر صرف خیر ہی کے ساتھ کیا جائے اور ان سے جو کوئی عملی خطا سرزد ہوگئی ہے اس کے بارے میں نہ صرف یہ کہ سکوت کیا جائے بلکہ اس کا اچھا محمل تلاش کرلیں۔ اور اچھی طرح تاویل کرلیں۔ ان سے نہ خود بدگمان ہو نہ دوسروں کو بدگمان ہونے دیں لیکن ذوق تنقید کے خوگر حضرات صحابہ کرامؓ کو مطعون کرنے میں ذرا بھی تامل نہیں کرتے۔ ھداھم اللہ تعالیٰ۔

حضرات صحابہ کرامؓ کے خلاف کتابیں لکھتے ہیں۔ان دونوں قسم کے محققین میں کوئی حضرت عثمانؓ پر کیچڑ اچھال رہا ہے اور کوئی حضرت معاویہؓ کو ہدف ملامت بنا رہا ہے اور بعض لوگ اہل تشیع کے جواب میں ایسا انداز اختیار کرتے یو ہیں جس سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرات حسنینؓ نے مطعون ہوتے ہیں یہ لوگ تاریخ کے حوالوں سے حضرات صحابہ کرامؓ کی کچھ لغزشیں اور کوتاہیاں جمع کر کے اور کچھ ان کے آپس کے اختلاف اور جنگ کے واقعات کو سامنے رکھ کر اپنے ذوق تنقید کی تسکین کرتے ہیں۔ ھداھم اللہ تعالیٰ۔

حضرات صحابہ کرامؓ کے اختلافات اور باہمی جنگوں کے واقعات مشاجرات صحابہؓ کے عنوان سے تعبیر کیا جاتا ہے ان واقعات کے بارے میں حضرات سلفؒ نے خاموشی اور کف لسان ہی کو واجب بتایا اور ان کا یہ بتانا اور فرمانا کتاب وسنت کے عین مطابق ہے۔

غور کرنے سے مجھے مشاجرات صحابہ کے متعلق اللہ جل وشانہ نے بعض ایسے محاصل القاء فرما دیئے جن کی وجہ سے ان کے بارے میں کوئی اشکال نہیں رہا اور نہ صرف یہ کہ اشکال باقی نہ رہا بلکہ دل میں یہ آیا کہ امت کی تعلیم کے لیے ان مشاجرات کا وجود میں آنا ضروری تھا۔حضرات صحابہ کرامؓ کو تو اللہ جل وشانہ نے بہت بڑی فضیلت بخشی ہے ان کو برائی سے یاد کرنا کیونکر درست ہوسکتا ہے جب کہ عام مسلمانوں کے بارے میں حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے۔"لا تسبوا لاموات فانھم قدافضوا الی ما قدموا۔" (2)

یعنی مردوں کو برائی سے یاد نہ کرو کیونکہ وہ اپنے اپنے اعمال کے مطابق اپنی اپنی جگہ پہنچ چکے ہیں۔

علامہ سیوطیؒ نے ایک رسالہ "مفتاح الجنۃ فی الاحتجاج بالسنۃ" کے نام سے تالیف فرمایا ہے اس میں انہوں نے علامہ دینوریؒ کی "کتاب المجالسہ" سے نقل کیا ہے کہ:"رافضیوں کے مذہب کی ابتداء اس طرح سے ہوئی کہ چند زندیقوں نے (اسلام کو لوگوں کی نظروں سے گرانے اور بدنام کرنے کے لئے) مشورہ کیا اس بارے میں کیا کرنا چاہئے۔ان میں سے بعض نے رائے دی کہ مسلمانوں کے نبی کو برا بھلا کہیں ان کی عظمت اور عقیدت گھٹے گی تو اس کا دین آگے بڑھنے میں رکاوٹ ہوگی۔اس پر ان کے سردار نے کہا کہ ایسا کریں گے تو ہم سب قتل کردیئے جائیں گے۔(کیونکہ مسلمان اس بات کو برداشت نہیں کرسکتے) پھر آپس میں مشورہ ہوا کہ ان کے نبیؐ کے دوستوں کو برا بھلا کہنا چاہئے اور ان سے علیحدگی اختیار کی جائے اور ان کو کافر کہا جائے جب آپس میں یہ رائے پاس ہوگئی تو انہوں نے کہا کہ علیؓ کے علاوہ سب صحابہ دوزخ میں ہیں۔پھر یہ کہنے لگے کہ علی ہی نبی تھے۔ جبرائیلؑ سے وحی لانے میں خطا ہوگئی۔ (3)

بڑھتے بڑھتے شیعیت اور رافضیت ایک مذہب بن گیا ان کے نزدیک صحابہؓ سے بغض رکھنا اور ان کو گالیاں دینا اور ان سے بیزاری کا اعلان کرنا ہی سب سے بڑا دین ہے زندیقوں نے جو یہ بات چلائی تھی درحقیقت اس میں بہت بڑا راز پوشیدہ ہے اور وہ یہ کہ حضرات صحابہ کرامؓ ہی کتاب کے نقل کرنے والے ہیں کتاب اللہ اور سنت رسول پر ہی سارے دین کی بنیاد ہے ان دونوں چیزوں کے نقل کرنے والوں پر اگر بالفرض اعتماد نہ ہو اور ان کو کافر مان لیا جائے (جیسا کہ روافض کہتے ہیں) تو ان کی نقل کی ہوئی کتاب اور سنت پر کیا بھروسہ ہوگا۔ جب کتاب اور سنت ہی محفوظ نہ رہی تو دین کہاں رہا اور دین حقیقی سے ہٹانے کے لئے اور اسلام کی جڑیں اکھاڑ پھینکنے کے لئے درحقیقت یہ بڑا حربہ ہے۔ جو دشمنوں نے اختیار کیا۔

آجکل کے جو مصنفین اپنی تحقیق کے جوہر اس میں دکھاتے ہیں کہ حضرات صحابہ کرامؓ کو مطعون کریں اور ان کی لغزشوں کو جمع کریں۔ یہ لوگ اگرچہ یوں نہیں کہتے کہ ہم دشمنان اسلام ہیں لیکن دشمنوں کے ہاتھ میں تاریخ کی کتابوں سے مواد تلاش کر کے ہتھیار دے رہے ہیں۔ اور دین کی جڑوں کو کھوکھلا کرنے میں مددگار ثابت ہو رہے ہیں چونکہ ان لوگوں نے دین اور علمی دین اسلامی ذہن رکھنے والے اساتذہ سے حاصل نہیں کیا صرف مطالعہ کا علم رکھتے ہیں اور قرآن وحدیث کی نصوص سے بے خبر ہیں یا قصداً قرآن وحدیث کی تصریحات کو دیکھنے سے گریز کرتے ہیں تاکہ اس کے محقق اور نافذ ہونے پر اثر نہ پڑے اس لئے آزادی کے ساتھ جو چاہتے ہیں لکھ دیتے ہیں۔ جب ان کو احساس دلایا جاتا ہے کہ یہ طریقہ درست نہیں ہے تو کہتے ہیں کہ ہم نے تاریخ کی کتابوں میں دیکھ کر لکھا ہے حالانکہ تاریخ کی کتابیں ہر قسم کی رطب یابس سچی جھوٹی باتوں اور روافض وخوارج کی روایتوں سے بھرپور ہیں ان پر اعتماد کرنا کسی طرح بھی درست نہیں۔ پھر جب حضور اقدسؐ نے منع فرمادیا کہ اس دنیا سے رخصت ہوجانے والوں کو برامت کہو تو اس ارشاد کی خلاف ورزی کرنا کونسی دین داری اور سمجھداری ہے یہ لوگ تو کتابیں لکھ کر دنیا سے چلے جائیں گے تحقیق اور تصنیف کے نام سے ان کی شہرت بھی ہوجائے گی اور اس طرح سے پیسے بھی بہت کچھ کمالیں گے لیکن دشمنان دین ان ہی کتابوں کے حوالے دیتے رہیں گے۔ اور بے پڑھے مسلمانوں کو حضرات صحابہ کرامؓ سے بدظن کر کے ان کے دلوں میں اسلام کے عقائد اور اعمال اور ارکان واحکام میں تذبذب اور شک پیدا کرتے رہیں گے، بے پڑھے لوگ صرف ہل بیل چلانے والے ان پڑھ ہی نہیں پڑھے لکھے لوگ بھی بے پڑھوں میں شامل ہیں۔ جو قرآن وحدیث سے بے بہرہ ہیں مگر ڈگریاں بڑی بڑی لئے پھرتے ہیں۔ عجیب بات یہ ہے کہ اس طرح کا ذوق تنقید رکھنے والے اپنے کو خادم اسلام اور اقامت دین کا داعی بھی کہتے ہیں لیکن اپنی تحریرات سے اسلام کو جو نقصان پہنچا رہے ہیں۔

تاریخ لکھتے وقت اس کو قرآن وحدیث کی نصوص کو سامنے رکھنا لازم ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ جو بات کسی کی شخصیت کے متعلق ہو اس کے راویوں کو جرح وتعدیل کے اصول پر پرکھ لیں مجروح رواۃ کی روایت تو رد کی ہی جاتی ہے ثقہ راویوں کی کوئی روایت اگر نصوص قرآن واحادیث مشہورہ اور اجماع امت کے خلاف پڑتی ہو تو اس کو بھی رد کیا جاتا ہے یہ اصولی بات ہے۔ جس سے یہ محققین آنکھیں بند کئے ہوئے ہیں ممکن ہے کہ ان لوگوں کے ہمنوا یہ بات اٹھائیں کہ پرانے مورخین جنہوں نے عربی میں کتابیں لکھیں انہوں نے ایسی باتیں کیوں جمع کیں جن سے حضرات صحابہ کرامؓ میں سے کسی کی شخصیت پر حرف آتا ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ جن حضرات صحابہ کرامؓ نے تاریخ کی کتابیں لکھی ہیں انہوں نے ان حضرات کی بہت زیادہ صحیح تعریفیں لکھ کر ایک آدھ بات ایسی بھی لکھ دی ہے۔ جس سے کوئی نقص کا پہلو نکلتا ہے۔ لیکن ساتھ ہی انہوں نے یہ بھی بتادیا ہے کہ تاریخی روایات معتبر نہیں یعنی جو چیز جرح وتعدیل کے بغیر لکھی گئی ہو وہ لائق اعتبار نہیں۔ پھر ان حضرات نے یہ کتابیں عربی میں لکھی تھیں دور حاضر کے محقق اول تو حضرات صحابہ کرامؓ کی لغزشیں ہی تلاش کرتے ہیں اور انہیں کو چھانٹ کر ایک جگہ جمع کرتے ہیں اور لکھنے کے بعد یہ نہیں لکھتے کہ یہ چیزیں بے سند ہیں یا معتبر راویوں سے مروی ہیں۔ بلکہ ان کو باور کرانے کے لئے پورا زور قلم خرچ کرتے ہیں پھر ان چیزوں کو اردو میں لکھتے ہیں جو ہر کس و ناکس کے سامنے آتی ہیں اور ان کی وجہ سے امت میں حضرات صحابہ کرامؓ سے بے اعتقاری بلکہ بداعتقادی بڑھتی چلی جاتی ہیں۔ (4)

سیدنا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا مقام ومرتبہ صحابہ کرامؓ، تابعین کرام اور اکابرین ومستشرقین کی نظر میں بیان کرنے سے پہلے یہ بات مناسب معلوم ہوتی ہے کہ مطلق صحابی کا مقام بھی واضح ہو جائے کیوں کہ صحابیت کسبی نہیں بلکہ تقدیری شرف ہے، کوئی انسان محض اپنی ریاضت اور مجاہدے سے صحابی نہیں بن سکتا بلکہ یہ فضیلت وسعادت "ذالك فضل الله يؤتيه من يشاء" کے زمرے سے ہے۔ سیدنا معاویہؓ بالاتفاق جلیل القدر صحابہ کرامؓ میں سے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں اہم امور سرانجام دیئے تھے۔ جن کی تفصیل میں باب دوم میں گزر چکی ہے۔ صحابہ کرامؓ کا مقام ومرتبہ قرآنی آیات اور احادیث کریمہ کی روشنی میں صحابہ کرامؓ کیا ہیں۔ "الصحابة كلهم عدول" کی وضاحت، اجماع امت کی نظر میں صحابہ کرامؓ کی حیثیت کیا ہے، اور صحابہ کرامؓ کے متعلق اہلسنت والجماعت کا عقیدہ اور مسلک کیا ہے۔ یہ موضوع تفصیل کا متقاضی ہے۔ سیدنا معاویہؓ کا مقام ومرتبہ خلفائے راشدینؓ دیگر صحابہ کرامؓ وتابعین عظام کی نظر میں کیا ہے اسی طرح اس کی تفصیل بھی پیش نظر ہے۔

دائمی رضاو پسندیدگی کی سند عطا فرمائی اس دین یعنی اسلام کی نسبت اس نے صحابہؓ کی طرف فرمائی ہے:
"الیوم اکملت لکم دینکم" دین ان ہی برگزیدہ و چنیدہ افراد کے ہاتھوں میں ہم تک پہنچایا۔ یعنی صحابہ کرامؓ کی اس ایمانی جماعت کے ذریعے جسے اللہ تعالیٰ نے نبی کی صحبت کیلئے منتخب فرمایا: "تاکہ براہِ راست آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دین سیکھ کر، اسے ہم تک پہنچانے کا فریضہ انجام دے۔"

یہ جماعت پوری انسانیت میں سب سے زیادہ نیک دل، عمیق العلم، بے تکلف و سادہ تھی۔ یہ جماعت اپنے خالص ایمان، عظیم اخلاص، دین کی اپنے تئیں بہترین خدمات اور کلمہ الٰہی کی سربلندی کے لئے اپنے زبردست کارناموں کے سبب، اس مقام پر پہنچی کہ رب عرش اس سے اس قدر راضی ہوا کہ اس نے اپنی رضاو خوشی کا اعلان اپنی زندہ جاوید کتاب قرآن کریم میں کیا۔

یہ وسیع وعریض عالمِ اسلام، جو ہمارے لئے مایۂ افتخار ہے، اس کا بہت بڑا حصہ صحابہ کرامؓ کے مبارک دور اور خلفائے راشدینؓ کے زریں عہد میں فتح ہوا۔ بہت سے علاقے جن کی فتح خلفائے راشدین کے بعد مکمل ہوئی۔ درحقیقت ان کی فتوحات کا آغاز اور ان کے لیے زمین، انہی کے دور میں ہموار ہو چکی تھی۔ صحابہ کرامؓ ہی کی بدولت مشرق و مغرب میں اسلام کا جھنڈا لہرانے لگا تھا اور تمام قومیں، دامنِ اسلام میں پناہ لینے، اور اس کے سایۂ رحمت سے راحت حاصل کرنے لگی تھیں۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، نبی اعظم محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیائے کرام کے بعد، روئے زمین کی سب سے برگزیدہ شخصیت ہیں۔ اس پر ساری امت کے علمائے برحق کا اجماع ہے۔ چوں کہ یہ دین ہم تک انہی کے واسطے سے پہنچا ہے اس لئے وہ ہمارے ماں باپ سے زیادہ ہمارے محسن ہیں۔

صحابہ کرامؓ ہی وہ واسطہ ہیں جس سے دینِ اسلام من وعن حضورؐ سے ساری امت تک منتقل ہوا، لہٰذا صحابہ کرامؓ کو مجروح یا مخدوش کرنا دراصل دین کی پوری عمارت کو ڈھا دینا ہے۔ جو لوگ صحابہ کرامؓ کو ہدفِ تنقید و ملامت بناتے ہیں، یا ان میں سے دو ایک یا چند کو بُرا بھلا کہتے ہیں، وہ گویا اللہ کے آخری رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تربیت اور دینی دعوتی محنت کی بارآوری کے منکر ان معنوں میں ہیں کہ صحابہ کرامؓ حضور اکرمؐ کی دعوت کا معجزاتی مظہر ہیں اور تربیت کا مل نمونہ۔ بالفاظِ دیگر صحابہؓ دلیلِ تربیت پیغمبری ہیں۔ ان کی تنقیص سے ابطالِ دین لازم آئے گا۔

اس قبیل کے لوگ فی الحقیقت یہ کہنا چاہتے ہیں کہ نبی اعظم و رسول خاتم تو اپنے مشن میں اتنے ناکام تھے کہ انہوں نے جن لوگوں کو بعد والوں کے لئے بطور نمونہ تیار کیا

نے آپ کی سیرت و کردار کا مشاہدہ کیا، مکی و مدنی زندگی کے معجزات دیکھے، اپنوں اور غیروں کے ساتھ آپؐ کے طرزِ عمل سے واقف رہے، ہر آن آپؐ نے انہیں اپنے قول و عمل کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کی۔ لیکن خاکم بہ دہن یہ سارے یا ان میں سے چند "بدنصیب" ایسے تھے کہ حضورؐ انہیں اپنا سا کیا بناتے۔ صحیح مسلمان بھی نہ بنا سکے۔ (5)

صحابہ کرامؓ دین کی بنیاد ہیں، دین کے اول پھیلانے والے ہیں، ان کے حقوق سے ہم لوگ مرتے دم تک بھی عہدہ برآ نہیں ہو سکتے۔ حق تعالیٰ شانہ اپنے فضل سے ان پاک نفوس پر لاکھوں رحمتیں نازل فرمائیں کہ انہوں نے حضورؐ سے دین حاصل کیا اور ہم لوگوں تک پہنچایا۔ حضور اقدسؐ ہی کے اعزاز و اکرام میں داخل ہے حضورؐ کے صحابہ کرامؓ کا اعزاز و اکرام کرنا اور ان کے حق کو پہچاننا اور ان کا اتباع کرنا اور ان کی تعریف کرنا، اور ان کے لئے استغفار اور دعائے مغفرت کرنا اور ان کے آپس کے اختلافات میں لب کشائی نہ کرنا، اور مؤرخین سبائیوں بدعتیوں اور جاہل راویوں کی ان خبروں سے اعتراض کرنا جو ان حضرات میں نقص پیدا کرنے والی ہوں۔ (6)
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابہ کرامؓ رضوان اللہ علیہم اجمعین عام دنیا کے افراد و رجال کی طرح نہیں ہیں کہ ان کے مقام کا فیصلہ نہ صرف تاریخ اور اس کے بیان کردہ حالات کے تابع کیا جائے بلکہ صحابہ کرامؓ ایک ایسے مقدس گروہ کا نام ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور عام امت کے درمیان اللہ تعالیٰ کا عطا کیا ہوا ایک واسطہ ہے، اس واسطے کے بغیر نہ امت کو قرآن ہاتھ آ سکتا ہے، نہ قرآن کے وہ مضامین جن کو قرآن نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان پر چھوڑا ہے۔ "لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ"o۔
نہ رسالت اور اس کی تعلیمات کا کسی کو اس واسطے کے بغیر علم ہو سکتا ہے، نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے ساتھی، آپ کی تعلیمات کو تمام دنیا اور اپنے زن و فرزند اور اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھنے والے، آپؐ کے پیغام کو اپنی جانیں قربان کر کے دنیا کے گوشے گوشے میں پھیلانے والے ہیں۔ ان کی سیرت رسول اللہ ﷺ کی سیرت کا ایک جزو ہے، یہ عام دنیا کی طرح صرف کتبِ تاریخ سے نہیں پہچانے جاتے ہیں، ان کا اسلام اور شریعتِ اسلام میں ایک خاص مقام ہے۔ (7)
تمام انبیاء کرام کے بعد خاتم الانبیاء سرور اصفیاء محمد مصطفیٰ ﷺ کے صحابہ کرامؓ کا مرتبہ اور مقام ہے۔ صحابہؓ کی محبت دین اور ایمان اور احسان ہے، اور صحابہؓ سے بغض اور نفرت کرنا کفر و نفاق اور فسوق و عصیان ہے۔ جس طرح حضور پُرنورؐ تمام انبیاء سے افضل ہیں اسی طرح حضور ﷺ کی امت تمام امت سے افضل اور بہتر ہے۔
جو قرآن کریم کی نص صریح بھی ہے اور تمام امت میں سب سے افضل اور بہتر صحابہ کرامؓ کا طبقہ ہے۔ (8)

صُحبَتُ (صاد پر ضمہ) کا لغوی مفہوم: دو افراد کا باہمی تعلق ہے۔

طویل ہو یا مختصر، حقیقی ہو یا مجازی۔ (9)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد، اسی مفہوم کو واضح کرتا ہے:

"فَقَالَ لِصَاحِبِہٖ وَھُوَ یُحَاوِرُہٗ۔"

''پھر بولا اپنے ساتھی سے جب باتیں کرنے لگا اس سے۔'' (10)

اور "قالَ له صَاحبه وَھُوَیُحَاوِرُہٗ۔"

''کہا اس کے دوسرے ساتھی نے، جب بات کرنے لگا اس سے۔'' (11)

اگر کوئی شخص، دن کے کچھ حصے میں، کسی کے ساتھ رہا یا اس کا رفیقِ سفر رہا، تو اس موقع پر کہا جا سکتا ہے:

''صَاحَبْتُ فُلَانًا فِیْ سَفَرِیْ سَاعَۃً مِنْ نَھَارٍ'' (یعنی فلاں کے ساتھ دن کے کچھ حصے میں سفر میں رہا۔)

اس لفظ کا استعمال اخلاق، عادات، اور افعال میں مماثلت کو بیان کرنے کیلئے بھی کیا جاتا ہے:

مثلاً صحیح حدیث میں ہے: بخاری، کتاب الانبیاء بروایت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ باب قول اللہ تعالیٰ:

"لَقَدْ کَانَ فِیْ یُوْسُفَ وَاِخْوَتِہٖ آیَاتٌ لِلسَّائِلِیْنَ۔ کے تحت:

''اِنَّکُنَّ صَوَاحِبُ یُوْسُفَ'' ''تمہارا طریقہ ان عورتوں کا سا ہے،

جن کا ذکر حضرت یوسف علیہ السلام کے قصے میں ہے۔ (12)

اس لفظ کو کچھ اور وسیع معنی میں استعمال کیا جاتا ہے چنانچہ اس کا اطلاق ذوی العقول اور جمادات کے مابین تعلق پر بھی ہوتا ہے مثلاً حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو

''صَاحِبُ الوِسَادِ وَالسِّوَاكِ وَالنَّعْلَیْنِ'' کہا جاتا ہے۔ (13)

صحابی اصطلاح میں

جس نے بحالتِ ایمان، رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کی، پھر ایمان پر اس کا خاتمہ ہوا۔ قید ''ملاقات'' کے تحت وہ تمام افراد آتے ہیں، جو طویل وقفے کے لئے آپ ؐ کی مجلس میں رہے یا مختصر وقفے کے لئے، آپ ؐ سے روایت نقل کی ہو یا نہ کی ہو، کسی غزوہ میں شریک ہوئے ہوں یا نہ ہوئے ہوں، جس نے آپ ؐ کو ایک بار دیکھا لیکن ہم نشینی کا شرف نہ ملا ہو اور جو کسی وجہ سے (مثلاً وہ نابینا تھا) آپ ؐ کا دیدار کرنے سے قاصر رہا ہو، لیکن آپ ؐ کی مجلس میں بیٹھا ہو، اس تعریف میں داخل ہے،

صحابہ کرامؓ جس مقدس گروہ کا نام ہے وہ امت کی عام افراد ورجال کی طرح نہیں وہ رسول اللہ ﷺ اور امت کے درمیان ایک مقدس واسطہ ہونے کی وجہ سے ایک خاص مقام اور عام امت سے امتیاز رکھتے ہیں۔ یہ مقام وامتیاز ان کو قرآن وسنت کی نصوص وتصریحات کا عطا کیا ہوا ہے اور اسی لیے اس پر امت کا اجماع ہے۔ اس کو تاریخ کی صحیح وسقیم روایات کے انبار میں گم نہیں کیا جا سکتا اگر کوئی روایت ذخیرہ حدیث میں بھی ان کے اس مقام اور شان کو مجروح کرتی ہو تو وہ بھی قرآن وسنت کی نصوص صریحہ اور اجماع امت کے مقابلہ میں متروک ہوگی۔ تاریخی روایات کا تو کہنا کیا ہے۔ قیامت کے دن صحابہ کرامؓ کی رسوائی نہیں ہوگی:

''یوم لا یخزی اللّٰہ النبی والذین آمنوا معہ'' (14)

''جس دن کہ اللہ تعالیٰ ذلیل نہ کرے گا نبی کو اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے اس کے ساتھ''

اللہ جل وشانہ نے اپنی اس زندہ جاوید کتاب میں جس کے سامنے یا پیچھے سے، باطل اس کے پاس بھٹک نہیں سکتا اور جو دانا اور قابل ستائش پروردگار کا نازل کردہ ہے، صحابہ کرامؓ کو بڑے اعلیٰ اوصاف سے متصف کیا ہے، ان کی عطر بیز ستائش وتعریف کی ہے، ان کا تزکیہ کیا ہے اور یہ اعلان کر دیا ہے کہ ان کا ایمان کامل ومکمل ہے، دین کی راہ میں ان کے کارنامے مخلصانہ ہیں۔ انہوں نے اپنی جان ومال قربان کر کے، نبیؐ کی نصرت کی۔ اس لئے انہیں جنت، رضائے الٰہی، بہترین انجام اور فوز وفلاح کی بشارت سنائی ہے۔ اور خدا سے بڑھ کر سچا کون ہو سکتا ہے (15)

بہترین امت:- اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''کُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللّٰہِ۔''

تم بہترین اُمت ہو، جو لوگوں کے (نفع واصلاح کے) لئے پیدا کی گئی۔'' (16)

آیت سے معلوم ہوا کہ یہ امت خیر الامم ہے۔ لوگوں کے مفاد کے لئے تیار کی گئی ہے اور اس کے خیر الامم ہونے کا راز یہ ہے کہ وہ امر بالمعروف، نہی عن المنکر کرنے والی اور اللہ پر ایمان رکھنے والی ہے صحابہ کرامؓ اس آیت کے اولین مخاطب ہونے کے باعث اس کے اولین، مصداق ہیں، جیسا کہ مفسرین نے واضح کیا ہے۔

لوگوں پر گواہ:- ''وَكَذَالِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ۔''

''اور اسی طرح کیا ہم نے تم کو امت، معتدل تا کہ تم گواہ ہو لوگوں پر۔''

ہم نے تم کو خیر الامم بنایا، تا کہ تم قیامت کے دن تمام لوگوں پر گواہ بنو۔'' (17)

باقی امت بھی اپنے اپنے عمل کے مطابق اس میں داخل ہوسکتی ہے لیکن صحابہ کرامؓ کا ان دونوں آیتوں کا صحیح مصداق ہونا باتفاق مفسرین ومحدثین ثابت ہے۔

دونوں آیتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ، امت کے سب سے افضل، سب سے معتبر اور سب سے ثقہ افراد ہیں۔ جمہور امت کی رائے کے مطابق صحابہ کرامؓ انبیائے کرامؑ کے بعد سب سے افضل ہیں۔

سچے مسلمان:۔

''وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَنَصَرُوْا أُولٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيْمٌ'' (18)

''اور جو لوگ ایمان لائے، اپنے گھر چھوڑے اور اللہ کی راہ میں لڑے اور جن لوگوں نے ان کو جگہ دی اور ان کی مدد کی، وہی ہیں سچے مسلمان، ان کے لئے بخشش ہے اور عزت کی روزی ہے۔''

آیات کریمہ میں تمام مہاجرین وانصار کے حق میں گواہ ہے کہ وہ سچے مسلمان تھے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سی قرآنی آیات میں صحابہؓ کے ایمان کی گواہی دی گئی ہے اور تقریباً (90) بار، ان کو ''ایمان والا'' کہہ کر مخاطب کیا گیا ہے۔

کافروں پر زور آور، آپس میں نرم دل:۔

''مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا، سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ أَثَرِ السُّجُوْدِ۔ (19)

''محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جو لوگ اس کے ساتھ ہیں زور آور ہیں کافروں پر، نرم دل ہیں آپس میں، تو دیکھے ان کو رکوع اور سجدہ میں، ڈھونڈتے ہیں، اللہ کا فضل اور اس کی خوشی، نشانی ان کی چہرے پر ہے، سجدہ کے اثر سے۔''

آیت کریمہ، صحابہ کرامؓ کا یہ امتیاز بتاتی ہے کہ وہ بڑے نمازی، مخلص، نیک دل، رضائے الٰہی وثواب کے خواہاں ہیں۔ ان کے چہرے کی علامت بتاتی ہے کہ وہ کثرت سے سجدہ ریز ہوتے ہیں اور یہ کہ وہ کفار کے مقابلے میں سخت اور آپس میں رحم دل ہیں اور بھائی بھائی بن کر، محبت وتعاون اور رحم وکرم کی فضا میں زندگی گزارتے ہیں۔

عام مفسرین امام قرطبیؒ نے وغیرہ نے فرمایا ہے کہ "والذین معه" عام ہے اس میں تمام صحابہ کرامؓ کی پوری جماعت داخل ہے اور اس میں تمام صحابہ کرامؓ کی تعدیل ان کا تزکیہ اور ان پر مدح وثنا خود مالک کائنات کی طرف سے آئی ہے۔ "والذین معه" میں تمام صحابہ کرامؓ کی جماعت بلا کسی استثناء کے داخل ہے۔

"رضی اللّٰہ عنھم ورضو اعنہ:۔(اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اللہ سے راضی ہوئے)

"والسابقون الاولون من المھاجرین والانصار والذین اتبعوھم باحسان رضی اللّٰہ عنھم ورضواعنہ و اعد لھم جنٰت تجری تحتھا الانھٰر۔" (21)

"اور جو مہاجرین اور انصار (ایمان لانے میں سب سے) سابق اور مقدم ہیں اور بقیہ امت میں جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں اللہ ان سب سے راضی ہوا۔ اور وہ سب اللہ سے راضی ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ایسے باغ مہیے رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہونگی۔"

اس میں صحابہ کرامؓ کے دو طبقے بیان فرمائے ہیں ایک سابقین اولین کا دوسرے بعد میں ایمان لانے والوں کا اور دونوں طبقوں کے متعلق یہ اعلان کر دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی ہیں۔ ان کے لئے جنت کا مقام ودوام مقرر ہیں، جس میں تمام صحابہ کرامؓ داخل ہیں۔

اللہ نے ان کو معاف کر دیا:

"لقد تاب اللّٰہ علی النبی والمھاجرین والانصار الذین اتبعو ھم فی ساعۃ العسرۃ من بعد ما کاد یزیغ قلوب فریق منھم ثم تاب علیھم انہ بھم رؤف رحیم۔"

"اللہ تعالیٰ نے نبیؐ اور ان مہاجرین وانصار کی توبہ قبول فرمائی جنہوں نے تنگی کے وقت نبی کی پیروی کی، بعد اس کے قریب تھا کہ ان میں سے ایک فریق کے دل کج ہو جائیں پھر اللہ نے ان کو معاف کر دیا بلاشبہ وہ ان پر بہت مہربان رحمت کرنے والا ہے۔ (22)

اس کا حاصل یہ ہے کہ قرآن کریم نے اس کی ضمانت دے دی کہ حضرات صحابہ کرامؓ سابقین وآخرین میں سے کسی سے بھی اگر عمر بھر میں بھر میں کوئی گناہ سرزد ہو گیا تو وہ اس پر قائم نہ رہے گا، توبہ کرے گا یا پھر نبی کریمؐ کی صحبت ونصرت اور دین کی خدمات عظیمہ اور ان کی بے شمار حسنات کہ وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف کر دے گا اور ان کی موت اس سے پہلے نہ ہوگی کہ ان کا گناہ معاف ہو کر وہ صاف بے باق ہو جائیں۔

"قل ھذہ سبیلی ادعوا الی اللّٰہ علی بصیرۃ انا ومن اتبعنی۔" (23)

"آپ فرما دیجیے کہ یہ میرا راستہ ہے۔ میں اللہ کی طرف سے دعوت دیتا ہوں بصیرت کے ساتھ، میں بھی اور جن لوگوں نے اتباع کیا وہ بھی۔"

ظاہر ہے کہ صحابہ کرامؓ سب کے سب ہی رسول اللہ ﷺ کے تابع ومتبع تھے سب اس میں داخل ہیں۔

"ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا فمنھم ظالم لنفسہ و منھم مقتصد و منھم سابق بالخیرات باذن اللّٰہ ذالک ھو الفضل الکبیر۔" (24)

"آپ کہہ دیجیے کہ حمد سب اللہ کے لیے ہے اور سلام ہے ان بندوں پر جن کو اللہ نے منتخب فرمایا ہے۔"

"پھر وارث بنا دیا ہم نے کتاب کا ان لوگوں کو جن کا ہم نے اپنے بندوں میں سے انتخاب کیا پھر بعض تو ان میں اپنی جان پر ظلم کرنے والے ہیں۔ اور بعض متوسط درجہ کے اور بعض ان میں وہ ہیں جو خدا کی توفیق سے نیکیوں میں ترقی کیے چلے جاتے ہیں یہ بڑا فضل ہے۔"

اس آیت میں صحابہ کرامؓ کو "منتخب بندے" قرار دیا گیا ہے۔ آگے ان ہی کی ایک قسم یہ بھی قرار دی ہے کہ "ان میں بعض اپنی جان پر ظلم کرنے والے ہیں۔" معلوم ہوا کہ اگر صحابی سے کسی وقت کوئی گناہ ہوا بھی ہے تو وہ معاف کر دیا گیا ورنہ پھر ان کو منتخب بندوں کے ذیل میں ذکر نہ فرمایا جاتا۔

ظاہر ہے کہ کتاب یعنی قرآن کے پہلے وارث جن کو یہ کتاب ملی ہے صحابہ کرامؓ ہیں اور نص قرآنی کی رو سے وہ اللہ کے منتخب بندوں پر اللہ کی طرف سے سلام آیا ہے۔ اس طرح تمام صحابہ کرامؓ اس سلام خداوندی میں شامل ہیں۔

کفار کے لئے باعثِ غیظ و غضب:۔

"ذالِکَ مَثَلُھُمْ فِی التوراۃ وَمَثَلُھُمْ فی الاء نجیل کَزَرۡعٍ اُخۡرَجَ شَطۡأَہٗ فَاٰزَرَہٗ فَاسۡتَغۡلَظَ فَاسۡتَوٰی عَلٰی سُوۡقِہٖ یُعۡجِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیۡظَ بِھِمُ الۡکُفَّارَ وَعَدَاللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنۡھُمۡ مَّغۡفِرَۃً وَّاَجۡرًا عَظِیۡمًا۔"

"یہ شان ہے ان کی توریت میں، اور مثال ان کی انجیل میں، جیسے کھیتی نے نکالا ہے اپنا پٹھا، پھر اس کی کمر مضبوط کی، پھر کھڑا ہو گیا اپنی منزل پر، خوش لگتا ہے کھیتی والوں کو، تا کہ جلائے ان سے جی کافروں کا، وعدہ کیا ہے اللہ نے ان سے جو یقین لائے ہیں اور کیے ہیں بھلے کام، معافی کا اور بڑے ثواب کا۔" (25)

ابو عروہ زبیری کہتے ہیں:

"میں ایک روز امام مالکؒ کی مجلس میں تھا۔ لوگوں نے ایک شخص کا ذکر کیا، جو صحابہ کرامؓ کو برا کہتا تھا، امام مالکؒ نے یہ آیت (لِیَغِیۡظَ بِھِمُ الۡکُفَّارَ) تک تلاوت فرمائی۔ پھر فرمایا کہ جس شخص کے دل میں، رسول اللہ ﷺ کے صحابہؓ میں کسی کے متعلق غیظ ہو، وہ اس آیت کی زد میں آتا ہے۔ (یعنی اس کا ایمان خطرے میں ہے) کیوں کہ آیت میں کسی صحابی سے غیظ، کفار کی علامت قرار دی گئی ہے۔ (26)

''لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا وَيَنصُرُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ، وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِن قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ۔

''واسطے ان مفلسوں وطن چھوڑنے والوں کے، جو نکالے ہوئے آئے ہیں اپنے گھروں سے اور اپنے مالوں سے، ڈھونڈھتے آئے ہیں اللہ کا فضل وکرم اور اس کی رضامندی اور مدد کرنے کو اللہ کی اور اس کے رسول کی، وہ لوگ وہی ہیں سچے اور جو لوگ جگہ پکڑ رہے ہیں اس گھر میں اور ایمان میں ان سے پہلے سے، وہ محبت کرتے ہیں اس سے جو وطن چھوڑ کر آئے ان کے پاس اور نہیں پاتے اپنے دلوں میں تنگی اس چیز سے جو مہاجرین کو دی جائے اور مقدم رکھتے ہیں ان کو اپنی جان سے، اگر چہ ہو اپنے اوپر فاقہ اور جو بچایا گیا اپنے جی کے لالچ سے سو وہی لوگ ہیں مراد پانے والے۔'' (27)

''لٰكِنِ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ جَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ وَأُولَٰئِكَ لَهُمُ الْخَيْرَاتُ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ۔''

''لیکن رسول اور جو لوگ ایمان لائے ساتھ اس کے، وہ لڑے ہیں اپنے مال سے اور جان سے اور انہی کے لئے ہیں خوبیاں اور وہی ہیں مراد کو پہنچنے والے۔'' (28)

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں عام صحابہؓ کی ستائش کی، پھر مہاجرین کی یہ خوبی بیان کی کہ ان کو شہر بدر کیا گیا، جس جگہ وہ پیدا ہوئے اور پروان چڑھے تھے، انہیں وہاں سے اُجڑنے پر مجبور ہونا پڑا، رضائے الٰہی کی خاطر انہوں نے اپنی قوم کی مخالفت مول لی، اللہ اور اس کے رسولؐ کی نصرت ومدد کی اور یہی سچے لوگ ہیں۔ نیز انصار کی یہ خوبی بیان فرمائی کہ انہیں اپنے مہاجرین بھائیوں سے محبت ہے، ان کے دل حرص وحسد سے کلی طور پر پاک ہیں اپنی سخت ضرورت اور فاقے کے باوجود، وہ مہاجرین کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں اور زور دے کر فرمایا کہ یہی لوگ کامیاب وکامران ہیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے آخرت میں نجات اور دنیا میں سعادت کی ضمانت دی ہے۔ دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے راہِ خدا میں، جان ومال کی ان کی قربانی کے عوض، ان کے لئے فوز وفلاح اور خیر کا وعدہ فرمایا ہے۔

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ اُوْلٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ۝ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ۔

’’پھر اللہ نے محبت ڈالی تمہارے دل میں ایمان کی، اور اچھا دکھایا اس کو تمہارے دلوں میں اور نفرت ڈال دی تمہارے دلوں میں کفر، گناہ اور نافرمانی کی، وہ لوگ وہی ہیں نیک راہ پر، اللہ کے فضل سے اور احسان سے، اللہ سب کچھ جانتا، حکمتوں والا ہے۔‘‘ (29)

اس آیت میں بلا استثناء تمام صحابہ کرامؓ کے لیے یہ فرمایا گیا ہے: کہ اللہ نے ان کے دلوں میں ایمان کی محبت اور کفر و فسق اور گناہوں کی نفرت ڈال دی ہے۔

یہاں یہ بات پھر سامنے رکھنا چاہیے کہ یہ اشارات اس ذات حق کے ہیں جو سب کو پیدا کرنے والا اور ہر انسان کے ایک ایک قدم سے اور اچھے برے اعمال سے واقف ہے جو اس شخص سے وقوع میں آئیں گے اس نے صحابہ کرامؓ کے معاملہ میں جو اپنی رضا کامل اور جنت کی بشارت دی ہے ان سب واقعات و معاملات کو جانتے ہوئے دی ہے جو ان میں ہر ایک کو عہد رسالت میں یا اس کے بعد پیش آنے والے تھے۔

حافظ ابن تیمیہؒ نے اپنی کتاب ’الصارم المسلول علیٰ الشاتم الرسول‘‘ میں فرمایا ہے:

’’اللہ تعالیٰ اسی بندہ سے راضی ہوسکتے ہیں جس کے بارے میں اس کو معلوم ہے کہ وہ آخر عمر تک موجبات رضاء کو پورا کرے گا اور جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہوجائے تو پھر کبھی اس سے ناراض نہیں ہوتا۔

آیت بتاتی ہے کہ صحابہ کرامؓ ’’نیک راہ والے‘‘ ہونے کے سزا اور اس کے لئے گردانے گئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو نہایت اعلیٰ معیار پر خاص انداز میں تیار کیا۔ جس نے ان کو شرفِ صحابیت کا اہل، دعوتی ذمہ داریوں کو نبھانے اور اس مہم کو اپنے کندھوں پر اُٹھانے کے قابل بنادیا۔ اللہ نے ان کے دلوں میں ایمان کی محبت ڈال دی اور اس کی خوبی دکھادی اور ان کے اندر کفر، گناہ اور نافرمانی سے نفرت پیدا کردی۔

مراد کو پہنچنے والے:۔

’’اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ۔‘‘

’’جو ایمان لائے، گھر چھوڑے اور لڑے اللہ کی راہ میں، اپنے مال اور جان سے، ان کے لئے بڑا درجہ ہے، اللہ کے یہاں اور وہی مراد کو پہنچنے والے ہیں۔‘‘ (30)

قربان کیا، جس کے سبب، اپنے قدرداں پروردگار کے پاس عظیم ترین مقام کے مستحق ہوئے اور اسی وجہ سے آیت کریمہ میں ان کو کامیابی کی خوشخبری دی گئی ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم معیار ایمان ہیں:۔

قرآن کریم جو فضیلتوں اور عظمتوں کا علمبردار اور ایمانیات کا امین ہے، بانگ دہل یہ اعلان کرتا ہے کہ صحابہ کرامؓ کی مقدس جماعت ایمان ویقین کی کسوٹی اور ہدایت ورہنمائی کی شمع فروزاں ہے۔ وہ ''آسمان کا تھوکا منہ پر'' کے مصداق ان لوگوں کو سفید اور بیوقوف ٹھہراتا ہے جو صحابہ کرامؓ کو بے وقوف گردانتے ہیں۔

چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

''اِذَاقِیۡلَ لَهُمۡ اٰمِنُوۡا کَمَا اٰمن النَّاس قالوا أنومن کما اٰمن السُّفَهَاءُ اَلَا اِنَّهم هُمُ السُّفَهَاءُ وَلٰكِنۡ لَّا يَعۡلَمُوۡن.''

''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس طرح ایمان لاؤ جس طرح لوگ (صحابہؓ) ایمان لائے ہیں تو کہتے ہیں، کیا ہم اسی طرح ایمان لائیں جس طرح بیوقوف لوگ ایمان لائے ہیں؟ آگاہ رہو کہ بے وقوف یہی لوگ ہیں لیکن یہ نہیں جانتے۔'' (31)

فان اٰمَنُوۡا بِمثل مااٰمَنۡتُم بِهٖ فَقَدِاهۡتَدَوۡا وَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَاِنَّمَا هُمۡ فِیۡ شِقَاقٍ۔

''سو اگر وہ اس طرح ایمان لائیں، جس طرح تم ایمان لائے ہو تو راہ یاب ہوئے اور اگر وہ اعتراض کریں تو درپے مخالفت ہیں۔'' (32)

صحابہ کرامؓ ہی پورے کامیاب ہیں:۔

کامیاب انسان وہ نہیں جو دنیاوی نعمتوں سے مالا مال ہو بلکہ کامیاب انسان وہ ہے جسے اپنے خالق حقیقی کی طرف سے رضامندی کا مژدہ سنایا گیا ہو، صحابہ کرامؓ کی جماعت کو اللہ تعالیٰ نے ''فائزون، مفلحون'' جیسے الفاظ سے پکار کر ان کی نجات کا پختہ ثبوت فراہم کر دیا ہے۔ لیجئے قرآن مجید کی زبانی سنیئے!

''اولئك عَلٰى هُدًى مِّنۡ رَّبِّهِمۡ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ۔''

''یہی لوگ اپنے رب کی ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔'' (33)

''فَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا بِهٖ وَعَزَّرُوۡهُ وَنَصَرُوۡهُ وَاتَّبَعُوا النُّوۡرَ الَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ مَعَهٗۤ اُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ۔''

''سو جو لوگ اس پر ایمان لائے، جنھوں نے اس کی عزت کی، اس کی مدد کی اور اس روشنی کی پیروی کی جو اس کے ساتھ اُتاری گئی ہے تو وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔'' (34)

لوگوں میں بہترین قرن (زمانہ):-

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا:

"خَیْرُ النَّاسِ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ، ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ۔"

"لوگوں میں بہترین قرن (زمانہ) میرا ہے۔ پھر ان لوگوں کا جو اس سے متصل ہیں۔ پھر ان لوگوں کا جو اس سے متصل ہے۔" یہاں "قرنی" (میرا قرن سے) مراد صحابہ کرامؓ ہیں۔ (35)

ثبت فی الصحیحین ان رسول اللہ ﷺ قال: "یقول اللہ تعالی: من عادلی ولیاً فقد اذنته بالحرب"

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالی کا ارشاد ہے کہ:

"جو شخص میرے کسی دوست سے دشمنی کرے میں اس کو جنگ کا اعلان کرتا ہوں۔" (36)

میرے صحابہ کو بُرا نہ کہو:-

"لَا تَسُبُّوْا أَصْحَابِیْ فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَوْ اَنْفَقَ اَحَدُکُمْ مِثْلَ أُحُدٍ ذَھَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ اَحَدِھِمْ وَلَا نَصِیْفَهٗ"

مسلم کی روایت میں ہے۔ "لَا تَسُبُّوْا أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِیْ" "میرے صحابہؓ میں سے کسی کو بُرا نہ کہو۔

ترجمہ: "میرے صحابہ کو بُرا نہ کہو، کیونکہ تم میں سے کوئی آدمی اگر احد پہاڑ کے برابر سونا، اللہ کی راہ میں خرچ کرے تو صحابہؓ کے ایک "مد" بلکہ آدھے مد کے برابر بھی نہیں ہو سکتا۔" (37)

اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ اللہ کے یہاں اس قدر بلند مقام پر فائز تھے کہ بعد کے لوگ بڑے سے بڑا کارنامہ انجام دیں (خواہ احد پہاڑ کے برابر سونا ہی خرچ کر دیں) تو بھی صحابہ کرامؓ کے مقام کو نہیں پا سکتے۔ اگرچہ صحابیؓ نے ایک یا نصف مد ہی خرچ کیا ہو، اس لئے کہ صحبتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر کوئی نعمت نہیں ہو سکتی۔

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

اللهَ اللهَ فِیْ اَصْحَابِیْ، لَا تَتَّخِذُوْ هُمْ غَرَضًا مِنْ بَعْدِیْ، فَمَنْ اَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّیْ أَحَبَّهُمْ، وَمَنْ اَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِیْ اَبْغَضَهُمْ، وَمَنْ اٰذَاهُمْ فَقَدْاٰذَانِیْ، وَمَنْ اٰذَانِیْ فَقَدْ اٰذَیٰ اللهَ، وَمَنْ اٰذَی اللهَ فَیُوْشِكُ اَنْ یَّأْخُذَهٗ۔

’’میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو! میرے بعد ان کو (طعن تشنیع کا) نشانہ نہ بناؤ (مطلب یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ کو نشانہ بنا کر ان پر اپنی زبانوں کا تیر نہ چلاؤ) کیونکہ جس نے ان سے محبت کی، مجھ سے محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی، اور جس نے ان سے بغض رکھا، تو مجھ سے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھا، جس نے ان کو ایذا پہنچائی، اس نے مجھے ایذا پہنچائی اور جس نے مجھے ایذا پہنچائی، اس نے اللہ کو ایذا پہنچائی اور جو اللہ کو ایذا پہنچانا چاہے، تو قریب ہے کہ اللہ کا عذاب، اس کو اپنی گرفت میں لے لے۔‘‘ (38)

اس حدیث میں اور اس طرح کی دوسری احادیث میں اس شخص کا حال بد بیان کیا گیا ہے، جس نے حضور اکرم ﷺ کے بعد آپ کے صحابہؓ کو نشانہ بنایا اور ان کے حق میں بدگوئی اور ان پر بہتان باندھے اور ان کو عیب لگائے اور ان کو کافر بنایا اور ان کے بارے میں کسی طرح بھی جرأت اور جسارت اختیار کی، حضور ﷺ نے یہ جو فرمایا جس نے ان سے محبت کی، میری محبت کی وجہ سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا، مجھ سے بغض رکھنے کی وجہ بغض رکھا۔ یہ ان حضرات کے فضائل اور مناقب کی وجہ سے ہے کیونکہ حضرات صحابہ کرامؓ سے محبت اسی لیے کی جاتی ہے کہ وہ حضور اقدس ﷺ کی صحبت میں رہے اور آپؐ کی مدد کی اور آپؐ پر ایمان لائے اور تعظیم و توقیر سے پیش آئے اور جان و مال سے آپؐ کی غمخواری کی لہذا جو شخص ان سے محبت کرے گا وہ نبی اکرم ﷺ سے محبت کرنے والا ہو گا۔ پس آپؐ کی صحابہؓ کی محبت آپؐ کی محبت کی عنوان ہے اور صحابہ سے بغض رکھنا آپؐ سے بغض رکھنے کا عنوان ہے۔

حضرات صحابہ کرامؓ کے فضائل وہی شخص پہچان سکتا ہے جو ان کے احوال اور ان کی سیرت اور ان کے آثار کے بارے میں غور و فکر کرے جو رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں اور آپؐ کی وفات کے بعد ان سے ظاہر ہوئے مثلاً ایمان کی طرف سبقت کرنا، کافروں سے جہاد کرنا، دین کو پھیلانا، شعائر اسلام کو ظاہر کرنا، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا کلمہ بلند کرنا اور فرائض و سنن کی تعلیم دینا اگر یہ حضرات نہ ہوتے تو ہم تک کوئی چیز بھی دین کی نہ پہنچتی نہ اصول نہ فروع اور نہ ہم فرائض میں سے کوئی فرض جانتے اور نہ سنتوں میں سے کسی سنت کو پہچانتے اور حدیث اخبار میں سے کسی چیز کا اہتمام نہ ہوتا۔

کیونکہ ان حضرات پر طعن کرنا صرف اسی وجہ سے ہو سکتا ہے کہ ان کے بارے میں برائیوں کا اعتقاد رکھا جائے اور ان کو طرف سے دلوں میں کینہ پوشیدہ ہو اور اللہ جل وشانہ نے اپنی کتاب میں جو ان کی تعریف فرمائی ہے اور رسول اللہ ﷺ نے جو ان کی تعریف کی اور ان کے فضائل ومناقب بیان کئے اور ان کی محبت کا حکم دیا ان سب کا انکار کیا جائے۔ ان حضرات پر طعن کرنا اور ان کو برا کہنا دین سے خارج ہونے کا سبب اس لئے بھی ہے کہ قرآن وحدیث جو کچھ بھی ہم تک پہنچا ہے یہ حضرات اس کا سب سے زیادہ عمدہ اور بہترین واسطہ ہیں جو شخص واسطہ طعن کرے گا وہ اس چیز میں طعن کرنے والا بنے گا جو واسطہ کے ذریعے پہنچی ہے نقل کرنے والے کی حیثیت خراب کرنا خود اس چیز کی حیثیت خراب کرنا ہے جس نے اسے نقل کیا اور یہ امر بالکل ظاہر ہے جو شخص غور وفکر کرے اور نفاق سے اور زندیقیت اور بے دینی سے اس کا عقیدہ پاک اور صاف ہو وہ اس بات کو بالکل صحیح طریقہ پر سمجھ لے گا جو اخبار اور آثار اس بارے میں وارد ہوئے ہیں وہ ان باتوں کی تصدیق کے لئے بالکل کافی ہیں۔ مثلاً رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ بلاشبہ اللہ نے مجھے چن لیا اور میرے اصحاب بھی چن لئے پس ان میں سے میرے لئے وزیر اور مددگار اور سسرالی رشتہ کے اقرباء بنا دیا پس جو شخص ان کو برا کہے اس پر اللہ کی لعنت ہے اور فرشتوں کی لعنت ہے اللہ اس سے قیامت کے دن نہ فرض قبول فرمائے گا نہ نفل۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ اللہ نے مجھے چن لیا ہے اور میرے لئے میرے اصحاب بھی چن لئے ہیں۔ اور میرے لئے اصحاب اور اخوان اور سسرالی رشتہ کے اقرباء بنا دیئے اور عنقریب ان کے بعد کچھ ایسے لوگ آئیں گے جو ان کے عیب لگائیں گے اور ان کی عزت وحرمت میں نقص نکالیں گے تم لوگ ان کے ساتھ کھانا پینا مت کرنا اور ان کی نماز جنازہ مت پڑھنا اور نہ ان کے ساتھ نماز پڑھنا۔ (39)

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا:

''کہ جب میرے صحابہؓ کا ذکر ہو تو رک جاؤ''

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص تقدیر کو سمجھنے کا ارادہ کرے اور اس کے راز کو کریدنے لگے تو تم اس کے ساتھ شریک نہ ہو کیونکہ تقدیر میں غور وخوض کرنے سے رک جانا اور اللہ کے امر وقضاء وقدر کو مان لینا ایمان کی نشانی ہے۔ اسی طرح جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ ستارے فاعل ہیں یا ان کے اندر کوئی تاثیر ہے اللہ عزوجل کے ارادہ کے بغیر تو وہ مشرک ہے اسی طرح اس بات کو سمجھ لو کہ جس نے رسول اللہ ﷺ کے صحابہؓ کی کچھ بھی برائی کی اور ان کے لغزشوں کے پیچھے پڑا اور کسی عیب کی ان کی طرف نسبت کی تو وہ منافق ہوگا۔

لے کر آئے اس سے بھی محبت کرے اور جو حضرات آپ ﷺ کا حکم مانتے ہوں اور اس پر عمل کرتے ہوں اور جو آپ ﷺ کا طریقہ اختیار کرتے ہوں اور آپ ﷺ کی سنت پر چلتے ہوں ان سب سے محبت کرے اسی طرح آپ ﷺ کی آل واصحاب ؓ سے آپ ﷺ کی بیویوں سے آپ ﷺ کی اولاد، آپ ﷺ کی غلاموں سے اور خادموں سے محبت کرے اور جو ان سے محبت کرے ان سے بھی محبت کرے اور جو اِن سے بغض رکھے اِن سے بغض رکھے کیونکہ ایمان کا سب سے زیادہ مضبوط کڑا اللہ کے بارے میں محبت کرنا اور اللہ کے بارے میں بغض رکھنا ہے۔

صحابہ کرام ؓ اللہ تعالیٰ کے منتخب شدہ لوگ ہیں۔ عدی بن ساعدہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"ان اللّٰہ اختارنی واختارلی اصحابی فجعل منھم وزراء واختانا واصھارًا یوم القیٰمۃ صرفًا ولا عدلاً۔"

"اللہ تعالیٰ نے لوگوں میں سے مجھے چنا پھر میرے لیے میرے صحابہ چنے پھر ان صحابہ میں بعض کو میرے لیے وزیرو معاون بنایا اور بعض کو میرے میرے داماد اور بعض کو میرے سسر بنایا۔"

پس جس نے صحابہ کرام ؓ کو برا کہا اس پر اللہ کی، ملائکہ کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہوں، قیامت کے دن اس شخص کی نہ فرض عبادت قبول کرے گا نہ نفل۔

حضرت جابر ؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

"ان اللّٰہ اختار اصحابی علی العالمین سوی النبین والمرسلین واختارلی من اصحابی اربعۃ یعنی ابا بکرؓ وعمرؓ وعثمانؓ وعلیاً ؓ فجعلھم اصحابی وقال فی اصحابی کلھم خیر"

"اللہ نے انبیاء ورسل کے علاوہ تمام عالم میں میرے صحابہ کو چنا یعنی ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ اور ان کو میرے صحابہ بنایا اور میرے صحابہ کے بارے میں فرمایا کہ سب کے سب خیر پر ہیں۔" (40)

اس حدیث میں ان لوگوں کیلئے سخت وعید اور پھٹکار ہے جو صحابہ کرام ؓ کو اپنی آزادانہ تنقید، دلخراش بدگوئی اور زہر آلود قلم کا نشانہ بناتے ہیں، یا ان کی طرف ایسی باتیں منسوب کرتے ہیں جس کا مقصد لوگوں میں ان کو بے حیثیت کرنا اور ان کے دل میں ان کیلئے بغض پیدا کرنا ہوتا ہے تا کہ لوگوں کا ان پر اعتماد نہ رہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِذَارأیتم الَّذِیۡنَ یَسُبُّوۡنَ اَصۡحَابِیۡ فَقُوۡلُوۡا لَعۡنَۃُ اللّٰہِ عَلیٰ شَرِّکُمۡ۔"

"جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کو بُرا کہتے ہیں تو ان سے کہو! خدا کی لعنت ہو اس پر جو تم دونوں (صحابہ اور تم) میں سے بُرا ہو۔" (41)

حدیث میں صحابہ کو بُرا بھلا کہنے والے کو مستحق لعنت قرار دیا گیا ہے اور یہ معلوم ہے کہ لفظ "سب" (بُرا بھلا کہنا) ایک عام لفظ ہے، جس کے تحت گالی دینا، فحش کلامی، بے ادبی، توہین، جذبات کو ٹھیس پہنچانا، سبھی کچھ داخل ہیں۔ لہٰذا یہ لفظ ان ساری باتوں کو شامل ہوگا اور حدیث کے اس مفہوم کے تحت وہ تمام بدنصیب اس میں شامل ہوں گے، جو بلا واسطہ، یا بالواسطہ کسی بھی طرح سے صحابہؓ کی توہین، عیب جوئی، حرف گیری، بے ادبی، بدزبانی یا دل آزاری کرتے ہیں۔ (42)

صحابہ کرامؓ امت کے پاسبان:-

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قال النبیؐ: اَلنُّجُوۡمُ اَمَنَۃٌ لِلسَّمَاءِ، فَاِذَاذَھَبَتِ النُّجُوۡمُ أتی السَّمَاءَ مَاتُوۡعَدُ وَاَنَا اَمَنَۃٌ لِاَصۡحَابِیۡ فَاذَاذَھَبۡتُ، اَتٰی اَصۡحَابِیۡ مَایُوۡعَدُوۡنَ۔ وَاَصۡحَابِیۡ اَمَنَۃٌ لِاُمَّتِیۡ، فَاِذَاذَھَبَ اَصۡحَابِیۡ اَتٰی اُمَّتِیۡ مَایُوۡعَدُوۡنَ۔

"آپؐ نے فرمایا: تارے، آسمان کے لئے بچاؤ ہیں، جب تارے مٹ جائیں گے تو آسمان پر بھی جس بات کا وعدہ کیا گیا ہے وہ بات آجائے گی (یعنی قیامت آجائے گی اور آسمان پھٹ جائے گا) میں اپنے صحابہؓ کے لئے بچاؤ ہوں، جب میں چلا جاؤں گا، تو میرے اصحاب پر وہ وقت آجائے گا، جس کا وعدہ ہے، میرے صحابہؓ میری امت کے لئے بچاؤ ہیں، جب میرے صحابہؓ چلے جائیں گے تو میری امت پر وہ وقت آجائے گا جس کا وعدہ ہے۔" (43)

صحابہؓ نُور بنا کر اُٹھائے جائیں گے:-

حضرت بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مَامِنۡ اَحَدٍمِنۡ اَصۡحَابِیۡ یَمُوۡتُ بِاَرۡضٍ اِلَّابُعِثَ لَھُمۡ نُوۡرًا، وَقَائِدًا یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ۔"

"میرا جو صحابی بھی کسی زمین میں جاں بحق ہوگا، قیامت کے دن ان کے لئے پیشوا اور نور بنا کر اُٹھایا جائیگا۔"

"واللّٰہ لمشھد رجلٍ منھم مع النبی ﷺ یغبر منه وجھه خیرٌ من عمل احد کم لو عمر"

''خدا کی قسم! کسی صحابی کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی جہاد میں شریک ہونا، جس میں اس کا چہرہ غبار آلود ہو جائے، کسی غیر صحابی کی عمر بھر کی عبادت و عمل سے بہتر ہے، اگر چہ اس کو عمرِ نوح مل جائے۔''

پھر فرمایا: حقیقت یہ ہے کہ ان کی عمریں تو ختم ہو چکیں، لیکن اللہ نے یہ چاہا کہ ان کے اجر کا سلسلہ تا قیامت ختم نہ ہو۔ بد بخت وہ ہے جو ان سے بغض رکھے اور سعادت مند وہ ہے جو ان سے محبت رکھے۔ اس حدیث میں بھی تصریح ہے کہ غیر صحابی کا عمل، صحابی کے عمل کے برابر نہیں ہو سکتا۔ خواہ کسی کو کتنی ہی دراز عمر، طویل زندگی اور کارِ خیر کی توفیق مل جائے۔

لہٰذا وہ بد بخت ہے جو صحابہؓ سے بغض رکھے۔ ان سے بغض رکھنا بد بختی کی یقینی دلیل ہے۔ سعادت مند وہ ہے جو ان سے محبت رکھے۔ ان سے محبت رکھنا، نیک بختی کی یقینی علامت ہے۔ (44)

صحابہ کرامؓ سارے کے سارے جنتی ہیں:-

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ: لَا تَمَسَّ النَّار مسلمًا رآنی أو رأی مَن رآنی."

''اس مسلمان کو آگ چھوئے گی بھی نہیں جس نے مجھے دیکھا ہے یا ان لوگوں سے ملا ہے جنہوں نے میری ملاقات کی ہے۔'' (45)

امام احمد حنبلؒ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا:

''جو شخص اقتداء کرنا چاہتا ہے اس کو چاہیے کہ اصحاب رسول ﷺ کی اقتداء کرے کیونکہ یہ حضرات ساری امت سے زیادہ اپنے قلوب کے اعتبار سے پاک اور علم کے اعتبار سے گہرے اور تکلف و بناوٹ سے الگ الگ اور عادات کے اعتبار سے بہتر ہیں یہ وہ قوم ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی صحبت اور دین کی اقامت کے لیے پسند فرمایا ہے تو تم ین کی قدر پہچانو اور انکے آثار کا اتباع کرو کیونکہ یہی لوگ مستقیم طریق پر ہیں۔

ابوداؤد طیالسیؒ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کیا ہے:

''اللہ تعالیٰ نے اپنے سب بندوں پر نظر ڈالی تو محمد ﷺ کے قلب کو ان سب میں بہتر پایا ان کو اپنی رسالت کیلئے مقرر کر دیا پھر قلب محمد ﷺ کے بعد بندوں کے قلوب کو دیکھا تو اصحاب محمد ﷺ کے قلوب کو سب بندوں کے قلوب سے بہتر پایا ان کو اپنے نبی کی صحبت اور دین کی نصرت کے لیے پسند فرمایا۔'' (46)

عدالت صحابہ کرامؓ میں امت مسلمہ کا اجماعی عقیدہ ہے اور یہ بحث باب ایمانیات سے تعلق رکھتی ہے، تاریخ سے نہیں۔ اگر تاریخی روایت کو درست مان کر صحابہؓ کے سیرت و کردار کو مخدوش ٹھہرایا جا سکتا ہے تو پھر ان کی معرفت سے پہنچا ہوا دین کیسے قابلِ قبول ہو سکتا ہے؟ اسی لیے اکابر علمائے اعلام نے یہ وضاحت کی ہے کہ صحابہ مخلوقات میں سے کسی کی تعدیل کے محتاج نہیں، اللہ تعالیٰ قرآن میں ان کی تعدیل کر چکا ہے۔ جس کی تائید کتاب وسنت، آثار صحابہ، اقوال تابعین وعلماء محدثین اور ائمہ مجتہدین سے ہوتی ہے، عقائد وحدیث کی کتابوں میں اس اجماع کا عنوان ہے۔ ''سارے صحابہؓ عادل ومعتبر ہیں۔''

عقیدہ اہلِ سنت والجماعت کا تمام صحابہ کرامؓ کا تزکیہ یعنی گناہوں سے پاکی بیان کرنا ہے، اس طرح کہ ان سب کے عدول ہونے کو ثابت کیا جائے اور ان پر کسی قسم کا طعن کرنے سے پرہیز کیا جائے اور ان کی مدح وثنا کی جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی مدح فرمائی ہے۔ (47)

عدالت کا مفہوم:۔

لفظ عدول عدل کی جمع ہے، عدل اس شخص کو کہا جا سکتا ہے۔ جو حق وانصاف پر قائم ہو۔

ابن منظور کہتے ہیں: لوگوں میں عدل وہ ہے، جس کا قول وفیصلہ پسند کیا جائے۔ ''رجل عدل''۔ ''جس کی گواہی قبول ومنظور ہو۔'' (48)

اس مفہوم میں لفظ عدل کا استعمال، قرآن کریم کی اس آیت میں موجود ہے۔

''وَاَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِنْكُمْ۔'' ''اور گواہ کرلو دو معتبر اپنے میں سے۔ (49)

''مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ'' ''جن کو پسند کرتے ہو گواہوں میں سے۔'' (50)

امام قرطبیؒ آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''عدول'' مراد: جو دینی لحاظ سے پسندیدہ وصالح ہوں۔'' (51)

امام بخاریؒ نے یہی تفسیر اختیار فرمائی ہے۔ چنانچہ وہ صحیح بخاری باب الشہادات کے عنوان میں فرماتے ہیں:

باب الشهداء العدول وقول الله تعالى: وَاَشْهِدُوْا ذَوِی عَدْلٍ مِنْكُم ، مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ۔ (52)

امام تفسیر مجاہدؒ (متوفی 105ھ) فرماتے ہیں:

''مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ'' سے مراد: دو عادل ومعتبر، آزاد مسلمان ہیں۔ (53)

عدالت علمائے اصول فقہ کے نزدیک:- امام غزالیؒ (متوفی 505ھ) فرماتے ہیں:

"عدالت: سیرت و کردار اور دینی استقامت سے عبارت ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ عدالت، انسان کے اندر ایک ایسی راسخ کیفیت کا نام ہے، جو انسان کو تقویٰ اور مروت دونوں کی پابندی پر آمادہ کرتی ہے، جس سے لوگوں کو اس کی سچائی پر اعتماد ہوتا ہے، کیونکہ جس کے دل میں اتنا بھی خوف الٰہی نہیں کہ اس کو جھوٹ بولنے سے روک سکے، اس کی بات کا کیا اعتبار؟ پھر اس میں (علماء کا) کوئی اختلاف نہیں کہ تمام معاصی سے معصوم ہونا شرط نہیں اور صرف، گناہِ کبیرہ سے اجتناب بھی کافی نہیں، بلکہ بعض صغیرہ گناہ بھی ایسے ہیں جن کے سبب عدالت رد کردی جاتی ہے۔ مثلاً ایک پیاز کی چوری، یا بالقصد، ایک دانہ کم تولنا۔" (54)

عدالت محدثین کی اصطلاح میں:-

علمائے اصطلاحات حدیث، عدل کی تعریف میں لکھتے ہیں:

ان یکون مسلماً بالغاًعاقلاًسالماًمن اسباب الفسق و خوارم المروءۃ

"انسان، مسلمان و بالغ و عاقل ہو اور اسباب فسق اور خلاف مروت افعال سے محفوظ ہو۔" (55)

امام سرخسی محمد بن احمد ابو سہل شمس الائمہ (متوفی 490ھ) فرماتے ہیں:

مطلقاً عدل وہ ہے جس کی دین داری، ہوائے نفس پر غالب ہو، اس قدر دینی قوت رکھتا ہو کہ اس کے ذریعے، اپنے عقیدے کے لحاظ سے حرام شہوتوں سے بچ سکے۔ جس سے کسی گناہ کبیرہ کا ارتکاب ہوگیا، وہ گواہی کے باب میں عدل نہیں اور کبیرہ کے علاوہ میں، اگر وہ کسی گناہ پر اصرار کرے، تو اس کی گواہی مقبول نہیں۔" (56)

ابن عابدین شامیؒ (متوفی 1252ھ) رقمطراز ہیں:

'عدل وہ ہے جو تمام کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرے، حتیٰ کہ اگر کسی ایک گناہ کبیرہ کا بھی اس سے ارتکاب ہو جائے، تو اس کی عدالت ساقط ہو جائے گی۔ صغیرہ گناہوں میں اختیار غلبے اور کثرت کا ہے، یا پھر کسی صغیرہ گناہ پر اصرار (مداومت) کا، کیوں کہ اس صورت میں صغیرہ بھی، کبیرہ بھی بن جاتا ہے اسی وجہ سے مصنف "درمختار" نے کہا کہ اس کے درست افعال، زیادہ ہوں اور مصنف نے جو یہ کہا ہے کہ کبیرہ کے ارتکاب سے عدالت ساقط ہو جاتی ہے، اس میں یہ اضافہ کرنا چاہئے کہ اگر وہ توبہ کرلے، تو عدالت لوٹ آئے گی۔ (57)

سے اجتناب کرنے والا اور صغیرہ پر غیر مصر ہو، اور بہت صغیرہ گناہوں کا عادی نہ ہو، شرعی اصطلاح میں تقویٰ کا یہی مفہوم ہے۔ اس کے بالمقابل "فسق" ہے جس سے عدالت ساقط ہو جاتی ہے۔ (58)

خلاصہ یہ ہے کہ جمہور اور امت مسلمہ کا اجماع ہے کہ صحابہ کرامؓ، عادل وثقہ ہیں۔ ان کے بارے میں جرح ومناقشہ نہ ہوگا، وہ اس سلسلے میں کسی بھی بحث ومباحثے سے بالاتر ہیں۔

حدیث اور اصول حدیث کے امام ابن صلاحؒ "علوم حدیث" میں تحریر فرماتے ہیں:

"تمام صحابہ کرامؓ کی ایک خصوصیت ہے اور وہ یہ ہے کہ ان میں سے کسی کی عدالت (ثقہ ومتقی ہونے) کے بارے میں سوال نہیں کیا جاسکتا کیونکہ ان کا صاحب عدالت ہونا ایک طے شدہ مسئلہ ہے قرآن وسنت کی نصوص قطعیہ اور اجماع جن لوگوں کا معتبر ہے ان کے اجماع سے ثابت ہے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا:

" کہ تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے پیدا کی گئی ہے۔"

بعض علماء نے فرمایا کہ مفسرین حضرات کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ آیت اصحاب رسول اللہ ﷺ کی شان میں آئی۔"

امام احمدؒ کا اپنا ایک رسالہ اصطخری کی روایت سے منقول ہے اس میں فرمایا:

" کسی شخص کے لئے جائز نہیں ہے کہ حضرات صحابہ کرامؓ کی کوئی برائی ذکر کرے اور ان پر کسی عیب یا نقصان کا الزام لگائے جو شخص ایسا کرے اس کی تادیب واجب ہے"

"لوگوں کو کیا ہوگیا کہ وہ حضرت معاویہؓ کی برائی کرتے ہیں ہم اللہ سے عافیت کے طلب گار ہیں اور پھر مجھ سے فرمایا کہ جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ وہ صحابہ کرامؓ کا ذکر برائی کے ساتھ کر رہا ہے تو اس کے اسلام کو مشکوک سمجھو۔"

امام نوویؒ نے اپنی کتاب تقریب التہذیب میں فرمایا:

"صحابہ سب کے سب عدل ہیں جو اختلافات کے فتنہ میں مبتلا ہوئے وہ بھی اور دوسرے بھی۔"

علامہ سفارینیؒ اپنی کتاب الدرۃ المضیئۃ میں فرماتے ہیں:

"اہل سنت والجماعت کا اس پر اجماع ہے کہ ہر شخص پر واجب ہے کہ وہ تمام صحابہ کرامؓ کو پاک صاف سمجھے۔ ان کے لئے عدالت ثابت کرے ان پر اعتراضات کرنے سے بچے اور ان کی مدح وتوصیف کرے اس لئے کہ اللہ نے اپنی کتاب عزیز کی متعدد آیات میں ان کی مدح وثناء کی ہے اس کے علاوہ اگر اللہ اور اس کے رسولؐ سے صحابہؓ کی فضیلت میں کوئی بات منقول نہ ہوتی تب بھی ان کی عدالت پر یقین اور پاکیزگی کا اعتقاد رکھنا ضروری ہوتا کہ وہ نبیؐ کے بعد ساری امت کے افضل ترین افراد ہے اس لئے ان کے تمام حالات اس کے مقتضی تھے انہوں نے ہجرت کی، جہاد کیا، دین کی نصرت میں اپنی جان ومال قربان کیا۔

کیا۔

حافظ حدیث ابن حزم اندلسیؒ فرماتے ہیں:

"تمام صحابہ کرام قطعی طور پر اہل جنت میں سے ہیں (دلیل یہ ہے کہ) باری تعالیٰ فرماتے ہیں: تم میں جن لوگوں نے فتح (مکہ) سے پہلے اللہ کی راہ میں جہاد کیا وہ (بعد کے لوگوں کے) برابر نہیں ہو سکتے وہ لوگ درجہ کے اعتبار سے ان لوگوں کے مقابلے میں عظیم تر ہیں جنھوں نے فتح (مکہ) کے بعد انفاق اور قتال کیا اور اللہ نے اچھائی (جنت) کا وعدہ سبھی سے کیا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: بلاشبہ وہ لوگ جن کے لیے ہمارا اچھائی (جنت) جنت کا وعدہ پہلے سے آچکا وہ دوزخ سے دور رکھے جائیں گے۔" (59)

حافظ ذہبیؒ (متوفی 748ھ) فرماتے ہیں:

''رہے صحابہ کرامؓ تو ان کے درمیان رونما ہونے والے سارے واقعات کے باوجود، ان کی بساط لپیٹ دی گئی ہے، کیونکہ ان کی عدالت اور ان کی نقل کردہ چیزوں پر (امت کا) عمل ہے اور ہم اسی کو اللہ کا دین سمجھتے ہیں۔''

اور ابن کثیرؒ (متوفی 774ھ) فرماتے ہیں:

''اہل سنت والجماعت کے نزدیک سارے صحابہ کرامؓ عادل و معتبر ہیں۔'' (60)

یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے خود، ان کی تعدیل اور ان کا تزکیہ کیا، جس کے بعد، کسی انسان کی طرف سے تعدیل وتزکیے کی ضرورت نہیں، خدا کی بات سے سچی کس کی بات ہو سکتی ہے؟ صحابہؓ کی تعدیل، تزکیہ اور ستائش کے تعلق سے، بہت سی آیات، لکھی جا چکی ہیں، نیز نبی کریمؐ نے بھی ان کی تعدیل وتزکیہ اور بے انتہا ستائش فرمائی ہے۔

امام ابن اصلاح عثمان بن عبدالرحمٰن تقی الدین ابو عمرو (متوفی 643ھ) فرماتے ہیں۔

''تمام صحابہ کرامؓ کی ایک خصوصیت ہے اور وہ یہ ہے کہ ان میں سے کسی کی عدالت کے بارے میں سوال بھی نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ یہ ایک طے شدہ مسئلہ ہے۔ قرآن وسنت کی نصوص اور اجماع امت سے جن لوگوں کا معتبر ہے، ان کے اجماع سے ثابت ہے۔'' (61)

عالم ومحدث تھے) فرماتے ہیں:

''یہ حضرات یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنھم ہر زمانے کے افراد سے افضل ہیں۔ وہ بہترین امت ہیں۔ جسے اللہ نے لوگوں کی ہدایت کے لئے پیدا فرمایا۔ ان سب کی عدالت اس طرح ثابت ہے کہ اللہ نے بھی ان کی تعریف وتوصیف فرمائی اور رسول کریمؐ نے بھی اور ان لوگوں سے بڑھ کر کون عادل ہوسکتا ہے جن کو اللہ نے اپنے نبیؐ کی صحبت اور نصرت کے لئے چن لیا ہو۔ کسی شخص کے حق میں عدالت وثقاہت کی، کوئی شہادت اس لئے بڑھ کر نہیں ہوسکتی اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ'' (62)

خطیب بغدادیؒ متوفی (463ھ) فرماتے ہیں:

اس باب کے مضمون کی بہت سی روایتیں ہیں۔ تاہم وہ قرآنی نصوص کے مطابق ہیں، ساری روایات صحابہؓ کے پاک وصاف ہونے اور ان کی قطعی تعدیل ونزاہت کی متقاضی ہیں۔ اللہ تعالیٰ (جس کو صحابہ کرامؓ کے باطن کی خبر ہے) کی تعدیل کے بعد، کسی صحابی کو، مخلوق میں کسی کی تعدیل کی ضرورت نہیں۔

ان کی یہی شان برقرار رہے گی، ہاں اگر کسی کے بارے میں ایسے امر کے ارتکاب کا ثبوت ہوجائے، جس میں معصیت کا قصہ کرنے اور تاویل کے باب سے نکلنے کے سوا کسی چیز کا احتمال نہ ہو، تو اس کی عدالت ساقط ہوجائے گی، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو، اس سے مبرّا کیا ہے اور اپنی بارگاہ میں، ان کی حیثیت اور قدر کو بلند کیا ہے۔ پھر اگر اللہ ورسول اللہ ﷺ سے صحابہ کرامؓ کی فضیلت میں کوئی بات منقول نہ ہوتی، تب بھی ان کی عدالت پر یقین، ان کی پاکیزگی کا اعتقاد رکھنا اور اس بات پر ایمان رکھنا ضروری ہوتا کہ وہ بعد میں ساری امت کے افضل ترین افراد اور قیامت تک آنے والے امت کے عادل قرار دینے والے اور تزکیہ کرنے والے لوگوں سے برتر تھے، اس لئے کہ ان کے تمام حالات اسی کے متقاضی تھے، انہوں نے ہجرت کی، جہاد کیا، دین کی نصرت میں اپنے جان ومال کو قربان کیا، اپنے باپ، بیٹوں کی قربانی پیش کی، دین کے معاملے میں باہمی خیر خواہی اور ایمان ویقین کا اعلیٰ مرتبہ حاصل کیا۔ (63)

عہدِ رسالت کے بعد دورِ صدیقی شروع ہوتا ہے، اس دور میں بھی ہم اس نابغۂ اسلام کو اولین صفوں میں دیکھتے ہیں۔ مورخین اس کو یوں بیان فرماتے ہیں:

''حضرت معاویہؓ کے بڑے بھائی یزید بن ابی سفیانؓ کو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے شام کے لشکر کا امیر بنایا تو حضرت معاویہؓ کو اس لشکر کے ہراول دستہ کا علمبردار مقرر کیا۔ (64)

صدیقی دور میں علاقہ شام کی طرف مسلمانوں کے مختلف جیوش اور عساکر وقتاً فوقتاً حسبِ ضرورت ارسال کیے گئے شام کی مہمات میں جیوش کے ارسال کا سلسلہ متعدد بار پیش آیا۔ چنانچہ حضرت ابوسفیانؓ کے بڑے بیٹے یزید بن ابی سفیانؓ کو شام کی طرف صدیقی دور میں مہمات سر کرنے کے لئے بھیجا گیا اور ان کے ساتھ دیگر صحابہ کرامؓ بھی مہمات میں شامل تھے۔ بعض دفعہ یزید بن ابی سفیانؓ کو مزید کمک کی ضرورت پیش آئی اور حالات کا تقاضہ ہوا کہ مزید آدمی وہاں روانہ کئے جائیں تو اس وقت بعض لوگ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تقاضا کیا کہ ملک شام کی طرف مزید ایک امدادی دستہ بھیجنے کی ضرورت ہے تو حضرت صدیق اکبرؓ نے سیدنا معاویہؓ کو ایک دستہ کا امیر بنا کر بھیجا۔

"لوگ سیدنا ابوبکر صدیقؓ کے پاس جمع ہوگئے پس آپؓ نے اُن پر سیدنا معاویہؓ کو امیر مقرر فرمایا اور انہیں یزید بن ابی سفیانؓ سے ملنے کا حکم فرمایا، چنانچہ سیدنا معاویہؓ ان کو لے کر یزید بن ابی سفیانؓ سے جا ملے۔" اور ان کو ہدایت فرمائی کہ اپنے بھائی یزید بن ابی سفیانؓ کے ساتھ شامل ہوں اور ان کی ماتحتی میں خدمات سرانجام دیں۔ لشکر کے کئی دستے تیار ہوئے ان میں سے بعض دستوں پر جو امیر مقرر ہوئے ان میں سیدنا معاویہؓ اور شرحبیل بن حسنہؓ کو حضرت صدیق اکبرؓ نے امیر بنا کر روانہ کیا تھا۔ (65)

خلافت صدیقی میں آپؓ کو بعض موقعوں پر خود بھی قیادت کے فرائض سرانجام دینے کا موقع ملا اور تاریخ کے اوراق اس پر شاہد ہیں کہ آپؓ نے نہایت احسن طریقے سے اس ذمہ داری کو پورا کیا، اور اپنے مافوق لوگوں پر اپنی ثقاہت اور خود اعتمادی اور اپنے ماتحت لوگوں پر اپنی شفقت، حسن تدبیر اور حسن انتظام کا سکہ بٹھا دیا۔

سیدنا یزید بن ابی سفیانؓ، سیدنا سعد ابی وقاصؓ، سیدنا خالد بن ولیدؓ اور سیدنا ابوعبیدہ بن الجراحؓ کی زیرنگرانی آپؓ کے قوائے علمیہ کی تربیت اور اس پر آپؓ کے والد ماجد سیدنا ابوسفیانؓ کی بہترین تربیت، ان دوہری تربیتوں نے آپؓ کو علم و عمل کے لحاظ سے ایک پختہ (matured) انسان بنا دیا،

ملکہ پیدا کر دیا، اور اسلام کی برکات نے ان کو باہیبت، عزم و استقلال اور شجاعت و بسالت کا مجسمہ بنا دیا۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی اور فرامین و مراسلین کی کتابت اکثر سیدنا معاویہؓ ہی کیا کرتے تھے۔ اب چونکہ وحی کا سلسلہ ختم ہو چکا تھا۔ اس وجہ سے فرامین اور مراسلات کی کتابت اکثر و بیشتر سیدنا معاویہؓ ہی کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ سیدنا صدیق اکبرؓ نے سیدنا زبیرؓ بن العوام کو ایک قطعہ مرحمت فرمایا۔ اس کا وثیقہ سیدنا معاویہؓ نے تحریر فرمایا۔

ہشام بن عروۃ اپنے والد سے عروۃ سے روایت کرتے ہیں کہ عروۃ ایک دفعہ سیدنا معاویہؓ کی خدمت میں پہنچے تو سیدنا معاویہؓ نے عروۃ سے دریافت فرمایا کہ اس "خاص تحریر" کا کیا ہوا؟ تو عروۃ نے کہا کہ وہ تحریر میرے پاس محفوظ ہے۔ اس پر سیدنا معاویہؓ نے کہا کہ اللہ کی قسم! وہ تحریر میں نے اپنے ہاتھ سے لکھی تھی اور اس کی تفصیل سیدنا معاویہؓ کرتے ہوئے ذکر کیا کہ آپ کے والد زبیرؓ کے حق میں سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے ایک قطعہ اراضی متعین فرمایا اور اس کے متعلق یہ وثیقہ میں نے لکھا۔

عہد صدیقی میں ایک اہم غزوہ ربیع الاول سن ۱۲ ہجری میں پیش آیا جسے "جنگ یمامہ" کے نام سے ذکر کیا جاتا ہے یہ جنگ عقیدہ ختم نبوت پر واقع ہوئی۔ آنجناب ﷺ کے بعد سلسلہ نبوت ختم ہو چکا۔ تو اس دور میں "مسیلمہ بن حبیب" نامی ایک کذاب نے یمامہ کے علاقہ میں اپنی نبوت کو دعوٰی کیا۔ تو صحابہ کرامؓ نے اس کذاب کو ختم کرنے کے لئے اس کے ساتھ ایک خون ریز جنگ کی۔ جنگ یمامہ میں بڑے اکابر صحابہ کرامؓ شریک ہوئے اور مسئلہ ختم نبوت کو ان حضرات نے کسی "زبانی بحث ومباحثہ "یا" کتابی مناظرہ" کے ذریعے نہیں بلکہ تیغ وسنان اور قوت بازو سے حل کیا۔ اور باطل نبوت کے مدعی کو اور متبعین کو تہہ تیغ کر کے ان کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ کر دیا۔

اس سلسلہ میں مورخین لکھتے ہیں کہ سیدنا معاویہؓ اس جنگ میں شامل ہوئے اور بقول بعض مورخین مسیلمہ کذاب کے قتل میں دیگر صحابہ کرامؓ کے ساتھ سیدنا معاویہؓ بھی شریک تھے۔ مسیلمہ کذاب کو اول اول نیزہ لگانے والے وحشی بن حربؓ تھے جبکہ ابودجانہ سماک بن حرشہ نے اسے تلوار کے ذریعے مضروب کیا تھا اور عبداللہ بن زید انصاریؓ بھی قتل مسیلمہ میں شریک تھے۔

ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ سیدنا معاویہؓ جنگ یمامہ میں حاضر ہوئے اور بقول بعض مسیلمہ کے قتل میں بھی شامل تھے۔

وقد یکون له شریك فی قتله"

اور صاحب تاریخ خمیس نے یہ قول نقل کیا ہے کہ سیدنا معاویہؓ کہتے تھے کہ مسیلمہ کذاب کو قتل کرنے والوں میں میں بھی شریک تھا۔

"و کان معاویة بن ابی سفیانؓ یقول انا قتلته۔"

مختصر یہ ہے کہ مندرجہ بالا مؤرخین کے اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا معاویہؓ نے بھی اسلام کی اس مہم میں شامل ہوئے تھے اور مسیلمہ کے قتل میں بھی دیگر صحابہ کرامؓ کے ساتھ ان کی شرکت ثابت ہے۔ (66)

خلیفہ اول کا یہ مختصر دور خلافت سیدنا معاویہؓ کے لیے ایک تربیتی دور تھا اس زمانہ میں جو کمالات آپؓ نے حاصل کیے۔ ان کے جوہر دکھانے کا موقع آپؓ کو دور فاروقی میں میسر آیا۔ ابتدا میں تو آپؓ نے بڑے بھائی سیدنا یزید بن ابی سفیانؓ کی زیر قیادت بہادرانہ کارنامے انجام دیئے۔ چنانچہ عہد فاروقی میں صیداء، عرقہ، بیروت وغیرہ شام کے ساحلی علاقوں کی مہم میں سیدنا یزید بن ابی سفیانؓ کی زیر قیادت مقدمۃ الجیش کی کمان آپؓ کی ہاتھوں میں تھی، اور ان علاقوں کے اکثر و بیشتر حصہ کی فتح آپؓ ہی کی مرہون منت ہے، خصوصی طور پر عرقہ کا علاقہ تو تمام تر آپؓ ہی کی کوششوں سے فتح ہوا۔ قیساریہ کا معرکہ جس میں پہلے سیدنا یزید بن ابی سفیانؓ سترہ ہزار (۱۷۰۰۰) فوج کے ساتھ خود تشریف لے گئے تھے اور بعد میں اپنے بھائی سیدنا معاویہؓ کو اپنا قائمقام بنا کر واپس فلسطین لوٹ آئے۔

بعض روایات میں ہے کہ قیساریہ کے معرکہ پر سیدنا معاویہؓ کو سیدنا عمرؓ نے مقرر کیا تھا اور آپؓ نے سیدنا معاویہؓ کو لکھا تھا:

"انی قد ولیتك قیساریة فسر الیها، واستغفر الله واکثر من قول لا حول ولا قوة الا باللّٰہ۔"

میں تمھیں قیساریہ کی مہم پر امیر مقرر کرتا ہوں، تم وہاں جاؤ اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو اور لاحول ولاقوۃ الا باللہ کثرت سے پڑھا کرو۔

طبری میں ہے کہ سیدنا عمرؓ نے آپ کو قیساریہ کی فتح کے لئے بھیجا اور کہا کہ اس کی فتح کے لئے اللہ تعالیٰ سے نصرت طلب کرنا اور لا حول ولا قوة الا باللّٰه العلی العظیم، الله ربنا و ثقتنا و مو لانا فنعم المولٰی و نعم النصیر کو کثرت سے پڑھنا۔ (67)

علامہ بلاذریؒ نے لکھا ہے کہ:

"مؤرخین کہتے ہیں سن ۱۹ ہجری میں سیدنا عمرؓ نے قیساریہ کے فتح ہونے کا اعلان فرمایا۔ اس فتح کی خوشی میں سیدنا عمرؓ نے خود بھی اور ان کے ساتھ دوسرے مسلمانوں نے بھی نعرہ تکبیر بلند کیا۔ اس مہم پر سات سال لگے اور آخر کار سیدنا معاویہؓ کے ہاتھوں یہ فتح ہوا۔" (68)

"سیدنا معاویہؓ نے چند ماہ کم سات سال قیساریہ کا محاصرہ جاری رکھا۔ پھر ایک روز ایک شخص نے قلعہ کے خفیہ راستہ کی نشان دہی کی۔ اس پر مسلمان قلعہ میں داخل ہوئے۔ وہ اتوار کا دن تھا اور رومی اپنی گرجا میں اکٹھے تھے۔ انھیں مسلمانوں کے قلعہ میں داخل ہونے کا علم ہی نہ ہو سکا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں نے یکا یک نعرہ تکبیر بلند کیا۔ رومی یہ نعرہ سن کر نہایت مرعوب ہو گئے اور قیساریہ فتح ہو گیا۔ اس کی فتح کو خوشخبری تمیم بن ورقاء کے ذریعے امیر المؤمنین سیدنا عمرؓ کو پہنچائی گئی۔ فتح کی خوشخبری سن کر امیر المؤمنین ایک بلند مقام پر کھڑے ہو گئے اور قیساریہ کی فتح کا مژدہ اہل مدینہ کو سنایا۔" (69)

ابوعبید قاسم بن سلام نے بھی کتاب الاموال میں لکھا ہے کہ اس شہر کو سیدنا معاویہؓ نے قریباً سات سال کے محاصرہ کے بعد فتح کیا۔

سیدنا عمرؓ کے عہد خلافت میں سیدنا معاویہؓ نے بڑی بڑی مہمات میں حصہ لیا اور کارہائے نمایاں سرانجام دیے۔ چنانچہ سواحل اردن کی مہم جو سن ۱۵ ہجری میں پیش آئی، اس میں بھی سیدنا معاویہؓ کی شرکت کا پتہ چلتا ہے۔ اس مہم میں لشکر اسلام کے سپہ سالار سیدنا ابوعبیدہ بن الجراحؓ تھے اور سیدنا عمرو بن العاصؓ امیر الافواج کے فرائض سر انجام دے رہے تھے۔ سیدنا ابوعبیدہؓ نے سیدنا عمر بن العاص کی درخواست پر ایک فوجی دستہ روانہ کرنے کے لئے سیدنا یزید بن ابی سفیانؓ کو حکم دیا۔ انہوں نے جو فوجی دستہ کمک کے طور پر سواحل اردن کی طرف روانہ کیا، اس کے مقدمۃ الجیش پر سیدنا معاویہؓ کمان دار تھے۔ سیدنا یزیدؓ خود بھی اس میں شامل تھے۔ چنانچہ اسلامی افواج نے اس علاقہ میں گھمسان کی جنگ لڑی اور فتح یاب ہوئیں۔ اس فتح کا سہرا سیدنا عمرو بن العاصؓ اور سیدنا یزید بن ابی سفیانؓ کے سر ہے۔ سیدنا ابوعبیدؓ نے بارگاہ خلافت میں فتح کا سندیسہ بھجوایا اور سیدنا عمرو بن العاصؓ اور سیدنا یزید بن ابی سفیانؓ کی اس فتح جلیلہ کا ذکر کیا۔

مرج الصفر کے معرکہ میں بھی سیدنا معاویہؓ کی شمولیت کا ذکر کتابوں میں ملتا ہے۔ اس معرکہ میں سیدنا خالد بن سعید بن العاص امویؓ نے جام شہادت نوش فرمایا اور ان کی شمشیر آب دار سیدنا معاویہؓ کو انعام کے طور پر دی گئی۔ مرج الصفر کی فتح سے فراغت کے بعد اسلامی افواج نے دمشق کی طرف رجوع کیا اور اس کو فتح کیا۔

دمشق کی فتح میں اکابر صحابہ سیدنا خالد بن ولیدؓ، سیدنا ابوعبیدہ بن الجراحؓ اور سیدنا یزید بن ابی سفیانؓ کی مساعی جلیلہ کو بہت دخل حاصل ہے۔ اس موقع پر سیدنا معاویہؓ ہراول دستے کے کمان دار تھے، اس وجہ سے ان کا بھی ان فتوحات میں کافی حصہ ہے، خصوصی طور پر عرقہ کی فتح تو انہی کی مرہون منت ہے۔

علاقوں کو قدرے مزاحمت کے ساتھ اور بعض کو نہایت آسانی کے ساتھ اسلامی قلمرو میں شامل کر لیا۔

جیسا کہ بتایا گیا ہے کہ سیدنا عمرؓ نے یزید بن ابی سفیانؓ کی وفات کے بعد ان کے بھائی سیدنا معاویہؓ شام کا والی مقرر فرمایا، لیکن ان کے ساتھ دو جلیل القدر صحابہ سیدنا ابوالدرداءؓ اور سیدنا عبادہ بن صامتؓ کو سیدنا معاویہؓ کے علاقہ میں قضاۃ کے مناصب پر فائز فرمایا۔ چنانچہ سیدنا ابوالدرداءؓ کو دمشق اور اُردن کا قاضی اور سیدنا عبادہ بن صامتؓ کو حمص اور قنسرین میں عہدہ قضاء پر فائز کیا۔ اس کے ساتھ ان دونوں حضرات کو اپنے اپنے علاقہ میں نظم ونسق کی نگرانی کے فرائض بھی تفویض فرمائے۔ اتنے جلیل القدر صحابہ کرامؓ ان کا ماتحتی میں قضاء اور نماز کے انتظام وانصرام کو سنبھالنا سیدنا معاویہؓ کی عظمت شان کا پتہ دیتا ہے۔

بعض مورخین کا خیال ہے کہ شام کے شہر بغیر کسی خونریز لڑائی کے ایک ایک کر کے فتح ہوتے گئے، کیوں کہ رومیوں میں مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کی طاقت معدوم ہو چکی تھی اور ان کا رعب ان کے دلوں پر طاری ہو چکا تھا، چنانچہ بیروت، صیداء، نابلس، لدّ، حلب اور انطاکیہ کے علاقے بغیر کسی شدید مزاحمت کے مسلمان فوج نے فتح کر لیے، اور قیساریہ شام کا آخری شہر تھا جو سیدنا معاویہؓ کے ہاتھوں فتح ہوا۔

سیدنا عمرؓ کے سیدنا معاویہؓ کو شام اور اس کے ملحقات کا والی مقرر فرمانے کے بعد چند ہی سالوں میں بیشتر علاقے اسلامی قلمرو میں شامل ہو گئے۔ سن ۱۹ ہجری میں قیساریہ فتح ہوا اور پھر سال کے قلیل عرصے میں حمص، قنسرین، اُردن، الجزائر، فلسطین اور انطاکیہ وغیرہ کئی علاقے فتح کر لیے اور اسلامی ریاست کا دائرہ تیزی سے وسیع ہونے لگا۔ اب مرکز خلافت سے ایک مکتوب سیدنا معاویہؓ کو موصول ہوا، جس میں لکھا تھا کہ فلسطین کے باقی علاقوں میں سے عسقلان کی طرف زیادہ توجہ کی جائے اور اسلامی ریاست میں شامل کرنے کی پوری کوشش کی جائے۔ امیر المؤمنین کے حکم کی تعمیل میں سیدنا معاویہؓ نے اس طرف پیش قدمی کی اور اسے فتح کر کے اسلامی ریاست میں شامل کر لیا۔

حافظ ابن کثیرؒ نے ایک روایت نقل کی ہے کہ:

"عسقلان کو پہلی دفعہ سیدنا عمرو بن العاصؓ نے فتح کیا تھا، لیکن ان کے جانے کے بعد وہاں کے باشندوں نے بغاوت کر دی۔ اس بغاوت میں سلطنت رومہ نے ایک اہم کردار ادا کیا۔ اس بغاوت کو فرو کرنے کے لیے سیدنا معاویہؓ نے پیش قدمی فرمائی اور اس علاقے کو دوبارہ فتح کیا۔ (70)

''فتوحات کی وسعت کے پیش نظر اب بلقاء، اُردن، فلسطین، سواحل اور انطاکیہ کا پورا علاقہ سیدنا معاویہؓ کی ولایت میں تھا۔

سیدنا فاروق اعظمؓ کی یہ عادت تھی کہ وہ بذریعہ خطوط اپنے گورنروں کو وقتاً فوقتاً مختلف ہدایات اور نصائح کرتے رہتے۔ اس سے آپ کے گورنروں کو معلوم ہوتا رہتا تھا کہ خلیفۃ المسلمین ہم سے غافل نہیں ہیں، لہذا وہ خود ہر وقت اپنے اعمال کا محاسبہ کرتے رہتے تھے۔ اس اصول کے پیش نظر آپ نے سیدنا معاویہؓ کو بھی بعض مواقع پر مختلف قسم کی ہدایات اور نصیحتیں فرمائیں۔ چنانچہ ایک موقع پر آپ نے سیدنا معاویہؓ کو لکھا:

"اما بعد فالزم الحق ــــــــلك الحق منازل الحق ولا نقص الّا بالحق ۔والسلام ''

'' آپ حق پر مضبوطی سے قائم رہیں، اس سے اہل حق کے منازل ومراتب آپ پر واضح ہوں گے، اور ہر فیصلہ حق وانصاف سے کیجئے۔ والسلام۔

قال عبدالله بن مبارك فى كتاب الزهد: أُخبرنا محمد بن أبى ذئب عن مسلم بن جندب، عن اسلم مولى عمر قال:

"قدم علينا معاوية بن ابى سفيانؓ وهو أبيض أو أبض الناس واجملهم،فخرج الى الحج مع عمرؓ بن الخطاب، فكان عمربن الخطاب ينظر اليه فيعجب منه، ثم يضع أُصبعه على متن معاوية ثم يرفعها عن مثل الشراك، فيقول: بخ بخ، نحن اذًا خير الناس، ان جمع لنا خير الدنيا والآخرة.''

عبداللہ ابن مبارکؒ نے سند صحیح روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت معاویہؓ چند لوگوں کے ساتھ حضرت عمر فاروقؓ کی خلافت میں (مدینہ) آئے، حضرت معاویہؓ بہت حسین شخص تھے پھر وہ حضرت عمرؓ کے ساتھ حج کیلئے گئے۔ حضرت عمرؓ ان کو دیکھتے تھے اور خوش ہوتے تھے اور فرماتے تھے کہ مبارک ہو مبارک ہو اس وقت ہم سب لوگوں سے بہترین بشرطیکہ اللہ ہمیں دنیا وآخرت دونوں کی بھلائی عنایت کرے۔ (71)

"سنة عشرين ثم وقع طاعون عمواس ،فمات أبو عبيدةؓ واستخلف معاذاً، فمات مُعاذ، واستخلف يزيد بن أبي سفيانؓ، فمات يزيد بن أبي سفيانؓ واستخلف أخاه مُعاوية بن ابی سفيانؓ ، فأقره عمرؓ، وولى عمرو بن العاصؓ فلسطين ،والأردن، ومعاوية دمشق وبعلبك ،والبلقاء، وولى سعيد بن عامر بن حُذيم حمص، ثم جمع الشام كلها لمعاوية بن ابی سفيان،انه ذُكر معاوية عند عمرؓ بن الخطاب فقال:

"دعونا من ذم فتى قريش وابن سيدها،من يضحك فى الغضب،ولا ينال منه إلا على الرضا، ومن لا يأخذ من فوق رأسه إلا من تحت قدميه"

قال: ابوبكر بن أبی الدنيا: حدثنی أبی هشام بن محمد عن أبی عبدالرحمن المدنی، قال: كان عمر بن الخطاب إذا رأى معاوية قال: "هذا كسرى العرب"۔

محمد بن اسحٰق نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح نے طاعون عمواس میں وفات پائی اور اپنا نائب حضرت معاذؓ کو مقرر کیا اس کے بعد جب حضرت معاذؓ نے وفات پائی تو آپؓ نے حضرت یزید بن ابی سفیانؓ کو نائب مقرر کیا اور جب یزید بن ابی سفیانؓ نے وفات پائی تو آپؓ نے اپنے بھائی حضرت معاویہؓ کو نائب مقرر کیا اور حضرت عمرؓ نے اپنے دورِ حکومت میں انہیں امیر کے عہدے پر برقرار رکھا، اور حضرت عمرؓ نے حضرت عمرو بن العاصؓ کو فلسطین اور اُردن کا امیر مقرر کیا، اور حضرت معاویہؓ کو دمشق کا امیر مقرر کیا۔

اور اسی طرح بعلبک اور بلقاء کا امیر بھی حضرت معاویہؓ کو مقرر کیا، اور اسی طرح حضرت عمرؓ نے سعد بن جزیم کو حمص کا امیر مقرر کیا، اس کے بعد تھوڑا عرصہ گزرا تھا کہ سارا ملک شام حضرت معاویہؓ کے قبضے میں دیدیا۔

اور دوسرے مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمرؓ کے پاس حضرت معاویہؓ کا ذکر ہوا تو آپؓ نے فرمایا کہ:

"قریش کے جوان اور ان کے سردار کے بیٹے کو چھوڑ دو اور وہ غصے میں بھی ہنسنے والا ہے اور صرف رضامندی ہی سے اس سے مطلب حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اور جو اس کو اس کے سر سے نہیں پکڑتا وہ اس کے قدموں کے نیچے ہوتا ہے۔"

اور ابوبکر بن ابی الدنیا نے بیان کیا ہے کہ میرے باپ ہشام بن محمد سے بحوالہ ابوعبدالرحمٰن مجھ سے بیان کیا کہ حضرت عمرؓ حضرت معاویہؓ کو دیکھتے تو فرماتے: "یہ عرب کے کسریٰ ہیں۔"

اور حضرت معاویہؓ کے پاس رہیں۔''

ابن ابی الدنیا نے اپنی سند سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا:

''اے لوگو! میرے بعد آپس میں اختلاف نہ کرنا اور اگر ایسا تم نے کیا تو سمجھ لو کہ ''معاویہؓ'' شام میں ہیں اگر تم خود رائی کرو گے تو کیا حال ہوگا؟''

سب لوگوں کا اس پر اتفاق تھا کہ حضرت معاویہؓ سردارانِ عرب اور عقلائے عرب سے تھے، اور فتنہ پھیلنے کے وقت اسی کی رائے صائب ہو سکتی ہے جو سردار ہو اور صاحبِ عقل ہو، صاحبِ تجربہ ہو، اور حضرت معاویہؓ کے لئے یہ مرتبہ شہادت ان کے معاصرین کے اور بشہادت ان کے فیصلوں اور احکام ثابت ہے ان کا علم بھی اس کی شہادت دیتا ہے۔ اسی وجہ سے حضرت عمرؓ نے لوگوں کو مشورہ دیا کہ وہ اس فتنہ کا انتظام حضرت معاویہؓ کے سپرد کر دیں ورنہ حیرت میں پڑ جائیں گے اور فتنہ سے رہائی نہ ہوگی۔

یہ حضرت عمرؓ کی ایک بہت بڑی کرامت ہے کہ انہوں نے بطور پیشن گوئی کے بیان کیا کہ امت کی کنجیاں حضرت معاویہؓ کے ہاتھ میں جائیں گی اور گویا انہوں نے حضرت معاویہؓ کے قوت نفسیہ اور ذکاوت و عقل حکمت اور اجتہاد اور حل مشکلات کی شہادت دی ان مناقب جلیلہ کا حضرت عمرؓ سے صادر ہونا حضرت معاویہؓ کے رفیع الشان مرتبہ اور کمال منقبت کے لئے کافی ہے۔

حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے: تم قیصر و کسریٰ اور ان کی سیاست کی تعریف کرتے ہو حالانکہ خود تم میں معاویہؓ موجود ہیں۔ حضرت عمرؓ کی نظر میں آپ کا مرتبہ اور مقام اس سے ظاہر ہے کہ انہوں نے آپ کے بھائی یزید بن ابی سفیانؓ کے انتقال کے بعد آپ کو شام کا گورنر مقرر کیا۔ دنیا جانتی ہے کہ حضرت عمرؓ اپنے گورنروں اور والیوں کے تقرر کے معاملے میں انتہائی محتاط تھے اور جب تک کسی شخص پر مکمل اطمینان نہ ہو جاتا اسے کسی مقام اور علاقہ کا امیر مقرر نہ کرتے تھے۔ پھر جس شخص کو گورنر بناتے اس کی پوری نگرانی فرماتے، اور جب کبھی معیار مطلوب سے فرو محسوس ہوتا اسے معزول فرما دیتے تھے، ان کا آپ کو شام کا گورنر مقرر کرنا اور آخر حیات تک انہیں اس عہدے پر باقی رکھنا ظاہر کرتا ہے انہیں آپؓ پر مکمل اعتماد تھا۔

معاویہؓ ملاقات کیلئے حاضر ہوئے اس حال میں کہ ان کے ہمراہ سواروں کی ایک کثیر جماعت تھی اور بڑی شان وشوکت کے ساتھ آ کر آپؓ سے ملے۔

(حضرت عمر فاروقؓ فطری طور پر سادگی پسند تھے) تو اس حالت کو دیکھ کر فرمانے لگے کہ یہ جماعت آپؓ کی نگرانی میں ہے؟ تو سیدنا معاویہؓ نے عرض کیا جی ہاں یا امیر المومنین!

حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا آپؓ اس طرح بڑی شان وشوکت سے رہتے ہیں؟ دیگر بات یہ ہے کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ حاجت مند لوگ آپؓ کے دروازے پر دیکھ کر انتظار میں کھڑے رہتے ہیں؟ تو حضرت معاویہؓ نے عرض کیا یہ بات درست ہے۔ تو حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں؟

ان حالات میں مخالفین کی ریشہ دوانیوں سے متنبہ رہنا ضروری ہے اور ان کی نظر میں رعب اور ہیبت قائم رکھنے اور اہلِ اسلام اور مسلمانوں کے لئے شان وشوکت سے رہنے کی ضرورت ہے۔

اب جو آپ جناب ارشاد فرمائے وہی کیا جائے گا اور جس چیز سے آپؓ منع فرمائیں گے اس سے اجتناب کیا جائے گا۔ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا کہ (ایسی صورت میں) نہ میں تمہیں اس کا حکم دیتا ہوں اور نہ ہی منع کرتا ہوں۔ اس کے بعد سیدنا عمر فاروقؓ نے تعرض نہیں فرمایا۔ اس موقع پر حاضرین میں سے بعض لوگوں نے کہا کہ: اے امیر المومنین! آپ کی گرفت سے کس خیر وخوبی کے ساتھ معاویہؓ نے اپنے آپ کو بچا لیا ہے؟

تو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ اسی وجہ سے ہم نے ان کے کندھوں پر بار گراں ڈال رکھا ہے۔ (اور اہم ذمہ داریاں ان کے سپرد کر رکھی ہیں)۔ (74)

امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے حکام اور ولاۃ پر سخت گیری اور شدید گرفت فرمایا کرتے تھے۔ جس کے واقعات ناظرین کرام کے سامنے واضح ہیں۔ اور بسا اوقات معمولی چیزوں پر بھی آپؓ کا احتساب فرمانا معقول ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ حضرت عمر فاروقؓ اپنے ولاۃ اور عمال کی عمدہ کارکردگی پر ان کی قدردانی قدرشناسی اور عزت افزائی بھی فرماتے تھے۔

اس سلسلہ میں حضرت معاویہؓ کی زیرک اور دانشمندی کے متعلق حضرت عمر فاروقؓ کے قدردانی کے کلمات تاریخ میں پائے جاتے ہیں جن میں ان کی طبعی فراست وکمال ہوشمندی کو بہت عمدہ طریقہ سے بیان فرمایا ہے۔

۱۔ سیدنا حضرت فاروق اعظمؓ فرماتے کہ تم لوگ قیصر و کسریٰ کی دانائی اور زیر کی کا ذکر کرتے ہو حالانکہ تمہارے ہاں معاویہؓ جیسے دانشمند اور زیرک آدمی موجود ہیں۔

۲۔ یعنی تم ہرقل اور کسریٰ کی ہوشیاری اور ہوشمندی سے تعجب کرتے ہو اور معاویہؓ کو چھوڑ بیٹھتے ہو۔

۳۔ بعض دفعہ حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت معاویہؓ پر نظر فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا کہ دانائی وزیر کی میں معاویہؓ تو عرب کے کسریٰ ہیں۔

حضرت فاروق اعظمؓ کے ان کلمات کے ذریعے حضرت معاویہؓ کی دانشمندی اور فکری صلاحیتوں کا اعتراف پایا جاتا ہے اور ان کی فہم و فراست کی حد درجہ کی قدردانی اور عزت افزائی فرمائی گئی ہے۔

یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ جیسے مدبر و مفکر اور معاملہ فہم کی نظروں میں حضرت امیر معاویہؓ کا کتنا بلند مقام تھا اور ان کے نزدیک آپ کتنے عظیم درجہ کے حامل تھے۔ ''حضرت عمر فاروقؓ نے سیدنا معاویہؓ کے لئے دس ہزار دینار سالانہ بطور وظیفہ کے مقرر فرمائے جب آپ علاقہ شام پر والی مقرر کئے گئے۔'' یہاں یہ امر قابل توجہ ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ کے عہد کے حکام اور والیوں کے مشاہرے عموماً قلیل مقدار میں ہوتے تھے اور حضرت معاویہؓ کا سالانہ وظیفہ کثیر مقدار میں مقرر کیا گیا۔ حضرت فاروق اعظمؓ کے عہدِ خلافت میں قریباً چار برس تک حضرت معاویہؓ والی شام رہے لیکن ان کو کبھی تبدیل نہیں کیا گیا اور نہ ہی ان کو معزول کیا۔ بلکہ مزید علاقہ جات ان کی تحویل میں دیئے جاتے رہے اور اختیارات میں توسیع کی جاتی رہی۔

حتیٰ کہ مشاہرہ یا سالانہ وظیفہ دیگر حکام سے زیادہ دیا گیا یہ احوال جہاں حضرت معاویہؓ کی اعلیٰ صلاحیتوں کی دلیل اور ان کی حسن کارکردگی کی تصدیق و تائید ہیں۔ وہاں حضرت عمرؓ جیسے نقاد خلیفہ کے ہاں ان کے مقبول و معتمد ہونے کا بیّن ثبوت ہے۔ اور ملی خدمات کو صحیح طور پر بجالانے کی شہادت ہے۔ (75)

سن ۲۳ ہجری میں ایک ایرانی نژاد ابولؤلو فیروز نامی مجوسی کے ہاتھوں ایک خاص سازش کے تحت سیدنا عمرؓ کو شہید کر دیا گیا۔ روایات کے مطابق سیدنا عمرؓ ۲۷ ذی الحجہ سن ۲۳ ہجری بدھ کے روز فجر نماز پڑھانے کے دوران ابولؤلو فیروز مجوسی ایرانی نے حملہ کیا، جس آپؓ شدید زخمی ہو گئے۔ تین روز تک دنیائے فانی میں زخمی حالت میں رہے اور ۳۰ ذی الحجہ سن ۲۳ ہجری ہفتہ کے روز آپؓ اس عدم ہستی سے ہستی عدم نما کو انتقال فرما گئے۔

یکم محرم سن ۲۴ ہجری کو آپؓ کی تدفین ہوئی۔ تدفین سے فراغت کے بعد صحابہ کرامؓ کی مجلس مشاورت منعقد ہوئی اور ۳ محرم الحرام کو سیدنا عثمانؓ بالاتفاق سریر آئے خلافت ہوئے اور زمام اقتدار سنبھالی۔

جس شخصیت کو سرکارِ دو عالم ﷺ، سیدنا ابوبکر صدیقؓ اور سیدنا عمر فاروقؓ اپنی خصوصی نوازشات سے نوازیں اور اس کے حق میں دعائیں فرمائیں، کبھی علم بردار لشکر بنائیں تو کبھی گورنر اور والی کے منصب پر بٹھائیں، پھر بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ سیدنا عثمانؓ اس پر نظرِ شفقت نہ فرمائیں۔

سیدنا عثمانؓ کے عہد خلافت میں بے شمار فتوحات ہوئیں۔ گویا فتوحات کے لحاظ سے عہد عثمانی کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ اگرچہ سیدنا عمرؓ کے عہد خلافت میں اسلامی ریاست ۲۲ لاکھ مربع میل کی پہنائیوں تک پہنچ چکی تھی، لیکن سیدنا عثمانؓ نے اس کی وسعتوں میں اس قدر اضافہ کیا کہ دنیا کے مؤرخین اس پر انگشت بدنداں ہیں۔ سیدنا عمرؓ نے اپنے دور خلافت میں دنیا کے جس قدر علاقے کو اپنی قلمرو میں داخل کیا، اگر سیدنا عثمانؓ اس میں مزید کوئی اضافہ نہ کرتے بلکہ اسی کا انتظام و انصرام ہی صحیح طریقہ سے کرتے تو یہ بھی آپؓ کا ایک بہت بڑا کارنامہ ہوتا، لیکن آپؓ نے فاروقی سلطنت کا انتظام و انصرام بھی نہایت احسن طریقے سے کیا اور اس کے ساتھ سلطنت کی پنہائیوں میں مزید اضافہ بھی کیا۔ آپؓ نے اپنے عہد خلافت میں تین براعظموں، ایشیاء، افریقہ اور یورپ میں مختلف محاذوں پر نبرد آزما ہوئے اور ہر محاذ پر اپنی قابلیت اور اپنی افواج کی بھرپور صلاحیتوں کا دنیا سے لوہا منوایا، اور آنے مؤرخین آپؓ کا اسم گرامی دنیا عظیم فاتحین میں شامل کرنے پر مجبور ہوئے۔ اس جانشین فاروق اعظمؓ نے ممالک مفتوحہ سے مختلف بغاوتوں اور شورشوں کو فرو کیا، اور اپنے حسن تدبیر، حسن عمل اور اخلاص وللّٰہیت سے وہاں کی رعایا کو ایسا رام کیا کہ انہیں پھر سر اٹھانے کا موقع نہ ملا۔ یہ بھی آپ کا ایک بہت بڑا کارنامہ ہے۔ کیونکہ سیدنا فاروق اعظمؓ کی شہادت کے بعد سلطنت اسلامی میں بے شمار بغاوتوں کا سلسلہ شروع ہوا۔ کہیں اہل آرمینیہ اور آذربائیجان نے خراج دینا بند کر دیا، کہیں اہل خراسان نے بغاوت کے لئے سر اٹھایا،

دیا۔ آرمینیہ جس کے شمال مغرب میں بحر اسود، مشرق میں جارجیا، جنوب مغرب میں ایشائے کوچک ہے، سیدنا عثمانؓ کے عہد خلافت میں اسلامی سلطنت میں داخل ہوا۔ سیدنا عثمانؓ سریر خلافت پر متمکن ہوئے تو انہوں نے شام کے گورنر سیدنا معاویہؓ کو لکھا کہ وہ حبیب بن مسلمہ الفہریؓ کو لوگوں میں اسلام کو روشناس کرنے کے لئے آرمینیہ بھیجیں، کیونکہ حبیب بن مسلمہؓ کا فتوحات شام اور روم کی جنگ میں اچھا خاصہ اثر تھا۔ چنانچہ وہ سیدنا معاویہؓ کے حکم پر چھ ہزار اور بقول بعض مورخین آٹھ ہزار کا لشکر لے کر آرمینیہ کی جانب روانہ ہوگئے۔ جب وہ قالیقا کے شہر کے قریب پہنچے تو انہوں نے شہر کا محاصرہ کرلیا۔ اہل شہر نے مقابلہ کیا، لیکن شکست فاش کھائی اور جلاوطن ہونے یا جزیہ ادا کرنے کی شرط پر امان دی گئی۔ سیدنا حبیب بن مسلمہ الفہریؓ چند ماہ یہاں مقیم رہے۔ حبیب بن مسلمہؓ بھی یہاں مقیم تھے کہ انہیں معلوم ہوا کہ بطریق ارمیناقس نے اہل اسلام سے فیصلہ جنگ کرنے کے لئے ایک لشکر جرار اکھٹا کیا ہے اور لان امتخار اور سمندر کے باشندوں کی امداد بھی انہیں حاصل ہوگئی ہے۔ حبیب بن مسلمہؓ نے سیدنا عثمانؓ کو صورت حال سے آگاہ کیا اور امداد طلب کی۔ انہوں نے سیدنا معاویہؓ کو لکھا کہ وہ شام اور الجزیرہ کے ان مسلمانوں کو جو جہاد فی سبیل اللہ کا ولولہ رکھتے ہوں، حبیب بن مسلمہؓ کی امداد کے لئے بھیجیں۔ سیدنا معاویہؓ نے امیر المؤمنینؓ کے حکم کی تعمیل میں دو ہزار سپاہی بھیجے، جن کو حبیب بن مسلمہؓ نے قالیقا میں بسایا، انہیں جاگیریں دیں اور انہیں اور وہاں مرابطین بنایا۔

سیدنا عثمانؓ جب خلیفۃ المسلمین منتخب ہوئے اور انہوں نے زمام خلافت سنبھالی تو جہاں انہوں نے دیگر مفتوحہ ممالک اسلامیہ کی طرف فرامین جاری کیے وہاں انہوں نے ملک شام کے لیے بھی سیدنا معاویہؓ کی طرف رجوع فرمایا اور جن انتظامات کی مزید ضرورت محسوس کی ان کی جانب انہیں توجہ دلائی حالات معلوم کرنے کے بعد سیدنا معاویہؓ کو ایک مکتوب ارسال فرمایا اس مکتوب میں سواحل بحر کی مضبوطی اور حفاظتی دستوں کی تعین کا حکم دیا اور جو لوگ ان مقامات میں اقامت پذیر ہوں ان کے لیے وظائف اور جاگیریں مقرر کرنے کا حکم دیا۔

سیدنا معاویہؓ کو سیدنا عثمانؓ نے علاقہ شام پر کوئی جدید حاکم نہیں بنایا بلکہ سیدنا عمر فاروقؓ (جو اپنی فراست ودانش مندی اور نقاد ہونے میں معیاری خلیفہ راشد تھے) نے آپؓ کے بھائی یزید بن ابی سفیانؓ کی وفات کے بعد آپؓ کو اس علاقہ کا والی مقرر فرمایا تھا۔

امام ابن عساکرؒ نے اپنی کتاب ''تاریخ مدینہ دمشق'' میں یہ تفصیل یوں بیان فرماتے ہیں:

''ثم جمع (عمر بن الخطابؓ) الشام کلها لمعاویة بن ابی سفیانؓ واقر عثمانؓ معاویة بن ابی سفیانؓ علی الشام''

سیدنا عمر فاروقؓ نے شام کا تمام علاقہ سیدنا معاویہؓ کی زیر نگرانی کر دیا تھا۔

اور خود سیدنا معاویہؓ نے اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے ذکر کیا ہے کہ:

''جناب نبی کریم ﷺ معصوم تھے انہوں نے مجھے دینی امور میں امیر مقرر فرمایا۔ پھر آنجناب ﷺ کے بعد سیدنا ابوبکر صدیقؓ خلیفہ منتخب ہوئے تو انہوں نے مجھے والی اور حاکم بنایا پھر ان کے بعد سیدنا عمر فاروقؓ امیر المؤمنین منتخب ہوئے تو انہوں نے بھی والی اور حاکم بنائے رکھا اور پھر ان کے بعد سیدنا عثمانؓ خلیفۃ المسلمین منتخب ہوئے تو انہوں نے بھی مجھے والی اور حاکم برقرار رکھا۔ اور میں نے ان سب حضرات کی خدمت بجالانے میں کوئی کوتاہی نہیں کیا اور جس نے بھی مجھے والی اور حاکم مقرر کیا وہ مجھ سے راضی رہا۔'' (76)

نیز یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ رعایا اور عوام الناس کی طرف سے سیدنا معاویہؓ کے خلاف کوئی اہم شکایت پیش نہیں آئی جس کی وجہ سے خلفائے راشدینؓ کو ان کے معزول اور برطرف یا کم از کم تبدیل کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی ہو۔

سیدنا معاویہؓ اپنی طبعی صلاحیتوں کی بناء پر اپنی ذمہ داریوں کو بطریق احسن سرانجام دیتے تھے اور اپنے فرائض منصبی عمدہ طریقے سے ادا کرتے تھے۔ اور حکمرانی کے بہتر سلیقہ کی بناء پر عوام الناس کے مسائل حل کرنے میں کوئی سقم باقی نہیں چھوڑتے تھے۔ ان حالات کے تحت اگر خلفائے راشدینؓ نے مزید مفتوحہ علاقے ان کی تحویل میں دے دیئے اور ان کے اختیارات وسیع کر دیئے تو یہ اپنی جگہ پر ایک درست کاروائی تھی اور اس سے فتنہ و فساد کھڑا ہونے کا کوئی اندیشہ اور امکان نہیں تھا۔ اور اس وجہ سے سیدنا عثمانؓ نے آپؓ کو اس منصب سے الگ نہیں کیا اور علاقہ شام کی ولایت سے تبدیل نہیں کیا۔

سیدنا معاویہؓ حضرت فاروق اعظمؓ سے بحری جنگوں کے متعلق پیش قدمی کرنے کیلئے اجازت طلب کرتے رہے لیکن وقتی مصالح کی بناء پر اجازت نہ ملی۔

جب حضرت عثمانؓ کا دور آیا تو انہوں نے قومی منافع کے پیش نظر خاص شروط کے تحت بحری جنگی اقدامات کی اجازت دے دی۔ قبرص کی طرف اقدام کا یہ پہلا بحری غزوہ ہے جو سن ۲۸ ہجری کو واقع ہوئی۔

اس میں حضرت معاویہؓ کی ماتحتی میں بڑے بڑے اکابر صحابہ کرامؓ غزوہ ہذا میں شریک ہوئے۔

مثلاً سیدنا ابو ایوب خالد بن زید بن کلیب انصاریؓ، ابو الدرداءؓ، ابوذر غفاریؓ، عبادۃ بن صامتؓ، آپؓ کی اہلیہ، فضالۃ بن عبید الانصاریؓ، عمیر بن سعد بن عبید الانصاریؓ، واثلہ بن الاسقع الکنانی، عبداللہ بن بشر المازنی، شداد بن اوس بن ثابتؓ اور مقدادؓ، کعب الحبرؓ، جبیر بن نفیر الحضرمیؓ،

اللہ تعالیٰ نے فتح عظیم عطا فرمائی۔ مسلمانوں کو بہت عمدہ غنائم حاصل ہوئے۔ مسلمانوں کی افواج نے اس علاقہ میں جہاد جاری رکھا حتیٰ کہ اہلِ قبرص صلح کے لئے آمادہ ہوئے اور امیر معاویہؓ کے دور میں انہوں نے سیدنا معاویہؓ سے چند شرائط کے ساتھ دائمی مصالحت کر لی۔ (77)

علامہ ابن اثیرؒ اس بحری جنگ کی طرف یوں اشارہ کرتے ہیں:

''اسی دوران مسلمانوں کو ایک عظیم الشان بحری جنگ لڑنا پڑی۔ سن ۳۱ ہجری میں قیصر روم نے ایک بہت بڑا جنگی بیڑا جس میں تقریباً پانچ سو جہاز تھے۔ ساحل شام پر حملہ کے لئے بھیجا۔ اس بیڑے کی قیادت خود قیصر روم کر رہا تھا، سیدنا معاویہؓ کو جب اس کی اطلاع ملی تو آپؓ بھی بذات خود اس کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوئے۔ بحریہ کی کمان عبداللہ بن سعد بن ابی سرحؓ کے ہاتھ میں تھی، سمندر پر جب دونوں فوجوں کا آمنا سامنا ہوا تو مسلمانوں نے تجویز پیش کی کہ دونوں فوجیں ساحل سمندر پر اُتر کر لڑیں لیکن رومیوں نے اس تجویز کو ٹھکرا دیا اور کہا کہ ہم سطح سمندر پر ہی لڑیں گے۔ اس پر مسلمانوں کے امیر البحر نے اپنے کل جہاز ایکدوسرے سے باندھ دیئے اور ان کو دشمن کے قریب لے جا کر حملہ کر دیا اور اہلِ اسلام کو فتح نصیب ہوئی اور اس لڑائی کا اثر یہ ہوا کہ اہلِ روم کو پھر کبھی مسلمانوں پر حملہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ '' (78)

تاریخ کے اوراق بتاتے ہیں کہ سب سے پہلا لشکر جس نے سن ۲۷ ہجری میں قبرص کو فتح کیا تھا سیدنا معاویہؓ بن ابی سفیانؓ کی قیادت میں تھا۔

"و كان امير ذالك الجيش معاوية بن ابى سفيان فى خلافة عثمان و معه ابو ذر و ابو الدرداءؓ و غيرهما من الصحابة و ذالك فى سنة سبع و عشرين."

اس لشکر کے امیر سیدنا معاویہؓ تھے یہ جنگ سیدنا عثمانؓ کے عہدِ خلافت میں سن ۲۷ ہجری کو لڑی گئی۔ اس جنگ میں ابوذرؓ، ابوالدرداءؓ وغیرہ اکابر صحابہ کثیر تعداد میں موجود تھے۔ (79)

چنانچہ سیدنا معاویہؓ سب سے پہلے آدمی ہیں جنہوں نے بحریہ کی تشکیل کی اور بحری بیڑہ قائم کیا جس کی وجہ سے بحیرۂ روم مسلمانوں کا بازی گاہ بن گیا۔ مسلمانوں کے لئے آئندہ بحری مہموں کا راستہ کھل گیا اسی زمانہ میں سیدنا معاویہؓ نے شام میں بحیرۂ روم کے ساحل پر فوجی نو آبادیاں قائم کیں۔ جس سے ایک تو اسلامی حکومت کے دفاع کو بہت فائدہ پہنچا اور دوسرے مسلمان دور دراز علاقوں تک پھیل گئے جس سے اسلام کی اشاعت کے کام کو کافی تقویت پہنچی اور بحر و بر میں اسلام کے چرچے ہونے لگے۔ (80)

۱۸ ذی الحجہ سن ۳۵ ہجری بروز جمعہ بعد العصر خلیفہ اسلام سیدنا عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ کو بے دردی سے اپنے مکان میں ہی شہید کر ڈالا۔ یہ مکان مدینہ طیبہ میں مسجد نبوی کے قریب واقع تھا۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ سیدنا عثمانؓ اس دن روزہ دار تھے جمعہ کے روز شہید کیے گئے اور ہفتہ کی رات مغرب اور عشاء کے درمیان جنازہ پڑھا گیا اور انہیں جنت البقیع کے قریب حش کوکب میں دفن کیا گیا۔ سیدنا عثمانؓ کی نماز جنازہ محدثین کے قول کے مطابق مشہور صحابی زبیر بن العوامؓ نے پڑھائی اور دفن کیا۔

علماء امت اور کبار مؤرخین نے اس مسئلہ کو واضح طور پر ذکر کیا ہے کہ قاتلین عثمانؓ میں امت کے بہترین لوگوں میں کوئی شریک نہیں تھا۔ اور نہ ہی کوئی مہاجرین وانصار میں سے ان مفسدین کے ساتھ تھا اس فعل شنیع کا ارتکاب کرنے والے مفسدین اشرار اوباش اور اجڈ قسم کے لوگ تھے۔

دور دراز تک اور بعض روایات کے مطابق تین روز تک پوری مملکت اسلامیہ (جس کا ایک سرا کابل تک تھا تو دوسرا مراکش تک تھا) کے فرمانروا کی لاش بے گور و کفن پڑی رہی۔ آخر دوسرے یا تیسرے روز چند آدمیوں نے رات کی تاریکی میں خفیہ طور پر انہیں خون آلود کپڑوں میں حلم و بردباری کے اس پہاڑ کو دفن کر دیا۔ (81)

آپؓ کی شہادت کے بعد پانچ روز تک مسند خلافت خالی رہی۔ اہلِ مصر سیدنا علیؓ کو امیر بنانا چاہتے تھے کوفی سیدنا زبیرؓ اور اہلِ بصرہ سیدنا طلحہؓ کو مسندِ خلافت پر بٹھانا چاہتے تھے۔ لیکن تینوں میں سے کوئی بھی اس بار کو اٹھانے کیلئے تیار نہ تھا۔ (82)

عرض کہ سن ۳۵ ہجری ذی الحجہ کو سیدنا علیؓ مسندِ خلافت پر متمکن ہوئے آپؓ خلیفہ بننا ہر گز پسند نہیں فرماتے تھے اور بار بار یہی فرماتے تھے:

''دعونی والتمسوا غیری''۔ ''مجھ کو چھوڑ کر کسی اور کو تلاش کرو۔'' (83)

اس کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ مسلمانوں کی ایک جماعت نے بیعت کر لی اور آپؓ خلیفہ ہو گئے۔

اور آپؓ اور حضرت معاویہؓ کے درمیان قاتلین عثمانؓ سے قصاص لینے کے بارے میں اختلاف پیش آیا جس نے بڑھ کر قتال کی صورت اختیار کر لی اور مسلمانوں کے درمیان تفرقہ کی بنیاد پڑ گئی۔ مگر جیسا کہ ہر ہوش مند جانتا ہے کہ اس میں دونوں جانب اختلاف کا منشاء دین ہی تھا، اس لئے فریقین ایک دوسرے کے دینی مقام اور ذاتی خصائل واوصاف کے قائل تھے اور اس کا اظہار بھی فرماتے تھے۔

وقال مجاهدؒ عن الشعبی عن الحارث الاعور، قال قال امیر المؤمنین علیؓ بن ابی طالب بعد ما رجع من صفین:

"أیها الناس، لاتکرهوا امارة معاویة، فوالله لوفقدتموه لقد رأیتم الرؤوس تندرعن کواهلها کالحنظل۔"

''اے لوگو! تم معاویہ کی امارت کو ناپسند مت کرو، کیونکہ اگر تم نے انہیں گم کر دیا تو دیکھو گے کہ سر اپنے شانوں سے اس طرح کٹ کٹ کر گریں گے جس طرح حنظل کا پھل اپنے درخت سے ٹوٹ کر گرتا ہے۔''

مقصد یہ ہے کہ اگر معاویہؓ کی امارت کا عہدہ نہ رہا تو اس کے بعد حالاتِ دگرگوں ہو جائیں گے اور شدید تر واقعات کا سامنا کرنا پڑے گا (اس لئے آنے والے ایام سے ان کا دور ہی بہتر ہے)۔ (84)

جن ایام میں ''جمل وصفین'' کے واقعات پیش آچکے تھے اس کے بعد بعض لوگ اہل جمل وصفین کے حق میں غلو کرنے لگے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو جب یہ معلوم ہوا تو ان کے جواب میں فرمایا:

"لاتقولوا الا خیرا۔" ''یعنی ان لوگوں (اہلِ جمل وصفین) کے حق میں کلمہ خیر کے بغیر کچھ نہ کہو''۔

مطلب یہ ہے کہ اگرچہ وقتی طور پر ان کے اور ہمارے درمیان اختلاف رائے واقع ہوا تھا اور حالات برگشتہ ہو گئے تھے لیکن اب تم انہیں برائی سے یاد نہ کرو۔

انہی الفاظ کے ساتھ علامہ دوست محمد قریشیؒ نے یوں ارشاد فرمایا:

''جب جنگ ہو چکی تو لوگوں کے دلوں میں سیدنا علیؓ اور سیدنا معاویہؓ کے متعلق بہت سے شبہات پیدا ہونے لگے تھے اس لئے حضرت علی المرتضیٰؓ نے ایک گشتی حکم نامہ لکھ کر لوگوں میں تقسیم فرمایا۔''

"وکان بدء امرنا انا التقینا والقوم من اهل الشام والظاهران ربنا واحدٌ، ونبینا واحد، ودعوتنا فی الاسلام واحده ولانستزیدهم فی الایمان بالله والتصدیق برسولهﷺ ولا یستزیدوننا الامر واحد الاما اختلفنا فیه من دم عثمان ونحن منه براء۔"

ہماری جنگ ہوئی اور مقابلے میں قوم ملک شام کے رہنے والی تھی اور ظاہر ہے کہ ہمارا اور ان کا رب ایک نبی ایک اسلامی دعوت ایک ہم ان سے ایمان اور تصدیق میں زیادہ نہیں ہیں۔ اور وہ ہم سے زیادہ نہیں ہیں۔ دینی امر ایک ہے صرف اختلاف قصاص عثمانؓ کے متعلق تھا اور ہم اس سلسلے میں بری ہیں۔

(ہمارا اس میں کچھ دخل نہیں) (85)

(۱) اہل صفین (سیدنا معاویہؓ اور ان کی جماعت) اور سیدنا علیؓ اور ان کی جماعت کا کوئی مذہبی اختلاف نہ تھا بلکہ دونوں فریق کا مذہب ایک تھا اور دونوں جماعتیں مومن و مسلمان ہونے میں ایک تھیں۔ اور دونوں کی دعوتِ دینی متحد و متفق تھی۔

(۲) تصدیق ایمانی میں دونوں میں سے کوئی ایک دوسرے سے فائق نہ تھا یکساں اور برابر تھے اور کامل الایمان تھے کوئی ناقص الایمان نہ تھا۔

(۳) صرف ایک سیاسی مسئلہ باعث اختلاف ہوا یعنی دم عثمانؓ اور صرف ایک مسئلہ میں باہمی نزاع تھی اور سیدنا علیؓ نے اس بارے میں صراحت فرمائی کہ ہم خون عثمانؓ سے بری ہیں۔

مرسلہ ہذا کے ذریعے بہت سے شبہات خود بخود مرتفع ہو گئے۔

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں عام لوگوں میں کئی طرح کے خیالات پائے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ بعض علمی حلقے بھی اس میں مختلف الآراء ہوگئے۔ اس غلط فہمی کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ بعض لوگ انہیں صرف یزید کے باپ کی حیثیت سے ہی جانتے ہیں اور انہیں یہ معلوم نہیں کہ آپ اپنی سیاسی بصیرت اور علمی قوت کے اعتبار سے حضرت عمرؓ کے کس قدر اعتماد سے تھے۔ حضرت عمرؓ کی کامیاب حکومت میں ایک حصہ حضرت ابوسفیانؓ کے دو بیٹوں کا بھی ہے۔ ۱۔ یزید بن ابی سفیانؓ اور ۲۔ معاویہ بن ابی سفیانؓ کا۔ حضرت عثمانؓ نے بھی حضرت عمرؓ کے اس صوابدید کو اپنی فہمید بنایا اور اس بات سے کسی صاحب خبرت کو انکار نہیں ہوسکتا کہ سلطنت اسلامی کی سیاسی قوت وشوکت میں بنوامیہ کی فوجی خدمات تاریخ کا ایک ناقابل فراموش حصہ ہیں۔

سیدنا حضرت معاویہؓ کو اگر ان سوابق اسلامی میں دیکھیں تو ان کا ایک بڑا مقام ہے اور اگر انہیں صرف یزید کے باپ ہونے کی حیثیت سے دیکھیں تو جو مظالم اہل بیت پر اس عہد یزید میں ہوئے ان کی ظلمت میں لوگ حضرت معاویہؓ کی اس حیثیت کو بھی بھول گئے جو انہیں اللہ اور اس کے رسولؐ برحق کے ہاں، سیدنا ابوبکر صدیقؓ کے ہاں، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے ہاں حاصل تھی۔

اہلِ السنّت والجماعت امت کی وہ ریڑھ کی ہڈی ہیں جس نے عقائد کی ہر تفصیل میں ہمیشہ مسلک اعتدال کو قائم رکھا ہے اور افراط وتفریط میں وہ کسی جانب نہیں بھٹکے۔ حضور اکرم بھی امت کو یہ نصیحت فرما گئے کہ اختلاف امت میں وہ اس طرف رہیں وہیں جدھر صحابہؓ چلے ہوں۔

الحمد اللہ تابعین کے دور میں جبر وقدر، اعتزال وارجاء اور خوارج اور آل سبا کے مختلف فتنے اٹھے۔ صحابہ کرامؓ میں سے کوئی ان میں کسی کے ساتھ نہیں چلا۔ صحابہ کرامؓ اعتقادی سطح پر سب ایک رہے اور اختلاف کی اس سیاہ رات میں یہ جہاں بھی رہے ستارے بن کر چمکے۔

سیدنا معاویہؓ کے بارے میں بھی اہلِ سنت کے تمام اکابر خواہ وہ محدثین سے ہوں یا فقہاء سے، مفسرین میں ہوں یا اولیاء کاملین میں سے سب ایک ہی مؤقف پر رہے ہیں کہ وہ ایک جلیل القدر صحابی تھے، خلافت راشدہ میں ان کی عظیم سیاسی خدمات رہیں، حضرت علیؓ خلیفہ راشد سے ان کے جو سیاسی اختلافات ہوئے انہیں وہ خود اپنی زندگی میں ختم کر گئے، حضرت علیؓ سے سن ۴۰ ہجری میں ان کی مصالحت ہوئی اور تاریخ نے اس سال کو عام الہدنہ کا نام دیا اور حضرت حسینؓ سے ان کی صلح ہوئی وہ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں بھی اتنی عزیز ودقیع رہی کہ حضورؐ نے اس اقدام پر حضرت حسنؓ کو سید کا خطاب دیا۔

اولادِ سید کے نام سے امت کے اس عظیم اتحاد کو اپنے ساتھ لئے ہوئے ہیں۔ اہلِ سنت ان لوگوں کو سید تسلیم نہیں کرتے جو حضرت حسنؓ کی اس صلح سے دل سے خوش نہ ہوں۔ اور حضرت معاویہؓ کے بارے میں وہ عقیدہ نہ رکھیں جو حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کا تھا۔ وہ سمجھتے ہیں کہ جس سے باغِ جنت کے یہ دونوں پھول صلح کر گئے ہم ان کے بارے میں دل میں کوئی بدگمانی نہ رکھیں، اسی عظیم کام پر تو حضرت حسنؓ کو "سید" کا لقب ملا تھا۔ تاہم اہلسنت والجماعت کے عقیدہ میں صحیح راہ اعتقاد وہی ہے جدھر صحابہ کرامؓ ہوں۔ سو یہ معلوم کرنا کہ حضرت معاویہؓ صحابہ کرامؓ کی نظروں میں کس مقام میں کس مقامِ عظمت اور شانِ صحابیت پر تھے۔ (86)

قال البخاریؒ فی کتاب المناقب ذکر معاویة بن ابی سفیانؓ، حدثنا الحسن بن بشر حدثنا المعانی عن عثمان ابن الاسود عن أبی ملیکة قال: أوتر بعدالعشاء برکعة وعنده مولی لا بن عباس، فأتی ابن عباسؓ، فقال أوتر معاویة برکعة بعدالعشاء فقال:

"دعه فانه قد صحب رسول الله صلی الله علیه وسلم"

حدثنا ابن أبی مریم حدثنا نافع بن عمر حدثنا بن عمر حدثنا ابن أبی ملیکة۔قال:

قیل لا بن عباسؓ: "هل لك فی أمیر المومنین معاویة؟

ماأوتر الا بواحدة! قال: "أصاب، انه فقیه۔"

امام بخاریؒ نے کتاب المناقب میں حضرت معاویہؓ کے ذکر میں بیان کیا ہے کہ محسن بن بشر نے ہم سے بیان کیا ہے کہ المعانی نے عثمان بن الاسود سے بحوالہ ابن ابی ملیکہ نے ہم سے بیان کیا کہ حضرت معاویہؓ نے ایک رکعت کو عشاء کے بعد وتر بنایا ہے اور ابن عباسؓ کا غلام بھی ان کے پاس تھا پس وہ ابن عباسؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ حضرت معاویہؓ نے عشاء کے بعد ایک رکعت کو وتر بنایا ہے حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا:

"اس کو چھوڑ دو انہوں نے حضور کی صحبت اٹھائی ہے۔"

اور ابن مریمؒ نے ہم سے بیان کیا کہ نافع بن عمر نے ہم سے بیان کیا کہ ابن ابی ملیکہ نے ہم سے بیان کیا کہ حضرت ابن عباسؓ سے دریافت کیا کہ امیر المؤمنین حضرت معاویہؓ کے متعلق آپ کے پاس کوئی دلیل ہے کہ حضرت معاویہؓ نے ایک رکعت کو وتر بنایا ہے؟ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ:

"انہوں نے ٹھیک کیا ہے اور وہ فقیہ ہے۔"

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ:

"مجھے اُسی وقت یقین ہو گیا تھا کہ اگر عثمانؓ کا قصاص نہیں لیا گیا۔ تو معاویہؓ ضرور غالب ہوں گے۔" (87)

حضرت ابن عباسؓ کے لئے دعا مانگی تھی کہ یا اللہ ان کو دین میں فقیہ بنادے اور ان کو تاویل سکھادے اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جیسا کہ احادیث میں وارد ہوا ہے کہ اللہ جس کے ساتھ بھلائی کرنا چاہتا ہے اس کو دین میں فقیہہ بنادیتا ہے۔ دوسری فضیلت یہ ہے کہ یہ وصف جلیل حضرت معاویہؓ کے حق میں دعا خبر الامۃ ترجمان القرآن ابن عمؓ رسولِ خدا ﷺ اور ابن عم علیؓ اور ناصر و مددگار علیؓ یعنی عبداللہ بن عباسؓ سے صادر ہوا ہے اور صحیح بخاری میں مروی ہے جو بعد کتاب خدا کی تمام کتابوں سے زیادہ صحیح ہے پس جب اتنے بڑے درجے کے لوگ حضرت معاویہؓ کو فقیہ کہتے ہیں اور صرف صحابہؓ اور سلف صالحین میں وہی شخص ہے جو مجتہد مطلق ہو اور جس پر واجب ہو کہ اپنے اجتہاد پر عمل کرے اور کسی کی تقلید اس کے لئے جائز نہ ہو لہٰذا معلوم ہو گیا کہ حضرت معاویہؓ جو علی مرتضیٰؓ سے لڑے اس میں معذور تھے گو حق حضرت علیؓ ہی کی طرف تھا۔

اور حضرت عمرؓ کا وہ قول ہے جس میں انہوں نے لوگوں کو حضرت معاویہؓ کے اتباع کی ترغیب دی ہے اس سے بھی صاف ظاہر ہے کہ حضرت معاویہ مجتہد ہیں بلکہ اعظم مجتہدین میں سے ہیں اور حضرت علیؓ کا بھی قول ہے کہ معاویہؓ کے مقتول جنت میں جائیں گے اس سے بھی ظاہر ہے کہ معاویہ مجتہد ہیں اور جب یہ ثابت ہو چکا کہ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ اور حضرت ابن عباسؓ تینوں اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت معاویہؓ فقیہ اور مجتہد ہیں تو طعن کرنے والوں کا طعن دفع ہو گیا اور تمام وہ نقائص جو ان کی طرف منسوب کیے جاتے ہیں باطل ہو گئے۔

حضرت ابن عباسؓ نے جو یہ کہا کہ ''معاویہؓ نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اٹھائی ہے۔''

اس سے مقصود عکرمہ کو تنبیہ کرنا تھا جو حضرت معاویہؓ پر ایک رکعت پڑھنے کے باعث معترض تھے۔ مطلب حضرت ابن عباسؓ کا کہنا یہ تھا کہ حضرت معاویہؓ نے نبی کریم کی صحبت اٹھائی ہے اور آپؐ کی نظر کیمیا اثر کے فیض سے وہ علمائے فقہاء میں سے ہیں پس وہ جو کچھ کرتے ہیں اس کے متعلق خدا کے حکم سے نسبت معترضین کے زیادہ واقف ہیں۔ جب تم دونوں صفتوں کو جو حضرت معاویہؓ کے متعلق ''صحیح بخاری'' میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہیں غور کرو گے تو تم کو معلوم ہو جائے گا کہ کسی شخص کو حضرت معاویہؓ پر ان کے اجتہادات کے متعلق اعتراض کرنے کا حق حاصل نہیں ہے کیونکہ جو کام انہوں نے کیے ان کے نزدیک وہی حق تھے اور یہی حال تمام مجتہدین امت کا ہے اور مجتہد پر اس کے اجتہاد کے متعلق اعتراض نہیں کیا جا سکتا ہے سوا اس صورت کہ اس کا اجتہاد مخالف اجماع کے یا نص جلی کے ہو، جیسا کہ اصول میں ثابت ہو چکا ہے اور حضرت معاویہؓ نے کسی اجماع کی مخالفت نہیں کی اور اجماع ان کے بغیر منعقد کیونکر ہو سکتا تھا نیز جو ان کا اجتہاد تھا اس کی موافقت مجتہدین امت کی ایک جماعت نے کی جو صحابہؓ اور تابعین کی جماعت تھی نیز حضرت معاویہؓ نے کسی بھی جلی

میں نبی کریمؐ کے منبر پر خطبہ پڑھتے کھڑے ہوئے اور کہا کہ اے اہلِ مدینہ تمہارے علماء کہاں ہیں؟ میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ قیامت تک میری امت کا ایک گروہ اہلِ باطل پر غالب رہے گا۔ وہ کچھ پرواہ نہ کریں گے کہ کس نے ان کی مخالفت کی اور کس نے ان کی تائید کی۔ مطلب یہ تھا کہ تمہارے علماء کہاں ہیں بلائیں میں ان سے اس حدیث کے معنی میں بحث کروں گا۔ ایسی بات اس زمانے میں جو اکابر مجتہدین امت یعنی صحابہؓ وتابعین سے بھرا ہوا تھا وہی شخص کہہ سکتا تھا جو بڑا فقیہہ اور بڑا عالم ہو۔

حضرت معاویہؓ ایک مرتبہ "مدینہ منورہ" میں خطبہ پڑھتے کھڑے ہوئے اور کہا کہ اے اہلِ مدینہ تمہارے علماء کہاں ہیں؟ میں نے رسولؐ خدا سے سنا ہے آپ آج ہی کے دن فرماتے تھے کہ یہ "عاشورا" کا دن ہے۔ آج کا روزہ خدا نے تم پر لازم نہیں کیا مگر میں نے روزہ رکھا ہے پس جو شخص تم میں سے روزہ رکھنا چاہے وہ رکھ لے اور جو نہ رکھنا چاہے وہ نہ رکھے۔

علامہ نوویؒ نے لکھا ہے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت معاویہؓ نے کسی سے سنا تھا کہ وہ صوم عاشورہ کو واجب یا حرام کہتا ہے یا مکروہ بتاتا ہے پس انہوں نے چاہا کہ لوگوں کو آگاہ کردیں کہ نہ واجب ہے نہ حرام نہ مکروہ ہے اور ایک بڑے مجمع میں اس کے متعلق انہوں نے خطبہ پڑھا اور کسی نے ان کی بات کو رد نہ کیا۔ اس سے ان کی عظمت فقاہت اور قوت اجتہاد ظاہر ہے بلکہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اجتہاد کے اعلیٰ مرتبے پر پہنچے ہوئے تھے کیونکہ انہوں نے اس خطبے میں مخالفین کو بہت تاکید کی کہ مناظرہ کرلیں۔ مگر سب نے سکوت کیا اور کوئی شخص مجمع میں یا تنہائی میں ان سے مناظرہ کی جرأت نہ کرسکا۔ اگر کوئی کہے کہ لوگوں نے اس وجہ سے سکوت کیا کہ حضرت معاویہؓ اس وقت خلیفہ تھے لہٰذا لوگوں کو خوف ہوا کہ وہ سختی کریں گے، تو ہم جواب دیں گے کہ ایسا گمان اس شخص کی طرف نہیں ہوسکتا جس کو آنحضرتؐ نے فرمایا ہو کہ: "میری امت میں سب سے زیادہ حلیم ہے۔"

پس جس شخص کی صفت حلم اس درجے پر ہو، اس سے کسی مسئلہ دینیہ میں کلام کرتے ہوئے کسی کو کیا خوف ہوسکتا ہے؟ خصوصاً ایسی حالت میں کہ خود انہوں نے مناظرہ کی خواہش کی ہو۔ یہ بھی معلوم ہو کہ انہوں نے اسی حالت میں کہ جب خلیفہ تھے، ایک نہایت شنیع حرکت پر تحمل کیا۔ ایک شخص نے ان کے منہ پر تھوک دیا انہوں نے پونچھ ڈالا اور کہا کہ ایک پاک چیز دوسری پاک چیز پر پڑ گئی تو کیا حرج ہوا؟ پس جب وہ کسی مسئلہ علمیہ میں کسی سے مباحثہ کرتے تو ان سے کیا خوف ہوسکتا تھا لہٰذا معلوم ہوا کہ ان لوگوں کا سکوت صرف اس وجہ سے تھا کہ لوگ جانتے تھے کہ وہ فقیہ ہیں مجتہد ہیں کوئی شخص ان سے مقابلہ نہیں کرسکتا۔

ابن اسحاق کہتے تھے مجھ سے یحییٰ ابن عباد بن عبداللہ بن زبیر نے اپنے والد سے نقل کر کے بیان کیا کہ وہ کہتے تھے۔ حضرت معاویہؓ نے حج کیا تو ہم لوگ بھی حج میں ان کے ساتھ تھے جب وہ طواف کر چکے تو انہوں نے ''مقام ابراہیم'' میں دو رکعت نماز پڑھی پھر کوہِ صفا کی طرف جاتے ہوئے زم زم پر پہنچے تو کہا اے لڑکے ایک ڈول میرے لئے بھر و چنانچہ لڑکے نے ڈول بھر کر ان کو پانی دیا تو انہوں نے پیا اور کچھ اپنے سر پر اور منہ پر ڈالا اور کہا کہ زم زم کا پانی شفا ہے اور جس مقصد کے لئے پیا جائے وہی حاصل ہوتا ہے۔

(یعنی اگر غذا کی نیت سے پیا جائے تو غذا کا کام دیتا ہے، پیاس بجھانے کیلئے پیا جائے تو پانی کا کام دیتا ہے، اسہال کیلئے پیا جائے تو دست لاتا ہے، قبض کے لئے پیا جائے تو قبض کر دیتا ہے) پس دیکھو عبداللہ بن زبیرؓ نے باوجود اپنے وفورِ علم اور پیشوائی کے حضرت معاویہؓ کے افعال سے استناد کیا اور ان کے اقوال کی پیروی کی اور ان کی روایت کی۔ اسی طرح تم صحابہ کرامؓ کو دیکھو گے کہ وہ حضرت معاویہؓ کے علم واجتہاد پر متفق ہیں کوئی اختلاف نہیں کرتا۔ (88)

عن معمر قال: سمعت هما ما عن ابن عباسؓ قال: "مارأيت أحدا أحق بالملك من معاوية۔"

عن همام قال: سمعت ابن عباس يقول: "مارأيت رجلا كان أخلق بالملك من معاوية۔"

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ: ''میں نے سیدنا معاویہؓ سے بڑھ کر کسی کو بادشاہت کے لائق نہیں دیکھا۔''

حضرت ابن عباسؓ نے سیدنا معاویہؓ کے متعلق فرمایا کہ:

''بادشاہی کی قابلیت معاویہؓ سے بہتر میں نے کسی میں نہیں دیکھی۔'' (89)

اس روایت کو ''بخاریؒ'' نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے اور اسی کے موافق میں وہ روایت کہ حضرت عمر فاروقؓ جب ''ملک شام'' تشریف لے گئے اور حضرت معاویہؓ کو اور ان کے لشکر کی کثرت اور جاہ وجلال کو ملاحظہ فرمایا تو بہت خوش ہوئے اور فرمایا یہ عرب کے نوشیرواں ہیں یعنی باعتبار اپنی عظمت اور جاہ وجلال کے۔

حضرت عمرؓ کی اس شہادت کو جو نہایت رضامندی اور خوشی کے ساتھ انہوں نے دی غور سے دیکھو اور نیز حضرت ابن عباسؓ کی شہادت کو باوجود یہ کہ وہ حضرت علیؓ کے گروہ سے تھے اور ان کے ساتھ ہو کر حضرت معاویہؓ سے لڑے تھے پھر بھی حضرت ابن عباسؓ نے ان کی برائی نہ کی۔ بلکہ ان کی بہت تعریف کی اور کہا کہ وہ فقیہ ہیں مجتہد ہیں۔ اس سے تم کو یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ صحابہ کرامؓ گو باہم لڑے اور جھگڑے، مگر پھر بھی ان میں باہم محبت تھی۔ اس سے مخالفین کی سخن سازی بالکل غارت ہوگئی، خود حضرت علیؓ کا قول ہے کہ: معاویہؓ کی طرف کے مقتول جنت میں جائیں گے اور نیز یہ قول بھی ہے کہ ہمارے بھائیوں نے ہم پر بغاوت کی اور نیز انہوں نے حضرت

یعنی ہم ان کے سینوں سے کینہ نکال دیں گے اور وہ (جنت میں) ایک دوسرے کے بھائی بن کر آمنے سامنے بیٹھیں گے۔'' (90)

عن ابن عمرؓ قال: "مارأیت احدًا بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أسود من معاویۃؓ۔"

عن ابن عمرؓ قال: "مارأیت کان أسود من معاویۃؓ بن أبی سفیانؓ۔" قال: قلت: ولا عمرؓ؟

قال: کان عمرؓ خیرًا من معاویۃؓ۔ وکان معاویۃؓ أسود منہ۔"

عن ابن عمرؓ، قال:" مارأیت احدًا بعد رسولؐ اللہ ﷺ اسود من معاویۃؓ۔"

فقیل لہ: ھو اسود من أبی بکرؓ؟ قال:

"کان أبوبکرؓ خیرًا منہ، وھو أسود من أبی بکرؓ۔" قیل: فعمرؓ؟

قال: "کان عمرؓ خیرًا منہ، وھو أسود من عمرؓ۔" قیل فعثمانؓ؟ قال:

"کان عثمانؓ خیرًا منہ وھو أسود من عثمانؓ۔"

حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا:

''میں نے رسولؐ خدا کے بعد کسی کو حضرت معاویہؓ سے زیادہ سرداری کے لئے موزوں نہیں دیکھا۔''

حضرت ابن عمرؓ جیسے امام جلیل کی یہ شہادت ظاہر کر رہی ہے کہ حضرت معاویہؓ سرداری کے انتہائی درجے پر پہنچے ہوئے تھے۔ کیونکہ سرداری جن باتوں پر موقوف ہے یعنی حلم وعلم وکرم یہ سب اوصاف حضرت معاویہؓ میں بدرجہ کمال موجود تھے۔ (91)

قال سعد بن أبی وقاص رضی اللہ عنہ:

"مارأیت أحدًا بعد عثمانؓ أقضی بحق من صاحب ھذا الباب، "یعنی معاویۃؓ۔"

''کہ میں نے حضرت عثمانؓ کے بعد کسی کو معاویہؓ سے بڑھ کر حق کا فیصلہ کرنے والا نہیں پایا۔''

حضرت عثمانؓ اپنے عدالتی فیصلوں میں کس مقامِ عظمت پر تھے یہ بات اپنی جگہ ہے لیکن ان کے بعد اس میں سب سے زیادہ سبقت کون لے گئے اس پر عشرہ مبشرہ کے عظیم فرد حضرت سعدؓ کی شہادت اپنی جگہ ایک عظیم عصری شہادت ہے۔

حافظ ابن تیمیہؒ بھی لکھتے ہیں:

''آپؓ تالیف قلب عدل وانصاف اور حقوق کی ادائیگی میں بے حد محتاط تھے۔ ہر وقت اس کا خیال رکھتے تھے کہ کسی کا کوئی حق میرے ذمہ نہ رہ جائے۔'' (92)

لوگوں نے چی میگوئیاں کیں، سیدنا عمیرؓ نے انہیں سختی سے ڈانٹا اور فرمایا:

"لاتذکروا معاویة اِلا بخیرفاِنی سمعت رسول اللہ ﷺ:"اللھم اھد بہ۔"

معاویہؓ کا صرف بھلائی کے ساتھ ذکر کرو کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے متعلق یہ دعا دیتے سنا ہے کہ "اے اللہ! اس کے ذریعہ ہدایت عطا فرما۔" (93)

عن أبی الدرداءؓ قال:

"مارأیت أحد بعد رسول اللہ ﷺ أشبہ صلاة برسول اللہ ﷺ من امیرکم ھذا یعنی معاویةؓ"

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کہتے تھے:

"میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو نہیں دیکھا کہ اس کی نماز آپ ﷺ کی نماز سے زیادہ مشابہ ہو، سوائے تمہارے اس سردار یعنی حضرت معاویہؓ کے۔"

پس اس جلیل القدر صحابیؓ نے حضرت معاویہؓ کی جو یہ منقبت بیان کی ہے اس کو غور سے دیکھو اس سے حضرت معاویہؓ کی فقاہت اور احتیاط اور کوشش اتباع نبویؐ میں خصوصاً دربار نماز جو افضل عبادات بدنیہ ہے ظاہر ہے۔

کعب احبارؓ سے روایت ہے:

"لن یملك احد من ھذہ الامة ما ملك معاویةؓ۔"

"یعنی جس طرح سیدنا معاویہؓ نے حکمرانی کی ہے اس درجہ میں اس امت میں کسی نے حکمرانی نہیں کی ہوگی۔ یعنی سلیقہ حکمرانی میں ممتاز حیثیت رکھتے تھے۔" (94)

عن قبیصة بن جابر قال:"لَم أرأحدًا أعظم حلمًا من معاویة۔"

عن قبیصة بن جابر قال:"صحبت معاویة فمارأیت أحد أنبل حلمًا و لاأبعد أناةمنہ۔"

عن قبیصة بن جابرقال:

"مارأیت رجلًا اعظم حلمًا، ولا أكثرسوددًا، ولاألین فخرجًا فی أمرمن معاویة۔"

عن الشعبی قال: سمعت قبیصة بن جابر قال:

"وصحبت معاویة بن أبی سفیان، فمارأیت رجلًا اثقل حلمًا، ولاأبطأ جھلا، ولاأبعد أناة منہ۔"

حضرت قبیصہ بن جابرؓ کا قول ہے:

"میں نے کوئی آدمی ایسا نہیں دیکھا جو حضرت معاویہؓ سے بڑھ کر بردبار، ان سے بڑھ کر سیادت کے لائق، ان سے زیادہ باوقار، ان سے زیادہ نرم دل اور نیکی کے معاملے میں ان سے زیادہ کشادہ دست ہو۔"

"میں معاویہؓ سے زیادہ حوصلہ مند، جہالت سے بہت دور، بڑا باوقار اور بردبار اور کوئی نہیں دیکھا۔" (95)

ان روایات سے بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے کہ صحابہ کرامؓ آپؓ کے متعلق کیا رائے رکھتے تھے؟ اور ان کی نگاہ میں آپؓ کا مرتبہ کیا تھا؟

سیدنا معاویہؓ جلیل القدر صحابی ہیں اور تابعین جنہیں خود صحابہ کرامؓ کی برکت سے تابعیت کا شرف حاصل ہوا ہے ایک صحابی کے بارے میں اگر چہ ان کی رائے زیادہ وزن اور اہمیت کی حامل نہیں معلوم ہوتی تاہم اُمت کی تاریخ صحابہؓ کی عظمت کے تسلسل کو واضح کرنے کے لیے تابعین کے اقوال پیش کیے جارہے ہیں کہ امت عظمتِ صحابہؓ کے عقیدے پر عہدِ صحابہؓ ہی سے کاربند رہی ہے اور اس کا تسلسل آج تک جاری و ساری ہے۔

سیدنا معاویہؓ کی خلافت کی حقانیت اور صداقت کے متعلق امام اوزاعیؒ کا ایک تجزیہ اور تبصرہ پیش خدمت ہے۔

کہ صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت نے سیدنا معاویہؓ کی خلافت کو پایا۔ ان میں اسامہؓ، جابرؓ، ابن عمرؓ، زید بن ثابتؓ، سلمہ بن مخلدؓ، ابوسعید رافع بن حدیج ابو امامہؓ اور ان مذکور افراد سے بھی بہت زیادہ صحابہ کرامؓ موجود تھے۔

یہ لوگ اپنے دور میں ہدایت کی چراغ اور علم کے ظروف تھے۔ اللہ کی کتاب کی تنزیل کے وقت حاضر تھے اور دین اسلام کے متعلق ایسی پہچان اور معرفت رکھتے تھے جو دوسروں کو حاصل نہیں اور قرآن مجید کے معانی و مفاہیم انہوں نے نبی اقدس ﷺ سے براہ راست حاصل کیے۔ اور احسان کے ساتھ تابعداری کرنے والے تابعین میں سے بہت سی جماعت اس دور میں تھی ان میں سے مسور بن مخرمہؒ، عبدالرحمٰن بن الاسودؒ، سعید بن المسیبؒ، عبداللہ بن محریزؒ اور دیگر اکابر ہیں۔

امت محمد ﷺ کی اس جماعت میں سے (اس وقت) کسی نے بھی سیدنا معاویہؓ کی اطاعت وفرمانبرداری سے ہاتھ نہیں کھینچا اور جماعتی وحدت سے جدا نہیں ہوئے۔

امام اوزاعیؒ کے اس بیان سے واضح ہوا کہ امت کے اکابر صحابہ کرامؓ اور تابعین (جو اس دور کے قریب تر ہیں) کے نزدیک سیدنا معاویہؓ کی خلافت صحیحہ تھی اور آپؓ برحق خلیفہ و امیر تھے یعنی ان کی جابرانہ اور ظالمانہ حکومت نہیں تھی۔ اور نہ ہی وہ از خود متغلب خلیفہ بنے ہوئے تھے۔

ورنہ اس دور کے مذکور اکابر حضرات سیدنا معاویہؓ کی خلافت کو تسلیم نہ کرتے اور ان کے خلاف اٹھ کھڑے ہوتے۔

عن الأعمش، عن مجاهدؒ قال: "لو رأيتم معاوية لَقُلْتُمْ هذا المهدى۔"

اعمشؒ نقل کرتے ہیں کہ مجاہدؒ فرماتے تھے کہ:

"اگر تم معاویہؓ کے دور پالیتے تو کہتے کہ مہدی تو یہ ہے۔"

ابو اسحٰق السبیعیؒ فرمایا کرتے تھے:

"اگر تم معاویہؓ کو دیکھتے یا ان کا زمانہ پالیتے تو (عدل و انصاف کی وجہ سے) تم ان کو مہدی کہتے۔" (96)

تذکرہ ہوا تو الاعمشؒ نے فرمایا کہ:

''کیف لو ادرکتم معاویةؓ؟ قال: لا واللہ بل فی عدلہ۔''

''مطلب یہ ہے کہ تم کیا شان عمل دیکھتے ہوں اگر تم معاویہؓ کا دور پاتے؟

سامعین نے کہا ان کی بردباری کے متعلق۔

فرمایا: نہیں بردباری تو ہے ان کے عدل وانصاف کی بھی ایک عجیب شان تھی۔''

یعنی سیدنا معاویہؓ عمر بن عبدالعزیزؒ سے حلم میں نہیں بلکہ خدا کی قسم عدل وانصاف میں بھی فائق تھے۔

مفسر قرآن حضرت مجاہد تابعیؒ (100ھ) فرماتے ہیں۔

''جس طرح مہدی دنیا کے حکمرانوں کو ایک سلطنت عادلہ میں لے آئیں گے حضرت معاویہؓ نے بھی اپنے حسنِ تدبیر سے مسلمانوں کی دو سلطنتوں کو پھر سے ایک کر دیا۔ اگر تم معاویہؓ کو دیکھ لیتے تو کہتے مہدی یہی ہے۔''

تابعین کرامؒ میں آپؓ کی حیثیت کیا تھی؟ اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے دورِ خلافت میں کبھی کسی کو کوڑوں سے نہیں مارا، مگر ایک شخص جس نے حضرت معاویہؓ پر زبان درازی کی تھی، اس کے متعلق انہوں نے حکم دیا کہ اسے کوڑے لگائے جائیں۔

جناب عبداللہ بن مبارکؒ کبار علماء امت میں شمار ہوتے ہیں اور ان کی جلالت شان اور ثقاہت جمہور علماء میں تسلیم شدہ ہے۔ ان سے بعض اوقات سیدنا معاویہؓ کے مقام ومرتبہ کے متعلق سوال کیا گیا کہ:۔

آپ سیدنا معاویہؓ کے حق میں کیا کہتے ہیں؟ انہوں فرمایا کہ:۔

قال عبداللہ بن مبارکؒ عن محمد بن مسلم عن ابراھیم بن میسرة قال:

''مارأیت عمر بن عبدالعزیز ضرب انسانا قط، اِلا انسانا شتم معاویة، فانه ضربه اسواطاً۔'' (97)

علامہ التابعین علامہ شعبیؒ (۱۰۳ھ) فرماتے ہیں۔

''عرب کے ہوشیار تیز مغز آدمی چار (۴) رہے۔

۱۔ معاویہ بن ابی سفیانؓ حلم اور برداشت میں۔ ۲۔ عمرو بن العاصؓ مشکل افتادہ حالات میں۔

۳۔ مغیرہ بن شعبہؓ حاضر جوابی میں اور خود تیاری میں۔ ۴۔ زیاد ہر چھوٹے بڑے کام آنے میں۔

حلم اور برداشت انسان کی متوازن زندگی اور پختہ سیرت کا پتہ دینے والی صفات ہیں۔ آپؓ اس اعتدال مزاج کے باعث کبھی لڑنے کو پسند نہ کرتے۔ آپؓ اختلاف کو بات چیت اور تدبیر امور سے حل کرنے کے حامی تھے۔ (98)

سوال کے جواب میں انہوں نے فرمایا کہ:

قال ابن وهب عن مالك عن الزهري قال: سألت سعيد بن المسيبؒ عن أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال لي: اسمع يا زهري، من مات محبًا لابي بكرؓ وعمرؓ وعثمانؓ وعليؓ، وشهد للعشرة بالجنة، ويرحم على معاويةؓ، وكان حقًا على الله ان لا ينا قشه الحساب۔

ابن وھبؒ نے امام مالکؒ سے بحوالہ زھری سے بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت سعید بن المسیبؒ سے صحابہ کرامؓ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا:

"جو شخص حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمانؓ ذی النورین، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا محب ہونے کی حالت میں وفات پائے گا اور عشرہ مبشرہ کے جنتی ہونے کی گواہی دے گا اور حضرت معاویہؓ کے حق میں رحمہ اللہ کہے گا تو یقیناً اللہ تعالیٰ اس کا حساب سختی سے نہیں لے گا۔"

وقال محمد بن يحيىٰ بن سعيد: سئل ابن المبارك عن معاوية فقال: "ماقول في رجل قال رسول الله ﷺ سمع الله لمن حمده، فقال خلفه: ربنالك الحمد

محمد بن یحیٰ بن سعید نے بیان کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن المبارک سے حضرت معاویہؓ کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپؒ نے فرمایا: میں اس شخص کے بارے میں کیا کہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "سمع الله لمن حمده" کہا تو آپؐ کے خلف نے "ربنا لك الحمد" کہا۔"

وقال سعيد بن يعقوب الطالقاني: سمعت عبدالله بن المبارك يقول:

"تراب في أنف معاويةؓ، في منخري معاويةؓ مع رسول الله ﷺ خير و أفضل من عمر بن عبدالعزيز۔"

سعید بن یعقوب طالقانی نے بیان کیا ہے کہ میں نے عبداللہ بن مبارکؒ کو بیان کرتے ہوئے سنا ہے۔

"کہ حضرت معاویہؓ کے ناک کی مٹی حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے افضل ہے۔"

اور باعتبار بعض روایات یہ جواب اس طرح مذکور ہے کہ:

"فقال والله للغبار الذي دخل انف فرس معاوية مع رسول الله ﷺ خير من مائة واحد مثل عمر بن عبد العزيزؒ۔"

يريد بذالك ان شرف الصحبة والروية لرسول الله ﷺ وحلول نظره الكريم لايعادله عمل

کی غبار عمر بن عبدالعزیزؒ جیسے صد افراد سے بہتر اور افضل ہے۔''

عبداللہ بن مبارکؒ کا مطلب یہ ہے کہ جناب نبی اقدس ﷺ کا شرف صحبت، آنجناب ﷺ کا دیدار مبارک اور آنحضرت ﷺ کی جانب سے نظر شفقت کا حصول یہ ایسی چیزیں ہیں جن کا کوئی عدیل نہیں اور ان کے موازی اور متساوی کوئی شرف نہیں۔

پھر عبداللہ بن المبارکؒ سے پوچھا گیا کہ حضرت معاویہؓ اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ میں سے کون افضل ہے آپؒ نے فرمایا کہ: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں جو حضرت معاویہؓ کے نتھنوں میں مٹی اور خاک پڑی تھی وہ بھی حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے بہتر اور افضل ہے۔''

قال محمد بن عبدالله بن عمار: سمعت المعافى بن عمران ويسأله أيما أفضل معاويةؓ او عمر بن عبدالعزيزؒ؟ فغضب وقال:" اتجعل رجلا من اصحاب محمد ﷺ مثل رجل من التابعين؟ " وقال :"معاويةؓ صاحبه، وصهره ،و كاتبه، وأمينه على وحى الله عزوجل، قدقال رسول الله ﷺ: "دعوالى أصحابى وأصهارى، فمن سبّهم فعليه لعنة الله والملائكة والناس أجمعين۔"

و كذاقال الفضل بن عتيبه ۔

محمد بن عبداللہ بن عمارؒ نے بیان کیا ہے کہ ابن ابی عمران سے پوچھا گیا کہ:

''حضرت معاویہؓ افضل ہیں یا عمر بن عبدالعزیزؒ افضل ہیں؟'' تو انہوں نے غصہ ہو کر پوچھنے والے سے فرمایا:

''کیا ایک صحابی رسول ﷺ کو ایک تابعی کے برابر یا اس سے افضل سمجھتے ہو؟'' فرمایا:

''حضرت معاویہؓ آپ ﷺ کے صحابی ہونے کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کے رشتہ دار، کاتب رسول اور وحی الٰہی کے امین تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے میرے صحابہ اور میرے رشتہ داروں کو میرے لئے چھوڑ دو، جو شخص ان کو برا بھلا کہے گا اس پر اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو گی۔''

اور یہی بات ابن عتبہ نے بیان کی۔

اور ابو توبہ الربیع نافع حلبیؒ نے بیان کیا ہے کہ:

''حضرت معاویہؓ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کے لئے پردہ ہیں تو جب کوئی شخص پردے کو ہٹاتا ہے تو جو کچھ پردے کے اندر ہے اس پر اپنی جرأت کا اظہار کرتا ہے۔''

وقال المیمونی قال لی احمد بن حنبلؒ: یاأبا الحسن

"اذرأیت رجلا یذکر احداً من اصحاب رسول اللہ ﷺ بسوء فاتّھمه علی الاسلام۔"

وقال بعض اسلف:

"ومن أبعض معاویة تسحبه الزبانیه، الی جھنم الحامیة، یرمی به فی الحامیة الھاویة۔"

اور المیمونی نے بیان کیا ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ نے مجھے کہا:

''اے ابوالحسن! جب آپ کسی شخص کو دیکھیں کہ وہ صحابی رسول کی برائی بیان کرتا ہے اور بُرا بھلا کہتا ہے تو آپ اسے اسلام کے بارے میں متہم کر سکتے ہیں۔'' اور بعض اکابرؒ نے فرمایا:

''جس نے معاویہؓ سے بغض رکھا اسے جہنم کے سپاہی جہنم کی طرف گھسیٹ کر لے جائیں گے اور اسے بھڑکتی ہوئی آگ میں پھینک دیں گے۔'' (99)

علامہ ابن سیرینؒ (متوفی ۱۱۰ھ) فرماتے ہیں:

"وکان معاویة لایتھم فی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم"

''حضرت معاویہؓ پر اپنے تمام اختلافات کے باوجود کبھی کسی نے الزام نہ لگایا کہ آپ حضور ﷺ کے نام پر کوئی غلط بات کہتے ہوں۔''

جب معاویہؓ پر آپؓ کا کوئی شدید مخالف بھی یہ الزام نہ لگا سکا تو معلوم ہوا کہ آپؓ کے ایمان اور اپنی وجاہت کا کسی حلقے میں انکار نہ تھا۔ یہی وجہ ہے حضرت علیؓ بھی آپؓ کی برابر شہادت دیتے تھے۔ سیدنا علیؓ نے فرمایا: ''ایمان میں ہم دونوں ایک ہیں (الامر واحد)'' پھر یہ رائے بھی امام ابن سیرینؒ کی جو علم تعبیر کے مسلم امام ہیں، علم تعبیر رکھنے والا جس طرح خواب کے ہر پہلو پر باریک نظر رکھتا ہے وہ دوسروں کے خیالات سے بھی ان کی حقیقت جان لیتا ہے خواب وخیال ایک رُخ سے چلتے ہیں، اور علم تعبیر والے ان کی راہیں پہچانتے ہیں۔

امام ابن سیرینؒ نے درست کہا ہے کہ حضرت معاویہؓ پر روایت حدیث میں کبھی کوئی شک نہیں کیا جا سکتا۔ آپؓ روایت حدیث میں حضورؐ کے نام پر کوئی غلط بات کہنے والے ہوتے تو سیدنا حسنؓ اور سیدنا حسینؓ کبھی ولایتِ امور عامۃ المسلمین ان کے سپرد نہ کرتے۔ (100)

ایک مرتبہ ان سے پوچھا گیا کہ بردبار کون ہے؟ آپؒ (احنف بن قیسؒ) یا معاویہؓ؟

آپؒ (احنف بن قیسؒ) نے فرمایا:

بخدا میں نے تم سے بڑا جاہل کوئی نہیں دیکھا۔ (حضرت معاویہؓ) قدرت رکھتے ہوئے حلم اور بردباری سے کام لیتے ہیں اور میں قدرت نہ رکھتے ہوئے بردباری کرتا ہوں، لہٰذا میں ان سے کیسے بڑھ سکتا ہوں؟ ان کے برابر کیسے ہو سکتا ہوں؟ (101)

اسی طرح حضرت سیدنا حسنؓ نے بھی ہمچوں قسم کا فرمان منقول ہے کہ:

جب باہمی صلح کے بعد آنموصوفؓ کوفہ سے واپس مدینہ طیبہ تشریف لائے تو بعض لوگوں نے بطور طعن و اعتراض کہا:

یامذل المؤمنین (اے مومنوں کو ذلت میں ڈالنے والے) تو حضرت حسنؓ نے فرمایا: کہ ایسا مت کہو! کیونکہ جناب نبی کریمؐ نے فرمایا ہے کہ ایام ولیالی (دن رات) نہیں گزریں گے یہاں تک کہ معاویہؓ حکمران ہوں گے۔

"یقولؐ لاتذھب الایام واللیالی حتی یملك معاویة۔"

مقصد یہ ہے کہ حضرت معاویہؓ کا امیر و حکمران ہونا ان حضرات کے نزدیک برا نہیں تھا، بلکہ بطور اعتراف حقیقت یہ امارت و حکومت درست ہے اور قابل اعتراض نہیں۔ (102)

ابوالشکور السالمیؒ (المتوفی سن ۴۶۵ ہجری):

علامہ ابوالشکور السالمیؒ ''علم عقائد'' کے قدیم فاضل ہیں اور اپنی مشہور تصنیف ''کتاب التمھید'' میں سیدنا معاویہؓ کے مقام و مرتبہ کی توضیح فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

سیدنا معاویہؓ دین و شریعت کے عالم تھے۔ ان میں فسق نہیں پایا گیا بلکہ ان میں کامل دیانت تھی اور اگر بالفرض سیدنا معاویہؓ متدین نہ ہوتے تو ان کے ساتھ (سیدنا علیؓ اور سیدنا حسنؓ کی) صلح صحیح اور جائز نہ ہوتی۔

رئیس المشائخ حضرت عبدالقادر جیلانیؒ کا بیان (المتوفی سن ۵۶۰ ہجری):

حضرت عبدالقادر جیلانیؒ ''غنیۃ الطالبین'' میں اہل السنۃ کے عقائد بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''اما خلافة معاویةؓ بن ابی سفیانؓ فثابتةصحیحة بعد موت علیؓ و بعد خلع الحسنؓ بن علیؓ نفسه عن الخلافة و تسلیمهاالی معاویةؓ۔''

''سیدنا علیؓ کے انتقال کے بعد اور سیدنا حسنؓ کی خلافت سے دست برداری اور امر خلافت سیدنا معاویہؓ کے سپرد کرنے کے بعد سیدنا معاویہؓ کی خلافت برحق ثابت اور صحیح ہے۔'' (103)

جید علمائے حدیث میں ملا علی قاریؒ مشہور و مصنف ہیں۔ شرح مشکوٰۃ شریف جو ''مرقاہ المفاتیح'' کے نام سے موسوم ہے اس میں حضرت معاویہؓ کو بیان کرتے ہوئے آنموصوفؒ فرماتے ہیں کہ:

''واما معاویة رضی الله عنه فهومن عدول الفضلاء والصحابه الاخیار۔''

یعنی حضرت معاویہؓ عادل اور صاحبِ فضیلت صحابہ کرامؓ میں سے ہیں اور ان کا شمار اخیار صحابہؓ میں ہوتا ہے۔ (104)

حضرت علامہ شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں:

''جاننا چاہیئے کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور زمرہ صحابہؓ میں بڑے صاحبِ فضیلت تھے تم کبھی ان کے حق میں بدگمانی نہ کرنا اور نہ ان کی بدگوئی میں مبتلا ہونا ورنہ تم حرام کے مرتکب ہو گے۔'' (105)

سیدنا معاویہؓ کی شخصیت ایسی ہے کہ جس کی تعریف وتحسین نہ صرف اپنوں نے کی بلکہ دوسرے بھی ان کی تعریف میں رطب اللسان رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، سیدنا عمر بن خطاب، سیدنا عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمرؓ، سیدنا علی کرم اللہ وجہہ، سیدنا سعد بن ابی وقاص بمع دیگر صحابہ کرامؓ اور مختلف تابعین کرامؒ کے اقوال آپؓ کی جلالت قدر اور آپ کی عالی مقام کے بارے میں گذشتہ صفحات گزر چکے ہیں۔

اب چند مشہور مستشرقین کی آراء نقل کی جارہی ہے تاکہ آپؓ کے بارے میں غیر مسلم مستشرقین کی آراء سے بھی قارئین آگاہ ہوسکیں۔

۱۔ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا: آپؓ کے بارے میں لکھتا ہے:

آپؓ ایک پیدائشی حکمران تھے۔ اس لئے شام انتظامی نقطہ نظر سے تمام اسلامی مملکت میں ایک مثالی صوبہ کی حیثیت رکھتا تھا۔ آپؓ شامیوں کے دلوں پر حکومت کرتے تھے۔ آپؓ نے طاقت سے نہیں بلکہ نرمی، بردباری اور خداداد ذہانت سے فرماں روائی کی۔

۲۔ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام: آپؓ کے بارے میں لکھتا ہے:

بحیثیت سیکریٹری آپؓ نے رسولؐ کی بہترین خدمات سرانجام دیں۔ یہیں آپؓ نے اسلام کی نئی حکومت میں کام کرنا سیکھا۔ فتح شام میں آپؓ کو بھی یزید بن ابی سفیانؓ کے ساتھ بحیثیت نائب سالار بھیجا گیا۔ جہاں آپؓ نے اپنی حیرت انگیز سرگرمیوں اور کارکردگیوں کا مظاہرہ کیا اور قیساریہ وغیرہ کی فتح سے اپنے آپ کو ممتاز بنالیا۔

حلم کی جتنی خوبیاں ہیں وہ سیدنا معاویہؓ میں موجود تھیں۔ آپؓ کا حلم ضرب المثل تھا۔ مغرور ترین دشمن کو بھی مسکراہٹ سے غیر مسلح کردیتے تھے۔ سیدنا معاویہؓ میں حلم کے ساتھ اعلیٰ درجے کی سیاست، زیرکی، قوت فیصلہ اور فصیح اللسان خطابت وغیرہ کی تمام خوبیاں بدرجہ اتم موجود تھیں۔ آپؓ کا شمار اپنے وقت کے پانچ بہترین خطیبوں میں ہوتا تھا۔

۳۔ کولمبیا انسائیکلوپیڈیا:

سیدنا معاویہؓ جو دولت بنوامیہ کے بانی ہیں، اسلام کے عظیم ترین مدبروں میں سے تھے۔ پیغمبر اسلام ﷺ کے سیکریٹری (کاتب) تھے۔ سیدنا ابوبکر صدیقؓ کے دور میں ایک نمایاں جرنیل بن گئے۔ معاویہؓ کی پالیسی ہمیشہ بردبارانہ رہی اور روشن دماغی سے امور مملکت سرانجام دیتے رہے۔ آپؓ نے اسلامی مملکت کو پھر نمایاں طور پر یکجہتی بخشی۔

سیدنا معاویہؓ ایک اعلیٰ قسم کے فوجی منتظم تھے۔ آپؓ کے جرنیلوں نے مملکتِ اسلامیہ کو وسعت عظمیٰ سے ہمکنار کیا آپؓ کا شمار عرب کے مشہور چار زیرکوں میں ہوتا ہے۔

۵۔ بروکلمن:

دونوں بھائیوں (سیدنا یزیدؓ اور سیدنا معاویہؓ) نے عہدِ صدیقی اور عہدِ فاروقی دور میں اپنے زریں کارناموں کی بدولت ایک امتیازی مقام حاصل کر لیا تھا۔ سیدنا معاویہؓ نے اسلامی مملکت اور نظام حکومت کو ایک بار پھر فاروقی بنیادوں پر استوار کیا جو خانہ جنگیوں سے درہم برہم ہو چکا تھا۔

۶۔ سائیکس:

سیدنا معاویہؓ قابل ترین اور مضبوط سیاست کے مالک اور عرب کے سربراہوں میں سے تھے۔ آپؓ نے ابتدائی مہمات میں امتیاز حاصل کر لیا تھا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے آپؓ کو ملکِ شام کا گورنر بنا دیا۔

سیدنا معاویہؓ کا شمار صف اول کے اسلامی خلفاء میں ہوتا ہے۔

۷۔ نکلسن:۔ آپؓ کے بارے میں لکھتے ہیں:

سیدنا معاویہؓ ایک اعلیٰ درجہ کے سیاست دان اور زمانہ شناس تھے۔ زشلو کی طرح انسانی طبائع شناس تھے۔ جس کی وجہ سے تمام اعتدال پسند مخالفین کو اپنے ساتھ ملانے میں کامیاب و کامران ہو گئے۔

۸۔ سر ولیم میور:۔ سیدنا معاویہؓ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

معاویہؓ ایک اعلیٰ درجہ کے سپہ سالار تھے، شامی مہم میں یزید بن ابی سفیانؓ کی فوج کے علم بردار تھے۔ یزیدؓ نے اپنے بھائی معاویہؓ سے مل کر صیداء، عرقہ، جبیل اور بیروت فتح کیے۔

معاویہؓ میں سیاسی حس اپنے سے قبل کے تمام خلفاء سے تقریباً زیادہ ہیں۔ بڑی خوبی، حلم و بردباری تھی۔

سیدنا معاویہؓ کے بارے میں مستشرقین کی آراء جن کو نہایت اختصار سے ہم نے بیان کیا۔ یہ بات اہلِ علم سے ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ سیدنا معاویہؓ رسول اللہ کے ایک مظلوم ترین صحابی ہیں۔ جن کے بہترین اعمال پر تعصب اور تفرق کے پردے نہ صرف بیگانوں نے بلکہ اپنوں نے بھی ڈال رکھے ہیں۔ اور ان کی بے مثال فراست، انتظامی صلاحیت اور ان کا بے نظیر حلم اور بردباری اور فیاضی کو نور چشمی سے یک قلم نظر انداز کیا گیا ہے۔ حالانکہ وہ دنیائے اسلام کے ایک بہترین مدبر اور نہایت اعلیٰ منتظم تھے۔ جیسا کہ ان کی زندگی کے واقعات سے عیاں ہے۔

(1)۔علامہ نسفیؒ،شرح عقائد نسفی،کراچی،قدیمی کتب خانہ،س ن،ص45

(2)۔ شیخ زکریاؒ،فضائل صحابہؓ،کراچی،دارالاشاعت،س ن،ص6

(3)۔ علامہ سیوطیؒ،مفتاح الجنۃ،بیروت،دارالجلیل،2005ء،ص34

(4)۔شیخ زکریاؒ،فضائل صحابہؓ،کراچی،دارالاشاعت،س ن،ص9

(5)۔نورعالم امینی،صحابہ رسولؐ اسلام کی نظر میں،دیوبند،ادارہ علم وادب،ستمبر2002ء،ص17

(6)۔شیخ زکریاؒ،فضائل اعمال،لاہور،کتب خانہ فیضی،س ن،صفحہ 197-196،حکایاتِ صحابہ

(7)۔مفتی محمد شفیعؒ،مقام صحابہؓ،کراچی،مکتبہ معارف القرآن،جنوری2009ء،صفحہ 7-6

(8)۔مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ،عقائدالاسلام،کراچی،زمزم پبلشرز،اکتوبر2009ء،صفحہ 167

(9)۔ڈاکٹر فاروق،منہج الاسلامی فی الجرح والتعدیل،مراکش،دار بیضاء،صفحہ 186،س ن

(10)۔القرآن،سورہ کہف/34

(11)۔القرآن،سورہ کہف/37

(12)۔محمد بن اسماعیل البخاریؒ،صحیح بخاری،قاہرہ،مطبعہ سلفیہ،س ن،صفحہ 417،جلد6،حدیث3385

(13)۔شمس الدین الذھبیؒ،سیر اعلام النبلاء،بیروت،موسسۃ الرسالۃ،1402ھ،صفحہ 470،جلد نمبر1

(14)۔امام نسائی،فضائل الصحابہؓ،مراکش،اشاعۃ دارالثقافۃ،1404ھ،1984ء،صفحہ 470،جلد نمبر1

(ii)۔ڈاکٹر فاروق حمادہ،منہج الاسلامی فی الجرح والتعدیل،مراکش،دار بیضاء،س ن،مقدمہ 8-7

(15)۔نورعالم خلیل امینی،صحابہ رسولؐ اسلام کی نظر میں،دیوبند،ادارہ علم وادب،ستمبر2002ء،صفحہ 121

(16)۔القرآن:سورہ آلِ عمران/110

(17)۔القرآن:سورہ بقرہ/143

(18)۔القرآن:سورہ انفال/74

(19)۔القرآن:سورہ فتح/29

(20)۔القرآن:سورۃ التحریم/66:8

(21)۔القرآن:سورۃ التوبۃ/100:9

(22)۔القرآن:سورۃ التوبۃ/117:9

(24)۔القرآن: سورۃ النمل/59:27،سورۃ فاطر/32:35

(25)۔القرآن:سورہ فتح/29

(26)۔ابو نعیم اصبہانیؒ،حلیۃ الاولیاء،مکتبہ اسلامیہ قاہرہ، 1351ھ،جلد نمبر 9،صفحہ 327

(27)۔القرآن:سورہ حشر/8-9

(28)۔القرآن:سورہ توبہ/88

(29)۔القرآن:سورہ حجرات 7-8

(30)۔القرآن:سورہ توبہ 20

(31)۔القرآن:سورہ بقرہ 2/13

(32)۔القرآن:سورہ بقرہ 2/137

(33)۔القرآن:سورہ بقرہ 2/5

(34)۔القرآن:سورہ الاعراف 7/157

(35)۔محمد بن اسماعیل بخاریؒ،صحیح بخاری، قاہرہ،مطبعہ سلفیہ،س ن،صفحہ 3،جلد نمبر 7

(36)۔مسلم بن حجاج قشیریؒ،صحیح مسلم،قاہرہ،مطبعہ سلفیہ،1374ھ،کتاب الفضائل،جلد 4،صفحہ 1964

(iii)۔ابوداؤدؒ،سنن ابوداؤد،حمص،ناشر محمد علی سید،1388ھ،صفحہ 44،جلد نمبر 5،کتاب السنۃ

(37)۔محمد بن اسماعیل البخاریؒ،صحیح بخاری،قاہرہ،مطبعہ سلفیہ،کتاب الفضائل،س ن،صفحہ 21،جلد نمبر 7

(ii)۔مسلم بن حجاج قشیریؒ،قاہرہ،مطبعہ سلفیہ،1374ھ،کتاب فضائل صحابہؓ،صفحہ 1967،جلد نمبر 4

(iii)۔امام ترمذیؒ،سنن ترمذی،بیروت،دار الکتب العلمیہ 1356ھ،کتاب المناقب،صفحہ 653،جلد نمبر 5

(iv)۔ابوداؤد،سنن ابی داؤد،حمص،ناشر محمد علی سید،1388ھ،کتاب السنۃ،صفحہ 45،جلد نمبر 5

(38)۔امام ترمذی،سنن ترمذی،بیروت،دار الکتب العلمیہ،1356ھ،کتاب المناقب،صفحہ 653،جلد نمبر 5

(ii)۔امام احمد بن حنبلؒ،مسند احمد،مصر،دار المعاف،1393ھ،صفحہ 87،جلد نمبر 4

(39)۔شیخ زکریاؒ،فضائل صحابہؓ،کراچی،دار الاشاعت،س ن،ص 26

(40)۔امام قرطبیؒ،الجامع احکام القرآن،بیروت،دار المعارف،سن ۱۹۷۸ء ص ۹۱ جلد ۸

(41)۔امام ترمذی،سنن ترمذی،بیروت،دار الکتب العلمیہ،1356ھ،کتاب المناقب،صفحہ 654،جلد 5

(42)۔مفتی محمد شفیعؒ،مقام صحابہؓ،دیوبند،مکتبہ الفلاح،س ن،صفحہ 57

(44)۔امام ابوداؤدؒ،سنن ابوداوٗد،حمص ،کراچی ،ناشر محمد علی سید،1388ھ،کتاب السنۃ،صفحہ 39،جلد 5

(ii)۔امام ترمذیؒ،سنن ترمذی،بیروت ،دارالکتب العلمیہ ،1356ھ،کتاب المناقب،صفحہ 606،جلدنمبر 5

(iii)۔ابن اثیر جزریؒ،جامع الاصول ،بیروت ،مکتبہ دارالبیان،1969ء،صفحہ 558،جلدنمبر 8

(45)۔محمد بن عیسیٰ ترمذی،سنن ترمذی،دارالکتب العلمیہ ،بیروت،1356ھ،فضائل صحابہ(50,57)

(46)۔شیخ زکریاؒ،فضائل صحابہؓ،کراچی،دارالاشاعت،س ن،ص 38

(47)۔مفتی محمد شفیعؒ،مقام صحابہؓ،کراچی،مکتبہ معارف القرآن،جنوری 2009ء،صفحہ 64

(48)۔ابن منظور،لسان العرب،بیروت،دارصادر،س ن،مادہ ''عدل''

(49)۔القرآن:سورہ طلاق/2

(50)۔القرآن:سورہ بقرہ/282

(51)۔قرطبیؒ،الجامع الاحکام القرآن،بیروت،دارالکتب العلمیہ ،س ن،صفحہ 22،جلدنمبر 6

(52)۔محمد بن اسماعیل البخاری،صحیح بخاری،قاہرہ،مطبعہ سلفیہ،س ن،صفحہ 251،جلدنمبر 5

(53)۔بیہقی ،السنن الکبریٰ،مکتبہ علمیہ ،انڈیا حیدرآباد،س ن،صفحہ 163،جلدنمبر 1

(54)۔ابوحامد محمد الغزالی،علم الاصول ،بیروت،داراحیاء التراث العربی،س ن،صفحہ 157،جلدنمبر 1

(ii)۔شوکانی،ارشادالفحول،بیروت،دارالکتب العلمیہ ،1365ھ،صفحہ 51

(iii)۔ابن نجار،شرح الکوکب المنیر ،مکہ مکرمہ،جامعۃ ام القریٰ،1400ھ،صفحہ 385-384،جلدنمبر 2

(iv)۔ڈاکٹر محمد مصطفیٰ اعظمی،منہج النقد عندالمحدثین ،ریاض مکتبہ اسلامیہ،1402ھ،صفحہ 25-24

(55)۔جلال الدین سیوطیؒ،تدریب الراوی،مدینہ منورہ،مکتبہ علمیہ،س ن،صفحہ 300،جلدنمبر 1

(ii)۔ڈاکٹر محمد مصطفیٰ اعظمی،منہج النقد عندالمحدثین ،ریاض،مکتبہ اسلامیہ،1402ھ،صفحہ 47-25

(56)۔امام سرخسی،اصول السرخسی ،حیدرآباد انڈیا،دائرۃ المعارف العثمانیہ،س ن،صفحہ 350،جلد 1

(57)۔ابن عابدین،ردالمختار،کوئٹہ،مکتبہ رشیدیہ،س ن،کتاب الشھادات،صفحہ 190،جلدنمبر 8

(58)۔مفتی محمد شفیعؒ،مقام صحابہؓ،کراچی،مکتبہ معارف القرآن،جنوری 2009ء،صفحہ 55

(59)۔نورعالم خلیل امینی،صحابہ رسولؐ اسلام کی نظر میں،دیوبند،ادارہ علم وادب،ستمبر 2002ء،صفحہ 181

(60)۔ابن کثیرؒ،اختصار علوم الحدیث،مصر،المکتبۃ العلمی،س ن،صفحہ 222-220

(61)۔ابن صلاح،علوم الحدیث،قاہرہ،المکتبۃ الاسلامی،1974ء،صفحہ 264

(63)۔ابن ہمام، المسائرہ فی العقائد، دیوبند، المکتبۃ العلمی، س ن، صفحہ 132

(64)۔ابن حجر عسقلانیؒ، الاصابہ فی تمیز الصحابہؓ، بیروت، دار الکتب العلمیہ، 2002ء، صفحہ 612، جلد نمبر 6

(i)۔ابن اثیر جزریؒ، اسد الغابۃ، بیروت، دار احیاء التراث العربی، 1986ء، صفحہ 322، جلد نمبر 5

(ii)۔ابن کثیرؒ، البدایہ والنھایہ، بیروت، مکتبہ المعارف، 1966ء، جلد نمبر 8، صفحہ 326

(iii)۔ابن حجر مکیؒ، تطہیر الجنان، اردو ترجمہ عبد الشکور لکھنویؒ، ملتان، مکتبہ امدادیہ، س ن، صفحہ 37

(iv)۔سید نور الحسن شاہ بخاریؒ، حضرت معاویہؓ، ملتان، دار التصنیف، 1968ء، صفحہ 4

(v)۔ضیاء الرحمٰن فاروقی صاحبؒ، سیدنا معاویہؓ، فیصل آباد، اشاعت المعارف، 2000ء، صفحہ 41

(65)۔ابن کثیرؒ، البدایہ والنھایہ، بیروت، مکتبۃ المعارف، 1966ء، صفحہ 426، جلد نمبر 8

(ii)۔ابن قانع بغدادی، معجم الصحابۃ، بیروت، مکتبہ مصطفیٰ برادرز، 1986ء، صفحہ 613، جلد نمبر 9

(iii)۔محمد نافع، سیرت حضرت معاویہؓ، تخلیقات لاہور، 2000ء، صفحہ 139-137، جلد اول۔

(iv)۔پروفیسر حافظ اظہر محمود، سیرت معاویہؓ، لاہور، نشریات، 2009ء، صفحہ 181

(66)۔ابن حجر عسقلانیؒ، الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ، بیروت، دار الکتب العلمیہ، 2002ء، صفحہ 433، جلد 6

(ii)۔ابن اثیر جزریؒ، اسد الغابۃ، بیروت، دار احیاء التراث العربی، 1986ء، صفحہ 522، جلد نمبر 5

(iii)۔حکیم محمود احمد ظفر، سیدنا امیر معاویہؓ کے حالات زندگی، پشاور، کتب خانہ یوسفی، س ن، صفحہ 161-162

(67)۔پروفیسر حافظ اظہر محمود، سیرت معاویہؓ، لاہور، نشریات، 2009ء، صفحہ 218

(ii)۔ابن عبد البرؒ، الاستیعاب، بیروت، دار احیاء التراث العربی، 1998ء، صفحہ 612، جلد نمبر 3

(iii)۔ابن حجر مکیؒ، تطہیر الجنان، اردو ترجمہ مولانا عبد الشکور لکھنویؒ، ملتان، مکتبہ امدادیہ، س ن، صفحہ 36

(68)۔علامہ بلاذریؒ، فتوح البلدان، بیروت، مکتبہ اسلامیہ، س ن، ص ۱۷۷

(69)۔ابن حجر عسقلانیؒ، الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ، بیروت، دار الکتب العلمیہ، 2002، ص 190

(70)۔پروفیسر حافظ اظہر محمود، سیرت معاویہؓ، لاہور، نشریات، 2009ء، صفحہ 187

(71)۔ابن عساکرؒ، تاریخ مدینہ دمشق، بیروت، دار الفکر، 1995ء، صفحہ 140، جلد نمبر 59

(72)۔حافظ ابن کثیرؒ، البدایہ والنھایہ، بیروت، مکتبہ المعارف، 1966ء، صفحہ 125-124، جلد 8

(ii)۔ابن عبد البرؒ، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، مصر، مکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ، 1939ء، صفحہ 377، جلد 3

(iii)۔ابن عبد البرؒ، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، بیروت، دار الجلیل، س ن، صفحہ 1418، جلد نمبر 3

(ii)۔ابن حجر عسقلانیؒ، الاصابہ فی تمیز الصحابہؓ،مصر،1348ھ،مکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ،صفحہ 414،جلد نمبر 3

(74)۔علامہ ابن کثیرؒ، البدایہ والنھایہ،مصر،مطبعۃ کردستان العلمیہ ،1348ھ،صفحہ 131،جلد نمبر 8

(ii)۔محمد تقی عثمانی،حضرت معاویہؓ اور تاریخی حقائق،2005ء،کراچی،مکتبہ معارف القرآن،صفحہ 256

(iii)۔ابن عبد البرؒ،الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب،بیروت،دار الجلیل،س ن،صفحہ 1417،جلد نمبر 3

(75)۔حافظ ابن کثیرؒ،البدایہ والنھایہ،بیروت،مکتبۃ المعارف،1966ء،صفحہ 124-125،جلد نمبر 8

(ii)۔طبرانی،المعجم الکبیر،مصر،مکتبۃ العلوم دار الحکم،1985ء،صفحہ 330،جلد نمبر 5

(iii)۔مولانا محمد نافع صاحب،سیرت معاویہؓ،لاہور،تخلیقات،2000ء،صفحہ 157-166،جلد اول

(iv)۔البلاذری،انساب الاشراف،بیروت،مکتبۃ العلمیہ ،1989ء،س ن،صفحہ 147،جلد نمبر 4

(v)۔ابن عبد البر،الاستیعاب،مصر،مکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ،1939ء،صفحہ 383،جلد نمبر 3

(76)۔ابن خیاط،تاریخ خلیفہ ابن خیاط،بیروت،دار تعلیم،1397ھ،صفحہ 155،جلد نمبر 3

(ii)۔طبری،تاریخ الامم والملوک،بیروت،دار الفکر،1987ء،صفحہ 442،جلد نمبر 5

(iii)۔حافظ اظہر محمود،سیرت معاویہؓ،لاہور،نشریات،2009ء،صفحہ 201

(77)۔طبری،تاریخ الامم والملوک،بیروت،دار الفکر،1987ء،صفحہ 258،جلد نمبر 5

(ii)۔الدکتور علی محمد الصلابی،معاویۃ بن ابی سفیان،بیروت،دار المعرفۃ،2006ء،صفحہ 57

(iii)۔مولانا محمد نافع صاحب،رحماء بینھم،لاہور،تخلیقات،2001ء،صفحہ 147-148،جلد نمبر 3

(78)۔ابن الاثیر،الکامل فی التاریخ،بیروت،دار الکتاب العربی،1999ء،صفحہ 118،جلد نمبر 3

(79)۔ابن الاثیرؒ،اسد الغابۃ،بیروت،دار احیاء التراث العربی،1996ء،صفحہ 107،جلد نمبر 3

(80)۔ابن الاثیرؒ،الکامل فی التاریخ،بیروت،دار الکتاب العربی،1999ء،صفحہ 44،جلد نمبر 3

(81)۔ابن اثیر،الکامل فی التاریخ،بیروت،دار الکتاب العربی،1999ء،صفحہ 180،جلد نمبر 3

(82)۔ابن کثیرؒ،ابوالفداء عماد الدین،البدایہ والنھایہ،بیروت،مکتبۃ المعارف،1974ء،صفحہ 227،جلد 7

(ii)۔پروفیسر اظہر محمود،سیرت امیر معاویہؓ،لاہور،نشریات،2009ء،صفحہ 276

(83)۔ابن اثیرؒ،الکامل فی التاریخ،بیروت،دار الکتاب العربی،1995ء،صفحہ 193،جلد نمبر 3

(ii)۔پروفیسر حافظ اظہر محمود،سیرت معاویہؓ،لاہور،نشریات،2009ء،صفحہ 277

(ii)۔جلال الدین سیوطیؒ،تاریخ الخلفاء،مصر،مطبعۃ السعادۃ،1952ء،صفحہ 195

(iii)۔محمد اصغر مغل،اردو ترجمہ تاریخ ابن کثیرؒ،کراچی،دارالاشاعت،2004ء،صفحہ 613،جلد نمبر 4،حصہ نمبر 8

(iv)۔ابن عساکرؒ،تاریخ مدینہ دمشق،بیروت،دارالفکر،1995ء،صفحہ 152،جلد نمبر 59

(v)۔علامہ محمد ظفر اقبال صاحب،سیدنا معاویہؓ،کراچی،مکتبہ فاروقیہ،2006ء،صفحہ 266

(vi)۔محمد تقی عثمانی،حضرت معاویہؓ اور تاریخی حقائق،کراچی،مکتبہ معارف القرآن،مئی 2005ء،صفحہ 266

(vii)۔محمد نافع صاحب،سیرت حضرت امیر معاویہؓ،لاہور،تخلیقات،اگست 2000ء،صفحہ 618،جلد نمبر 1

(85)۔ابن عساکرؒ،تاریخ مدینہ دمشق،بیروت،دارالفکر،1995ء،صفحہ 165،جلد نمبر 59

(ii)۔ابن حجر عسقلانیؒ،الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ،بیروت،دارالکتب العلمیہ،2002ء،صفحہ 512،جلد نمبر 6

(iii)۔ابن عبد البرؒ،الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب،بیروت،دارالجلیل،1985ء،صفحہ 312،جلد نمبر 3

(iv)۔ابن قانع بغدادی،معجم الصحابہؓ،بیروت،مکتبہ بزاز،1992ء،صفحہ 423،جلد نمبر 9

(v)۔سید نور الحسن شاہ بخاریؒ،تذکرہ حضرت معاویہؓ،ملتان،دارالتصنیف والاشاعت،س ن،صفحہ 124

(vi)۔محمد نافع صاحب،سیرت حضرت معاویہؓ،لاہور،تخلیقات،اگست 2000ء،صفحہ 617،جلد نمبر 1

(86)۔خالد محمود،خلفائے راشدین،لاہور،محمود پبلیکیشنز اسلامک ٹرسٹ،س ن،صفحہ 467-468،جلد نمبر 2

(87)۔حافظ ابن کثیرؒ،البدایہ والنھایہ،بیروت،مکتبہ المعارف،1966ء،صفحہ 123-122،جلد نمبر 8

(ii)۔محمد اصغر مغل،اردو ترجمہ البدایہ والنھایہ،کراچی،دارالاشاعت،2004ء،جلد نمبر 4،صفحہ نمبر 602

(iii)۔ابن حجر مکیؒ،تطہیر الجنان،اردو ترجمہ عبد الشکور لکھنویؒ،ملتان،مکتبہ امدادیہ،س ن،صفحہ 44

(iv)۔محمد بن اسماعیل البخاری،صحیح بخاری،بیروت،دارالفکر،1994ء،کتاب فضائل 3765-3764

(v)۔ابن حجر عسقلانیؒ،الاصابۃ،بیروت،داراحیاء التراث العربی،1328ھ،صفحہ 433،جلد نمبر 3

(88)۔ابن حجر مکیؒ،تطہیر الجنان،اردو ترجمہ عبد الشکور لکھنویؒ،ملتان،مکتبہ امدادیہ،س ن،صفحہ 47-44

(89)۔امام ابن عساکرؒ،تاریخ مدینہ دمشق،بیروت،دارالفکر،1995ء،صفحہ 5-174،جلد 59

(90)۔ابن حجر مکیؒ،تطہیر الجنان،اردو ترجمہ عبد الشکور لکھنویؒ،ملتان،مکتبہ امدادیہ،س ن،صفحہ 52-51

(91)۔ابن عساکرؒ،تاریخ مدینہ دمشق،بیروت،دارالفکر،1995ء،صفحہ 173،جلد نمبر 59

(ii)۔ابن کثیرؒ،البدایہ والنھایہ،بیروت،مکتبۃ المعارف،1966ء،صفحہ 135،جلد نمبر 8

(iii)۔ابن حجر مکیؒ،تطہیر الجنان،اردو ترجمہ مولانا عبد الشکور لکھنویؒ،ملتان،مکتبہ امدادیہ،س ن،58-57

(ii)۔الدکتور علی محمد الصلابی، معاویہؓ بن ابی سفیانؓ، بیروت، دار المعرفۃ، 2006ء، صفحہ 177

(iii)۔ابن کثیرؒ، البدایہ والنھایہ، مصر، مطبعۃ کردستان العلمیہ، 1348ھ، صفحہ 133، جلد نمبر 8

(iv)۔جلال الدین سیوطیؒ، تاریخ الخلفاء، کراچی، مطبع نور محمد، س ن، صفحہ 156

(v)۔محمد تقی عثمانی، حضرت معاویہؓ اور تاریخی حقائق، کراچی، مکتبہ معارف القرآن، 2005ء، صفحہ 268

(vi)۔خالد محمود صاحب، خلفائے راشدین، لاہور، محمود پبلیکیشنز، اسلامک ٹرسٹ، س ن، 469، جلد دوم

(93)۔محمد بن عیسیٰ ترمذی، سنن ترمذی، بیروت، دار الکتب العلمیہ، س ن، احادیث 3843

(ii)۔ڈاکٹر سراج الاسلام حنیف صاحب، علمی جائزہ، مردان، دار القرآن والسنۃ، 2008ء، صفحہ 327

(94)۔نور الدین علی بن ابی بکر الھیثمی، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، قاہرہ، دار الریان، س ن، صفحہ 357، جلد نمبر 9

(ii)۔ابن حجر مکیؒ، تطہیر الجنان، اردو ترجمہ مولانا عبد الشکور لکھنویؒ، ملتان، مکتبہ امدادیہ، س ن، صفحہ 52

(iii)۔دکتور علی محمد صلابی، معاویہ بن سفیانؓ، بیروت، دار المعرفہ، 2006ء، صفحہ 177

(95)۔ابن عساکرؒ، تاریخ مدینہ دمشق، بیروت، دار الفکر، 1995ء، صفحہ 178، جلد نمبر 59

(ii)۔ابن کثیرؒ، البدایہ والنھایہ، مصر، مطبعۃ کردستان العلمیہ 1348ھ، صفحہ 135، جلد نمبر 8

(iii)۔جلال الدین سیوطیؒ، تاریخ الخلفاء، کراچی، مطبع نور محمد، س ن، صفحہ 156

(iv)۔محمد تقی عثمانی، حضرت معاویہؓ اور تاریخی حقائق، کراچی، مکتبہ معارف القرآن، 2005ء، صفحہ 268

(96)۔ابن عساکرؒ، تاریخ مدینہ دمشق، بیروت، دار الفکر 1995ء، صفحہ 172، جلد نمبر 59

(ii)۔ڈاکٹر علامہ خالد محمود صاحب، خلفائے راشدین، لاہور، محمود پبلیکیشنز، س ن، صفحہ 472، جلد نمبر 2

(97)۔ابن کثیرؒ، البدایہ والنھایہ، مصر، مکتبہ کردستان العلمیہ، 1348ھ، صفحہ 139، جلد نمبر 8

(ii)۔ابن عبد البرؒ، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، مصر، مکتبہ تجاریۃ الکبریٰ، 1939ء، صفحہ 383، جلد نمبر 3

(iii)۔مفتی محمد تقی عثمانی، حضرت معاویہؓ اور تاریخی حقائق، کراچی، مکتبہ معارف القرآن، 2005ء، صفحہ 281

(iv)۔ابن کثیرؒ، البدایہ والنھایہ، بیروت، مکتبۃ المعارف 1966ء، صفحہ 139، جلد نمبر 8

(98)۔ابن عساکرؒ، تاریخ مدینہ دمشق، بیروت، دار الفکر، 1995ء، صفحہ 190، جلد نمبر 59

(ii)۔ڈاکٹر علامہ خالد محمود، خلفائے راشدین، لاہور، محمود پبلیکیشنز، س ن، صفحہ 477، جلد نمبر 2

(99)۔ابن کثیرؒ، البدایہ والنھایہ، مکتبہ المعارف، بیروت، 1966ء، صفحہ 140-139، جلد نمبر 8

(ii)۔ابن عساکرؒ، تاریخ مدینہ دمشق، بیروت، دار الفکر، 1995ء، صفحہ 208-207، جلد نمبر 59

(ii)۔ابن عبدالبرؒ،الاستیعاب فی معرفۃ الصحاب،بیروت،دارالجلیل،1996ء،صفحہ 226،جلدنمبر 3

(iii)۔ڈاکٹر علامہ خالد محمود صاحب،خلفائے راشدین،لاہور،محمود پبلیکیشنز،س ن،صفحہ 477،جلددوئم

(101)۔الطبری،تاریخ الامم والملوک،قاہرہ،مطبعۃ الاستقامہ،1358ھ،صفحہ 187،جلدنمبر 6

(ii)۔محمد تقی عثمانی،حضرت معاویہؓ اور تاریخی حقائق،کراچی،مکتبہ معارف القرآن،مئی 2005ء،ص270

(102)۔ابن عساکرؒ،تاریخ مدینہ دمشق،بیروت،دارالفکر،1995ء،صفحہ 512،جلدنمبر 59

(ii)۔ابن حجرؒ،الاصابۃ فی تمیز الصحابہ،بیروت،دارالکتب العلمیہ،2002ء،صفحہ 322،جلدنمبر 6

(iii)۔ذھبیؒ،تاریخ اسلام،بیروت،دارالجلیل،1998ء،صفحہ 224،جلدنمبر 6

(iv)۔مولانا محمد نافع،سیرت حضرت معاویہؓ،لاہور،تخلیقات،2000ء،صفحہ 619،جلدنمبر 1

(103)۔الحافظ ابن کثیرؒ،البدایہ والنھایہ،بیروت،دارالریان،1988ء،صفحہ 450،جلدنمبر 11

(104)۔ملا علی قاریؒ،المرقاۃ المفاتیح،پشاور،مکتبہ حقانیہ،س ن،صفحہ 624،جلدنمبر 11،مناقب صحابہؓ

(ii)۔مولانا محمد نافع صاحب،سیرت معاویہؓ،لاہور،تخلیقات،2000ء،صفحہ 467،جلدنمبر 1

(105)۔حضرت شاہ ولی اللہؒ،ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء،

اردو ترجمہ مولانا عبدالشکورؒ،کراچی،قدیمی کتب خانہ،س ن،صفحہ 571،جلدنمبر 1،تنبیہ سوم

(106)۔حکیم محمود احمد ظفر،سیدنا معاویہؓ کے حالات زندگی،پشاور،کتب خانہ یوسفی،س ن،صفحہ 584-579

(ii)۔پروفیسر حافظ اظہر محمود،سیرت معاویہؓ،لاہور،نشریات،2009ء،صفحہ 694-690

باب چہارم

سیدنا معاویہؓ کی حکومت و سیاست

۱۔ سیاست کی تعریف

۲۔ خلافت کی تعریف

۳۔ سیدنا معاویہؓ کے اہم سیاسی اصول، سیاسی نظم و نسق

۴۔ سیدنا معاویہؓ کی خدمات

۵۔ عہد سیدنا معاویہؓ کے گورنر، مشیر کار

۶۔ محکمہ پولیس، ڈیفنس رولز، نظام قضاء

۷۔ قلعوں کی تعمیر، نئے شہروں کی تعمیر

۸۔ زراعت اور اس کے وسائل کی ترقی

۹۔ عسکری نظام، افوج

۱۰۔ خلافت سیدنا معاویہؓ

۱۱۔ سیدنا علیؓ اور سیدنا معاویہؓ

۱۲۔ صلح سیدنا معاویہؓ و سیدنا حسنؓ

۱۳۔ استلحاق زیاد

۱۴۔ یزید کی ولی عہدی

سیاست یعنی امارت ساس یسوس بروزن قال یقول سے مصدر کا صیغہ ہے۔اس باب کا مصدر سوس بروزن قول بھی آتا ہے۔سیاست اور سوس کے اساسی معنے ہیں ''اصلاح کرنا اور سنوارنا''۔

اس لغوی مفہوم کی مناسبت سے یہ دونوں ریاست وحکومت اور تدبیر مملکت کے معنوں میں بھی بکثرت استعمال ہوتے ہیں۔اس لیے حکومت اور ریاست کا مقصد بھی عوام کی حالت سنوارنا اور اصلاح کرنا ہوتا ہے۔

امام غزالیؒ (متوفی سن ۵۰۵ ہجری) نے یہ تعریف کی ہے:

''سیاست مخلوق کی اصلاح کرنا ہے اور رہنمائی کرنا ہے اس سیدھے راستے کی جانب جو دنیا اور آخرت کی نجات کا ذریعہ ہو۔''

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

''سیاست وہ تدبیر ہے جو زندگی کے وسائل اور ان کے دائرے میں افراد معاشرہ کے درمیان باہمی محبت اور اتحاد وتعاون پیدا کرتی ہو۔'' (1)

ابن منظور افریقیؒ (متوفی سن ۷۱۱ ہجری) لکھتے ہیں:

''سیاست کسی چیز کی اصلاح کے لیے کمربستہ اور کھڑے ہو جانے کو کہا جاتا ہے۔اور سیاست ایک مدبر اور قائد کا کام ہے۔سائس اس شخص کو کہا جاتا ہے جو سرداروں اور قائدین کی قوم میں سے ہو۔اور سوس کے معنے ہیں ریاست وحکومت کا نظم ونسق چلانا۔'' (2)

یعنی سیاست کے معنے مکر وفریب اور لڑانا نہیں ہے۔بلکہ اس حکمت عملی کا نام سیاست ہے جو اخوت ومحبت اور اتحاد واتفاق پیدا کرتی ہو۔سیاست دان وہ ہوتا ہے جو بہترین مدبر اور لڑانے والے کو نہیں کہا جاتا بلکہ حقیقی سیاست دان وہ ہوتا ہے جو بہترین مدبر ومنتظم ہونے کے ساتھ مصلح اور معلم اخلاق بھی ہو۔

علامہ ابن خلدونؒ (متوفی سن ۸۰۸ ہجری) لکھتے ہیں:۔

"فالسیاسة والملك هی كفالة للخلق و خلافة الله فی العباد لتنفیذ احكامه فیهم۔"

سیاست اور حکومت مخلوق کی نگہداشت اور ان کے مفاد کی کفالت وضمانت کا نام ہے۔ یہ سیاست خدا کی نیابت ہے اس کے بندوں پر اس کے احکام نافذ کرنے کے کام ہیں۔ (3)

امام راغب اصفہانیؒ (متوفی سن ۵۰۲ ہجری) نے سیاست کی تعریف میں تین ارکان سیاست کا ذکر فرمایا ہیں:

عمارۃ الارض = زمین کو آباد کرنا اور عمرانی تمدن قائم کرنا۔

تنفیذ احکام اللہ = خدا کے احکام کو نافذ کرنا۔

مکارم الشریعۃ = اخلاق فاضلہ اختیار کرنا۔ (4)

ابوالوفاء ابن عقیل بغدادیؒ (متوفی سن ۵۱۳ ہجری) لکھتے ہیں:

"السیاسة ما كان من الافعال بحیث یكون الناس معه اقرب الی الصلاح و ابعد من الفساد۔"

"سیاست ان تدابیر کا نام ہے جن کی وجہ سے لوگ اصلاح و مصلحت کے قریب ہو جائیں اور فساد و بگاڑ سے دور ہو جائیں۔" (5)

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ لکھتے ہیں:

"وهی الحكمة الباحثة عن كیفیة ربط الواقع بین اهل المدینة"

"سیاست وہ حکمت (فن وعلم) ہے جو ان تدابیر سے بحث کرتی ہے جن کے ذریعے سے شہریوں کے باہمی ربط وتعلق کی حفاظت کی جاتی ہے۔"

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سیاست وہ فن اور حکمت ہے جن کا موضوع فرائض حکومت اور ریاست کا نظم ونسق ہے اور جس کی غرض وغایت مصالح کی حفاظت کرنا اور شہریوں کے باہمی ربط وتعلق کو قاعدے اور قانون کے ذریعے کنٹرول کرنا ہے۔

سیاست کی دو قسمیں ہیں ایک سیاست جو دین اور شریعت کے اصول واحکام کی پابند ہوتی ہے اس کو سیاست دینیہ کہا جاتا ہے۔ اور دوسری وہ سیاست ہے جو دین و مذہب اور اخلاق وقیود کی پابند نہیں ہوتی۔ اس کو لادین سیاست یا سیاست جاہلیہ کہا جاتا ہے۔

عربی زبان کا لفظ سیاست انگریزی زبان کے لفظ "پالٹیکس" کا ہم معنی نہیں ہے۔ عربی کے لفظ سیاست کا مفہوم عام ہے۔ اصلاح نفس، خاندانی سیاست، تعزیری سیاست اور مطلق اصلاحی کام سب اس کے مفہوم میں شامل ہیں۔ لیکن "پالٹیکس" کا انگریزی لفظ صرف ملکی، قومی اور یونانی لفظ "پولس" سے ماخوذ ہیں جس کے معنے ہیں "شہری حکومت" یہ لفظ اپنے یونانی معنوں میں تیرھویں صدی عیسوی کے اوائل میں فرانسیسی زبان میں استعمال ہونا شروع ہوا تھا۔ اس دور میں سیاست کی تعریف اس طرح کی جاتی تھی:

"سیاست کے معنے ہیں شہری حکومت کا علم وفن۔ علم سیاست اپنے عموم کے اعتبار سے ان تمام فنون پر مشتمل ہوتا ہے جو انسانی معاشرے کے لیے اہمیت رکھتے ہیں۔"

تیرھویں صدی سے ارتقاء کرتے ہوئے لفظ "پالٹیکس" اب صرف "فن حکومت" کے لیے استعمال ہونے لگا ہے۔

"انسائیکلوپیڈیا الکبیرۃ" میں اس کی اصطلاحی تعریف یہ کی گئی ہے:

"فن حکم الدولة او دراسة المبادئ التی تقوم علیھا الحکومات والتی تحدد علاقاتھا بالمواطنین وبالدول الاخری۔" (6)

"سیاست ریاست پر حکومت کرنے کا ایک فن ہے۔ بالالفاظ دیگر یہ ان بنیادی اصول کا علم ہے جن پر حکومتیں قائم ہوتی ہیں۔ اور ان قواعد وضوابط کا علم ہے جن سے حکومت اور شہریوں کے تعلقات اور بیرونی ریاستوں کے ساتھ روابط کی حدود مقرر کی جاتی ہیں۔"

سن ۱۸۷۰ء میں کہا گیا کہ "السیاسة علم حکم الدول" یعنی سیاست ریاستوں پر حکومت کرنے کا علم ہے۔

سن ۱۹۶۲ء میں یہ تعریف کی گئی: "السیاسة فن حکم المجتمعات الانسانیة" (7)

"سیاست انسانی معاشروں پر حکومت کرنے کا فن ہے۔"

المنجد میں یہ تعریف کی گئی ہے۔

"فن الحکم وادارة الاعمال الدولة الداخلیة والخارجیة ومنھا السیاسة الداخلیة والخارجیة"

"سیاست حکومت کرنے کا فن ہے اور حکومت کا وہ ادارہ ہے جو داخلی اور خارجی سیاست کہا جاتا ہے۔"

(8)

لفظ خلافت، خلف یخلف، بروزن کتب یکتب کے باب سے مصدر کا صیغہ ہے جیسے کتابت، حفاظت، وقایت وغیرہ۔ اس کا مادہ خلف ہے جس کے معنی ہیں پچھلی جانب یا بعد میں آنے والی نسل۔

قرآن کریم میں خلف اسی مفہوم میں ۲۲ مقامات پر آیا ہے مثلاً

"یعلم ما بین ایدیهم و ما خلفهم" (9)

''وہ جانتا ہے جو کچھ ان کے سامنے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے۔''

"فالیوم ننجیك ببدنك لتکون لمن خلفك ایة۔" (10)

"پس آج بچائے دیتے ہیں، ہم تیرے جسم کو (فرعون کی لاش کو) تا کہ تو بعد میں آنے والوں کے لیے نشانی رہ جائے۔''

پیچھے ہونا وقت اور مکان کے اعتبار سے بھی ہوتا ہے یعنی بعد میں آنا یا پیٹھ کی جانب ہونا، اور مرتبے کے لحاظ سے پیچھے ہونا بھی ہو سکتا ہے۔

امام راغب اصفہانیؒ لکھتے ہیں:

''والمتاخر لقصور منزلته یقال له خلف" (11)

''جو شخص مرتبے اور درجے کے اعتبار سے دوسروں سے پیچھے ہو اس کو بھی خلف کہتے ہیں۔''

مذکورہ لغوی تحقیق سے معلوم ہوا کہ خلافت صرف جانشینی اور قائم مقام ہونے کو نہیں کہا جاتا بلکہ نیابت اور نیابتی حکومت کو بھی خلافت کہا جاتا ہے اس طرح خلیفہ صرف جانشین اور قائم مقام کو نہیں کہا جاتا بلکہ نائب اور نیابتی حکومت کے سربراہ کو بھی خلیفہ کہا جاتا ہے۔

اسلامی سیاست کے ماہرین نے خلافت یعنی اسلامی حکومت کی جو فنی اور اصطلاحی تعریفیں کی ہیں ان میں سے چند تعریفیں قابل ذکر ہیں۔

امام ابوالحسن ماوردیؒ (متوفی سن ۴۵۰ھ) لکھتے ہیں:

"الامامة موضوعة لخلافة النبوة فی حراسة الدین و سیاسة الدنیا" (12)

''امامت اسلامی حکومت بنائی جاتی ہے، نبی کریم ﷺ کی نیابت کے لیے، دین اسلام کی حفاظت کے لیے اور دنیا کی نظم ونسق چلانے اور اس کی اصلاح کرنے کی غرض سے''

علامہ ابن عابدین شامیؒ لکھتے ہیں:

''ریاسة عامة فی الدین و الدنیا خلافة عن النبی ﷺ'' (13)

''وہ عمومی ریاست جو دینی اور دنیاوی امور میں نبی اکرم ﷺ کی نیابت میں کام کرتی ہو''

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ (متوفی سن ۱۱۷۶ھ) لکھتے ہیں:

''ھی الریاسة العامة فی التصدی لاقامة الدین'' (14)

''خلافت وہ عمومی ریاست ہے جو اقامت دین کی جانب عملاً متوجہ رہتی ہو''

ان تعریفوں میں اختلاف نہیں ہے صرف تعبیر کا فرق ہے ان تعریفوں کا حاصل مراد یہ ہے کہ:

''خلافت عمومی وہ ریاست ہے جو رسول اللہ ﷺ کی نیابت میں اقامت دین کا کام کرتی ہو''

عمومی سے مراد یہ ہے کہ جس ملک میں یہ خلافت قائم ہوئی ہو اس کے عام باشندوں پر اس کو اختیار حاصل ہو، گھر قبیلے یا خاندان کی حکومت کو اصطلاحاً خلافت نہیں کہا جا سکتا بلکہ اسکے لیے ولایة عامة شرط ہے۔

اسلام میں دنیوی مفادات کو دینی مفادات سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ اس لیے اسلام میں خلافت سے مراد بھی ایک ایسی طرز حکومت ہے، جس میں دین کی حفاظت اور دنیا کی سیاست دونوں کو مدنظر رکھا جائے اور انھیں شرعی اصولوں اور قوانین کے مطابق چلایا جائے۔ چنانچہ جو شخص ان شرعی اصولوں اور قوانین کے مطابق دین کی حفاظت کے ساتھ دنیاوی سیاست کا تحفظ کرے گا، اس میں ایسے اوصاف کا ہونا ضروری ہے جو اس اہم کام کی انجام دہی میں اس کے لیے مددگار ثابت ہوں۔ قرآن کی مختلف آیات میں خلیفہ کے اوصاف پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس کے لیے حضور اکرم ﷺ کی احادیث سے بھی ان صفات کا پتہ چلتا ہے جن کا خلیفہ میں ہونا نہایت اہم اور ضروری قرار دیا گیا ہے۔

(۱) خلیفہ کا مسلم ہونا: عنان حکومت کو ہاتھ میں لینے کی اولین اور اہم ترین شرط مسلمان ہونا ہے۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے:

"یاایھاالذین امنوا أطیعوا اللّٰہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم" (15)

"اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور ان لوگوں کی جو تم میں سے صاحب امر ہوں"

چنانچہ اس آیت کریمہ میں لفظ "اولی الامر منکم" استعمال کیا گیا ہے، جس کے معنی ہیں کہ "جو تم (یعنی مسلمانوں میں سے) اولی الامر ہوں۔ ایمان والوں سے مراد صرف وہی لوگ ہو سکتے ہیں جو خدا، اس کے رسول، اس کے فرشتوں اور اس کی نازل کی ہوئی کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں اور خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے۔

(۲) مرد ہونا: خلیفہ یا امیر کے لیے جو دوسری شرط ضروری قرار دی گئی ہے وہ اس کا مرد ہونا ہے۔

قرآن پاک میں ارشاد ہے:

"الرجال قوامون علی النساء بمافضل اللّٰہ بعضھم علی بعض وبما أنفقوامن أموالھم"

"مرد عورتوں پر حاکم ہیں، اس بناء پر کہ اللہ نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت بخشی ہے، اور اس بناء پر کہ مرد اپنا مال خرچ کرتے ہیں" (16)

اس آیت میں اس بات کی وضاحت کر دی گئی ہے کہ مرد عورتوں پر قوام ہیں یعنی مردوں کو عورتوں پر اللہ تعالیٰ نے حاکم اور نگران بنایا۔ اس کی دو وجہ بیان کی گئی ہیں۔ ایک وجہ تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں پر علم وعمل میں بڑائی عطا فرمائی ہے اور دوسری فضیلت اس وجہ سے کہ مرد عورتوں پر اپنا مال خرچ کرتے ہیں جیسے مہر، خوراک، رہائش اور پوشاک وغیرہ جیسی جملہ ضروریات کی تکمیل کرتے ہیں۔

وہ اس کا عاقل و بالغ ہونا، دانا اور معاملہ فہم ہونے کے ساتھ ساتھ ذی علم ہونا ہے۔ (17)

یہ صفت قرآن کریم سے معلوم ہوتی ہے چنانچہ ایک مقام پر ارشاد ہے۔

''ولا تؤتو السفهاء أموالكم التى جعل الله لكم قياما'' (18)

''اور اپنے مال، جنھیں اللہ نے تمھارے لیے زندگی کے قیام کا ذریعہ بنایا ہے، نادان لوگوں کے حوالہ نہ کرو''

یعنی نادان لوگوں کے ہاتھوں میں ایسے مال کا دینا جو کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کے لیے سامان معیشت بنایا ہے سراسر کم عقلی ہے۔ چنانچہ عنانِ حکومت بھی صرف انہی لوگوں ہی کے ہاتھوں میں دی جا سکتی ہے جو کہ عقل منداور دانا ہوں اور جو نظم و نسق حکومت کو چلانے کی صلاحیت رکھتے ہوں اور معاملہ فہم ہوں۔

اس کے علاوہ خلیفہ کے لیے ذی علم ہونا بھی ضروری ہے۔ علامہ ابن خلدونؒ کے نزدیک علم کی شرط اس لیے لگائی گئی ہے کہ اگر امام عالم نہ ہوگا اور شرعی احکام سے واقف نہ ہوگا تو وہ ان کو جاری نہ کر سکے گا۔ (19)

قرآن پاک میں ارشاد ہے:

''وقتل داود جالوت واته الله الملك والحكمة'' (20)

''اور داوٗد نے جالوت کو قتل کیا، اللہ نے داوٗد کو سلطنت اور حکومت سے نوازا اور جن چیزوں کا چاہا علم دیا''

اس آیت میں حضرت داوٗد کی حکمرانی کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ خدا نے ان کی بادشاہت کو نہ صرف مضبوط کیا بلکہ انھیں حکمت بھی عطاء کی یعنی داوٗد بڑے مدبّر اور دانا تھے۔

(۴) عدالت: خلیفہ میں عدالت کی شرط بھی ضروری ہے اس سے مراد یہ ہے کہ وہ بلند سیرت، پرہیز گار اور ایماندار ہو اور اپنی زندگی شریعت کے اصولوں کے مطابق بسر کرے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

''ان اكرمكم عندالله اتقاكم'' (21)

''تم میں سے سب سے زیادہ معزز اللہ کے نزدیک وہ ہیں، جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہیں''

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک فضیلت اور بزرگی کا معیار نسب اور دولت نہیں بلکہ تقویٰ اور طہارت ہیں۔ عدالت سے مراد بلند کردار اور بلند سیرت ہونا ہے۔ اور بلند کرداری میں دیانت کی صفت بھی شامل ہے، تاکہ وہ اس ذمہ داری کا بوجھ اٹھا سکیں۔

خلیفہ کے اوصاف میں یہ بھی شامل ہے کہ وہ فاسق اور فاجر نہ ہو، بلکہ خدا ترس ہو۔ ایک ظالم اور فاسق شخص امامت کے منصب پر فائز نہیں ہو سکتا۔ فاسق کی امامت باطل ہے اور وہ خلیفہ نہیں ہو سکتا۔

انکساری ہو۔ وہ خدا سے غافل نہ ہو اور خواہش نفس کی پیروی نہ کرتا ہو۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

"ولا تطع من اغفلنا قلبه عن ذكرنا واتبع هواه كان امره فرطا" (22)

"اور کسی ایسی شخص کی اطاعت نہ کرو، جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور جس نے اپنی خواہش نفس کی پیروی اختیار کر لی ہے اور جس کا طریق کار افراط و تفریط پر مبنی ہے۔

یعنی جن کے دل دنیا کے نشے میں مست ہو کر خدا کی یاد سے غافل اور ہر وقت نفس کی خوشی اور خواہش کی پیروی میں مشغول رہتے ہیں، ایسے لوگوں کی اطاعت لازم نہیں ہے۔

(۶) کفایت: خلیفہ میں کفایت کی صفت کا ہونا ضروری ہے۔

علامہ ابن خلدونؒ اس کی تشریح کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"کفایت سے مراد یہ ہے کہ خلیفہ حدود شرعی کے قائم کرنے اور جنگ و جہاد میں شریک ہونے میں بے دھڑک وجری ہو، اوران کے حالات سمجھنے میں تیز نظر۔ لوگوں کو پوری ذمہ داری سے حدود شرعیہ کی پابندی اور جہاد میں شرکت پر آمادہ و تیار کرے۔" (23)

(۷) اعضاء وحواس کی صحت سلامتی: خلیفہ کے لیے اعضاء وحواس کی سلامتی بھی ضروری ہے۔ کیونکہ حکومت کے اہم فرض کو سرانجام دینے کے لیے لازمی ہے کہ اس کے اعضاء اور حواس صحیح طور پر کام کر رہے ہوں۔

قرآن پاک میں ارشاد ہے:

"وقالوا انى يكون له الملك علينا ونحن احق بالملك منه ولم يؤت سعة من المال ۔

قال ان الله اصطفه عليكم وزاده بسطة فى العلم والحسم۔" (24)

"وہ بولے، ہم پر بادشاہ بننے کا وہ کیسے حقدار ہو گیا؟ اس کے مقابلے میں بادشاہی کے ہم زیادہ مستحق ہیں۔ وہ تو کوئی بڑا مالدار آدمی نہیں ہے۔ نبی نے جواب دیا، اللہ نے تمہارے مقابلے میں اسی کو منتخب کیا ہے اور اس کو دماغی وجسمانی دونوں قسم کی اہلیتیں فراوانی کے ساتھ عطا فرمائی ہیں۔

(۸) خلیفہ کا قریشی ہونا:

﴿خلیفہ کے حقوق وفرائض﴾

(۱) احکام اللہ اور سنت رسول ﷺ کی اقامت (۲) امن قائم کرنا (۳) کفر کا انسداد اور جہاد

(۴) معاشرے کی اصلاح (۵) شورائیت (۶) عدل قائم کرنا (۷) امور سلطنت کی نگرانی کرنا

نظم و نسق کے بارے میں سیدنا معاویہؓ (41ھ - 60ھ) نے سیدنا عمر فاروقؓ کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کی اور سلطنت کے امور کو انہی خطوط پر استوار کیا۔ "حضرت معاویہؓ نے ایک مرتبہ پھر اپنی سلطنت کے نظم و نسق کو فاروقی بنیادوں پر استوار کیا، جو مسلمانوں کی باہمی جنگوں کے باعث درہم برہم ہو چکا تھا۔"

ایک غیر مسلم مؤرخ بروکلمن، تاریخ اقوام مسلم میں رقمطراز ہے۔

"سیدنا معاویہؓ نے صدیقیؓ اور فاروقیؓ عہد میں اپنے زریں کارناموں سے اسلامی حکومت میں ایک اعلیٰ مقام حاصل کر لیا تھا۔" (25)

مشہور مستشرق سائیکس لکھتا ہے:

"سیدنا معاویہؓ قابل ترین اور مضبوط سیاست کے مالک عرب سربراہوں میں منفرد مقام رکھتے تھے۔"

"سیدنا معاویہؓ کا شمار صفِ اوّل کے اسلامی خلفاء میں ہوتا ہے۔" (26)

سیدنا معاویہؓ نے سیادت و امارت میں ان اصولوں کی پیروی کی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین نے وضع کیے تھے۔ آپؓ نے مصلحتِ امت اور ضرورت تامہ کے سوا کہیں بھی ان اصولوں سے انحراف نہیں فرمایا۔

آپؓ کی سلطنت میں بے شمار اقوام اور لاتعداد قبائل زیر نگین تھے۔ مختلف ملکوں، صوبوں اور علاقوں میں طویل مدت تک کامیاب حکمرانی کرنا ایک یادگار کارنامہ تھا۔ حضرت معاویہؓ امورِ مملکت میں ہمیشہ نرمی اور بردباری سے کام لیتے۔ جب نرمی کے تمام وسائل ناکام ہو جاتے تو پھر آپؓ طاقت کا استعمال فرماتے تھے۔

اکثر مورخین اسی بات پر متفق ہیں کہ عہد بنی امیہ کا نظام قضاء دراصل خلافت راشدہ میں قائم شدہ نظام عدل کا تسلسل ہی تھا اور چونکہ خلافت راشدہ کے نظام عدل میں Criminal Cases یا نفاذ حدود کو خاص اہمیت حاصل رہی اس لیے کہا جاسکتا ہے کہ بنی امیہ کے دور میں بھی حدود شرعیہ علی منہاج الخلافۃ ہی نافذ تھیں۔

صیغہ پولیس کو سیدنا معاویہؓ نے بطور خاص ترقی دی۔ امن و امان کا یہ حال تھا کہ کوئی راہ گیر راستے میں گری پڑی شئے کو اٹھانے کی جرأت نہیں کرسکتا تھا۔ رات کو عورتیں اپنے گھروں میں تنہا دروازے کھول کر سوتی تھیں۔

والی عراق زیاد کا دعویٰ تھا کہ کوفہ سے خراسان تک اگر کسی کا ایک ٹکڑا ضائع ہو جائے تو مجھے پتا چل جاتا ہے کہ کس نے لیا ہے۔

''لم یختلف القضاء فی العصر الاموی کثیراً عما کان علیه فی عهد الخلفاء الراشدین فقد کان القضاء یعتمدون علی المصادر الاسلامیه القرآن والسنة فاذالم یجدوا فیها الحکم اجتهدوا فی ذالك معتمدین علی الرای والقیاس وفقاًللمبادی الاساسیة والقوعد الشرعیة العامة۔''

''یعنی عہد بنی امیہ میں نظام قضاء خلافت راشدہ کے نظام قضاء سے زیادہ مختلف نہ تھا، قاضی حضرات اسلام کے بنیادی مصادر قرآن وسنت پر اعتماد کرتے تھے اور جب انہیں کوئی حکم قرآن وسنت میں نہ ملتا تو وہ اسلام کے عام بنیادی اصولوں کے مطابق قیاس اور رائے سے اجتہاد کرتے تھے۔'' (27)

عہد بنی امیہ میں قضاء کی ایک بڑی خوبی یہ تھی کہ اس پر حکمران کا بے جا تسلط اور خوانخواہ کی مداخلت نہیں تھی، قاضی مقدمات کے فیصلے کرنے میں آزاد تھے اور کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کی روشنی میں مجرموں پر حدود و تعزیرات کا نفاذ کرتے تھے، سیاست کا بھی عدالت پر کوئی اثر نہ تھا اور عدلیہ آزادانہ ماحول میں شریعت کی تطبیق کا فریضہ انجام دے رہی تھی، اس خوشگوار ماحول اور عدالت کی آزادانہ پالیسی کا تذکرہ توفیق سلطان الیوز بکی نے اس طرح کیا ہے:

''وفی العصر الاموی لم یتدخل خلفاء بنی امیه فی احکامه کما لم یتاثر القضاة بالسیاسة، فکان القاضی یحکم بما یملی علیه علمه بکتاب اللّٰه وسنة رسوله واحکام الخلفاء الراشدین ومایوحیه الیه اجتهاده۔۔۔'' (28)

''عصر اموی میں خلفاء بنی امیہ عدالت کے معاملے میں مخل نہیں ہوتے تھے اور نہ ہی عدلیہ پر سیاسی اثرات اثر انداز ہوتے، قاضی علم کتاب وسنت، نظائر خلفائے راشدینؓ اور اجتہاد کی روشنی میں مقدمات کا فیصلہ کرتے تھے۔''

پروفیسر نکلسن اپنی کتاب ہسٹری آف عربک لٹریچر "History of Arabic Literature" میں حضرت معاویہؓ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''حضرت معاویہؓ ایک تجربہ کار مدبر سیاست دان تھے اپنی مملکت کو متحد کرنے، مخالفتوں کو فرو کرنے، رعایا کے دلوں کو مسخر کرنے اور لوگوں کے برانگیختہ جذبات کو سرد کرنے میں آپؓ مشہور فرانسیسی سیاست دان زشلو کے ہم پلہ تھے۔ آپؓ کو انسانی طبائع کی معرفت پر اتنا عبور حاصل تھا کہ آپؓ اپنی تمام مخالف جماعتوں کے اعتدال اور صائب الرائے اشخاص کو اپنی طرف کھینچ لیتے تھے۔

حضرت معاویہؓ نہایت عاقل، عالم، حلیم، عزم وارادہ کے پکے اور دنیاوی امور میں ہر امر کے متعلق اس کے موافق تدبیر کرنے والے انسان تھے۔ نرمی کے موقع پر نرمی اور سختی کے موقع پر سختی برتنا ان کا شیوہ تھا، لیکن بہر حال نرمی ان پر غالب رہتی تھی۔ سخاوت میں آپؓ کا ہم پلہ اور کوئی نہ تھا۔ آپؓ کے خزانے کے دروازے دشمنوں اور دوستوں دونوں کے لئے یکساں طور پر کھلے ہوئے تھے۔'' (29)

عہد حضرت معاویہؓ میں جہاں دیگر بہت سے شعبوں نے ترقی کی اسی طرح ان کا عہد مذہبی خدمات سے بھی خالی نہیں تھا اس عہدے میں مذہب کی ترقی اور دعوت و تبلیغ پر بھی خصوصی طور پر توجہ دی گئی تھی۔

اشاعتِ اسلام:۔

عہد سیدنا معاویہؓ میں اسلام کی خاص اشاعت ہوئی، شمالی افریقہ کے بربری، بغاوت کے ساتھ مرتد بھی ہو جاتے تھے، آپؓ نے اس کا تدارک کرنے کیلئے قیروان آباد کیا۔ رومیوں کی بھی کثیر تعداد اسلام میں داخل ہوئی۔ (30)

مساجد کی تعمیر:۔

حضرت امیر معاویہؓ نے اپنے عہدِ خلافت میں کثرت سے مساجد تعمیر کروائیں اور پرانی مساجد کی مرمت کروائی۔ زیاد بن ابی سفیان نے بصرہ کی جامع مسجد کو جو کہ بہت پرانی اور چھوٹی تھی مسمار کروا کر از سرِ نو اینٹ اور چونے سے خوبصورت شکل میں بنوایا۔ (31)

عبدالرحمٰن بن سمرہ نے بصرہ میں کابلی طرز کی ایک مسجد تعمیر کروائی، مصر کی مساجد میں میناروں کا بالکل رواج نہ تھا، سیدنا مسلمہ بن مخلدؓ نے تمام مساجد کے مینار تعمیر کروائے۔ (32)

قبرص میں (جس کو خلافتِ عثمانی میں سیدنا معاویہؓ ہی نے فتح کیا تھا)

بہت سی مساجد تعمیر کروائی گئیں۔ (33)

سیدنا عقبہ بن نافع نے قیروان کی آبادی میں ایک بہت بڑی مسجد تعمیر کروائی۔ (34)

حرم کی خدمت:۔

عہدِ صدیقیؓ اور عہدِ فاروقیؓ میں بیت اللہ شریف پر معمولی قسم کا غلاف چڑھایا جاتا تھا۔ عہدِ عثمانؓ میں قیمتی غلاف چڑھانے کا آغاز ہوا۔ جب امیر معاویہؓ کا زمانہ آیا آپؓ نے خانہ کعبہ کی خدمت کیلئے متعدد غلام مقرر کیے اور دیبا اور حریر کا بہترین غلاف بیت اللہ شریف پر چڑھایا۔ (35)

مسلمان تو مسلمان آپؓ نے غیر مسلموں کے حقوق کی بھی حفاظت پوری طرح فرمائی۔

عہدِ فاروقی میں یوحنا کے گرجے کے پاس ایک مسجد بنائی گئی تھی۔ سیدنا معاویہؓ نے اپنے عہد میں مسجد کو وسیع کرنے کے خیال سے گرجا کو بھی مسجد میں شامل کرنا چاہا لیکن عیسائی گرجا کی زمین دینے پر راضی نہ ہوئے۔ لہٰذا آپؓ نے مسجد کی وسعت کا ارادہ ترک کر دیا اور زبردستی گرجا کو مسجد میں شامل نہ کیا تاکہ ان کے جذبات کو ٹھیس نہ پہنچے۔(36)

آپؓ نے ہر ممکن کوشش کی کہ غیر مسلموں کے جان و مال کی حفاظت ہو اور ان کے گورنروں اور حکام کے ہاتھوں کسی غیر مسلم کی جان اور مال کو کسی قسم کا کوئی نقصان نہ پہنچے۔ چنانچہ آپؓ نے سیدنا عقبہ بن عامر صحابی رسولؐ کو مصر کا گورنر مقرر فرمایا۔ (37)

عہدِ سیدنا معاویہؓ میں اسلامی حکومت کی حدود بہت زیادہ وسیع تھیں اور کثیر ممالک آپؓ کے زیرِ کنٹرول تھے اسی وجہ سے ان کے والیوں اور حکام کی تعداد کثیر تھی۔ اور ہر علاقہ کے لئے ایک الگ حاکم کی ضرورت پیش آتی تھی اس وجہ سے صحیح طور پر احکام کی تعداد تحریر کرنا بہت مشکل امر ہے۔ تاہم معروف حکام کا ذکر مناسب ہوگا۔ آپؓ نے اپنے دورِ حکومت میں جن حضرات کو مختلف صوبوں میں اپنا گورنر مقرر فرمایا

ان کی اجمالی فہرست درج ذیل ہے:

۱۔البصرہ:۔

(i)۔بسر بن ارطاۃ۔ (ii)۔عبداللہ بن عامرؓ (iii)۔زیاد بن ابی سفیان

(iv)۔سمرہ بن جندبؓ (v)۔عبداللہ بن عمرو بن غیلان الثقفیؒ (38)

۲۔کوفہ:۔

کوفہ میں درج ذیل گورنر کا تعین کیا گیا تھا۔

(i)۔مغیرہ بن شعبہؓ (ii)۔عبداللہ بن خالد بن اسید

(iii)۔الضحاک بن قیس الفہریؓ (iv)۔النعمان بن بشیرؓ (39)

۳۔المدینہ المنورہ:۔

(i)۔مروان بن الحکم (ii)۔سعید بن العاص (iii)۔ولید بن عتبۃ بن ابی سفیانؓ (40)

۴۔مکہ:۔

سیدنا معاویہؓ نے اپنے عہدِ حکومت میں خالد بن العاص بن ہشام کو مکہ کا والی مقرر کیا تھا۔

۵۔الطائف:۔

سیدنا معاویہؓ نے عنبسۃ بن اَبی سفیانؓ بن حرب کو طائف کا والی مقرر کیا۔ (41)

عہدِ سیدنا معاویہؓ میں مصر میں درج ذیل گورنر تعین کیے گئے تھے جو کہ درج ذیل ہیں۔

۱۔عمرو بن العاصؓ ۲۔عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ

۳۔عتبہ بن عامر الجہنیؓ ۴۔مسلمہ بن مخلد الانصاری (42)

۷۔الجزیرہ:۔

عہدِ سیدنا معاویہؓ میں ابو ہاشم بن عتبہ کو الجزیرہ کا والی مقرر کیا گیا تھا۔ (43)

۸۔آرمینیہ:۔

سیدنا معاویہؓ نے اپنے عہدِ حکومت میں حضرت حبیب بن مسلمہ الفہری کو آرمینیہ کا والی مقرر فرمایا۔(44)

عہدِ بنوامیہ میں اسلامی سلطنت کا دائرہ کار بہت وسیع ہو گیا تھا۔ انتظامی سہولتوں کیلئے عہدِ معاویہؓ میں سلطنت کو پانچ بڑے صوبوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا تاکہ انتظامی امور بہتر انداز میں چلایا جا سکے۔

۱۔ حجاز، یمن اور عرب وسطیٰ۔ ۲۔ مصر، مصر کا مرتفع حصہ، مصر کا نشیبی علاقہ

۳۔ عراق عرب (بلاد بابل اور آشور قدیم)

عراق عجم (بلاد فارس) عمان و بحرین، کرمان و سجستان، کابل و خراسان، بلاد ماوراء النہر اور سندھ، پنجاب کے بعض علاقے، یہ سب خطے ملا کر ان کا ایک بڑا صوبہ بنا دیا گیا تھا۔ یہ گورنر عراق کے ماتحت تھا، جس کا صدر مقام کوفہ تھا۔ انتظامی آسانیوں کی غرض سے گورنر عراق کی طرف سے خراسان اور بلاد ماوراء النہر کا ایک حاکم مقرر ہوتا تھا۔ جو اکثر مرو میں رہتا تھا۔ بلاد بحرین اور عمان حاکم بصرہ کے ماتحت ہوتے تھے جسے گورنر عراق مقرر کرتا تھا سندھ اور پنجاب کے شہروں کا ایک الگ حاکم ہوتا تھا۔ اس کا تقرر بھی گورنر عراق کرتا تھا۔

۴۔ بلاد الجزیرہ، آرمینیہ، آذربائیجان اور ایشیائے کوچک کے چند علاقے۔

۵۔ شمالی افریقہ کی حدود میں مغربی مصر، بلاد اندلس، جزائر سسلی، سردانیہ اور بلیاء داخل تھے۔

صدر مقام قیروان تھا گورنر افریقہ طنجہ کے جزائر اور بلاد اندلس پر ایک حاکم مقرر کرتا تھا، جس کا دارالحکومت قرطبہ ہوتا تھا۔ (45)

عہدِ معاویہؓ میں ۴۱ھ میں عراق کے خراج پر عبداللہ بن دراج کو مامور کیا گیا تھا۔

زیاد نے جو 45ھ سے 50ھ تک بصرہ اور 50ھ سے 53ھ تک کوفہ صوبے کا حاکم تھا۔ سب سے پہلے دیوان قائم کیے۔ اس نے تمام رجسٹروں کی نقلیں تیار کروائیں اور خط و کتابت کیلئے محرر مقرر کیے۔ جن میں عرب بھی اور موالی بھی اور وہ بولنے اور لکھنے کی مہارت رکھتے تھے۔ (46)

حضرت معاویہؓ کے مشیر کار:-

عہدِ سیدنا معاویہؓ میں عرب کے اکثر نامور مدبر مثلاً حضرت عمرو بن العاصؓ، مغیرہ بن شعبہؓ اور زیاد بن ابی سفیانؓ ان کے خاص مشیروں میں تھے اور کوئی اہم معاملہ ان لوگوں کے مشوروں کے بغیر انجام نہ پاتا تھا۔ (47)

سیدنا معاویہؓ نے ملک کو مختلف محکمہ جات میں تقسیم کیا تھا اور ہر محکمہ کا ایک سیکریٹری مقرر تھا۔ تاکہ مملکت کے تمام امور اس کے ذریعے طے پائیں۔ سرجون رومی چیف سیکریٹری تھے۔ سرجون بن منصور الرومی کے خاندان نے اسلام میں ایک خاص مقام حاصل کرلیا اس کی خداداد صلاحیت کی بناء پر آپؓ نے اس کو چیف سیکریٹری مقرر کردیا۔ دوسرے محکمہ جات کی تفصیل حسبِ ذیل تھی۔

ا۔ محکمہ مال کے سیکریٹری عبید اللہ بن اوس غسانی

ب۔ محکمہ خاتم کے سیکریٹری عبداللہ بن محمد حمیری (48)

ان کے علاوہ عبدالرحمٰن بن دراج، جبیر بن حی، مرداس سلیمان بن سعید جوائنٹ سیکریٹری تھے۔

محکمہ پولیس کے قیام سے امن وامان کی صورتحال بہتر ہوئی اس سے تجار کو تحفظ حاصل ہوا اور اس کا مال ملک کے ایک حصے سے دوسرے حصے بآسانی جاسکتا تھا۔ تجار کو سماجی تحفظ ملنے کی وجہ سے معاشی سرگرمیاں جاری تھیں اس سے تجارت کو فروغ حاصل ہوا۔

عہدِ معاویہؓ میں محکمہ پولیس میں کئی اصلاحات کی گئیں۔ ملک کے اندرونی نظام اور قیامِ امن کیلئے پولیس کے محکمہ کو بڑی ترقی دی گئی۔ ملک میں پولیس کا انتظام نہایت احسن طریقے سے مقرر تھا۔ یہ عدلیہ کے ماتحت تھا۔ اور اس کا کام قاضیوں کے فیصلوں کو عملی جامہ پہنانا تھا۔ جرائم کی روک تھام، سماج دشمن عناصر کی سرکوبی، حکومت کے احکام کے نفاذ میں تعاون، حدودِ الٰہیہ کا قیام بھی پولیس کے فرائض میں داخل تھا۔

ملک میں امن وامان قائم رکھنے اور حکومت کا نظم ونسق چلانے اور حدودِ الٰہیہ کے قیام کے لئے پولیس کی اشد ضرورت ہوتی ہے۔ لہٰذا آپ نے اس محکمہ کی طرف بھی خاص توجہ فرمائی۔ چنانچہ اس سلسلے میں پہلے قیس بن حمزہ کو پھر زمل بن عمرو کو انسپکٹر جنرل پولیس مقرر کیا گیا۔

سیدنا معاویہؓ نے ایک مخصوص گروہ جاسوسوں کا متعین کر رکھا تھا جو محکمہ پولیس سے تھے۔ یہ لوگ گورنروں کے حالات سے باخبر رکھتے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے بھی ایسا ہی کر رکھا تھا تاکہ مصائب کے لئے پہلے سے تیار رہیں اور مملکت کو کمزور ہونے سے بچایا جاسکے۔

سپاہیوں کی تنخواہیں پہلے کی نسبت دگنی کر دیں اور تنخواہوں کی ادائیگی کے لئے ایک دن مقرر کر دیا۔

صیغہ پولیس کو امیر معاویہؓ نے بطور خاص ترقی دی امن وامان کا یہ حال تھا کہ کوئی راہ گیر راستے میں، گری پڑی شے کو اُٹھانے کی جرأت نہیں کرسکتا تھا۔ رات کو عورتیں اپنے گھروں میں تنہا دروازے کھول کر سوتی تھیں۔ والی عراق زیاد کا یہ دعویٰ تھا کہ کوفہ سے خراساں تک اگر کسی کا ایک ٹکڑا ضائع ہوجائے تو مجھے پتہ چل جاتا ہے کہ کس نے لیا ہے۔ (49)

﴿ڈیفنس رولز﴾

خوارج اور سبائی عناصر کی اگرچہ ظاہری طور پر سرکوبی کی جاچکی تھی لیکن دوسری تحریکیں اندرونِ ملک مخفی طور پر برابر چل رہی تھیں ان میں سے اکثر افراد دہشت گردی کو بھی پسند کرتے تھے۔ چنانچہ امن کے لئے تمام مشتبہ افراد کے نام تھانوں میں درج کیے گئے اور ان کی نگرانی کے لئے مختلف صوبوں میں نگران مقرر کیے گئے چنانچہ سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کو صوبہ شام کا نگران مقرر کیا گیا۔ اسی سلسلے میں زیاد نے جعد بن قیس تمیمی کو عراق میں اس محکمہ کا ڈائریکٹر مقرر کیا۔ (50)

عہدِ معاویہؓ میں دفاع کو اور زیادہ مضبوط بنانے کے لئے بہت سے قلعے تعمیر کرائے گئے۔ شام کے علاقہ کو جس پر بیزنطنی حکومت کے حملہ کا ہر وقت خطرہ رہتا تھا قلعوں سے مضبوط کیا گیا۔ چنانچہ وہاں کئی نئے قلعے تعمیر کیے گئے اور کئی پرانے اور ویران قلعوں کو از سرِ نو آباد کیا گیا۔

رومیوں کے پرانے قلعے ''جبلہ'' کو جو فتح شام کے وقت ٹوٹ گیا تھا دوبارہ تعمیر کیا گیا روڈس میں ایک قلعہ بنوایا گیا جو تقریباً سات سال تک فوجی مرکز رہا۔ مدینہ طیبہ میں ''قصر خل'' کے نام سے ایک قلعہ تعمیر کیا گیا نیز الطرطوس، مرقیہ اور بلیفارس میں کئی نئے قلعے تعمیر کرائے گئے۔ (51)

عہدِ معاویہؓ میں عدل وانصاف کے قیام اور رعایا کی دادرسی پر خصوصی توجہ دی گئی اور عدل وانصاف کو ہر ممکن طریقہ سے قائم کیا گیا۔ آپؓ دربار میں جانے سے قبل روزانہ مسجد میں جا کر کمزور، ناتواں اور نادار لوگوں اور لاوارث بچوں تک شکایتیں سنتے اور اسی وقت اس کے تدارک کا حکم دیتے تھے۔ اشراف کو یہ ہدایت دی گئی تھی کہ جو لوگ کسی وجہ سے میرے پاس نہیں پہنچ سکتے ان کی ضروریات مجھ سے بیان کریں۔ عوام وخواص کے آرام وآسائش کا خیال رکھا گیا۔ ظلم وجبر کا نام ونشان مٹا دیا گیا، عدل وانصاف ہر ممکن طریقے سے روا رکھا گیا۔

حضرت معاویہؓ کے نظامِ قضاء وعدالت کا اثر یہ ہوا کہ مفلس، طاقتور، چھوٹے اور بڑے سب کی ہمدردیاں آپؓ کے ساتھ ہو گئیں۔ آپؓ اندرونی اور بیرونی خطرات سے محفوظ رہے۔ سیدنا معاویہؓ کے عہدِ حکومت میں عدلیہ کو انتظامیہ سے بالکل آزاد رکھا گیا۔ یہاں تک کہ ایک قاضی امیر المومنین کو بھی عدالت میں طلب کر سکتا تھا۔

قاضی حضرات کتاب وسنت کی روشنی میں فیصلہ کرتے تھے۔ عہدِ معاویہؓ کے قاضی حضرات ہر قسم کے غلط لوازمات سے پاک، متقی، عالم، مجتہد تھے۔ اور حدود اللہ میں بڑے سے بڑے افسر سے مرغوب نہ ہوتے تھے۔

عہدِ بنوامیہ میں شرعی حدود کے نفاذ کے لئے نظام حکومت سے یکسر الگ ہو چکا تھا گویا عدلیہ اور انتظامیہ دو مستقل شعبے بن چکے تھے، علاوہ ازیں قرآن وسنت کے ساتھ ساتھ قاضی حضرات (Judge) اجتہاد سے بھی کام لینے لگے تھے اور یوں نظامِ قضاء میں ارتقائی دور کا آغاز ہو چکا تھا۔

ڈاکٹر حسن ابراہیم حسن کہتے ہیں۔ "وقد تمیز القضاء فی عہد بنوامیہ............

ترجمہ: یعنی عہدِ بنوامیہ کا نظام قضاء دو بڑی امتیازی خوبیوں کا حامل رہا ہے۔

ا۔ قاضی اپنے اجتہاد، غور وفکر سے فیصلہ کرتا تھا۔ ۲۔ قاضی اپنے معاملات میں خود مختار تھے۔ ان پر حکومت کا کوئی دباؤ نہ ہوتا تھا۔

اس دور کے قاضیوں کے اخلاق وکردار کے سلسلے میں وہ کہتے ہیں:

"کان القضاة فی عصر الاموی من خیرة الناس یخشون الله یحکمون بین الناس بالعدل۔

یعنی عہدِ بنوامیہ میں قاضی ان لوگوں کو بنایا جاتا تھا جو لوگوں میں سب سے بہتر اور اعلیٰ کردار کے مالک ہوتے تھے۔ خوف خدا رکھنے والے، اور لوگوں کے مابین انصاف سے فیصلے کرنے والے ہوتے۔ (52)

عہدِ معاویہؓ میں لوگوں کی فلاح و بہبود کے لئے بہت کام ہوئے۔ آپؓ نے اس سلسلے میں عہدِ فاروقیؓ اور عہدِ عثمانیؓ کے اصولوں کو اپنایا، رعایا کے بچوں کی پرورش کے لئے وظائف سب سے پہلے عہدِ فاروقیؓ میں سیدنا عمر فاروقؓ نے مقرر فرمائے تھے۔ عہدِ خلافت عثمانؓ میں بھی اس طرح عمل ہوتا رہا، مگر وقت کے لحاظ سے اس میں تبدیلیاں ہوتی رہیں۔ آپؓ نے بھی اپنے عہدِ حکومت میں اس چیز کو قائم رکھا۔

اس کے علاوہ سیدنا معاویہؓ نے متعدد سرکاری افراد کا تعین فرمایا جو روزانہ قریہ بہ قریہ اور شہر بہ شہر پھر کر اس بات کا پتہ چلاتے کہ کس کے ہاں بچہ پیدا ہوا ہے اور یہ بھی خبر رکھتے کہ کس کے ہاں کون مہمان آیا اور کہاں سے آیا ہے۔ اور ان تمام حالات سے حکومت کو روزانہ باخبر رکھتے۔

عہدِ سیدنا معاویہؓ میں زیاد نے بصرہ میں رفاہِ عامہ کے بہت سے کام کئے۔ نئے نئے محلے آباد کئے، مساجد بنوائیں، آبپاشی کے لئے نہریں کھدوائیں اور پانی ذخیرہ کرنے کیلئے تالاب تعمیر کروائے۔ (53)

عہدِ معاویہؓ میں زراعت اور اس سے وسائل کی طرف خاص توجہ دی گئی۔ آپؓ نے زراعت کی ترقی کے لئے نہریں کھدوائیں جن سے لاکھوں ایکڑ زمین سیراب ہوتی تھی جس سے ملکی زراعت میں بہت ترقی ہوئی۔

چنانچہ مدینہ منورہ کے قرب و جوار میں نہر کظامہ، نہر شہداء وغیرہ متعدد نہریں کھدوائیں۔

زیاد بن ابی سفیان نے نہر معقل جو کہ سیدنا عمرؓ کے عہدِ خلافت میں کھدوائی تھی دوبارہ کھدوا کر صاف کروایا۔

نجارا کے کوہستان سے عبداللہ بن زیاد نے بھی ایک نہر کھدوائی۔ نہروں کی کھدائی کے علاوہ پہاڑوں کی گھاٹیوں کے گرد بند بندھوا کر بڑے بڑے تالاب بنوائے گئے جن میں موسمِ برسات میں پانی جمع ہوتا اور ضرورت کے وقت آبپاشی اور دیگر کاموں کیلئے استعمال میں لایا جاتا تھا۔

پانی کی اس فراوانی سے ملک کی زرعی حالت میں کافی حد تک ترقی ہوئی۔ چنانچہ صرف مدینہ منورہ کے قرب و جوار میں نہروں سے ڈیڑھ لاکھ وسق کھجوریں اور ایک لاکھ وسق گندم پیدا ہوتی تھی۔

سیدنا معاویہؓ نے اپنے عہدِ حکومت میں زراعت کے لئے اور لوگوں کے پینے کے لئے وافر پانی فراہم کیا۔ آپؓ نے مختلف علاقوں میں نہریں کھدوائیں اور پانی ذخیرہ کرنے کے لئے تالاب بنوائے اور عراق کے علاقے میں ایک نہر کھدوائی۔ سیدنا معاویہؓ نے زیاد بن ابی سفیان کو نہر کی کھدائی کا حکم دیا اور بعض روایات کے مطابق یہ کام عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ کے ذریعے سرانجام دیا۔ جب نہر کی کھدائی مکمل ہو گئی تو پانی کے اجراء کے لئے زیاد نے صحابیِ رسولؐ سیدنا معقل بن یسارؓ کو اس کے افتتاح کے لئے زحمت دی۔ چنانچہ انہوں نے آ کر اس نہر کا افتتاح فرمایا اور اس نہر کا نام معقل رکھا گیا۔

عہدِ معاویہؓ میں پیداوار میں اضافہ کی وجہ سے ملکی آبادی میں اضافہ ہوا جس سے اسلامی نو آبادیاں قائم کی گئیں۔ 43ھ میں انطاکیہ میں فارس، بعلبک، حمص اور مصر کے باشندوں کی ایک نو آبادی بسائی۔ روڈس اور کئی دوسرے جزیروں میں بھی جہاں غیر مسلم آباد تھے اہلِ اسلام کو بسایا۔ 54ھ میں ارواڈ میں مسلمان بسے۔ علاوہ ازیں کئی ویران شدہ شہروں کو دوبارہ آباد کیا گیا، جیسے شام کا ویران شدہ شہر مرعش، اس کے علاوہ کئی نئے شہر بھی آباد کئے گئے جیسے افریقہ میں ایک نیا شہر قیروان بسایا گیا۔ اس شہر کی تعمیر کی وجہ سے تاریخ کے اوراق یہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا معاویہؓ کی طرف سے سیدنا عقبہ بن نافعؓ افریقہ کے گورنر تھے۔ اس سے قبل سیدنا معاویہؓ بن خدیج نے افریقہ کے ان علاقوں کو فتح کیا تھا اور یہاں کے بربر قوم کو مطیع بنایا تھا۔ اہلِ اسلام کی زبردستی کو دیکھ کر بربر زیردست ہو گئے اور وقتی طور پر انہوں نے اسلام کا حلقہ بھی اپنی گردن میں ڈال لیا لیکن جونہی مسلمانوں کا لشکر وہاں سے ہٹا تو وہ سارے لوگ جو مسلمان ہوئے تھے مرتد ہو گئے اور اسلامی لشکر کے رہے سہے مسلمانوں کو تاخت وتاراج کرنا شروع کر دیا۔ معاویہ بن خدیجؓ کے بعد عقبہ بن نافعؓ وہاں کے گورنر مقرر ہوئے انہوں نے بربروں کی اس آئے دن کی غارت گری سے اہلِ اسلام کو بچانے کے لئے وہاں ایک فوجی چھاؤنی قائم کرنے کا منصوبہ بنایا۔ وہاں میلوں میں گھنا جنگل تھا اور اس میں نہایت موذی قسم کے سانپ اور جنگلی درندے رہتے تھے۔ ایک روز سیدنا عقبہ بن نافعؓ گورنر افریقہ نے جنگل کے ایک کنارے پر کھڑے ہو کر ان جنگلی جانوروں کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"ایتها الحیات والسباع نحن اصحابِ رسول الله صلی الله علیه وسلم ارحلوعنا فانا نازلون ومن وحدناه بعد ذالك قتلناه۔

''اے سانپو اور درندو! ہم رسول اللہؐ کے صحابی ہیں تم یہاں سے چلے جاؤ کیونکہ ہم اس جنگل کو اپنا ٹھکانہ بنانا چاہتے ہیں اور اس کے بعد ہم جس جانور کو اس جنگل میں دیکھ لیں گے اس کو موت کے گھاٹ اُتار دیں گے۔''

اس روز ایک نہیں ہزاروں لوگوں نے دیکھا کہ جنگل کے وہ سانپ اور درندے اور دوسرے موذی جانور اپنے بچوں کو چمٹائے اس جنگل کو چھوڑ رہے تھے اور اسی روز وہ جنگل ان موذی جانوروں سے یک قلم خالی ہو گیا۔ یہ دیکھ کر بربریوں کی کثیر تعداد مسلمان ہو گئی۔ پھر یہاں قیروان نامی شہر آباد کیا۔ محلات ومساجد بنائے گئے اس شہر کی تکمیل ۵۵ھ میں ہوئی۔ (55)

عسکری ڈھانچہ:۔

عسکری نظام سے فوج کی تعداد میں اضافہ ہوا جس سے نہ صرف فوج کو روزگار ملا بلکہ اس سے متعلقہ خدمات فراہم کرنے والے شعبوں کو بھی روزگار ملا جس سے معاشی سرگرمیوں میں توسیع ہوئی اور فوجی مصنوعات کی ترقی ہوئی اور اس کے لئے درکار ابتدائی اور ثانوی اشیاء وخدمات کی فراہمی بھی بڑھی جس سے پوری معیشت میں ترقی رونما ہوئی۔ سپہ سالاری کا عہدہ کئی پشتوں سے بنی امیہ میں چلا آ رہا تھا۔ آپؓ کے والد ماجد سیدنا ابوسفیانؓ نے کئی مواقع پر فوج کی سپہ سالاری کے فرائض سرانجام دیئے۔ اس وجہ سے آپؓ کے عہدِ حکومت میں فوج کے شعبہ میں خاصی ترقی ہوئی۔

افواج:۔

عہدِ معاویہؓ میں افواج کا نظام سیدنا فاروق اعظمؓ کے طرز پر تھا۔ لیکن آپؓ نے پھر بھی اس میں بہت اضافے کیے۔ فوجیوں کی تنخواہیں دگنی کردی گئیں اور ان کی ادائیگی میں خاص تاریخ کا تعین کردیا گیا۔

فوج دو حصوں میں تقسیم تھی۔

ا۔ تنخواہ دار فوج۔ ۲۔ رضا کار فوج

لیکن آپؓ نے رضا کار فوج کو بھی باقاعدہ تنخواہ دار فوج میں منتقل کردیا۔ عہدِ معاویہؓ میں باقاعدہ فوج کی تعداد 2 لاکھ 40 ہزار تھی۔ جو کہ حسب ذیل چھاؤنیوں میں رہتی تھی۔

کوفہ کی چھاؤنی میں ______ 60 ہزار

بصرہ کی چھاؤنی میں ______ 80 ہزار

مصر کی چھاؤنی میں ______ 40 ہزار

شام کی چھاؤنی میں ______ 60 ہزار

سیدنا معاویہؓ نے موسموں میں تغیر وتبدل کی بناء پر فوج کے دو حصے کر دیئے تا کہ فوجی مہموں میں کوئی مزاحمت پیش نہ آئے۔

ا۔ شتائیہ (سرمائی فوج) ۲۔ صائفیہ (گرمائی فوج)

مشیر تھے۔ ریزروفوج کو بھی دو حصوں میں تقسیم کیا گیا۔

ا۔ بحری (سمندری فوج) ۲۔ بری (زمینی فوج)

فوج میں زیادہ تر دو قبیلوں کے لوگ ہوتے تھے۔

ا۔ یمن ۲۔ قیسی

یمنیوں کو بحری ریزروفورس میں اور قیسیوں کو بری ریزروفورس میں شامل کیا گیا۔ بعد ازاں ان دونوں کو یکجا کر دیا گیا تھا۔ فوج کے اسلحہ میں اضافہ کیا گیا اور منجنیق (ایک توپ جس میں پتھر استعمال ہوتا تھا) کا استعمال تو سب سے پہلے آپؓ (سیدنا معاویہؓ) ہی کی فوج نے کیا۔ چنانچہ کابل کے محاصرہ میں اسی منجنیق کے ذریعے سنگ باری کر کے شہر پناہ کو مسمار کر دیا۔ (57)

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کو خلافت کی بشارت دی تھی۔

ابوبکرؒ بن ابی شیبہ نے اپنی سند سے حضرت معاویہؓ سے روایت نقل کی ہے کہ وہ کہتے تھے۔ مجھے اس وقت سے برابر خلافت ملنے کی امید رہی جب سے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا کہ اے معاویہ! جب تم بادشاہ ہونا تو نیکی کرنا۔ سیدنا معاویہؓ سے دوسری روایت ہے۔ رسولِؐ خدا نے ایک مرتبہ میری طرف دیکھا اور فرمایا اگر تم کو حکومت ملے تو اللہ سے ڈرنا اور انصاف کرنا۔ حضرت معاویہؓ کہتے ہیں اس وقت سے مجھے یہ امید رہی کہ مجھے کہیں کی حکومت ملنے والی ہے۔ یہاں تک کہ حضرت عمرؓ کی طرف سے مجھے شام کی حکومت ملی۔

پھر حضرت حسینؓ کے خلافت ترک کر دینے کے بعد خلافت حاصل ہوگئی۔ ایک اور روایت اس کے الفاظ سیدنا معاویہؓ سے اس طرح مروی ہیں کہ آنحضرتؐ نے اپنے اصحابؓ سے فرمایا کہ وضو کرو پس جب وہ وضو کر چکے تو حضورؐ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا کہ اے معاویہؓ! اگر تم کو کہیں کی حکومت ملے تو اللہ سے ڈرنا اور انصاف کرنا۔ اور طبرانی نے ''اوسط'' میں اس قدر مضمون زائد ہے کہ نیکوکاروں کی نیکی قبول کرنا اور بدکاروں سے درگزر کرنا۔

ایک دوسری حدیث حسن میں ہے کہ رسولِ خدا ﷺ سے پوچھا گیا کہ اس امت میں کس قدر خلیفہ ہوں گے؟ آپؐ نے فرمایا مثل تعداد نقبائے بنی اسرائیل کے۔ ان خلفاء میں بلاشک حضرت معاویہ بھی داخل ہیں کیونکہ تمام ائمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ عمر بن عبدالعزیزؒ ان خلفاء میں داخل ہیں۔ پس حضرت معاویہؓ جو ان سے بدرجہا افضل ہیں جیسا کہ عبداللہ ابن مبارکؒ وغیرہ سے منقول ہوا کیوں نہ داخل ہوں گے۔

سیدنا معاویہؓ کی خلافت خلافتِ کبریٰ کے مشابہ ہے۔ اسی وجہ سے خلافتِ راشدہ سے ملا دی گئی ہے اور یہ حدیث صحیح ہے کہ حضورؐ نے فرمایا ہے میری امت کا کام درست رہے گا یہاں تک کہ بارہ خلیفہ گزر جائیں وہ سب قریش سے ہوں گے۔ (58)

شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں: جناب نبی کریم ﷺ کو حضرت معاویہؓ کے خلیفہ ہونے کا علم روایات ذیل سے واضح ہے اور یہ حدیث بیان کی۔ عبداللہ بن احمد نے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد تحریر کیا ہے:

''قریش میں بارہ خلفاء ہونے تک اسلام ہمیشہ غالب و فتح مند رہے گا۔''

یہ حدیث شیخین نے بھی لکھی ہے۔ نیز مختلف طریقوں سے بیان کی گئی ہے۔ جس کے الفاظ حسب ذیل ہیں:

امام احمد کے الفاظ حدیث یہ ہیں: ''یہ امر صالح ہمیشہ جاری رہے گا یہ امر نافذ رہے گا۔''

''بارہ خلفاء ہونے تک اسلام دل پسند و سر بلند رہے گا۔''

بزاز کے الفاظ حدیث یہ ہیں: ''بارہ قریش خلفاء ہونے تک میری امت مستحکم رہے گی۔''

ابوداؤد نے باضافہ یہ لکھا ہے کہ رسول اکرمؐ جب اپنے دور دولت پر تشریف لے گئے تو وہاں قریش نے آ کر دریافت کیا کہ یارسول اللہؐ! بارہ خلفاء کے بعد پھر کیا ہوگا؟ ارشاد گرامی ہوا ان کے بعد فتنہ وفساد اور قتل وخونریزی ہوگی۔

ایک روایت یہ ہے کہ رسولِ اکرمؐ نے فرمایا: ''اجتماع امت بارہ خلفاء ہونے تک دین اسلام یونہی مستحکم رہے گا۔''

امام احمدؒ اور بزاز نے حسن سند کے ذریعے لکھا ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ کی دریافت پر رسول اکرمؐ نے فرمایا:

''بنواسرائیل کے بارہ نقباء کی مانند ملتِ اسلامیہ میں بھی بارہ خلفاء ہوں گے۔''

قاضی عیاض کا بیان ہے بارہ خلفاء کی حدیث سے مراد یہ ہے کہ ان خلفاء کی مدتِ خلافت میں قوتِ اسلامیہ مستحکم رہے گی اور ہر ایک کی خلافت کی قرارداد پر اجتماع امت ہوگا۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ ان بارہ خلفاء کے زمانہ میں سکون واطمینان رہا۔ اور ان کے بعد عہدِ خلافت بنوامیہ میں ولید بن یزید کے زمانہ سے اضطراب وبے چینیوں کا آغاز ہوا اور فتنہ وفساد کی آگ عہد دولت عباسیہ کے آغاز تک سلگتی رہی اور عہدِ عباسی کے آغاز پر بنوامیہ کا استیصال ہوگیا۔

شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانیؒ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ اس حدیث کے متعلق قاضی عیاض نے بڑی عمدہ تشریح کی ہے۔ اور بعض صحیح احادیث ان کی تشریح کی تائید کرتی ہیں جن پر اجماعِ امت بھی ہے اور اجماع امت کی وضاحت یہ ہے کہ تمام نے بارہ خلفاء کی فرداً فرداً بیعت کی جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ، سیدنا عثمان ذی النورینؓ، سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے عہد میں بالاتفاق بیعت کی جاتی رہی۔ یہاں تک کہ جنگِ صفین کا سانحہ درپیش ہوا (یکم صفر ۳۷ھ کو وادی فرات کے کنارے یہ سانحہ ہوا) پھر حضرت حسنؓ سے فسخ بیعت کر کے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی اسی دن لوگوں نے بیعت کی اور سیدنا معاویہؓ نے اپنی خلافت کا اعلان کیا۔ (59)

جلال الدین سیوطیؒ سیدنا معاویہؓ کے تذکرہ میں لکھتے ہیں:

ماہ ربیع الثانی یا اوائل ماہ جمادی الاولیٰ 41 ھجری میں اجماع امت کی طرف سے سیدنا معاویہؓ خلیفہ مقرر کیے گئے۔ اور یہ وہ سال ہے جس میں روئے زمین پر صرف سیدنا معاویہؓ ہی واحد خلیفہ تھے۔ تمام مسلمانوں کے متفق الراء ہونے کی وجہ سے اس سال کا نام ''عام الجماعۃ'' (سال جماعت) رکھا گیا۔ (60)

جب حضرت معاویہؓ کی خلافت کا اعلان کیا گیا تو شام و مصر کے تمام مسلمانوں نے ان کی بیعت برضا و رغبت کر لی۔
اسی طرح حجاز (مکہ مدینہ) میں بھی ایک معتدبہ جماعت نے ان کی خلافت کو تسلیم کر لیا، ارباب حل وعقد کی اکثریت ان کی بیعت پر متفق تھی۔ اور ان میں منصب خلافت پر فائز ہونے کے اوصاف وشروط بدرجہ اتم موجود تھے۔
سن ۴۱ ہجری میں حضرت حسنؓ کی خلافت سے دستبرداری اور اہلِ عراق کی بیعت کے بعد وہ دنیائے اسلام کے امام وخلیفہ ہو گئے۔

علامہ ابن خلدونؒ تاریخ ابن خلدون میں رقمطراز ہیں۔ (خلافت راشدہ کی گواہی دیتے ہوئے)
ماشاءاللہ حضرت معاویہؓ کو ان کے بعد کے خلفاء سے تشبیہ نہیں دی جا سکتی۔ یہ خلفائے راشدین میں سے ہیں ان کو خلفاء مروانیہ سے تشبیہ دینا جو ان کے بعد ہوئے اور ان سے مرتبہ اور دین میں حد درجہ کم ہیں نہایت غلطی ہے۔ حق یہ ہے کہ حضرت معاویہؓ کا شمار خلفاء میں ہے۔ (61)
حضرت امام اوزاعیؒ (157ھ) نے حضرت معاویہؓ کی خلافت (جو حضرت حسنؓ کی صلح کے بعد منعقد ہوئی تھی) کے برحق ہونے پر صحابہ کی موجودگی سے استدلال کیا ہے اس میں ان کی اسی حیثیت سے اقرار ہے کہ یہ لوگ کبھی باطل پر جمع نہیں ہو سکتے تھے۔ حافظ ابوزرعہ الدمشقی (۲۸۲ھ) لکھتے ہیں۔
عن الاوزاعی قال ادرکت خلافة معاوية عدة من اصحاب رسول اللہ ﷺ منهم سعد واسامة وجابر بن عبداللہ وابن عمرو زيد بن ثابت ومسلمه بن خالد، وابو سعيد، وابو رافع بن خديج، وابوامامة، وانس بن مالك رضى اللہ عنهم اجمعين ورجال اكثر من ممن سميت باضعاف مضاعفة كانو مصابيح الدجى واوعيه العلم حضرو من الكتاب تنزيله واخذو عن رسول اللہ ﷺ تاويله۔
امام اوزاعیؒ کہتے ہیں کہ حضرت معاویہؓ کی خلافت بہت سے اصحابِ رسول حضرت عبداللہ بن عمرو، حضرت زید بن ثابت، حضرت مسلمہ بن خالد، حضرت ابوسعید الخدری، حضرت رافع بن خدیج، حضرت ابوامامہ، حضرت انس بن مالک اور کئی اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنھم اجمعین جو ان حضرات سے کئی گنا زیادہ ہیں جن کے نام میں نے لئے یہ سب حضرات اندھیروں کے چراغ تھے علم کے مٹکے تھے۔ نزول قرآن کے موقعوں حاضر موجود تھے اور انہوں نے حضورؐ سے براہِ راست مرادِ قرآن سمجھی ہے۔ (62)

بعض لوگوں کی طرف سے یہ شبہ پیش کیا جاتا ہے کہ خلفائے راشدین کی خلافت راشدہ کے بعد خلافت، خلافت نہیں رہی بلکہ اس نے ملوکیت کی صورت اختیار کر لی یا دوسرے لفظوں میں بعد والے خلفاء نے خلافت کو ملوکیت میں تبدیل کر دیا۔ اور ساتھ ہی ساتھ بعض احادیث کی روایات کو اپنے دعوئی کی تائید اور اعتراض کی توثیق میں ذکر کیا ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور کو ایک سیاہ دور کی شکل میں ذکر کیا ہے۔ اور بُری بادشاہت اور قبیح ملوکیت سے تعبیر کیا ہے۔ ان کے ازالہ کیلئے چند اشارات پیش خدمت ہیں بغور ملاحظہ فرمائیں۔ وہ روایت جس سے معترضین سے استشہاد قائم کرتے ہیں۔ حضرت سفینہؓ کی روایت ہے۔

"عن سفینه قال سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم یقول:

"الخلافة ثلثون سنة ثم تکون ملکا......" رواہ احمد والترمذی وابو داؤدہ

بعض محقق علماء نے اس روایت کی صحت میں کلام کیا ہے۔

اس حدیث کے رواى سعید بن جمهان ہیں اس کے ثقہ اور غیر ثقہ ہونے میں اختلاف ہے۔

امام ابو حاتمؒ فرماتے ہیں: "اس قابل نہیں کہ اس کا حدیث لی جاسکے۔"

اس کی مسند میں حشرج بن نہاۃ الواسطی بھی ہے امام نسائیؒ فرماتے ہیں۔

لیس بقوی (یعنی کمزور ہے) اور عبد اللہ بن احمد بن حنبلؒ نے اس حدیث کو سوید الطحان سے روایت کرتے ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ تقریب التہذیب میں کہا ہے "لین الحدیث" یعنی اس کی حدیث کمزور ہے۔

بنا بریں خلفائے راشدین کے بعد جو امارت اور حکومت حضرت معاویہؓ کے دور میں قائم ہوئی اسے خلافت کے مفہوم سے خارج کر کے بری ملوکیت اور قبیح شہنشاہیت وغیرہ الفاظ سے ذکر کرنا صحیح نہیں ہیں۔

حدیث سفینہ کے مقابل دیگر بہت سی قابل اعتماد روایات موجود ہیں جن میں متعدد خلفاء کا پایا جانا بیان فرمایا گیا ہے۔

۱۔ عن ابی هریرةؓ عن النبیؐ "لا نبی بعدی وسیکون خلفاء فیکثرون.............

۲۔ عن ابی هریرةؓ یکون خلفاء وتکثر..........

۳۔ عن جابر بن سمرة یقول سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم لایزال الاسلام عزیزاً الی اثنا عشر خلیفه کلهم من قریش۔

٤۔ عن الشعبی عن جابربن سمرة سمعت یقول رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم!

لایزال هذاالدین عزیزاً منیعًا الی اثنی عشر خلیفه کلهم من قریش۔

٦۔ عن ابن مسعود رضی اللّٰہ عنہ عدۃ الخلفا کعدۃ نقباء بنی اسرائیل۔ (63)

مندرجہ بالا روایات کا مفہوم یہ ہے کہ:

آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بنی اسرائیل میں ان کے امور کے متولی انبیاء علیہم السلام ہوتے تھے۔ جب ایک نبی فوت ہو جاتا تو اس کے بعد دوسرا نبی آتا یقیناً میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ البتہ خلفاء ہوں گے اور کثرت سے ہوں گے۔ نیز ارشاد فرمایا کہ دین اسلام بارہ خلفاء (کے دور) تک عزیز اور غالب رہے گا اور یہ تمام خلفاء قریش سے ہوں گے۔

میری امت کا معاملہ درست رہے گا حتیٰ کہ بارہ خلفاء گزریں گے اور یہ تمام قریش سے ہوں گے۔

خلفاء کی تعداد بنی اسرائیل کے نقباء کے برابر ہوگی (اور بنی اسرائیل میں بارہ عدد نقیب تھے) (64)

اسی طرح قرآنی آیات پر نظر کرنے سے بھی یہ چیز ثابت ہوتی ہے کہ ''ملوکیت'' کوئی مذموم چیز نہیں بلکہ اس کو احسان اور بیان نعمت کے طور پر اللہ کریم نے اپنے خاص بندوں کے حق میں ذکر کیا ہے مثلاً

(ا)۔ ''اِن اللّٰہ قد بعث لکم طالوت ملکاً''

یعنی اللہ تعالیٰ نے طالوت کو تمہارے لئے بادشاہ بنا کر بھیجا۔ (65)

(۲)۔ وقتل داؤد جالوت واتاہ اللّٰہ الملک

یعنی جالوت کو حضرت داؤد علیہ السلام نے قتل کر دیا اور ان کو اللہ تعالیٰ نے بادشاہی دی۔ (66)

(۳)۔ بنی اسرائیل پر جو انعامات خداوندی تھے ان کو جتلاتے ہوئے جناب موسیٰ نے اپنی قوم کو فرمایا کہ:

"یقوم اذکروا نعمۃ اللّٰہ علیکم اذجعل فیکم انبیاء وجعلکم ملوکًا واتاکم مالم یوت احدمن العلمین۔"

''اے میری قوم اللہ کی نعمت جو تم پر اس کو یاد کرو جب کہ تم میں انبیاء کو بنایا اور تم کو بادشاہ اور ملوک بنایا اور تم کو وہ چیزیں عنایت کیں جو اس دور کے لوگوں میں سے کسی کو عطا نہیں کیں۔'' (67)

بادشاہت یا ملوکیت بذات خود کوئی بُری چیز نہیں یہ لفظ اللہ تعالیٰ کے لئے بھی آیا ہے۔ قرآن مجید میں آتا ہے۔

"لمن الملک الیوم"۔ آج کس کی بادشاہی ہے۔

جواب میں فرمایا: "لِلّٰہ الواحد القھار۔" آج اللہ تعالیٰ کی بادشاہی ہے جو ایک ہی ہے اور غلبہ رکھنے والے۔

"فتعلی اللہ الملک الحق" اللہ بلند ہے اور سچا بادشاہ ہے۔ (68)

نیز فرمایا: "ھو اللّٰہ الذی لا الٰہ اِلا ھو الملک القدوس۔" (69)

''اللہ وہ ذات ہے جس کے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں وہ بادشاہ ہے اور اس کی ذات پاک ہے۔''

کہہ دیجئے اے میرے نبیؐ! میں لوگوں کی ربّ کے ذریعے پناہ مانگتا ہوں جو لوگوں کے بادشاہ ہیں۔

حدیث میں بھی اللہ کے لئے یہ لفظ آیا ہے: "انا مالك الملوك و ملك الملوك۔"

''میں بادشاہوں کا بادشاہ اور بادشاہوں کا مالک ہوں۔'' (71)

اگر ملوکیت میں باعتبار ذات کوئی عیب ہوتا تو نہ وہ پیغمبرؑ ان کے لئے کسی بادشاہ کی درخواست کرتے اور نہ اللہ تعالیٰ ہی اس درخواست کو شرف قبولیت بخشتے۔ بلکہ صاف فرمادیتے کہ ملوکیت ایک بُری چیز ہے (بقول کئی لوگوں کے) تم اس کی طلب کیوں کرتے ہو؟ اس طرح حضرت سلیمان علیہ السلام کو اپنے والد کی ملوکیت وراثت میں ملی۔

"وورث سلیمان داؤد۔" ''اور وارث ہوا سلیمانؑ داؤدؑ کا۔'' (72)

"هب لی ملکالا ینعبی لاحدٍ من بعدی۔"

''الٰہی مجھے ایسی بادشاہت عطا کر جو میرے بعد کسی کو نہ دی جائے۔'' (73)

حدیث میں بھی اس کے شواہد موجود ہیں۔ ام حرام بنت علی ان کی روایت مذکور ہے۔ نبی کریمؐ استراحت فرمارہے تھے مسکراتے ہوئے نیند سے اٹھے۔ اور خبر دی کہ انہیں امت کے کچھ لوگ دکھائے گئے ہیں جو سمندر کی موجوں پر سوار کفار کیخلاف جہاد کے لئے نکلے ہیں۔ آپؐ نے وفورِ مسرت سے انہیں جنت کی خوشخبری سنائی اور ان کے حق میں فرمایا کہ وہ: "کاالملوك علی الاسرۃ۔" ایسے ہیں جیسے بادشاہ اپنے شاہی تختوں پر بیٹھے ہوں۔

محدثین کے نزدیک اس حدیث کے مصداق سیدنا معاویہؓ اور ان کے رفقاء ہیں۔ گویا اگر وہ ''ملک'' بھی ہیں تو ان کی ملوکیت بھی آنحضرتؐ کی پسندیدہ ہے۔ (74)

مشاجرات کا معنی ومفہوم:-

مشاجرات لفظ ''شَجَر'' سے ماخوذ ہے ''شجر'' باب نصر ینصر سے آتا ہے۔

شجر شجورًا زیرِ بحث ہونا مختلف فیہ ہونا۔ (75)

''شجرالامر بینھم۔ باہم کسی معاملہ کا متنازعہ ہونا مختلف فیہ ہونا، کسی بات پر باہم اختلاف ہونا۔ (76)

قرآن مجید فرقان حمید میں بھی لفظ ''مشاجرہ'' مذکورہ ہے۔

''فلا وربّك لایؤمنون حتی یحکموك فیما شجر بینھم ثم لایجدوا فی انفسھم حرجًا مما قضیت ویسلموتَسلیمًا۔'' (77)

''پس قسم ہے آپ کے ربّ کی وہ ایماندار نہیں ہوں گے۔تاوقتیکہ اور آپس کی گڑ بڑ (درخت کو شجر اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ اس کی شاخیں باہم گتھی ہوئی اور گڑ بڑ ہوتی ہیں) پھر اپنے دلوں میں آپ کے کیے ہوئے فیصلے سے تنگی بھی محسوس نہ کریں۔(مجاہدؒ نے کہا حرجاً سے مراد ہے شک، کیونکہ شک کرنے والا ہمیشہ اپنے معاملہ میں تنگی محسوس کرتا ہے) اور آپ کے حکم کو بلا کراہت بخوشی نہ مان لیں۔ (78)

لفظ ''شجر'' کچھ اور معنوں پر بھی آتا ہے لغت کی ایک بڑی کتاب میں مذکور ہے۔

''الشجر بمعنی مفرج الفم ومابین اللحین وقال الاصمعی الشجر الذقن۔

اس طرح حدیث میں بھی لفظ شجر مذکور ہے۔

قالت عائشۃؓ توفی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم فی بیتی وفی یومی وبین شجری ونحری وصدری وسحری۔ (79)

لغوی اعتبار سے لفظ ''مشاجرہ'' سے مراد درختوں کا گھنا ہونا، یا درخت کی شاخوں اور ڈالیوں کا ایک دوسرے میں گھس جانا، گتھ جانا اور آپس میں ٹکرانا ہے۔یہیں سے اس کا اطلاق، جھگڑے اور نزاع کے معانی میں ہوا ہے۔ اس لئے کہ لڑنے والے، ایک دوسرے میں گتھ جاتے ہیں۔علماء نے صحابہؓ کے درمیان جو اختلافات پیش آئے اور کھلی جنگوں تک نوبت پہنچ گئی۔ان کو جنگ وجدال سے تعبیر نہیں کیا: بلکہ از روئے ادب ''مشاجرہ'' کے لفظ سے تعبیر کیا۔

کیونکہ درخت کی شاخوں کو ایک دوسرے میں گھسنا اور ٹکرانا، مجموعی حیثیت سے کوئی عیب نہیں، بلکہ درخت کی زینت اور کمال ہے۔ (80)

وگراں چیز پر رضائے الٰہی کو ترجیح دینے والے اور ہر حالت میں اللہ کی خوشنودی کے طالب تھے۔

تو ان میں یہ زبردست اختلافات کیوں پیش آئے۔ جن کے نتیجے میں خوفناک جنگیں اور خون ریز لڑائیاں ہوئیں۔

جواب یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ کے باہمی اختلافات کی پیشن گوئی خود نبی کریمؐ نے کی ہے چنانچہ سعید بن المسیبؒ (متوفی 94ھ، 713ء) نے حضرت عمرؓ کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ:

سألت ربّی عن اختلافِ أصحابی من بعدی، فاوحیٰ إلیَّ یامحمد!

انَّ اصحابك عندی بمنزلة النحوم فی السماء بعضها اقویٰ من بعض، ولکل نورفمن اخذ بشیٔ ماهم علیه من اختلافهم، فهو عندی علی هدیً

قال: وقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: أصحابی کالنجوم فَبِأَیِّهِمُ اقتدیتم اهتدیتم۔

اخرجہ رزین حدیث کے ابتدائی ٹکڑے "فھو عندی علی ھدیٰ" تک سیوطیؒ نے جامع صغیر میں نقل کیا ہے اور اس کو بجستان کی "الابانۃ اور ابن عساکر سے منسوب کیا ہے۔

حدیث کے دوسرے حصے "اصحابی کالنجوم" کو ابن عبدالبر نے جامع بیان العلم میں بروایت سلام بن سلیم بن عصین عن الاعمش عن ابی سفیان عن جابران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نقل کیا ہے۔ اس حدیث کی سند میں گو کہ کمزوری ہے لیکن متعدد طرق سے منقول ہونے کے سبب اس کو تقویت مل گئی ہے۔

ترجمہ حدیث: میں نے پروردگار سے، اپنے بعد، اپنے صحابہؓ کے اختلاف کے بارے میں دریافت کیا تو میرے پاس وحی آئی۔ "اے محمد! آپؐ کے صحابہؓ میرے نزدیک آسمان کے ستاروں کی مانند ہیں۔ کم وبیش ہر ایک میں روشنی ہے، ان کے آپسی اختلافات میں جس نے کسی رائے کو لے لیا، وہ میرے نزدیک ہدایت پر ہے۔

راوی کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے جس کی پیروی کروگے ہدایت یافتہ بن جاؤ گے۔

حضرت ابن عباسؓ کی روایت میں فرمان نبویؐ ہے:

ان اصحابی بمنزلة النجوم فی السماء فأيُّها احذتم به اهتديتم، اختلاف اصحابی لکم رحمة

میرے صحابہؓ کے قول کو اختیار کرو، میرے صحابہؓ آسمان میں تاروں کی مانند ہیں، ان میں سے جس کو پکڑ لو گے ہدایت مل جائے گی، میرے صحابہؓ کا اختلاف تمہارے لئے رحمت ہے۔

مسئلہ مشاجرات صحابہ کرامؓ پر یہ سطور تحریر کرتے ہوئے دل کانپ رہا ہے اور قلم تھرتھرا رہا ہے، چونکہ پُلِ صراط کی مانند یہ مسئلہ بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے۔ اگر اس پُر خار و پُر خطر وادی میں قدم رکھتے ہوئے ایمان و یقین کی طاقتور سواری اور عشقِ رسالتؐ کی بے پناہ قوت سلف صالحین کی دینی فہم و فراست کا غیر متزلزل اعتقاد ساتھ نہ ہو تو اچھا بھلا انسان راہِ اعتدال کو چھوڑ کر افراط و تفریط کا شکار ہو جاتا ہے۔ اور صحابہ کرامؓ کی بدگمانی کے اتنے گہرے گڑھے میں گر پڑتا ہے کہ اس سے نکلنا نہایت مشکل ہوتا ہے۔

چونکہ صحابہ کرامؓ انبیاء علیہم السلام کے بعد اپنے فضائل و کمالات، محاسن و مناقب کے اعتبار سے گلشن انسانیت میں ایک امتیازی مقام رکھتے ہیں۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے رضی اللہ عنھم کا اعزاز عطا فرمایا۔ رحمتِ دو عالم ﷺ کی زبان مبارک سے انہیں دنیا ہی میں جنت کی بشارات ملیں۔ ان کی بدگوئی و عیب جوئی کی ممانعت کر دی گئی۔

اس لئے اکابر اہلسنت والجماعت (جزاھم اللہ عنا بالخیرات) نے زندگی کے ایک موڑ پر ان کے باہم الجھنے اور ٹکرانے کے لئے ایک انوکھا عنوان تجویز کیا۔ جس کا عنوان ''مشاجرہ'' ہے۔ اس کی جمع مشاجرات آتی ہے۔ اس کا معنی ہے ایک درخت کی شاخوں کا دوسرے درخت کی شاخوں سے ٹکرانا اور باہم الجھنا کسی عداوت کے طور پر نہیں ہوتا بلکہ خارجی محرک و عامل (ہوا کے جھونکوں) کا اثر ہوتا ہے اور جونہی ہوا کے جھونکے ساکن ہوتے ہیں تمام شاخیں اپنے اپنے مقام و معمول پر آجاتی ہیں۔ اسی طرح تمام صحابہ کرامؓ ایک ہی شجرہ صحابیت کی سرسبز و شاداب شاخیں ہیں۔ کسی موقع پر ان کا باہم الجھاؤ اور ٹکراؤ کسی عداوت کا نتیجہ نہیں تھا۔ بلکہ خارجی محرکات و عوامل کا اثر تھا اور تاریخ شاہد ہے کہ فضا سازگار ہوتے ہی اسی اخوت و محبت کا سماں بندھ گیا۔

اگر منصف طبع اور جویائے حق اس عنوان پر ذرا غور کرے تو حقیقت تک رسائی کے لئے راستہ سہل ہو جائے۔

فیض کیا اور سب کے سب ایک ہی کتاب (قرآن حکیم) کے ماننے والے اور ایک ہی دین (اسلام) کے پیروکار تھے۔ اس مسئلہ کی اساس قطعی طور پر اختلاف مذہب نہیں درحقیقت خلیفہ راشد ثالث سیدنا عثمانؓ کا مدینہ طیبہ کی مقدس سرزمین میں ناحق خون اور آپؓ کی دردناک مظلومانہ شہادت مشاجرات کی بنیاد بنی جس سے باہم غلط فہمیاں پیدا ہوئیں۔ مزید برآں ابن سبا اور اس کے پیروکاروں کی شرپسندانہ کاروائیوں اور منافقانہ سرگرمیوں نے جلتی پر تیل کا کام کیا اور اس طرح ہنگامی طور پر ٹھنڈے دل سے پیش آمدہ مسئلہ پر غور وفکر کر کے اسے حل کرنے کے مواقع مسدود ہو گئے معاملہ طول پکڑتا گیا اور نوبت بقتال رسیدہ ضروری حد تک بات کی تہہ تک پہنچنے کیلئے حضرت عثمانؓ کی شہادت کے حالات کو ملحوظ رکھنا لابدی ہے۔ انہی کے پس منظر میں حضرت علیؓ کی دمِ عثمانؓ سے برأت اور حضرت معاویہؓ کا طرز عمل سمجھ میں آسکتا ہے۔ (82)

علامہ ابن خلدونؒ اس واقعہ کی طرف یوں اشارہ کرتے ہیں۔

"دونوں فریق برسرِ حق تھے، دونوں کے سامنے بہر آئینہ دنیا کا مفاد اور ادنیٰ خواہشات ہرگز نہ تھیں، جیسا کہ بعض ملاحدہ سمجھتے ہیں۔ دونوں حق ہی کے لئے لڑے۔ (83)

صحابہؓ کے مابین جو مشاجرات ہوئے اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ حضرت یوسفؑ اور ان کے بھائیوں کے درمیان پیش آنے والے واقعات کی تھی۔ بھائیوں نے اپنے والد حضرت یعقوبؑ کو ستایا ایک بے گناہ بھائی حضرت یوسفؑ کو کنوئیں میں ڈال کر اقدام قتل کیا۔

اللہ جل شانہ، اس واقعہ کو خوبصورت انداز میں پیش کرتے ہیں۔

"فلما ذهبوا به واجمعوا ان يجعلوه فى غيٰبتِ الجب واوحينا اليه لتنبئنهم بامرهم هذا وهم لا يشعرونo وجاء و اباهم عشاءً يبكونo قالوا ياابانا انا ذهبنا نستبق و تركنا يوسف عند متاعنا فاكله الذئب وماانت بمؤمنٍ لنا ولو كنا صدقينo وجاء و علىٰ قميصه بدمٍ كذبٍ قال بل سولت لكم انفسكم امراً فصبر جميل والله المستعان على ماتصفونo (84)

ترجمہ: پھر جب اسے لے چلے اور سب نے مل کر ٹھان لیا کہ اسے غیر آباد گہرے کنوئیں کی تہہ میں پھینک دیں، ہم نے یوسفؑ کی طرف وحی کی کہ یقیناً (وقت آرہا ہے کہ) تو انہیں اس ماجرے کی خبر اس حال میں دے گا کہ وہ جانتے ہی نہ ہوں اور عشاء کے وقت (وہ سب) اپنے باپ کے پاس روتے ہوئے پہنچے اور کہنے لگے کہ ابا جان ہم تو آپس میں دوڑ میں لگ گئے اور یوسفؑ کو ہم نے اسباب کے پاس چھوڑا پس اسے بھیڑیا کھا گیا۔ آپ تو ہماری بات نہیں مانیں گے گو ہم بالکل سچے ہی ہوں۔ اور یوسفؑ کے کُرتے کو جھوٹ موٹ کے خون سے آلودہ کر لائے تھے۔ باپ نے کہا یوں نہیں، بلکہ تم نے اپنے دل ہی سے ایک بات بنالی ہے، پس صبر ہی بہتر ہے اور تمہاری بنائی ہوئی باتوں پر اللہ ہی سے مدد کی طلب ہے۔

میں اللہ جل وشانہ نے اس واقعہ کو مختلف انداز سے پیش کیا ہے۔

لقد کان فی یوسف واخوته اٰیٰت للسائلین ○اذقالوا لیوسف واخوہ احب الی ابینامناونحن عصبة ان ابانا لفی ضللٍ مبین○ اقتلوا یوسف اواطرحوہ ارضًا یخل لکم وجه ابیکم وتکونوا من بعدہ قوما صٰلحین○ قال قائل منهم لاتقتلوا یوسف والقوہ فی غیٰبت الجب یلتقطه بعض السیارۃ ان کنتم فٰعلین○ (85)

ترجمہ: یقیناً یوسفؑ اوراس کے بھائیوں میں دریافت کرنے والوں کے لئے (بڑی) نشانیاں ہیں۔ جبکہ انہوں نے کہا کہ یوسفؑ اوراس کا بھائی بہ نسبت ہمارے، باپ کو بہت زیادہ پیارے ہیں حالانکہ ہم (طاقتور) جماعت ہیں، کوئی شک نہیں کہ ہمارے ابا صریح غلطی میں ہیں۔ یوسفؑ کو تو مارڈالو یا اسے کسی (نامعلوم) جگہ پھینک کر تمہارے والد کا رخ صرف تمہاری طرف ہی ہو جائے، اس کے بعد نیک ہو جانا، ان میں سے ایک نے کہا یوسفؑ کو قتل تو نہ کرو بلکہ اسے کسی اندھے کنوئیں (کی تہہ) میں ڈال آؤ کہ اسے کوئی (آتا جاتا قافلہ اُٹھالے جائے اگر تمہیں کرنا ہی ہے تو یوں کرو۔)

تو ایک عظیم پیغمبر کے ساتھ یہ کتنا بڑا ظلم ہے مدتوں تک اپنے بیٹے کو نہیں دیکھا، آنکھیں دردِ غم سے سفید ہو گئیں اللہ جل وشانہ اس حالت کو ایک عجیب اوردلکش انداز میں بیان فرماتے ہیں۔

وتولّٰی عنهم وقال یٰاسفیٰ علی یوسف وابیضت عینٰه من الحزن فهو کظیم○قالو تاللّٰه تفتؤا تذکر یوسف حتی تکون حرضًا اوتکون من الھٰلکین○قال انما اشکوا بثّی وحُزنی الی اللّٰه واعلم من اللّٰه مالاتعلمون ○ (86)

پھر ان سے منہ پھیرلیا اور کہا ہائے یوسف! ان کی آنکھیں بوجہ رنج وغم سفید ہو چکی تھیں اور وہ غم کو دبائے ہوئے تھے۔ بیٹوں نے کہا واللہ! آپ ہمیشہ یوسف کی یاد ہی میں لگے رہیں گے۔ یہاں تک کہ گھل جائیں یا ختم ہی ہو جائیں۔ انہوں نے کہا کہ میں تو اپنی پریشانیوں اور رنج کی فریاد اللہ ہی سے کر رہا ہوں، مجھے اللہ کی طرف سے وہ باتیں معلوم ہیں جو تم نہیں جانتے۔

تو ایک عظیم پیغمبر اوراپنے والد کو تکلیف پہنچانا اس سے بھی زیادہ کوئی واقعہ ہوگا مگر قرآن مجید میں یوسفؑ کے بھائیوں کے متعلق کچھ بھی بے ادبی کے الفاظ موجود نہیں ہیں۔ اور ہم بھی یوسفؑ کے بھائیوں کے متعلق نہ کچھ کہہ سکتے ہیں اور نہ کچھ کہنے کا حق ہے۔ حقیقت میں بات یہ ہے کہ جن کے ساتھ زیادتی کی تھی اس نے اس کو معاف کردیا تو ہمارا کیا حق بنتا ہے کہ ان کے خلاف بیان بازی کریں۔

کرتے تھے۔ سیدنا علیؓ ان کو اپنے بھائیوں جیسے سمجھتے تھے۔ دونوں اطراف کے جنازے خود پڑھاتے تھے۔ ان کے اپنے ارشادات اس پر دال ہیں۔

یوسفؑ کے بھائیوں کی مغفرت بھی قرآن مجید میں عجیب انداز میں بیان کی گئی ہے۔

"قالوا تاللّٰہ لقد اثرك اللّٰہ علینا و ان کنّا لخطئین o قال لاتثریب علیکم الیوم یغفراللّٰہ لکم وھوارحم الرّحمین o" (87)

ترجمہ: انہوں نے کہا اللہ کی قسم! اللہ نے تجھے ہم پر برتری دی ہے اور یہ بھی بالکل سچ ہے کہ ہم خطا کار تھے۔ جواب دیا آج تم پر کوئی ملامت نہیں ہے۔ اللہ تمہیں بخشے۔ وہ سب مہربانوں سے بڑا مہربان ہے۔

"قالوا یاابانا استغفرلنا ذنوبنا انّا کنّا خطئین o قال سوف استغفرلکم ربّی ط انہ ھو الغفور الرّحیم o" (88)

ترجمہ: انہوں نے کہا ابا جی! آپ ہمارے لئے گناہوں کی بخشش طلب کیجئے۔ بے شک ہم قصوروار ہیں۔ کہا اچھا میں جلد ہی تمہارے لئے اپنے پروردگار سے بخشش مانگوں گا۔ وہ بہت بڑا بخشنے والا اور نہایت مہربانی کرنے والے ہیں۔

دوسری مثال حضرت موسیٰ اور ہارونؑ کی ہے۔ حضرت موسیٰ جب کوہِ طور پر گئے تاکہ تورات کے احکامات لے کے آئیں۔ اللہ جل وشانہ اس واقعہ کو یوں بیان فرماتے ہیں۔

"وو ٰعدنا موسیٰ ثلثین لیلۃ وّاتممنٰھا بعشرٍ فتم میقات ربہ اربعین لیلۃً وقال موسیٰ لاخیہ ھٰرون اخلفنی فی قومی واَصلح ولاتتّبع سبیل المفسدین o

ترجمہ: "اور ہم نے موسیٰ سے تیس راتوں کا وعدہ کیا اور دس رات مزید ان تیس راتوں کو پورا کیا۔ سو ان کے پروردگار کا وقت پورے چالیس رات کا ہو گیا۔ اور موسیٰ نے اپنے بھائی ہارونؑ سے کہا کہ میرے بعد ان کا انتظام رکھنا اور اصلاح کرتے رہنا اور بدنظم لوگوں کی رائے پر عمل مت کرنا۔" (89)

حضرت موسیٰ جب کوہِ طور پر اللہ سے ملاقات کے لئے ایک وفد کے ساتھ چلے گئے۔ تو سامری نامی شخص نے بنی اسرائیل کو بچھڑا پوجنے پر لگا دیا۔ جس کی اطلاع اللہ تعالیٰ نے کوہِ طور پر موسیٰ کو دی کہ سامری نے تو تیری قوم کو گمراہ کر دیا ہے اب اس واقعہ کو اللہ جل وشانہ دوسری جگہ میں ذکر فرماتے ہیں۔

"وما اعجلك عن قومك یٰموسےٰ o قال ھم اولاء علی اثری وعجلت الیك رب لترضیٰ o قال فَاِنّاقدفَتنّا قومك من بعدك واضلھم السّامِرِیُّ o فرجع موسیٰ الیٰ قومہ غضبان اَسِفًا o

پیچھے ہی ہیں۔ اور میں نے اے رب! تیری طرف جلدی اس لئے کی کہ تُو خوش ہو جائے۔ فرمایا! ہم نے تیری قوم کو تیرے پیچھے آزمائش میں ڈال دیا اور انہیں سامری نے بہکا دیا۔ پس موسیٰ سخت غضبناک ہو کر رنج کے ساتھ واپس لوٹے۔" (90)

حضرت موسیٰ نے اپنے بھائی ہارونؑ کی داڑھی اور سر کے بال پکڑ کر کھینچ لیے۔ اب اس واقعہ کو مثال سمجھ لیجئے اللہ کی قسم ایک عام عالم کے سر اور داڑھی کے بال پکڑنا یا کھینچنا بھی ہتک ہے تو ایک عظیم پیغمبر کی داڑھی اور سر کے بال پکڑنا بطریقہ اولی ہتک ہے۔ اللہ جل وشانہ، اس واقعہ کی طرف یوں اشارہ کرتے ہیں۔

"قال یبنؤمَّ لاتأخذ بلحیتی ولا براسی انی خشیت ان تقول فرّقت بین بنی اسرائیل ولم ترقُب قولی۔"

"ہارونؑ نے کہا اے میرے ماں جائے بھائی! میری داڑھی نہ پکڑ اور سر کے بال نہ کھینچ، مجھے تو صرف یہ خیال دامن گیر ہوا کہ کہیں آپ یہ (نہ) فرمائیں کہ تُو نے بنی اسرائیل میں تفرقہ ڈال دیا اور میری بات کا انتظار نہ کیا۔" (91)

حضرت موسیٰ کا خیال تھا کہ حضرت ہارونؑ سے تبلیغ دین میں کوتاہی ہوئی کیوں مجھے اس بات کی اطلاع نہیں دی تو اب اس مثال میں کوئی بھی حضرت موسیٰ کی شان میں کچھ نہیں کہہ سکتا کہ حضرت موسیٰ نے العیاذ باللہ بڑی غلطی کی (ایک بڑے پیغمبر کی ہتک کی)۔ اب کسی کو بھی کوئی بھی بات کرنے کا حق نہیں ہے۔ یہ غضب للہ اور دو بھائیوں کے آپس کا معاملہ ہے۔ حضرت موسیٰ کا غصہ اللہ کے لئے تھا (اللہ کی رضا کے لئے تھا) کہ ہارونؑ نے شاید تبلیغ دین میں تقصیر کی ہے۔ ایک اور جگہ میں نئے انداز سے اللہ جل وشانہ، فرماتے ہیں۔

ولما رجع موسیٰ الی قومه غضبان اَسِفًا قال بئسما خلفتمونی من بعدی اعجلتم امرربکم والقی الالواح واخذ برأس اخیه یجره الیه قال ابن ام ان القوم استضعفونی و کادوا یقتلوننی فلا تشمت بی الاعداء ولاتجعلنی مع القوم الظلمینo

"اور جب موسیٰ! اپنی قوم کی طرف واپس آئے غصہ اور رنج میں بھرے ہوئے تو فرمایا کہ تم نے میرے بعد یہ بڑی بُری جانشینی کی؟ کیا اپنے رب کے حکم سے پہلے ہی تم نے جلد بازی کر لی، اور جلدی سے تختیاں ایک طرف رکھیں اور اپنے بھائی کا سر پکڑ کر ان کو اپنی طرف گھسیٹنے لگے۔ ہارونؑ نے کہا کہ اے میرے ماں جائے بھائی! ان لوگوں نے مجھ کو بے حقیقت سمجھا اور قریب تھا کہ مجھ کو قتل کر ڈالیں تو تم مجھ پر دشمنوں کو مت ہنساؤ۔ اور مجھ کو ان ظالموں کے ذیل میں مت شمار کرو۔"

"قَالَ رَبِّ اغْفِرْلِيْ وَلِاَخِيْ وَاَدْخِلْنَا فِيْ رَحْمَتِكَ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ۔ (93)

ترجمہ: موسیٰؑ نے کہا اے میرے رب! میری خطا معاف فرما اور میرے بھائی کی بھی اور ہم دونوں کو اپنی رحمت میں داخل فرما اور تُو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

تو اس مثال میں بھی کسی کو کچھ کہنے کا حق نہیں ہے کیونکہ اللہ نے حضرت موسیٰؑ کو معاف فرمایا اس طرح ہم صحابہ کرامؓ کے متعلق بھی کچھ نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ اللہ نے ایسی حالت میں موت دی ہے کہ اللہ ان لوگوں سے راضی تھے۔ جو اللہ نے قرآن مجید میں واضح طور پر رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ" کے الفاظ سے واضح طور پر فرمادیا۔

اگر کوئی گناہ ان سے لوگوں کی ہدایت کیلئے سرزد بھی ہوا تو اللہ جل وشانہ نے انہیں معاف بھی کردیا۔ صحابہؓ کا ایمان ہمارے لئے معیارِ حق ہے۔ ان کا ایمان ہمارے ایمان کے لئے کسوٹی ہے اور انہی الفاظ کے ساتھ اللہ جل وشانہ نے بھی یاد فرمایا: "امنو اکماامن الناس"۔ ایمان لائیں جس طرح لوگوں نے ایمان لایا ہے۔

شاہ ولی اللہؒ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے الفاظ جنگ جمل وصفین کے متعلق نقل کر رہے ہیں۔

متعدد اسناد کے ساتھ حسن بن علی سے مروی ہے اور ابو صالح وغیرہ سے بھی کہ سیدنا علیؓ نے جنگ جمل کے دن فرمایا۔

"کہ اے کاش میں اس واقعہ سے بیس 20 سال پہلے مرجاتا۔"

اس کے بعض اسناد کو ابوبکر اور حاکم نے روایت کی ہے۔ یومِ صفین پر سیدنا علیؓ نے فرمایا:

"ہونٹ چبار ہے تھے۔ یہ اگر میں جان لیتا کہ صورتحال اس طرح ہوجائے گی تو میں جنگ کے لئے نہ نکلتا۔ جا اے ابو موسیٰ اور فیصلہ کر (یعنی حکم بن کر) اگرچہ وہ میری گردن کاٹنے کا ہو۔"

فرمایا: اے لوگو! معاویہؓ کی امارت سے کراہت نہ کرو۔ واللہ اگر تم نے اس کو گم کردیا تو لوگوں کے سروں کو حنظل کی طرح ان کے کندھوں سے اُچھلتے ہوئے دیکھوگے۔ (94)

حدیث میں بھی اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔

امام بیہقی نے اس معرکہ کو اس حدیث پر حمل کیا جسے صحیحین میں عبدالرزاق کے طریق سے عن معمر عن ہمام بن منبہ عن ابی ہریرۃ سے روایت کیا گیا ہے۔ امام بخاری نے اس کو شعیب کی حدیث سے عن الذھری عن ابی سلمہ عن ابی ھریرہ روایت کیا ہے۔ اور امام بخاریؒ نے شعیب کی حدیث سے اسے عن ابی الزنا عن الاعرج عن ابی ھریرہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی روایت کیا ہے۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

جب تک دو عظیم جماعتوں میں لڑائی نہ ہو، قیامت قائم نہ ہوگی، ان کے درمیان بہت زیادہ قتل وقتال ہوگا اور ان دونوں جماعتوں کا دعویٰ، (کلمہ اسلام) ایک ہوگا۔"

قیامت قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ دو بڑے گروہ لڑیں گے اور ان میں قتلِ عام ہوگا دونوں جماعتوں کا ایک دعویٰ ہوگا ایک دعویٰ ہوگا۔"

متعدد مورخین نے نقل کیا ہے کہ جنگ صفین کے موقع پر دن کے وقت فریقین میں جنگ ہوئی اور رات کے وقت ایک لشکر کے لوگ دوسرے لشکر میں جا کر ان کے مقتولین کی تجہیز و تکفین میں حصہ لیا کرتے تھے اور ایک فریق کو مسائل کی ضرورت پیش آتی تو دوسرے فریق کے پاس آدمی بھیج کر ان کو حل کراتے یہ ان کے دینی اعتماد کا حال تھا۔

قیصر روم نے مسلمانوں کے باہمی خانہ جنگی سے فائدہ اٹھا کر ان پر حملہ آور ہونے کا ارادہ کیا۔

حضرت معاویہؓ کو اس کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے قیصر روم کے نام ایک خط لکھا اگر تم نے اپنا ارادہ پورا کرنے کی ٹھان لی تو میں قسم کھاتا ہوں کہ میں اپنے ساتھی (سیدنا علیؓ) سے صلح کرلوں گا، پھر تمہارے خلاف ان کا جو لشکر روانہ ہوگا اس کے ہراول دستہ میں میں شامل ہوکر قسطنطنیہ کو جلا ہوا کوئلہ بنادونگا اور تمھاری حکومت کو گاجر مولی کی طرح اکھاڑ پھینکوں گا۔

تفصیل اس واقعہ کی یہ ہے کہ قیصر روم نے حضرت معاویہؓ کو خط لکھا تھا کہ تم کو حضرت علیؓ نے ستا کر رکھا ہے تمھاری مدد کے لیے میں فوج بھیج دوں اس پر سیدنا معاویہؓ نے اس کو لکھا:

"اے نصرانی کتے! میرے اور علیؓ کے درمیان جو اختلاف ہے تو اس سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہے۔ یاد رکھ اگر تو نے سیدنا علیؓ کی طرف ترچھی نگاہ سے دیکھا تو سب سے پہلے علیؓ کے لشکر کا سپاہی بن کر تیری آنکھیں پھوڑ دینے والا معاویہ ہوگا۔"

اس طرح سیدنا معاویہؓ سے منقول ہے کہ انہوں نے قسم کھا کر فرمایا کہ علیؓ مجھ سے بہتر ہے اور مجھ سے افضل ہیں اور میرا ان سے اختلاف صرف سیدنا عثمانؓ کے قصاص کے مسئلہ میں ہے اگر وہ خون عثمانؓ کا قصاص لے لیں۔ تو اہل شام میں ان کے ہاتھ پر بیعت کرنے والا سب سے پہلے میں ہوں گا۔

حضرت ضرار بن ضمرۃ کنانیؒ (جو حضرت علیؓ کی جماعت کے تھے، سیدنا علیؓ کے انتقال کے بعد)
سیدنا معاویہؓ کے پاس گئے

سیدنا معاویہؓ نے فرمایا: کہ سیدنا علیؓ کی کچھ اوصاف بیان کرو۔

انہوں نے عرض کیا: امیر المؤمنین مجھے اس سے معاف کریں گے؟

سیدنا معاویہؓ نے فرمایا کہ: میں بالکل معاف نہیں کرونگا ضرور بیان کرو،

سیدنا علیؓ خدا کی قسم بڑے مرتبے والے اور بڑے قوت والے تھے، دوٹوک بات کہتے تھے اور انصاف کا فیصلہ کرتے تھے۔ ان کی ہر سمت سے علم اُبلتا تھا اور ہر طرف سے دانائی گویائی کرتی تھی، دنیا اور دنیا کی زیب وزینت سے متوحش تھے، رات اور اس کی تاریکی سے مانوس تھے خدا کی قسم بڑے رونے والے تھے اور بڑی سوچ والے تھے اور اپنی ہتھیلیوں کو پلٹ کر اپنے نفس کو خطاب کیا کرتے تھے، مختصر لباس آپ کو پسند تھا اور موٹا جھوٹا کھانا پسند تھا۔ خدا کی قسم وہ ہم میں (بغیر کسی خصوصی امتیاز کے) ایسے رہتے تھے جیسے ہم میں کا ایک آدمی ہو۔ جب ہم حاضر ہوتے تو ہمیں اپنے قریب بٹھاتے تھے اور ہم جو بات پوچھتے تھے اس کا جواب دیتے تھے۔ اور ہم اس اختلاط وسادگی کے باوجود ان سے ان کی ہیبت کی وجہ سے بولنے کی ہمت نہیں کرتے تھے اور جب ہنستے تو ان کے دانت پروئے ہوئے موتیوں کی طرح ظاہر ہوتے۔ دینداروں کی عظمت کرتے تھے اور مساکین سے محبت کرتے تھے، کسی قوی سے قوی آدمی کو بھی اپنے باطل میں کامیابی کی امید نہیں ہوتی تھی۔ اور ضعیف سے ضعیف آدمی آپ کے انصاف سے مایوس نہ ہوتا۔ میں خدا کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ بعض اوقات میں نے ان کو دیکھا کہ رات کی اندھیروں میں اپنی محراب میں اپنی داڑھی کو پکڑے ہوئے ایسے بے چین ہیں جیسے کسی زہریلے جانور نے کاٹ رکھا ہو اور ایسے رو رہے ہیں جیسے کوئی غمزدہ اور گویا آپؓ کی آواز آج بھی میرے کان میں گونج رہی ہے۔ وہ بار بار فرما رہے تھے۔ یا ربّنا یا ربّنا اور گڑگڑا کر رہے تھے۔ پھر دنیا کو خطاب کر کے فرما رہے تھے تو مجھے ہی دھوکہ دینا چاہتی ہے۔ اور میرے ہی لیے مزین بن کر آتی ہے، مجھ سے دور ہو جا، میرے علاوہ کسی اور کو دھوکہ دیجیے، میں تو تجھے تین طلاق دے چکا ہوں، تیری مجلس بہت حقیر ہے اور تیرے مصائب آسان ہیں۔ ہائے، ہائے! توشہ آخرت کم ہے اور سفر بہت لمبا ہے اور راستہ وحشت ناک ہے۔

یہ حالات سن کر سیدنا معاویہؓ کے آنسو اتنے نکلے کہ داڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی اور ان کو آستین سے پوچھنا شروع کیا اور پاس بیٹھنے والوں کے بھی روتے روتے دم گھٹنے لگے اور سیدنا معاویہؓ نے فرمایا کہ:

تم نے سچ کہا ابوالحسن (سیدنا علیؓ) ایسے ہی تھے۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحم کرے۔

ضرار! تمھیں سیدنا علیؓ کی وفات کا غم کتنا ہے؟

انہوں نے کہا کہ جیسا کہ کسی ماں کی گود میں اس کا اکلوتا بیٹا ذبح کر دیا جائے کہ اس کے آنسو نہیں تھم سکتے، اور اس کا غم کبھی کم نہیں ہو سکتا۔ اس کے بعد حضرت ضرارؓ چلے آئے۔

ان شاء الله ۔"

''اور یہی اہل سنت والجماعت کا مسلک ہے کہ حضرت علیؓ کی رائے درست تھی، اگر چہ معاویہؓ مجتہد تھے اور وہ بھی عنداللہ ماجور ہیں۔'' (96)

مفتی محمد شفیعؒ مقام صحابہؓ میں لکھتے ہیں:

جنگ صفین میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ حق پر تھے اور ان کے مقابل حضرت معاویہؓ اور ان کے اصحاب خطاء پر۔ البتہ ان کی خطاؤں کو اجتہادی خطاء قرار دیا، جو شرعاً گناہ نہیں۔ جس پر اللہ کی طرف سے عتاب ہو۔ بلکہ اصول اجتہاد کے مطابق اپنی کوشش صرف کرنے کے بعد بھی، اگر ان سے خطاء ہو گئی تو اسے خطاء کرنے والے بھی ثواب سے محروم نہیں ہوتے ایک اجر ان کو بھی ملتا ہے۔

"وعن عمرو بن العاص انه سمع رسول الله صلى الله عليه و سلم قال اذا حكم الحاكم فاجتهدوا ثم اصاب فله اجران واذاحكم الحاكم فاجتهد ثم اخطاء فله اجر۔"(97)

محبّ الدین خطیب ''العواصم من القواصم'' کی تحقیق میں لکھتے ہیں:

''اہل سنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت علیؓ و حضرت معاویہؓ اور ان دونوں کا ساتھ دینے والے صحابہ کرامؓ، سبھی لوگ اہل حق تھے۔ دونوں فریق مجتہد، مخلص اور رضائے الٰہی کے خواہاں تھے۔ دونوں کے مدنظر اسلام کا مفاد تھا۔ دونوں مصیب تھے۔

وہ اس باب میں مخلص تھے۔ ان کا سارا اختلاف اجتہاد کی بنیاد پر تھا۔ جیسے دوسرے مجتہدین کے اختلافات ہوا کرتے ہیں۔ چونکہ وہ اپنے اجتہاد میں مخلص تھے۔ اس لئے صواب وخطا: ہر حالت میں ان کو ثواب ملے گا۔ مصیب کا ثواب، مخطی سے بہت زیادہ ہے۔'' (98)

عن يزيدبن الاصم قال: لماوقع الصلح بين عليؓ و معاويةؓ، خرج على فمشى فى قتلاه فقال: "هؤلاء فى الجنة" ثم خرج الى قتلى معاويةؓ فقال: "هؤلاء فى الجنة"۔

"ويصيرالامر الى والى معاويةؓ۔" وكان يقول عنهم: "هم المؤمنون۔" (99)

"تمرق مارقة عندفرقة من المسلمین تقتلهم أولی الطائفتین بالحق۔"

والفرقة المشار الیهافی الحدیث هی ما کان من الاختلاف بین علیؓ ومعاویہؓ وقد وصف ﷺ الطائفتین معاً بأنهما مسلمتان وأنهما متعلقتان بالحق، والحدیث علم عن اعلام النبوة: اذاوقع الامرطبق ماأخبربه علیه الصلاة والسلام، وفیه الحکم باسلام الطائفتین: اهل الشام وأهل العراق، کمایزعمه فرقةالرافضه والجهلة من تکفیر هم أهل الشام، وفیه أصحاب علیؓ أدنی الطائفتین الی الحق وهذا هومذهب اهل السنة والجماعة، أن علیًا هوالمصیب وان کان معاویةؓ مجتهدًا وهو ماجورًا ان شاء الله ولکن علی هوالامام فله اجران کماثبت فی الصحیح البخاری۔

"اذا اجتهدا الحاکم فأصاب فله أجران وإذا اجتهد فأخطأ فله أجرا۔" (100)

مسند احمدؒ حضرت ابوسعید خذری رضی اللہ عنہ سے متعدد صحیح سندوں کے ساتھ آنحضرت کا یہ ارشاد منقول ہے کہ:

''مسلمانوں کے باہمی اختلاف کے وقت ایک گروہ (امت سے) نکل جائے گا۔ اور اس کو وہ گروہ قتل کرے گا جو مسلمانوں کے دونوں گروہوں میں حق سے زیادہ قریب ہوگا۔''

اس حدیث میں امت نکل جانے والے فرقہ سے مراد باتفاق خوارج ہیں۔ انہیں حضرت علیؓ کی جماعت نے قتل کیا۔ جن کو سرکار دو عالم ﷺ نے اولی الطائفتین بالحق (دو گروہوں میں حق سے زیادہ قریب) فرمایا ہے۔

آنحضرتؐ کے ان الفاظ سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کا اختلاف کھلا حق و باطل کا اختلاف نہیں ہوگا۔ بلکہ اجتہاد اور رائے کی دونوں جانب گنجائش ہو سکتی ہے۔ البتہ حضرت علیؓ کی جماعت حق سے نسبتاً زیادہ قریب ہوگی اگر آپ کی مراد یہ نہ ہوتی تو حضرت علیؓ کی جماعت کو ''حق سے زیادہ قریب'' کے بجائے محض ''برحق جماعت'' کہا جاتا۔

تو دونوں گروہ مسلمان تھے۔ اور یہ حدیث اعلام النبوۃ میں سے ہیں۔ دونوں گروہوں سے اہل شام اور اہل عراق مراد ہے۔ اور یہی اہلسنت والجماعت کا مسلک ہے کہ حضرت علیؓ برحق تھے۔ اگر چہ حضرت معاویہ مجتہد تھے۔ اور انشاء اللہ اس اجتہاد پر انہیں بھی ثواب ملے گا۔

فسلمت عليه وجلست فبينما أنا جالس إذاأتى بعليؓ ومعاويةؓ، فادخلا بيتا وأجيف الباب وأنا انظر فما كان بأسرع من أن خرج عليؓ

وهويقول : قضى لى ورب الكعبة، ثم ماكان باسرع من أن خرج معاوية

وهويقول: غفرلى ورب الكعبة

وروى ابن عساكر عن أبى زرعه الرازى انه قال له رجل:

إنى ابغض معاوية، فقال له: ولِمَ؟ قال: لانه قاتل عليًا، فقال له ابوزرعة:

"ويحك ان رب معاوية رحيم، وخصم معاوية خصم كريم، فاليش دخولك أنت بينهما؟ رضى الله عنهما۔

وسئل الامام احمد عماجرى بين عليؓ ومعاويةؓ فقرأ۔

"تلك امة قد خلت لها ما كسبت ولكم ما كسبتم ولاتسٔلون عما كانوا يعملون۔"

كذاقال غيرواحد من السلف۔

علی بن ثابت الجزری نے سعید بن ابی عروبہ کے حوالہ سے حضرت عمر بن عبدالعزیز کے حوالہ سے روایت کیا ہے کہ فرماتے ہیں میں نے خواب میں دیکھا کہ حضورؐ جلوہ افروز ہیں اور حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ آپ ؐ کے ساتھ تشریف فرما ہیں میں بھی سلام کر کے پاس بیٹھ گیا۔ میرے سامنے ہی حضرت علیؓ اور معاویہؓ کو لایا گیا۔ اور دونوں کو ایک گھر میں داخل کر دیا گیا اور دروازہ بند کر دیا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت علیؓ تیزی سے یہ کہتے ہوئے باہر نکلے کہ رب کعبہ کی قسم میرے حق میں فیصلہ ہو گیا۔ پھر حضرت معاویہؓ تیزی سے یہ کہتے ہوئے نکلے کہ: ''رب کعبہ کی قسم! اس نے مجھے بخش دیا۔

ابن عساکر نے ابوزرعہ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے انہیں کہا ''میں حضرت معاویہؓ سے بغض رکھتا ہوں۔ انہوں نے پوچھا کیوں؟ اس نے جواب دیا۔ اس لئے کہ انہوں نے حضرت علیؓ سے جنگ کی ہے۔ ابوزرعہ نے اس شخص سے کہا۔ تیرا ناس ہو! حضرت معاویہؓ کا رب رحیم ہے اور مدمقابل کریم ہے تو ان دونوں کے درمیان کیوں دخل انداز ہوتا ہے؟ رضی اللہ عنہم۔

حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کی چپقلش کے بارے میں حضرت امام احمدؒ سے پوچھا گیا تو آپ نے یہ آیت پڑھی۔ "تلك امة قد خلت لها ما كسبت ولكم ما كسبتم ولاتسئلون عما كانوا يعملون۔"

اور یہی بات سلف کے کئی بزرگوں نے بیان کی ہے۔

"واما علیؓ فخلافة صحيحةٌ بالاجماع، وكان هو الخليفة فى وقته، لا خلافةلغيره، وامّا معاويةؓ فهو من العدول الفضلاء والصحابة النجباء رضى الله عنه، وأما الحروب التى جرت فكانت لكل طائفه شبهةٌ اعتقدت تصويب أنفسها بسببها وكلهم عدول ومتاؤلون فى حروبهم، ولم يخرج شئ من ذالك أحدًا منهم عن العدالة لانهم۔ مجتهدون اختلفوا فى مسائل من محل الاجتهاد كما يختلف المجتهدون بعدهم فى مسائل من الدماء وغيرها، ولا يلزم من ذالك نقص أحدمنهم۔" (102)

ترجمہ: "سیدنا علیؓ کی خلافت بھی بالاجماع صحیح ہے۔ اپنے وقت میں وہی خلیفہ تھے۔ دوسرا کوئی خلیفہ نہ تھا۔ سیدنا معاویہؓ فاضل عادل لوگوں میں سے اور نجیب صحابہؓ میں سے ہیں۔ رہی یہ بات کہ ان میں جنگیں ہوئیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک کے پاس ایک دلیل ایسی موجود تھی جس کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو حق بجانب سمجھتا تھا۔ سب کے سب صحابہؓ عادل ہیں، لڑائیوں وغیرہ میں تاویل سے کام لیتے ہیں اور اس قسم کی کوئی چیز بھی ان میں سے کسی کو عدالت کی وصف سے خارج نہیں کرتی، اس لئے کہ یہ لوگ (صحابہؓ) مرتبہ اجتہاد کو پہنچے ہوئے تھے۔ پھر ان کا اختلاف ایسے مسائل میں ہوا جن میں اختلاف کی گنجائش موجود تھی، جس طرح بعد کے ائمہ مجتہدین خونوں وغیرہ کے مسائل میں اختلاف کر لیتے ہیں اور اس سے کسی کا نقص لازم نہیں آتا۔"

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ "الصحابة كلهم عدول" کی اصطلاح امت مسلمہ کا متفق علیہ عقیدہ ہے۔ اگر اس کو قبول کرنا ہے تو اس تشریح و توضیح کے ساتھ ماننا ہوگا جو علمائے امت نے کی ہے، نہ کہ اور لوگوں نے کی ہے۔ مقدمہ ابن خلدون کی وضاحت گزر چکی ہے۔ وہ کافی وشافی ہے۔

امام ابوالحسن الاشعریؒ فرماتے ہیں:

"كذالك ماجرىٰ بين على ومعاوية رضى الله عنهما كان تاؤيل واجتهاد۔"

"اسی طرح علی و معاویہؓ کے درمیان جو کچھ ہوا ہے وہ بھی تاویل اور اجتهاد کی وجہ سے تھا۔" (103)

جنگ صفین کی خون ریز معرکہ آرائیوں کے بعد آپؓ ایک گشتی فرمان میں بصراحت تمام فرماتے ہیں کہ:

"و كان بداء أمرنا إنا التقينا والقوم من أهل الشام، والظاهر أن ربنا واحدٌ ونبينا واحدٌ ودعوتنا فى الإسلام واحدةٌ ولا نستزيدهم فى الايمان بالله والتصديق برسوله ولا يستزيدوننا، الأمر واحدٌ إلا مااختلفننا فيه من دم عثمان ونحن منه براءٌ۔" (104)

''اہل شام سے ہماری لڑائی ہوگئی مگر یہ ظاہر ہے کہ ہمارا رب ایک، ہمارا نبی ایک اور ہماری دعوتِ اسلام ایک ہے۔ ایمان باللہ اور تصدیق رسالت میں نہ وہ ہم سے زیادہ ہیں اور نہ ہم ان سے زیادہ ہیں، سب کا معاملہ ایک ہے۔ ہمارا باہمی اختلاف صرف سیدنا عثمانؓ کے قتل کے بارے میں تھا اور ہم ان کے خون سے بری ہیں۔''

عن ابن عباسؓ قال: كنت جالسًا عندالنبىؐ وعنده ابوبكروعثمان ومعاوية۔ اذأقبل علىؓ

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لمعاويةؓ:

'أتحب عليًا يامعاوية؟" فقال معاوية: أى والله الذى لااِله اِلاهو۔ اِنى لأحبه فى الله حبًا شديدًا،

فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: انها ستكون بينكم هنيهة (هنات تصغير على هنيّات)

الداهبة وهى المحكم: هناة وفى حديث سطيح: "ستكون هناة وهناة۔

أى شدائد وأمورعظام، وقيل: شرورو فساد۔

قال معاوية: مايكون بعد ذالك يارسول الله؟ فقال النبىؐ:"عفوالله رضوانه۔" والدخول والى الجنة۔"

قال معاوية: رضينا بقضاء الله، فعندذالك نزلت هذه الاية "ولوشاء الله مااقتتلوا ولكن الله يفعل مايريد۔" (105)

حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اپنے مکتوبات میں متعدد جگہ مشاجرات صحابہؓ کے بارے میں یہ توضیح کی ہے:

''وہ اختلافات ومشاجرات، جو صحابہ کرامؓ کے درمیان واقع ہوئے، خواہشات نفس کا نتیجہ نہ تھے ان کی خواہشات تو شریعت کے مطابق تھیں، نبی خیر البشر کی صحبت سے ان کے نفوس، پاک صاف اور نفس امارہ کی اندرونی آلودگیوں سے آزاد ہو گئے تھے نہ ان کی بناء جہالت پر تھی بلکہ وہ اجتہاد وعلم کے نتیجے میں اور اعلائے حق کی خاطر پیش آئے البتہ اس اجتہاد میں سیدنا علیؓ مصیب اور ان کے فریق (سیدنا معاویہؓ) اجتہادی خطا پر تھے۔ جس نے ان کو فسق تک نہیں پہنچایا بلکہ اس معاملے میں ان کو ملامت کرنے تک کی بھی کوئی گنجائش نہیں، کیونکہ مجتہد خطا کار بھی گناہگار نہیں، ایک درجہ ثواب کا ہی مستحق ہے۔ پس زبان کو ان کے حق میں ناروا بات کہنے سے باز رکھنا اور سب کو نیکی سے یاد رکھنا، افراط تفریط کے درمیان یہی راہ اعتدال ہے جسے اہلسنت نے اختیار کیا ہے اور یہی طریق اسلم اور سبیل محکم ہے۔ (106)

حضرت حسنؓ کا حضرت معاویہؓ کو خلافت سپرد کر دینا پانچ ربیع الاول اکتالیس ہجری (۴۱ھ) کا واقعہ ہے۔
جب کہ دیگر حضرات کے نزدیک یہ واقع ربیع الآخر کا ہے اور بعض کا خیال ہے کہ جمادی الاول میں خلافت سپرد کی گئی واللہ اعلم۔ تاریخ کی اکثر کتب میں صرف ۴۱ھ درج ہے۔ (107)

حسن بصریؒ کہتے ہیں کہ یہ صلح نبی کریم کی اس پیشن گوئی کا مصداق ہے جو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں منبر پر خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمائی تھی۔ اس وقت جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں (ایام طفولیت) حضرت حسن منبر پر ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔

آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ کے دوران کبھی حضرت حسنؓ کی طرف متوجہ ہوتے اور کبھی ہم لوگوں کی طرف التفات فرماتے۔

"قال الحسن: ولقد سمعت أبابكرة يقول: رأيت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم على المنبر والحسن بن على اِلى جنبه وهو يقبل على الناس مرة وعليه أخرىٰ ويقول:

"ان ابنى هذا سيد ولعل اللّٰه أن يصلح به بين فئتين عظميتين من المسلمين۔"

قال البخاريؒ قال لى على بن المدينى: انماثبت عندنا سماع الحسن بن أبى بكرة بهذالحديث، قلت: وقدروى هذا الحديث البخارى فى كتاب الفتن عن على بن عبدالله۔ وهوابن المدينى۔ وفى فضائل الحسن عن صدقة بن الفضل

ثلاثهم عن سفيان۔ ورواه احمدعن سفيان وهوا بن عينية۔ عن اسرائيل بن موسىٰ البصرى به۔ ورواه ايضًا فى دلائل النبوة عن عبدالله بن محمد۔ وهوابن ابى شيبة۔

ترجمہ حدیث: بے شک میرا یہ بیٹا سردار ہے اور اللہ اس کے ذریعے مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کروائے گا۔" (108)

حضرت معاویہؓ کے حق میں خلافت سے دستبردار ہونے کے بعد جناب حسنؓ مدت العمر مدینہ منورہ میں مقیم رہے۔ عام الصلح کے بعد بیت المال سے سیدنا معاویہؓ نے سیدنا حسنؓ و سیدنا حسینؓ و دیگر ہاشمی حضرات کے لئے وظائف متعین فرما دیئے تھے۔ وقتی طور پر بھی انہیں ہدایا اور تحائف پیش کیے جاتے تھے۔ اور حضرت معاویہؓ کی طرف سے ان حضرات کے لئے جو وظائف مقرر تھے وہ انہیں 41ھ سے تا مدت العمر با قاعدگی سے موصول ہوتے رہے (60ھ تک) اور اس معاملے میں کوئی ناغہ نہیں ہوا اور کوتاہی نہیں ہوئی۔

ابن عساکرؒ اپنی مشہور کتاب تاریخ مدینہ دمشق (تذکرہ سیدنا حسنؓ) میں عطیات کا واقعہ درج کرتے ہوئے پہلے وقتی عطیہ (چار لاکھ درہم) کا ذکر کیا ہے۔ اس کے بعد مبرد کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت حسنؓ ہر سال سیدنا معاویہؓ کی خدمت میں پہنچتے تھے اور امیر معاویہؓ ان کو ایک لاکھ درہم سالانہ عنایت کرتے تھے۔

عن عبداللّٰہ بن بریدة قال:

دخل الحسن بن علی علی معاویة فقال: لأجیزنك بجائزة لم یجزبها کان قبلی فأعطاه أربع مائة الف ألف۔"

عن عبداللّٰہ بن بریدة قال: دخل الحسن و والحسین علی معاویه فأمرلهما۔ فی وقته بمائیتی ألف درهم وقال: "حذاها و أنا ابن هند، ماأعطاها أحد قبلی، ولا یعطیهاأحدبعدی۔"

عن المغیرةؒ قال: أرسل الحسن بن علی، وابن جعفر إلی معاویة یسألانه المال، فبعث بمائة ألف أولکل رجل منهما بمائة ألف..........

عن محمد بن عبداللّٰہ بن أبی العقب قال: کان معاویة إذتلقی الحسن بن علی قال له:
مرحبًا و اهلاًابابن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم واذا تلقی عبداللّٰہ بن زبیر قال له:
مرحبا بابن عمته رسول الله صلی الله علیه وسلم۔ وأمرللحسن بن علی بثلا ثمائة ألف وعبداللّٰہ بن الزبیر بمائة الف۔

زید بن الحباب نے حسین بن واقد سے عبداللہ بن بریدہ کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت حسین بن علیؓ حضرت معاویہؓ کے پاس آئے تو حضرت معاویہؓ نے حضرت حسنؓ سے کہا: میں آپ کو ایسا عطیہ دوں گا جو مجھ سے پہلے ایسا کسی نے نہیں دیا ہوگا، پھر حضرت معاویہؓ نے انہیں چار کروڑ عطیہ دیا۔ اور ایک دفعہ حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ آپؓ کے پاس تشریف لائے تو آپؓ نے فوراً دو لاکھ دینار کا عطیہ دیا اور ان سے کہا کہ میں نے اس سے پہلے یہ عطیہ کسی کو نہیں دیا۔

فبلغ ذالك عليًا فقال لهما: ألا تستحيان؟ رجل نطعن فی عینه عدوة وعشية تسألانه المال؟

فقال: بل حرمتناأنت وجادهولنا۔

ابن ابی الدنیا جریر کے واسطے سے مغیرہ نے نقل کیا ہے۔فرماتے ہیں کہ:

حضرت حسنؓ بن علیؓ اور عبداللہ بن جعفر نے حضرت معاویہؓ کی طرف کے مال کے مطالبے کا خط بھیجا تو حضرت معاویہؓ نے دونوں کی طرف یا ہر ایک کی طرف ایک لاکھ دینار بھیجے۔ یہ بات سیدنا علیؓ کو پہنچی تو سیدنا علیؓ نے فرمایا تم دونوں کو شرم نہیں آئی کہ ہم ایک شخص سے صبح وشام کو محو پیکار اور تم اس سے مال مانگ رہے ہو؟ ان دونوں نے کہا آپ نے ہمیں محروم کیا اور وہ ہم پر سخاوت کرتے ہیں۔

امام اصمعیؒ نے کہا کہ حضرت حسنؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سیدنا معاویہؓ کے پاس آئے تو آپؓ نے حضرت حسنؓ سے کہا رسولؐ اللہ کے بیٹے کو خوش آمدید اور ان کے لئے تین لاکھ دینے کا حکم دیا اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے کہا رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی کے بیٹے کو خوش آمدید اور انہیں ایک لاکھ دینار دینے کا حکم دیا۔

زبدۃ العارفین ابوالحسن سید علی بن عثمان الہجویریؒ (465ھ) (المعروف شیخ داتا گنج بخشؒ) نے کشف المحجوب باب الثامن میں ایک واقعہ تحریر فرمایا ہے کہ:

''ایک روز حضرت حسینؓ کی خدمت میں ایک سائل حاضر ہوا۔عرض کیا کہ اے رسولؐ خدا کے بیٹے! میں ایک درویش آدمی ہوں۔عیالدار ہوں۔آپ مجھے آج کا کھانا عنایت فرمائیں۔سیدنا حسینؓ نے فرمایا کہ یہاں ٹھہر جائیے۔ ہمارا وظیفہ پہنچنے والا ہے وہ پہنچ جائے تو دے دیں گے۔

کچھ زیادہ دیر نہ ہوئی کہ سیدنا معاویہؓ کی طرف سے پانچ عدد تھیلیاں (جن کے ہر ایک میں ایک ایک ہزار دینار تھا) پہنچانے والوں نے آکر حضرت کی خدمت میں پیش کیں اور کہا کہ۔

''سیدنا معاویہؓ معذرت کرتے تھے کہ یہ قلیل سی مقدار ہے اسے صرف فرماویں۔ حضرت حسینؓ نے وہ تھیلیاں سائل کو دے دیں اور معذرت بھی کی۔''

علامہ عبدالرحمٰن ابن خلدونؒ لکھتے ہیں:

کانت سمية ام زياد مولاة للحارث بن كلدة الطبيب، ولدت عنده ابابكرة ثم زوجها بمولىً له وولدت زياد اوكان ابو سفيان قدذهب الى الطائف فی بعض حاجاةفاصابها بنوع من انكحةالجاهلية وولدت زيادًا هذانسبة الى ابى سفيان واقرلها به الاانه كان بخفية.

''سمیہ جو زیاد کی ماں ہے حارث بن کلدہ طبیب کی لونڈی تھی۔ اسی کے پاس اس سے ابوبکرہؓ پیدا ہوئے پھر اس نے اس کی شادی اپنے ایک آزاد کردہ غلام سے کردی تھی اور اس کے یہاں زیاد پیدا ہوئے (واقعہ یہ تھا کہ) ابوسفیان اپنے کسی کام سے طائف گئے ہوئے تھے وہاں انہوں نے سمیہ سے اس طرح کا نکاح کیا جس طرح کا نکاح جاہلیت میں رائج تھا۔ اور اس سے مباشرت کی، اسی مباشرت سے زیاد پیدا ہوا اور سمیہ نے زیاد کو ابوسفیان سے منسوب کیا۔ خود ابوسفیان نے بھی اس نسب کا اقرار کرلیا تھا۔ مگر خفیہ طور پر۔'' (111)

اس سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ حضرت ابوسفیانؓ نے طائف میں سمیہ سے زنا نہیں بلکہ ایک خاص قسم کا نکاح کیا تھا جو جاہلیت میں جائز سمجھا جاتا تھا۔ اسلام نے اسے ممنوع کردیا مگر اس سے پیدا ہونے والی اولاد کو غیر ثابت النسب یا ولد الحرام قرار نہیں دیا۔ زیاد چونکہ حضرت ابوسفیانؓ کے مسلمان ہونے سے پہلے ہی پیدا ہو چکے تھے۔

کیونکہ حضرت ابوسفیانؓ فتح مکہ کے موقع پر اسلام لائے تھے۔ اور زیاد کی ولادت کے بارے میں چار اقوال ہیں۔

نمبر ۱۔ ہجرت سے پہلے۔ نمبر ۲۔ ہجرت کے سال۔

نمبر ۳۔ غزوہ بدر کے دن۔ نمبر ۴۔ فتح مکہ کے سال۔

اس لئے یہ استلحاق یقیناً اسلام سے پہلے ہوا تھا۔ البتہ اس کا اظہار لوگوں پر نہیں ہوا تھا۔ (112)

جب حضرت معاویہؓ کے سامنے دس گواہوں نے (جن میں بعض جلیل القدر صحابہ بھی شامل تھے۔) اس بات کی گواہی دی کہ حضرت ابوسفیانؓ نے اپنے ساتھ زیاد کے نسب کا اقرار کیا تھا۔ تب حضرت معاویہؓ نے ان کے لئے اس نسب کا اعلان کیا، مشہور محدث ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

حضرت معاویہؓ نے 44ھ میں ان (زیاد) کا استلحاق کیا اور اس بات پر نمبر ۱۔ زیاد بن اسماء الحرمازی نمبر ۲۔ مالک بن ربیعہ سلولی رضی اللہ عنہ۔ نمبر ۳۔ منذر بن ربیعہ نے شہادت دی تھی۔ یہ بات مدائنیؒ اپنی مختلف سندوں سے روایت کی ہے اور گواہوں میں مندرجہ ذیل ناموں کا اضافہ کیا ہے۔ نمبر ۴۔ جویریہ بنت ابی سفیانؓ۔ نمبر ۵۔ مسور بن قدامہ الباہلی۔ نمبر ۶ ابن ابی نصر الثقفی۔ نمبر ۷۔ زید بن نفیل الازدی

ان سب نے ابوسفیانؓ کے بارے میں گواہی دی کہ زیاد ان کا بیٹا ہے البتہ منذر نے گواہی یہ دی تھی کہ میں نے حضرت علیؓ کو یہ کہتے سنا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ ابوسفیانؓ نے یہ بات کہی تھی۔ پھر حضرت معاویہؓ نے خطبہ دیا اور زیاد کا استلحاق کرلیا۔ جن گواہوں کے نام حافظ ابن حجرؒ نے مدائنیؒ کے حوالے سے لکھے ہیں ان میں حضرت مالک بن ربیعہ سلولیؓ صحابہؓ میں سے ہیں اور بیعت رضوان میں شریک رہے۔ (113)

ابن اثیر جزریؒ کی تصریح کے مطابق جاہلی نکاح سے جاہلیت میں پیدا ہونے والی اولاد کو اسلام میں غیر ثابت النسب قرار نہیں دیا جاتا تھا یہی وجہ ہے کہ حضرت معاویہؓ قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ:

"اما واللہ لقد علمت العرب ان کنت المزھا فی الجاھلیة وان الاسلام لم یزدنی الاعزا وانی لم اتکثر بزیاد من قلة ولم اتعزز به من ذلة ولکن عرفت حقاله فوضعته موضعه۔"

خدا کی قسم! تمام عرب جانتے ہیں کہ جاہلیت میں مجھے تمام عربوں سے زیادہ عزت حاصل تھی، اور ظاہر ہے کہ اسلام نے میری عزت میں اضافہ کیا ہے، لہٰذا نہ تو ایسا ہے کہ میری نفری قلیل ہو اور میں نے زیاد کے ذریعے اس میں اضافہ کرلیا ہو، اور نہ کبھی میں ذلیل تھا کہ زیاد کی وجہ سے مجھے عزت مل گئی ہو بلکہ واقعہ یہ ہے کہ یہ میں نے اس کا حق سمجھا ہے اور اسے اس کے حقدار تک پہنچا دیا ہے۔ (114)

یزید کی ولی عہدی پر سیدنا معاویہؓ کے اقدام سے متعلق بحث اس وقت تک نامکمل رہے گی جب تک مندرجہ ذیل چار امور صراحت کے ساتھ زیرِ بحث نہ آ جائیں:- ۱۔ آیا بیٹے کو ولی عہد بنانا فی نفسہ جائز ہے یا نہیں؟

۲۔ سیدنا معاویہؓ یزید کی ولی عہدی کو اپنی رائے اور اجتہاد کی روشنی میں پوری نیک نیتی کے ساتھ درست سمجھتے تھے یا انہوں نے محبت پدرانہ سے مجبور ہو کر یہ فعل انجام دیا۔

۳۔ سیدنا معاویہؓ کے یہ فعل نتائج کے اعتبار سے ٹھیک ثابت ہوا یا نہیں۔

۴۔ کیا سیدنا معاویہؓ یزید کی بیعت کے لیے لوگوں کو جبراً آمادہ (تیار) کیا۔

۱۔ جہاں تک پہلے نکتے کا تعلق ہے تو اس بات پر امت کا اجماع ہے کہ خلیفہ وقت اگر کسی شخص میں نیک نیتی کے ساتھ شرائط خلافت پاتا ہے تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ اس کو اپنا ولی عہد بنا دے خواہ وہ اس کا رشتہ دار، باپ، بیٹا ہی کیوں نہ ہو، بعض حضرات نے اس میں اربابِ حل وعقد سے مشورے کی قید لگائی ہے۔

اگر چہ معاویہؓ کا فعل (ولایت عہد) اہل حل وعقد کے متفق ہو جانے کی وجہ سے اس کے لئے حجت ہے۔ اور یزید کو اور لوگوں پر ترجیح دینا تقاضائے وقت اور صورتحال نے مجبور کیا۔ بایں غرض کہ مسلمانوں میں عام اتفاق واتحاد رہے۔ جو شارع علیہ السلام کے نزدیک اہم تھا، افضل سے مفضول کی طرف پھیر دیا گیا۔

اس کے سوا سیدنا معاویہؓ کے حق میں کوئی بدگمانی نہیں کی جا سکتی اور کی جائے تو کیوں کر کہ عدالت اور صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت جو انہیں حاصل تھی۔ وہ ان کے حق میں بدگوئی سے مانع ہے۔ اس کے علاوہ یزید کی ولی عہدی کے وقت اکابر صحابہ موجود تھے۔ ان کا خاموش رہنا خود اس بات کی بڑی دلیل ہے کہ ان کو بھی اس ولایت عہد سے کچھ اختلاف نہ تھا کیوں کہ وہ اکابر ایسے نہ تھے جن کی کوئی بات حق گوئی سے باز رکھ سکتی ہے۔ اور سیدنا معاویہ بھی وہ شخص نہ تھے جن کو بخیال عزت ومملکت حق کے اختیار کرنے میں کچھ تامل ہوتا۔ اس لیے کہ وہ سب صحابیؓ تھے کہ حق پرستی اور للّٰہیت ان کے مرتبے کا لازمی تقاضا تھا۔ عدالتِ صحابہؓ کا عقیدہ بھی اسی وجہ سے ہے کہ وہ کبھی باطل کے ہم نوا نہیں ہو سکتے۔ (115)

۲۔ بعض مؤرخین کا بیان ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے یزید کی جانشینی کا فیصلہ محبت پدری سے مجبور ہو کر کیا تھا، لیکن وہی مؤرخین اس بات کو بھی وضاحت سے نقل کرتے ہیں کہ اس میں صرف محبت نہیں بلکہ یزید کی اہلیت بھی شامل تھی اور وقت، حالات اور پیشِ نظر صورت حال کا تقاضا بھی۔ لیکن تاریخ کی ان ہی کتابوں میں سیدنا معاویہؓ کا درج ذیل خطبہ پڑھنے کے بعد ان سے اس قسم کی بدگمانی بہت ہی افسوس ناک ہے۔

وروينا عن معاويه انه قال يومًا فی خطبته:

اللهم ان كنت تعلم انی وليته لانه فيما اراه اهلِ لِذالِك

فاتمم له ماوليته وان كنت وليته لانی احبه فلا تمم له ماوليته۔ (116)

امام ذہبیؒ اور امام سیوطیؒ نے عطیہ بن قیس کے حوالے سے اس دعا کے یہ الفاظ نقل کیے ہیں:

اللهم ان كنت عهدت يزيد لمارايت من فضله فبلغه ما املت واعنه وان كنت انما حملنی حب الوالد لولده وانه ليس لما صنعت به اهلا فاقبضه قبل ان تبلغ ذلك. (117)

اسی لئے علامہ ابن خلدونؒ لکھتے ہیں:

''حضرت معاویہؓ کے دل میں دوسروں کو چھوڑ کر اپنے بیٹے کو ولی عہد بنانے کا جو داعیہ پیدا ہوا اس کی وجہ امت کے اتحاد و اتفاق کی مصلحت تھی، بنو امیہ کے اہل حل وعقد اس پر متفق ہو گئے تھے۔ کیوں کہ وہ اس وقت اپنے علاوہ کسی اور پر راضی نہ ہوتے اور اس وقت قریش کی سر برآوردہ جماعت وہی تھی اور اہلِ ملت کی اکثریت ان ہی میں سے تھی اس لیے حضرت معاویہؓ نے اس کو ترجیح دی اور افضل سے غیر افضل کی طرف رجوع کیا۔ حضرت معاویہؓ کی عدالت اور حمایت کے اس کے سوا کچھ اور گمان کرنے سے مانع ہے۔'' (118)

۳۔ اس میں شک نہیں کہ حضرت معاویہؓ کا یہ مخلصانہ فعل مآل اور نتائج کے اعتبار سے درست ثابت نہ ہو سکا۔

۴۔ یہ بات کہ سیدنا معاویہؓ نے یزید کی بیعت کے لیے لوگوں کو جبراً آمادہ (تیار) کیا سوائے جھوٹ کے کچھ نہیں۔ مشہور شیعی مؤرخ یعقوبی بھی اس کے قائل نہیں تھے کہ سیدنا معاویہؓ نے یزید کی بیعت کے لیے لوگوں کو جبراً آمادہ (تیار) کیا۔ اور اس کو کچھ یوں بیان کرتے ہیں:

وحج معاوية تلك السنته فتألف القوم، ولم يكرههم على البيعته"

''اس سال سیدنا معاویہؓ نے حج ادا کیا اور لوگوں کو یزید کی بیعت پر جبراً آمادہ نہیں کیا۔'' (119)

کے جانشین حضرت ابوبکرؓ کو اپنے علم وتقوی اور ان کی تاریخی خدمات پر چنا گیا۔ حضرت عمرؓ ان کے جانشین ہوئے تو حضرت ابوبکرؓ کی ان کے علم وتقوی اور خلافت کی صلاحیت پر نظر تھی، پھر حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ چنے گئے تو عشرہ مبشرہ کے اعزاز پر پھر حضرت معاویہؓ سریر آرائے خلافت ہوئے تو حضرت حسنؓ کے اعتماد پر، مگر بعد ازاں مسلم سوسائٹی میں وہ بات نہ رہی۔ حضرت معاویہؓ اور حضرت علیؓ کے اختلافات نے قوموں کی پہلی فطرت کھول کر رکھ دی۔ حجاز پر تقویٰ و دیانت کا غلبہ تھا، مگر قلمرو اسلامی کی نئی وسعت کے سامنے یہ آبادی فیصلہ کن نہ ہو سکتی تھی۔ ایران و روم، عراق و شام اور مصر و افریقہ کے لوگوں کے اپنے اپنے مزاج تھے۔

حضرت علیؓ کے نہج البلاغہ کے خطبے، عراقیوں کی بے وفائی اور شامیوں کی عزیمت اور صلابت پر شاہد ناطق ہیں۔

ایسے ماحول میں خلیفہ کے علم وتقویٰ پر کہ ان پر انتخاب حالات کا سامنا کرنے کے لیے کافی نہ سمجھا گیا۔

حضرت حسینؓ کے علم وتقویٰ پر کیسے شک ہو سکتا ہے، مگر کیا یہ صحیح نہیں کہ انہیں عراقیوں نے دھوکا دیا، خطوط بھیج کر انہیں بلایا اور جب وہ آئے تو خود یہ حکومت کے ساتھ مل گئے، اہلِ حجاز کی سادگی اور اہلِ عراق کا تلون یہ وہ بواعث تھے جن کی وجہ سے نیا خلیفہ شامیوں میں سے چنا جائے، یہ احساس اور بڑھتا گیا اور اسی سے سلطنتِ اسلامیہ کی کچھ صلابت اور عزیمت کی توقع رہ گئی تھی۔

حضرت معاویہؓ نے شام میں کچھ اس انداز سے حکومت کی تھی کہ لوگ ان پر جان دیتے تھے۔ پھر شیرازۂ اسلام کے بکھرنے کے بعد پھر سے اسے باندھنے کا سیدنا معاویہؓ کا کارنامہ بھی ہر کسی کے سامنے تھا: الأئمة من قريش کی رو سے سیدنا معاویہؓ قریشی تھے اور عبد مناف کی اولاد میں سے ہونے کے باعث حضور اکرمؐ کے قریبی بھی تھے۔ شامیوں میں اور لوگ ان روایات کے حامل نہ تھے جو بنی امیہ میں پائی جاتی تھیں۔

حضرت مغیرہ ابن شعبہؓ کی رائے تھی کہ جس طرح شامی افواج اور شامی عوام سیدنا معاویہؓ پر جان دیتے ہیں اسی طرح پروہ اور کس کا ساتھ دے سکتے ہیں تو سیدنا معاویہؓ کے خاندان ہی کا دے سکیں گے، اس لئے انہوں نے یہ تجویز رکھی کہ آپؓ اپنے بیٹے کو ولی عہد کر دیں۔

سیدنا معاویہؓ نے پہلے اس میں کچھ تردد کیا کہ باپ کیسے بیٹے کا جانشین ہو، لیکن بالآخر ان حضرات کی بات مان لی کیوں کہ باپ کے بعد بیٹا جانشین ہو اس میں شرعاً کوئی قباحت نہ تھی۔

حضرت سلیمانؑ حضرت داؤدؑ کے بیٹے تھے اور ان کے جانشین ہوئے، اب اگر حالات کو سلجھانے کے لیے بیٹے کا انتخاب کرنا پڑے کیوں کہ شام کے لوگ اس کے وفادار ہو سکیں گے تو ان حالات میں بیٹے کو جانشین بنانے میں شرعاً کوئی عیب نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ دلوں کے بھید جاننے والا ہے۔ حضرت معاویہؓ اگر اس نیت سے بیٹے کو نامزد کرتے ہیں کہ شامی فوجیں اس کے سوا اور کسی کے گرد وفادارنہ پہرہ نہ دے سکیں گے اور اگر کسی سادہ اور نیک بزرگ کو نامزد کیا تو ہو سکتا ہے وہ اپنے گرد اتنی حمایت جمع نہ کر سکے تو محض اس لیے ایسا نہ کرنا کہ باپ کے بعد بیٹا نہیں ہو سکتا یہ کوئی شرعی مسئلہ نہیں اس کے لیے ملک کو خطرے میں نہیں ڈالا جا سکتا۔

پھر یہ بھی علم الٰہی تھا کہ آئندہ مسلم سلطنتیں دنیا میں باپ بیٹے کی حکومت سے چلیں گی۔ ہندوستان کے شاہانِ اسلام خلجی ہوں یا تغلق، لودھی خاندان ہو یا مغلیہ خاندان سب اسی نسبت سے رہ چکے ہیں۔ شاہ جہاں اورنگ زیب سب باپ بیٹا تھے۔ ہندوستان میں محمد بن قاسم کس حکومت کی طرف سے آئے تھے؟ کیا عبدالملک کی حکومت کی باپ بیٹے کی اساس پر نہ چل رہی تھی؟ خلفائے بنی عباس ہارون الرشید اور مامون الرشید کیا باپ بیٹا نہ تھے؟ اور کیا ان کے دور میں شوکت اسلامی قائم نہ تھی؟ پھر جو اموی لوگ اسپین چلے گئے تھے کیا انہوں نے خلافت عبدالرحمٰن ثالث کی اولاد میں باقی نہ رکھی؟ پھر سلطنت عثمانیہ جو پوری قلمرو اسلامی کی طاقت کا مرکز تھی کیا باپ بیٹے کی جانشینی پر قائم نہ تھی؟ پوری دنیا میں مسلمان اسی نظام حکومت سے پھیلے اور ان ہی سے عالمی شوکت قائم ہوئی۔ گو اس میں خلافت راشدہ کا سا علم وتقویٰ اور اللہ کی حاکیت کا نظام نہ تھا، تاہم کفری نظاموں کے سامنے یہی ایک چراغ تھا جس میں اسلام کا تیل جل رہا تھا۔

اسلامی عقیدہ میں صحابہؓ ہدایت کے روشن ستارے ہیں، کیا اس مسئلے کو حل کرنے کے لیے بھی کوئی ستارہ چمکا؟ مجبوری حالات میں جب یہ طریق حکومت مسلمانوں نے پوری دنیا میں اپنایا تو ضروری تھا کہ اس کی اصل صحابہؓ سے ملتی جس سے پتہ چلے کہ اگر مسلمان اس نظام حکومت سے آگے بڑھے ہیں تو ان کے پاس اس باب میں ایک فقیہ صحابی کا عمل موجود تھا، جس نے بعض دوسرے صحابہؓ کے کہنے پر باپ کے بعد بیٹے کی ولی عہدی پر دستخط کیے۔ اگر حضرت معاویہؓ سے اس کی سند نہ ملتی تو مسلمانوں کی پوری دنیا کی مذکورہ حکومتیں اپنی اساس میں غیر اسلامی رہتیں اور یہ اسلام کے باقی نہ رہنے کا ایک عملی اقرار تھا۔ یہ اس بات کا اعلان تھا کہ اسلامی نظام حکومت 30 سالوں سے آگے نہ چل سکا، استغفر اللہ۔

نہیں، دوسری جہت ہے۔ یہ نہیں کہ باپ کے بعد بیٹے کی جانشینی جائز نہیں۔ حضرت معاویہؓ نے اپنے اجتہاد سے مسلمانوں کو اس عملی حکومت کی ایک سند دی جس پر آئندہ حکمران صدیوں تک چلتے رہے اور فقہائے اسلام میں سے کسی نے اسے ناجائز نہیں کہا۔

رہی دوسری جہت پر جرح تو صرف اتنا کہنا کافی ہے کہ قرآن کی رو سے علم غیب خاصہ باری تعالیٰ ہے۔ حضرت معاویہ جلیل القدر صحابی تھے، اونچے درجے کے ولی اللہ بھی تھے لیکن عالم الغیب نہ تھے۔ انہیں یہ علم نہ تھا کہ ان کے جانشین کا آئندہ کردار کیا ہوگا؟

(1)۔ابو حامد محمد بن محمد الغزالیؒ، احیاء العلوم، قاہرہ، م ن، کتاب العلم، باب اول، ص ۹ جلد ا
(2)۔ابن منظور افریقی، بیروت، دار صادر، سن ۱۴۱۰ھ، ص ۱۰۸ جلد ۶
(3)۔عبد الرحمٰن ابن خلدون، مقدمہ ابن خلدون، مصر، المکتبہ التجاریۃ الکبریٰ، س ن، صفحہ 113
(3)۔امام راغب اصفہانیؒ، الذریعۃ الی احکام الشریعۃ، بیروت، دار صادر، سن ۱۳۹۸ھ، باب ۸ ص ۱۸
(5)۔علامہ ابن القیم الجوزیہ، الطرق الحکمیہ فی السیاسیۃ الشرعیۃ، بیروت، دار صادر، 1961ء، صفحہ 15
(6)۔ڈاکٹر حسن، علم السیاسۃ، بیروت، م ن، سن ۱۹۷۰ء، ص ۲۰
(7)۔ڈاکٹر جمال اتاسی، مدخل الی علم السیاسۃ، دمشق، ص ۷
(8)۔المنجد، ص ۳۶۲، مادہ سوس
(9)۔القرآن ۲:۲۵۵
(10)۔القرآن ۱۰:۹۲
(11)۔حسین بن محمد راغب اصفہانیؒ، مفردات القرآن، ایران، المکتبۃ المرتضویہ، سن ۱۳۴۲ھ، ص ۱۵۵
(12)۔ابو الحسن ماوردیؒ، الاحکام السلطانیہ، مصر، مکتبۃ التجاریۃ، سن ۱۹۷۳ء، ص ۷
(13)۔ابن عابدین شامیؒ، کوئٹہ، مکتبہ رشیدیہ، سن ۱۹۹۲ء، باب الامامۃ ص ۵۱۱ جلد ا
(14)۔شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ، ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء، کراچی، قدیمی کتب خانہ، س ن، ص ۱۳، جلد ا
(15)۔القرآن ۴:۵۹
(16)۔القرآن ۴:۳۴
(17)۔شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ، حجۃ اللہ البالغۃ، لاہور، مکتبہ سلفیہ، سن ۱۹۷۵ء، ص ۱۰۴ حصہ دوم
(18)۔القرآن ۴:۵
(19)۔علامہ ابن خلدونؒ، مقدمہ ابن خلدون، مترجم احمد حسین آلہ آبادی، کراچی، نفیس اکیڈمی، ص ۲۲۱
(20)۔القرآن ۱۲:۵۵
(21)۔القرآن ۴۹:۱۳
(22)۔القرآن ۱۸:۲۸
(23)۔علامہ ابن خلدونؒ، مقدمہ ابن خلدون، مترجم احمد حسین آلہ آبادی، کراچی، نفیس اکیڈمی، ص ۲۲۱
(24)۔القرآن ۲:۲۴۲
(25)۔Brockelmanncarl, History of The Islamic peopls
New York The cornwall press 1947, Page 73
(26)۔Sykes, Sir Pearcy, History of Persia, 3rd Edition, London,
Macmillan Ltd. 1958, Page 532
(27)۔محمد فاروق نبہان، نظام الحکم فی الاسلام، کویت، مطبوعات جامعہ، س ن، ص ۶۲۳
(28)۔توفیق سلطان الیوز بکی، عراق، وزارۃ التعلیم، سن ۱۹۷۷ء، ص ۱۵۵
(29)۔عمر ابو النصر، معاویہ بن ابی سفیانؓ، مترجم اردو شیخ محمد احمد، لاہور، گلوب پبلشرز، س ن، ص 154
(30)۔ندوی، شاہ معین الدین، تاریخ اسلام، لاہور، مکتبہ رحمانیہ، س ن، صفحہ 374، جلد نمبر 2

(32)۔ [illegible] ابن حجر، الاصابہ فی تمیز الصحابہ، مصر، مطبعۃ السعادۃ، 1328ھ، ص 418، جلد نمبر 3

(33)۔البلاذری، فتوح البلدان، مترجم ابوالخیر مودودی، کراچی، نفیس اکیڈمی، 1986ء، ص228، جلد 2

(34)۔الحموی، یاقوت بن عبداللہ، معجم البلدان، مصر، مطبعۃ السعادۃ، 1324ھ، 1906ء، صفحہ 194، جلد نمبر 7

(35)۔حکیم محمود احمد ظفر سیالکوٹی، سیدنا معاویہؓ کے حالات زندگی، پشاور، کتب خانہ یوسفی، س ن، ص 448

(36)۔الیعقوبی، احمد بن یعقوب، تاریخ یعقوب، بیروت، دارصادر، 1279ھ، 1960ء، ص283، جلد 2

(37)۔ندوی، شاہ معین الدین ندویؒ، تاریخ اسلام، اعظم گڑھ، شبلی اکیڈمی، 1993ء، ص 32، جلد 2

(38)۔ابن اثیرؒ، الکامل فی التاریخ، بیروت، دار صادر، 1965ء، صفحہ 178، جلد نمبر 3

(ii)۔ابن کثیرؒ، البدایہ والنھایہ، بیروت، مکتبۃ المعارف، 1966ء، صفحہ 88، جلد نمبر 8

(iii)۔الذھبیؒ، سیر اعلام النبلاء، بیروت، موٴسسۃ الرسالۃ، 2001ء، صفحہ 490، جلد نمبر 3

(iv)۔طبری، تاریخ طبری، اردو ترجمہ سید حیدر علی طباطبائی، کراچی، نفیس اکیڈمی، 1982ء،
صفحہ 132-126، جلد نمبر 4

(39)۔ابن کثیرؒ، البدایہ والنھایہ، بیروت، مکتبۃ المعارف، 1974ء، صفحہ 48، جلد نمبر 8

(ii)۔ابن اثیرؒ، اسد الغابہ، بیروت، دار الفکر، 1997ء، صفحہ 181، جلد نمبر ۴

(iii)۔الیعقوبی، تاریخ الیعقوبی، بیروت، دار صادر، 1960ء، صفحہ 229، جلد نمبر 2

(iv)۔الطبری، تاریخ الامم والملوک، اردو ترجمہ سید حیدر علی، کراچی، نفیس اکیڈمی، 1982ء، ص140، جلد 4

(v)۔ابن خلدون، تاریخ ابن خلدون، اردو احمد حسین، کراچی، دار الاشاعت، 2003ء، ص558، جلد 3

(40)۔الطبری، تاریخ طبری، مترجم سید حیدر علی، کراچی، نفیس اکیڈمی، 1982ء، ص35، جلد 4

(ii)۔الیعقوبی، تاریخ الیعقوبی، بیروت دار صادر، 1960ء، صفحہ 237، جلد نمبر 2

(41)۔ابن خلدون، تاریخ ابن خلدون، اردو احمد حسین، کراچی، دار الاشاعت، 2003ء، ص528، جلد 3

(ii)۔الیعقوبی، تاریخ یعقوبی، بیروت، دار صادر، 1960ء، صفحہ 221، جلد نمبر 2

(42)۔الیعقوبی، تاریخ یعقوبی، بیروت، دار صادر، 1960ء، صفحہ 222-221، جلد نمبر 2

(ii)۔ابن حجرؒ، الاصابہ فی تمیز الصحابہؓ، مصر، مکتبہ التجاریۃ الکبریٰ، 1939ء، صفحہ 482، جلد نمبر 2

(43)۔ابن حجر عسقلانیؒ، الاصابہ فی تمیز الصحابہؓ، مصر، المکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ، 1939ء، ص200، جلد 4

(44)۔سید قاسم محمود، شاہکار اسلامی انسائیکلوپیڈیا، لاہور، الفیصل، س ن، صفحہ 808

(45)۔علی ابراہیم حسن، النظم الاسلامیہ، مترجم مولوی علیم اللہ، کراچی، دار الاشاعت، س ن، ص 180

(46)۔الیعقوبی، تاریخ الیعقوبی، بیروت، دار صادر، 1960ء، صفحہ 218، جلد نمبر 2

(47)۔ندوی، شاہ معین الدین، تاریخ اسلام، لاہور، مکتبہ رحمانیہ، س ن، صفحہ 369، جلد نمبر 2

(48)۔محمد بن عبدوس، کتاب الوزراء، قاہرہ، مطبعۃ مصطفیٰ البابی، 1938ء، صفحہ 26-24

(49)۔ابن کثیرؒ، البدایہ والنھایہ، بیروت، مکتبہ المعارف، 1966ء، صفحہ 88، جلد نمبر 8

(ii)۔جرجی بن زیدان، تاریخ تمدن اسلامی، مترجم محمد حلیم انصاری، امرتسر، مطبع روز بازار، ص ۲۵۸، جلد 1

(iii)۔نصولی، انیس زکریا، امیر معاویہؓ، اردو ترجمہ عبدالصمد صارم، لاہور، مکتبہ میری لائبریری، س ن، صفحہ 41

(iv)۔ابوالحسن علی بن الحسین المسعودی، مروج الذھب، قاہرہ، مکتبہ التجاریۃ، 1346ھ، ص421، جلد 4

(50)۔حکیم محمود احمد ظفر، سیدنا معاویہؓ کے حالات زندگی، پشاور، کتب خانہ یوسفی، س ن، صفحہ 463

(52)۔ ... اسلامیات کا انسائیکلوپیڈیا، لاہور، ... ، س ن، صفحہ 17-16

(ii)۔البلاذری، فتوح البلدان، مصر، المطبعۃ المصریہ، 1932ء، صفحہ 133

(iii)۔حکیم محمود احمد ظفر، سیدنا معاویہؓ کے حالات زندگی، پشاور، کتب خانہ یوسفی، س ن، ص 455

(iv)۔حسن ابراہیم حسن، تاریخ الاسلام، مصر، مکتبہ النھضۃ الاصریۃ، 1967ء، صفحہ 2-500، جلد 1

(53)۔ابن کثیرؒ، البدایہ والنھایہ، بیروت، مکتبۃ المعارف، 1974ء، صفحہ 138، جلد نمبر 8

(ii)۔عمر وابو النصر، معاویہ بن ابی سفیان، اردو ترجمہ محمد احمد، لاہور، میری لائبریری، س ن، صفحہ 84-83

(iii)۔ندوی شاہ معین الدین، تاریخ اسلام، اعظم گڑھ، شبلی اکیڈمی، 1993ء، صفحہ 373، جلد نمبر 2

(54)۔البلاذری، فتوح البلدان، مصر، مطبعۃ المصریہ، 1932ء، صفحہ 366

(ii)۔ندوی شاہ معین الدین، تاریخ اسلام، اعظم گڑھ، شبلی اکیڈمی، 1993ء، صفحہ 33-30، جلد نمبر 2

(55)۔الحموی، یاقوت بن عبداللہ، معجم البلدان، بیروت، دار صادر، 1977ء، صفحہ 194-140

(ii)۔ابن کثیرؒ، البدایہ والنھایہ، بیروت، مکتبۃ المعارف، 1974ء، صفحہ 45، جلد نمبر 8

(56)۔جرجی زیدان، تاریخ تمدن الاسلام، ترجمہ حلیم انصاری، امرتسر، مطبع روز بازار، س ن، ص 172، ج ا

(57)۔محمد الخضر می، محاضرات تاریخ الامم، قاہرہ، مکتبہ التجاریۃ الکبریٰ، 1966ء، ص 212، جلد 2

(ii)۔ابن اثیر، الکامل فی التاریخ، بیروت، دار صادر، 1965ء، صفحہ 217، جلد نمبر 3

(iii)۔جرجی زیدان، تاریخ تمدن اسلامی، اردو ترجمہ حلیم انصاری، امرتسر، مطبع روز بازار، س ن، 172، جلد نمبر 1

(58)۔ابن حجر مکیؒ، تطہیر الجنان، اردو ترجمہ مولانا عبدالشکور لکھنویؒ، ملتان، مکتبہ امدادیہ، س ن، صفحہ 35-33

(ii)۔حافظ ابن کثیرؒ، البدایہ والنھایہ، بیروت، مکتبۃ المعارف، 1966ء، صفحہ 123، جلد نمبر 8

(59)۔جلال الدین سیوطیؒ، تاریخ الخلفاء، ترجمہ اقبال الدین احمد، کراچی، نفیس اکیڈمی، 1983ء، ص 26

(ii)۔امام النوویؒ، شرح صحیح مسلمؒ، مکہ مکرمہ، البحوث الاسلامیہ، س ن، صفحہ 503-502، جلد نمبر 12

(iii)۔محمد ضیاء الریس، النظریات السیاسیۃ الاسلامیہ، بیروت، دار التراث، 1979ء، صفحہ 197

(iv)۔شاہ ولی اللہؒ، ازالۃ الخفاء، اردو ترجمہ عبدالشکور فاروقیؒ، کراچی، قدیمی کتب خانہ، س ن، ص 573، جلد 1

(60)۔امام الطبریؒ، تاریخ الامم والملوک، مصر، دار المعارف، س ن، 163-162، جلد نمبر 5

(ii)۔سیوطیؒ، تاریخ الخلفاء، ترجمہ، اقبال الدین احمد، کراچی، نفیس اکیڈمی، مئی 1983ء، صفحہ 197

(iii)۔شاہ ولی اللہؒ، ازالۃ الخفاء، مترجم عبدالشکور فاروقیؒ، کراچی، قدیمی کتب خانہ، س ن، صفحہ 472، جلد نمبر 1

(61)۔علامہ ابن خلدون، المقدمہ ابن خلدون، مصر، مکتبہ التجاریہ، س ن، صفحہ 206-205

(ii)۔ابن خلدون، تاریخ ابن خلدون، کراچی، دار الاشاعت، 2003ء، صفحہ 520، جلد نمبر 3، حصہ اوّل

(62)۔ابن عساکرؒ، تاریخ مدینہ دمشق، بیروت، دار الفکر، 1995ء، صفحہ 412، جلد نمبر 59

(ii)۔ڈاکٹر علامہ خالد محمود، عبقات، لاہور، جامعہ ملیہ اسلامیہ، س ن، صفحہ 31، جلد اوّل۔

(63)۔ابن خلدونؒ، تاریخ ابن خلدون، کراچی، دار الاشاعت، 2003ء، ص 520، جلد 3

(iii)۔محمد الحسین بن مسعود الفراء البغویؒ، مشکوٰۃ المصابیح، کوئٹہ، مکتبہ الحبیبیہ، س ن، ص 463، کتاب الفتن

(ii)۔ ... دہلی، نور محمدی، س ن، کتاب الامارۃ، ص320

(iii)۔محمد بن اسمٰعیل البخاری، صحیح بخاری، دہلی، طبع نور محمدی، س ن، کتاب الانبیاء، ص 491، جلد ا

(iv)۔امام مسلمؒ، صحیح مسلم، دہلی، طبع نور محمدی، س ن، کتاب الامارۃ، صفحہ 126، جلد نمبر 2

(v)۔ابن ابی شیبہ، المصنف، کراچی، ادارۃ القرآن، س ن، کتاب الفتن، صفحہ 58، جلد نمبر 15

(65)۔القرآن: البقرہ/ 247

(66)۔القرآن: البقرہ/ 251

(67)۔القرآن: المائدہ/ 20

(68)۔القرآن: المؤمنون 116/23

(69)۔القرآن: سورہ حشر 23/59

(70)۔القرآن: سورہ ناس 2,1/114

(71)۔امام بغویؒ، مشکوٰۃ المصابیح، کوئٹہ، مکتبہ الحبیبیہ، س ن، 712، جلد نمبر 2

(72)۔القرآن: سورہ نمل/ 16

(73)۔القرآن: سورہ ص/ 35

(74)۔امام بخاریؒ، صحیح بخاری، کراچی، ایچ ایم سعید، س ن، کتاب المناقب، ص 612، جلد 2

(75)۔ابو لویس معلوف، المنجد، کراچی، دارالاشاعت، 1994ء، صفحہ 512

(76)۔قاسمی، وحید الزمان، القاموس الوحید، کراچی، ادارہ اسلامیات، 2001ء، صفحہ 842

(77)۔القرآن: سورہ ھود 5 / 65

(78)۔قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ، تفسیر مظہری، کراچی، دارالاشاعت، 1411ھ، صفحہ 160، جلد نمبر 3

(79)۔نشوان بن سعید حمیدی، الکلام العرب، بیروت، دارالفکر، 1999ء، صفحہ 321، جلد نمبر 5

(80)۔نور عالم خلیل امینی، صحابہ رسول اسلام کی نظر میں، انڈیا، ادارہ علم وادب، 2002ء، ص215

(81)۔قطب الدین دہلویؒ، مظاہر حق جدید، کراچی، دارالاشاعت، س ن، مناقب صحابہ، جلد 5، ص38

(82)۔خطیب بغدادیؒ، الکتاب فی معرفۃ علم الراویۃ، حیدرآباد ہندوستان، مکتبہ اسلامیہ، 1357ھ، ص46

(ii)۔ابن حجر عسقلانیؒ، الاصابہ فی تمیز الصحابہ، قاہرہ، مکتبہ تجاریۃ الکبریٰ، 1392ھ، صفحہ 11، جلد نمبر 1

(83)۔عبدالرحمٰن دہلویؒ، مقدمہ ابن خلدون، لاہور، الفیصل، اردو ترجمہ، سید قاسم محمود، 2008ء، صفحہ 105

(ii)۔ابن کثیرؒ، البدایہ والنہایہ، بیروت، مکتبۃ المعارف، 1966ء، صفحہ 275، جلد نمبر 7

(iii)۔محمد اصغر مغل، اردو ترجمہ، تاریخ ابن کثیرؒ، کراچی، دارالاشاعت، 2004ء، صفحہ 363، جلد نمبر 4، حصہ 7

(84)۔القرآن: ۱۲: ۱۸۔۔۱۵

(85)۔القرآن: ۱۲: ۱۰۔۔۷

(86)۔القرآن: ۱۲: ۸۶۔۔۸۴

(87)۔القرآن: ۱۲: ۹۲۔۔۹۱

(88)۔القرآن: ۱۲/ ۹۸، ۹۷

(89)۔القرآن: ۷/ ۱۴۲

(90)۔القرآن: ۲۰/ ۸۳

(92)۔القرآن:۷/۱۵۰

(93)۔القرآن:۷/۱۵۱

(94)۔شاہ ولی اللہؒ،ازالۃ الخفاء،اشتیاق احمد،کراچی،قدیمی کتب خانہ،س ن،ص 536،جلد 4

(ii)۔ابن کثیرؒ،البدایہ والنھایہ،بیروت،مکتبۃ المعارف،1966ء،صفحہ 131،جلد نمبر 8

(95)۔ابن کثیرؒ،البدایہ والنھایہ،بیروت،مکتبہ المعارف،1966ء،صفحہ 275،جلد نمبر 8

(ii)۔اردو ترجمہ ابوطلحہ محمد اصغر مغل،کراچی،دارالاشاعت،2004ء،صفحہ 363،جلد نمبر 4،حصہ نمبر 8

(iii)۔محمد بن اسماعیل البخاریؒ،صحیح البخاری،بیروت،دارالفکر،1994ء،کتاب المناقب(61)
باب علامات النبوۃ،فی الاسلام(25)حدیث،3608،30609

(96)۔حوالہ ایضاً،البدایہ والنھایہ،صفحہ 280،جلد نمبر 8اردو ترجمہ: تاریخ ابن کثیرؒ،ص 368،جلد 4

(97)۔امام مسلمؒ،الصحیح المسلمؒ،کراچی،قدیمی کتب خانہ،س ن،صفحہ 76،جلد نمبر 2

(ii)۔مفتی محمد شفیعؒ،مقام صحابہ،کراچی،مکتبہ معارف القرآن۔

(98)۔ابن عربی،العواصم من القواصم،ریاض،ادارۃ البحوث الاسلامیہ،1402ھ،1982ء،ص ۱۶۸

(ii)۔القاضی ابی بکر العربی،العواصم من القواصم،سوات،اشاعت اکیڈمی،صفحہ 169-168،س ن

(99)۔ابن ابی شیبہ،مصنف ابن ابی شیبہ،کراچی،دارالقرآن والعلوم اسلامیہ،1406ھ،ص 303،جلد 5

(100)۔امام مسلمؒ،صحیح مسلم،بیروت،داراحیاء الراث العربی،1992ء،صفحہ 745،جلد نمبر 2

(ii)۔ابی عبداللہ محمد بن اسمٰعیل البخاری،صحیح بخاری،بیروت،دارالفکر،1991ء،صفحہ 318،جلد نمبر 13

(iii)۔ابن کثیرؒ،البدایہ والنھایہ،مصر،مطبعۃ السعادۃ،1939ء،صفحہ 89-27،جلد نمبر 7

(101)۔ابن کثیرؒ،البدایہ والنھایہ،بیروت،مکتبہ المعارف،1966ء،صفحہ 130،جلد نمبر 8

(ii)۔اردو ترجمہ تاریخ ابن کثیرؒ ابوطلحہ محمد اصغر مغل،کراچی،دارالاشاعت،2004ء،صفحہ 611،جلد نمبر 4

(iii)۔القرآن:/سورۃ البقرہ/141

(iv)۔امام ابن عساکر،تاریخ مدینہ دمشق،بیروت،دارالفکر، 1995ء،صفحہ 140،جلد نمبر 59

(102)۔قاضی عیاض،اکمال المعلم شرح صحیح مسلمؒ،بیروت،دارالعرفاء،1998ء،ص 381،جلد نمبر 7

(ii)۔امام نوویؒ،شرح صحیح مسلمؒ،بیروت،دارالکتب العلمیہ،فضائل الصحابہؓ،س ن،ص 148،جلد 15

(103)۔ابوالحسن الاشعریؒ،الابانۃ عن اصول الدیانۃ،مکۃ المکرمہ،مکتبۃ المؤید،1990ء،صفحہ ۱۷۹

(104)۔سیدنا علیؓ(خطبات منسوب ہے)،نہج البلاغہ،ڈاکٹر صبحی صالح،ایران،مکتبہ قم،س ن،ص 448

(105)۔ابن عساکرؒ،تاریخ مدینہ دمشق،بیروت،دارالفکر،1995ء،ص 139،جلد 59

(ii)۔القرآن:سورہ البقرہ/253

(106)۔الشیخ احمد سرھندیؒ،مکتوبات مجدد الف ثانیؒ،امرتسر،مطبع مجددی،س ن،مکتب نمبر 54،ص 28،
مکتوب نمبر 59،صفحہ 36،مکتوب نمبر 80،صفحہ 75

(107)۔ابن کثیرؒ،البدایہ والنھایہ،بیروت،مکتبہ المعارف،1966ء،صفحہ 18،جلد نمبر 8

(ii)۔محمد اصغر مغل،اردو ترجمہ تاریخ ابن کثیر،کراچی،دارالاشاعت،2004ء،ص 473،جلد 4

(iii)۔ابن طبریؒ،تاریخ طبری،اردو ترجمہ سید حیدر علی،کراچی،دارالاشاعت،2003ء،صفحہ 41،جلد 4

(iv)۔شاہ ولی اللہؒ،ازالۃ الخفا،کراچی،قدیمی کتب خانہ،اردو ترجمہ عبدالشکور فاروقیؒ،س ن،ص 596،جلد 1

(vii)۔ابن عساکرؒ، تاریخ مدینہ دمشق، بیروت، دارالفکر، 1995ء، صفحہ 147، جلد نمبر 59

(108)۔محمد بن اسماعیل البخاریؒ صحیح بخاری، بیروت، دارالفکر، 1994ء، کتاب الصلح (53)،
حدیث نمبر 2304، کتاب المناقب (61)، باب مناقب الحسنؓ والحسینؓ، حدیث نمبر 3746،
کتاب الفتن (93) باب قول النبیؐ ان نبی (20) حدیث نمبر 7109

(ii)۔ابن کثیرؒ، البدایہ والنھایہ، بیروت مکتبہ المعارف، 1966ء، صفحہ 17، جلد نمبر 8

(iii)۔اردو ترجمہ ابو طلحہ محمد اصغر مغل، کراچی، دارالاشاعت، 2004ء، صفحہ 472، جلد نمبر 4، صفحہ 170

(iv)۔القاضی أبی بکر العربی، العواصم من القواصم، سوات، اشاعت اکیڈمی، س ن، صفحہ 170

(v)۔ملا علی قاریؒ، مرقاۃ المفاتیح، پشاور، المکتبۃ الحقانیہ، س ن، صفحہ 521، جلد نمبر 10، کتاب الفضائل

(vi)۔شاہ ولی اللہؒ، ازالۃ الخفاء، کراچی، قدیمی کتب خانہ، اردو ترجمہ عبدالشکور فاروقیؒ، س ن، ص 596، جلد 1

(109)۔ابن عساکرؒ، تاریخ مدینہ دمشق، بیروت، دارالفکر، 1595ء، صفحہ 194، جلد نمبر 59

(ii)۔ابن کثیرؒ، البدایہ والنھایہ، بیروت، مکتبۃ المعارف، 1966ء، صفحہ 137، جلد نمبر 8

(iii)۔اردو ترجمہ محمد اصغر مغل، کراچی، دارالاشاعت، 2004ء، صفحہ 620، جلد نمبر 4، حصہ نمبر 8

(110)۔سید علی ہجویریؒ، کشف المحجوب، ترجمہ عبدالرحمٰن طارق، لاہور، ادارہ اسلامیات، 2005ء، ص 112

(111)۔علامہ ابن خلدون، تاریخ ابن خلدون، بیروت، دارالکتاب البنانی، 1957ء، ص 14، جلد 3

(ii)۔اردو ترجمہ: تاریخ ابن خلدون، کراچی، دارالاشاعت، 2003ء، صفحہ 534-533، جلد نمبر 3، حصہ اول

(112)۔ابن عبدالبرؒ، الاستیعاب، قاہرہ، مکتبہ التجاریہ الکبریٰ، 1930ء، صفحہ 563، جلد نمبر 1

(113)۔ابن حجرؒ، الاصابہ، مصر، مکتبہ التجاریۃ الکبریٰ، 1358ھ، صفحہ 563، ص 524، جلد 3

(ii)۔ابوحنیفہ الدینویؒ، الاخبار الطوال، قاہرہ، ادارۃ العامۃ للثقافۃ، صفحہ 219، 1960ء

(114)۔ابن اثیر جزریؒ، التاریخ الکامل، قاہرہ، مطبعۃ الاستقامۃ، 1358ء، صفحہ 176، جلد نمبر 3

(ii)۔ابن خلدون، تاریخ ابن خلدون، بیروت، دارالکتاب اللبنانی، 1957ء، صفحہ 16، جلد نمبر 3

(115)۔شاہ ولی اللہؒ، ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء، بریلی، مطبع صدیقی، ۱۲۸۶ھ، جلد 1، ص 5

(ii)۔امام ماوردیؒ، احکام السلطانیہ، مصر، المطبعۃ المحمودیہ، س ن، صفحہ 8

(iii)۔عبدالرحمٰن ابن خلدون، بیروت، دارالکتاب اللبنانی، 1956ء، صفحہ...... 376

(116)۔ابن کثیرؒ، البدایہ والنھایہ، بیروت، مکتبۃ المعارف، 1966ء، صفحہ 87، جلد نمبر 8

(117)۔جلال الدین سیوطیؒ، تاریخ الخلفاء، کراچی، اصح المطابع، ۱۳۸۷ھ، صفحہ 157

(ii)۔شمس الدین الذھبیؒ، تاریخ الاسلام، قاہرہ، مکتبۃ القدسی، ۱۳۶۸ھ، جلد نمبر 2، صفحہ 267

(iii)۔ابن خلدون، مقدمہ ابن خلدون، بیروت، دارالکتاب اللبنانی، 1957ء، صفحہ 377،
باب نمبر 3، فصل نمبر 3

(118)۔احمد ابن ابی یعقوب، تاریخ الیعقوبی، بیروت، دار صادر، س ن، صفحہ 229، جلد نمبر 2

☆☆☆

﴿فتوحات وغزوات﴾

۱۔ بیروت پر یلغار، فتح یافا اور قیساریہ، فتح عسقلان وقبرص، طرابلس الشام

۲۔ عموریہ پر فوج کشی، فتح شمشاط، مطلیہ کی فتح، افریقہ کی فتح

۳۔ ہرات، کابل، نسف وزابل کی فتح، قیقان پر حملہ، زران اور غزنہ کی فتوحات

۴۔ روڈس، ارواڈ، سندھ کی فتوحات، کوہستانی، خراسانی، ترکستانی فتوحات

۵۔ بحری فتوحات، اسلامی بحریہ کے قیام

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب مرتدین کی سرکوبی کر چکے اور اس فتنہ سے ان کو کلی طور پر اطمینان ہو گیا تو انہوں نے ۱۳ ہجری میں شام پر کئی طرف سے لشکر کشی شروع کی، فتح دمشق کے لیے جو لشکر سیدنا یزیدؓ کی سرکردگی میں روانہ کر دیا گیا تھا۔ اس لشکر کے علم بردار سیدنا معاویہؓ تھے۔

جمادی الاخریٰ ۱۳ ہجری میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا سانحہ وفات پیش آ گیا۔ جب سیدنا عمر فاروقؓ مسند آرائے خلافت ہوئے تو انہوں نے امین الامت سیدنا ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو شام کا امیر الامراء مقرر کر کے روانہ کیا۔ سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے شام پہنچ کر سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو ایک جمعیت کے ساتھ سواحل اردن کی طرف روانہ کیا۔ وہاں رومیوں کی بہت بڑی تعداد مقابلہ کے لیے اکٹھی ہو گئی تھی اور ہرقل نے بھی قسطنطنیہ سے ایک بڑی جماعت مدد کے لیے بھیجی تھی۔ سیدنا عمرو بن العاصؓ نے اس واقعہ کی اطلاع دیتے ہوئے سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے مدد طلب کی، سیدنا ابوعبیدہؓ نے سیدنا یزید بن ابی سفیانؓ کی سرگردگی میں ایک فوج ان کی مدد کے لیے روانہ کی۔

اس فوج کے ہراول دستے کے افسر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ تھے۔ مدد پہنچنے پر سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور سیدنا یزید ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے رومیوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا، سواحل اردن فتح کر لیے، اس جنگ میں:

"کان لمعاویة رضی اللہ عنہ فی ذالك بلاء حسن وأثر جمیلٌ " (1)

''سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے بڑا کام کیا اور سواحل اردن کی فتح میں ان کا بڑا نمایاں حصہ ہے''۔

﴿بیروت پر یلغار﴾

ان فتوحات کے بعد دمشق کا معرکہ پیش آیا، دوسرے امراء لشکر کی طرح سیدنا یزید بن ابی سفیانؓ بھی اپنی ماتحت فوج کے ساتھ اس مہم کو سر کرنے میں سرگرمی سے مصروف ہو گئے ۱۴ھ میں سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے زیر قیادت دمشق فتح ہو چکا تو سیدنا یزید بن ابی سفیانؓ نے بحیرہ روم کے ساحلی شہروں کی طرف کوچ کیا اور صیداء، عرقہ، جبیل اور بیروت کو نہایت آسانی سے فتح کر لیا، اس دفعہ بھی ہراول دستہ کے افسر سیدنا معاویہؓ تھے بلکہ عرقہ کو تو آپ ہی نے بنفس نفیس فتح کیا۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے آخری زمانہ اور سیدنا عثمان ذی النورینؓ کے ابتدائی دور میں رومیوں نے ان شہروں میں سے کچھ پر قبضہ کر لیا تو سیدنا معاویہ نے ان کو دوبارہ فتح کر کے قلعوں اور شہروں کی مرمت کروائی اور ان میں فوجوں کو لا کر بھر دیا۔ (2)

''یافا'' فلسطین کی مشہور بندرگاہ ہے بعض مورخین کی رائے ہے کہ اس کو بھی سیدنا معاویہؓ نے ہی فتح کیا۔ ۱۸ھ میں سیدنا ابوعبیدہ بن الجراحؓ عمواس کے طاعون میں وفات پا گئے۔ ان کے وفات کی خبر دربار خلافت میں پہنچی تو سیدنا عمرؓ نے ان کی جگہ صوبہ شام کی حکومت اور گورنری کے لئے سیدنا یزیدؓ کو نامزد کیا اور ساتھ ہی یہ فرمان بھی بھیجا کہ قیساریہ پر فوج کشی کریں۔ قیساریہ بحیرۂ روم کے ساحل پر بڑا عظیم الشان شہر تھا۔ اس کی عظمت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس شہر کی پناہ پر ایک لاکھ آدمی ہر رات پہرہ دیتے تھے اور اس میں تین سو بازار تھے۔

''قیساریہ'' روم کا مشہور شہر اور رومیوں کی فوجی چھاؤنی تھی۔ ''قیساریہ'' کو فتح کرنے کی فکر میں مسلمان بہت دنوں سے لگے ہوئے تھے ۱۳ھ میں سیدنا عمرو بن عاصؓ نے اس کے محاصرے کی ابتداء کی لیکن ان کے محاصرے کی شکل یہ تھی کہ اثناء محاصرہ ان کی یا ان کے فوج کی کسی دوسرے محاذ پر ضرورت پیش آتی تو وہاں سے روانہ ہو جاتے۔ چنانچہ اس طرح اجنادین، فحل، دمشق اور یرموک کے لڑائیوں میں شریک ہوئے، ان لڑائیوں سے فارغ ہو کر انہوں نے قیساریہ کا پھر محاصرہ کیا۔ لیکن چند دنوں کے بعد اس کو چھوڑ کر مصر چلے گئے، جب وہ مصر چلے گئے اور سیدنا یزیدؓ شام کے حاکم مقرر ہوئے تو انہوں نے اپنے بھائی سیدنا معاویہؓ کو اس کے محاصرہ کا حکم دیا۔ ایک روایت میں ہے کہ خود سیدنا یزیدؓ سترہ ہزار کی جمعیت لے کر گئے۔

ایک مختصر سی جنگ کے بعد جب اہل قیساریہ قلعہ بند ہو گئے۔ اثناء محاصرہ سیدنا یزیدؓ بیمار ہو گئے اور سیدنا معاویہؓ کو اپنا قائم مقام کر کے دمشق چلے گئے۔ اس کے بعد سیدنا معاویہؓ نے اس کو فتح کیا۔ فتح کی کیفیت کچھ یوں تھی کہ جب سیدنا معاویہؓ نے محاصرہ کیا۔ شہر والے کئی دفعہ قلعے سے نکل کر لڑے لیکن ہر دفعہ شکست کھائی۔ تاہم شہر پر قبضہ نہ ہو سکا۔ ایک دن ایک یہودی نے جس کا نام یوسف تھا، سیدنا معاویہؓ کے پاس آ کر ایک سرنگ کا نشان دیا جو شہر کے اندر اندر قلعہ کے دروازہ تک گئی تھی، چنانچہ چند بہادروں کے ساتھ اس کی راہ قلعہ کے اندر پہنچ کر دروازہ کھول دیا۔ ساتھ ہی تمام فوج ٹوٹ پڑی اور کشتوں کے پشتے لگا دیئے۔ رومیوں نے سرنگ کے ذریعے بھاگنا چاہا لیکن بھاگ نہ سکے۔ اور یہ شہر شوال ۱۹ھ کو فتح کر لیا۔ اس فتح کے ایک ماہ بعد ہی ذی قعدہ ۱۹ھ میں یزیدؓ طاعون کے مہلک مرض میں وفات پا گئے، حضرت عمرؓ کو ان کی موت کا بہت صدمہ ہوا اور کچھ عرصہ بعد آپؓ نے ان کے بھائی حضرت معاویہؓ کو شام کا گورنر بنا دیا اور آپؓ کا وظیفہ ایک ہزار درہم ماہانہ مقرر فرما دیا حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں آپؓ نے چار سال شام کے گورنر کی حیثیت سے گزارے۔ اس عرصے میں آپؓ نے روم کی سرحدوں پر جہاد جاری رکھا اور بہت سارے شہر فتح کیے۔

۱۹ھ میں سیدنا یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما نے وفات پائی تو ان کی جگہ ان کے بھائی سیدنا معاویہؓ کو سیدنا عمر فاروقؓ نے حاکم شام مقرر فرمایا۔ اور ان کو فرمان بھیجا کہ فلسطین کے جو مقامات رہ گئے ہیں ان کو بھی فتح کرلیں، چنانچہ انہوں نے عسقلان پر چڑھائی کی اور معمولی لڑائی کے بعد دشمن نے صلح کی درخواست کی اور عسقلان مصالحت سے فتح ہوا۔ اس کے بعد سیدنا معاویہؓ بار بار رومیوں سے نبرد آزما ہوئے۔

چنانچہ ۲۵ھ اسلامی لشکر رومیوں کو پسپا کرتے ہوئے عموریہ تک پہنچے۔ ۲۸ھ یا ۲۹ھ کو لشکر روانہ ہوا جب مسلمانوں کا لشکر قبرص پہنچا تو وہاں کے حاکم نے صلح کی درخواست کی۔ سیدنا معاویہؓ نے حسب ذیل شرائط پر اس کی درخواست منظور کی۔

(۱) اہل قبرص سات ہزار دو سو دینار سالانہ خراج ادا کریں۔

(۲) رومیوں کی نقل و حرکت کی اطلاع مسلمانوں کو دیتے رہیں۔

(۳) اہل قبرص پر کوئی حملہ آور ہو تو مسلمانوں پر ان کی امداد ضروری نہیں۔

(۴) مسلمانوں کو حق ہوگا کہ اپنے دشمنوں پر فوج کشی کے لئے قبرص کی راہ سے گزریں۔

یہ فتح نہایت عظیم الشان تھی اور اس میں بہت سارا مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا اس جنگ میں سیدتنا ام حرامؓ کی شہادت کا واقعہ بھی پیش آیا۔ (4)

حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں:

وقال الليث بن سعدؒ: "فتح معاويه ،قيساريه سنة تسع عشرة فى دولة عمر بن الخطاب"

وقال غيره: "وفتح قبرص سنة خمس وقيل سبع وقيل ثمان وعشرين فى ايام عثمان"

اور لیث بن سعد نے بیان کیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروقؓ کی حکومت میں قیساریہ کو ۱۹ھ میں فتح کیا اور دیگر مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ آپ نے قبرص کو ۲۵ھ میں یا ۲۷ھ یا بعض کے قول کے مطابق سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ۲۸ھ میں فتح کیا ہے۔ (5)

صرف باقی رکھا، بلکہ آپ کے حسن انتظام، تدبر اور سیاست سے متاثر ہوتے ہوئے، حمص، قنسرین اور فلسطین کے علاقے بھی آپؓ کے ماتحت کردیئے۔

علامہ ابن کثیرؒ نے بعض مورخین کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ:

سیدنا عمر فاروقؓ کے زمانے میں یہ علاقے دیئے گئے تھے۔ سیدنا عثمانؓ کے دور خلافت میں کل بارہ سال یا اس سے کچھ زائد آپؓ نے گورنر کی حیثیت سے گزارے اس عرصے میں آپؓ اعلاء کلمۃ اللہ کے واسطے جہاد میں مصروف رہے ۲۵ھ میں آپؓ نے روم کا جہاد کیا اور عموریہ تک جا پہنچے اور راستے میں فوجی مرکز قائم کئے۔

قبرص بحیرہ روم میں شام کے قریب ایک نہایت زرخیز اور خوب صورت جزیرہ ہے۔ اور یورپ اور روم کی طرف سے مصر و شام کی فتح کا دروازہ ہے اس مقام کی بہت زیادہ اہمیت تھی کیونکہ مصر و شام جہاں اب اسلام کا پرچم لہرا رہا تھا، ان کی حفاظت اس وقت تک نہ ہو سکتی تھی، جب تک کہ بحری ناکہ مسلمانوں کے قبضے میں نہ آئے۔

اسی وجہ سے حضرت عمر فاروقؓ کے زمانہ ہی سے آپؓ کی اس زرخیز، حسین اور اہم جزیرہ پر نظر تھی اور ان کے دور خلافت میں آپؓ ان سے قبرص پر لشکر کشی کی اجازت طلب کرتے رہے مگر سیدنا عمر فاروقؓ سمندر کی مشکلات اور دوسری وجوہات کی بناء پر اجازت نہ دی۔

جب سیدنا عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ کا دور آیا تو آپؓ نے ان سے اجازت طلب کی اور اصرار کیا تو سیدنا عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ نے اجازت دیدی۔ اور آپؓ مسلمانوں کی تاریخ میں پہلی بار بحری بیڑہ تیار کرایا اور صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت کے ہمراہ قبرص کی جانب روانہ ہوئے۔

۲۷ھ میں آپؓ اس کی طرف بحری بیڑہ لے کر روانہ ہوئے اور ۲۸ھ میں وہ آپؓ کے ہاتھوں فتح ہو گیا اور آپؓ نے وہاں کے لوگوں پر جزیہ عائد کیا۔

سیدنا عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو شام کی انتظامی حکمرانی کے ساتھ جنگی اختیارات بھی دیدیئے تھے۔ اس سے فتوحات اسلامی کو بہت فائدہ پہنچا، سرحدی رومی اکثر مسلمانوں سے چھیڑ چھاڑ کیا کرتے تھے، چنانچہ سیدنا عمرؓ کے عہد میں بعض سواحل پر قابض ہو گئے تھے۔ ان کی ریشہ دوانیوں کے سد باب کے لئے معاویہؓ نے سفیان بن مجیب ازدی کو طرابلس الشام کی فتح پر مامور کیا۔ انہوں نے اس سے چند میل کی مسافت پر پہلے ایک قلعہ تعمیر کیا، اور اس کا نام حصن سفیان رکھا اور اس کو فوجی مرکز بنا کر رومیوں کے تمام بحری اور بری تمام ناکے بند کر کے طرابلس الشام کا محاصرہ کیا۔ رومی قلعہ بند ہو گئے اور خفیہ طور پر شہنشاہ روم کو خط لکھا کہ ہماری امداد کے لئے فوجی بھیجیں جائیں۔ تاکہ ہم مسلمانوں کا مقابلہ کر سکیں، اور اگر فوجیں نہیں آسکتیں تو کم از کم کشتیاں ہی بھجوائی جائیں کہ اس حصار سے ہم کو نجات ملے۔ سفیان دن کو رومی قلعہ کی نگرانی کرتے تھے اور رات کو اپنی فوج لے کر اپنے قلعہ میں چلے آتے تھے۔ اس لئے رومی ایک شب کو موقع پا کر نکل گئے، صبح کو مسلمان قلعہ کے پاس پہنچے تو اس کو بالکل خالی پایا اور بلا مزاحمت قبضہ کر لیا، اس قلعہ کے قبضہ میں آجانے سے آئے دن کے بغاوتوں کا خطرہ جاتا رہا۔

﴿عموریہ پر فوج کشی اور بعض فتوحات﴾

شام کی سرحد پر عموریہ ایک پرانا شہر تھا۔ جہاں رومیوں کے قلعے تھے اس لئے ان کی تاخت سے شام کو محفوظ رکھنے کے لئے عموریہ کا لینا ضروری تھا چنانچہ ۲۵ھ میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اس کی طرف بڑھے، راستہ میں انطاکیہ سے لے کر طرطوس تک کے تمام قلعے خالی ملے، سیدنا معاویہؓ ان سب میں شام، جزیرہ اور قنسرین سے آدمی لا کر بسائے اور ان کو آباد کر کے لوٹ آئے اس کے ایک یا دو سال کے بعد یزید بن حر عبسی کو مامور کیا۔ انہوں نے رومیوں کے بہت سے قلعے مسمار کر دیئے۔ مگر عموریہ فتح نہ ہوا اور اس پر فوج کشی کا سلسلہ برابر جاری رہا۔

سیدنا معاویہؓ کے ان کارناموں کے صلہ میں سیدنا عثمانؓ نے جزیرہ بھی ان ہی کے ماتحت کر دیا، جزیرہ سیدنا عمر فاروقؓ کے زمانے میں سیدنا حبیب بن مسلمہؓ نے سیدنا عیاض بن غنمؓ کے حکم سے فتح کیا تھا۔ لیکن ان کے بعض سرحدی مقامات ہنوز رومیوں کے قبضہ میں تھے ان میں ایک مقام شمشاط بھی تھا۔ سیدنا عثمانؓ نے سیدنا معاویہؓ کو شمشاط کی طرف بڑھنے کا حکم دیا۔

انہوں نے یہ خدمت حبیب بن مسلمہ فہریؓ اور صفوان بن معطل کے سپرد کی۔ ان دونوں نے نہایت آسانی کے ساتھ شمشاط پر قبضہ کر لیا اور صفوان آخر عمر تک یہاں کے حاکم رہے اور یہیں وفات بھی پائی۔ بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا معاویہ بھی خود اس میں شریک تھے، سیدنا معاویہؓ نے وہاں اپنا ایک عامل مقرر کیا اور اس کے ساتھ ایک فوج بھی وہاں تعینات کر دی۔

﴿ملطیہ کی فتح﴾

ملطیہ بھی ایک سرحدی مقام اور دونوں حکومتوں کے درمیان حد فاصل تھا۔ اس لئے بحر روم میں تاخت کے لئے اس حد فاصل کو توڑنا بھی ضروری تھا۔ ایک مرتبہ حبیب ابن مسلمہ فہری رضی اللہ عنہ اس کو فتح کر چکے تھے مگر رومیوں نے پھر قبضہ کر لیا تھا سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے دوبارہ سیدنا حبیبؓ کو اس کی تسخیر پر مامور کیا۔ انہوں نے اس کو فتح کر کے یہاں مسلمان آباد کئے اور آئندہ جب سیدنا معاویہؓ ارض روم میں پیش قدمی کے ارادہ سے نکلے تو یہاں شام اور جزیرہ کے باشندوں کی چھاؤنی قائم کی۔ (8)

بحر ابیض متوسط میں ساحل شام میں تھوڑی سی مسافت پر قبرص (سائپرس) نہایت سرسبز و شاداب جزیرہ ہے۔ اس کا رقبہ ۳۰۲۶ مربع میل ہے، یہ جزیرہ اپنی سرسبزی، شادابی اور مصنوعات کے لحاظ سے اپنے قرب و جوار میں بہت مشہور تھا، خصوصاً روئی کی بڑی پیداوار ہوتی تھی۔ اس لئے سیدنا معاویہؓ کی نظر اس علاقے پر تھی۔

جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے ۲۸ھ میں اس پر حملہ ہوا البتہ چند شرائط کے ساتھ صلح ہو گئی۔

لیکن اس صلح کے چار برس بعد ۳۲ھ میں جزیرہ والوں نے مسلمانوں کے خلاف جنگی جہازوں سے رومیوں کی مدد کی۔ اس لئے ۳۳ھ میں پھر سیدنا معاویہؓ پانچ سو جہازوں کے عظیم الشان بیڑے کے ساتھ بحری حملہ کر کے قبرص کو فتح کر لیا۔ مگر روایات اسلامی کو قائم رکھتے ہوئے اہل قبرص کی عہد شکنی کا کوئی انتقام نہیں لیا اور صلح کے سابق نرم شرائط قائم رکھے۔ لیکن چونکہ اہل قبرص ایک مرتبہ غداری کر کے اپنا اعتبار کھو چکے تھے۔ اس لئے اس مرتبہ سیدنا معاویہؓ نے قبرص میں بارہ ہزار مسلمانوں کی آبادی بھی قائم کر دی۔ بعلبک کے بہت سے باشندے بھی نقل مکانی کر کے چلے آئے ان مسلمانوں نے یہاں مساجد تعمیر کیں اور ایک شہر بسایا۔ (9)

افریقہ یعنی تونس، الجزائر اور مراکش قیصر کے زیر حکومت تھے، سیدنا عثمانؓ کے زمانے میں یہاں بکثرت فتوحات ہوئی تھیں اور قیصر کے بہت سے مقبوضات اس کے ہاتھوں سے نکل گئے تھے، اس لئے وہ جوش انتقام سے لبریز ہو رہا تھا چنانچہ اس نے مسلمانوں سے انتقام اور ملک کو واپس لینے کے لئے زبردست تیاریاں کیں۔

ابن اثیرؒ کے مطابق قیصر نے اس سے پہلے کبھی مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے اتنا اہتمام نہ کیا تھا۔ جنگی جہازوں کی تعداد چھ سو تھی۔ سیدنا معاویہؓ اور عبداللہ بن سعد بن ابی سرحؓ مدافعت کے لئے بڑھے جب دونوں بیڑے بالمقابل آئے تو اتفاق سے اسلامی بیڑے کے خلاف ہوا کے نہایت تیز و تند طوفان چلنے لگے۔ اس لئے طرفین نے ایک شب کے لیے صلح کر لی اور دونوں اپنے اپنے مذہب کے مطابق رات بھر عبادت و دعا میں مصروف رہے صبح ہوتے ہوتے رومیوں نے فوراً حملہ کر دیا مسلمانوں نے بھی برابر کا جواب دیا سطح سمندر پر تلواریں چلنے لگیں اور اس قدر کی گھمسان کی جنگ ہوئی کہ سمندر کا پانی خون کی کثرت سے سرخ ہو گیا۔ زرمگاہ سے لے کر ساحل تک خون کی موجیں اچھلتی تھیں۔ آدمی کٹ کٹ کر سمندر میں گرتے تھے اور پانی انہیں اچھال کر اوپر پھینکتا تھا یہ ہولناک منظر بڑی دیر تک قائم رہا طرفین نہایت ہی پامردی کے ساتھ ایک دوسرے کا مقابلہ کرتے رہے لیکن آخر میں مسلمانوں کے عزم و ثبات اور جان سپاری نے رومیوں کے پاؤں اکھاڑ دیئے اور قسطنطین نے جہاز کا لنگر اٹھا دیا۔

۳۲ھ میں سیدنا معاویہؓ بحر روم کو عبور کرتے ہوئے تنگنائے قسطنطنیہ تک پہنچ گئے اور ۳۳ھ میں ملطیہ کے قریب حصن المراۃ پر حملہ کیا غرض سیدنا معاویہؓ اپنے امارت میں رومیوں کا کامیاب مقابلہ کرتے رہے۔ (10)

ہرات کی بغاوت

۴۱ھ میں بلخ، ہراۃ، بوشنج اور باذغیس میں بغاوت رونما ہوئی۔ مشرقی ممالک کے والی عبداللہ بن عامر نے ان بغاوتوں کے تدارک کے لئے قیس بن ہیثم کو خراسان کی ولایت پر مامور کیا، چنانچہ یہ خراسان سے بلخ پہنچے اور یہاں کے باشندوں سے اطاعت قبول کرا کے بلخ کے مشہور آتشکدہ نو بہار کو مسمار کر دیا، ان کے بعد عبداللہ بن حازم نے ہراۃ، بوشنج اور باذغیس والوں کو مطیع بنایا۔

کابل اور اس کا ملحقہ علاقے حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں فتح ہو چکے تھے۔ ۴۳ھ میں یہاں کے باشندوں نے بغاوت برپا کی، عبداللہ بن عامر نے عبدالرحمٰن بن سمرہ کو بحستان کا حاکم بنا کر بغاوت کے فرو کرنے پر مامور کیا۔ چنانچہ یہ بحستان سے چل کر باغیوں کی سرکوبی کرتے ہوئے کابل پہنچے، اور کابل کا محاصرہ کرکے آتش باری کے ذریعہ شہر پناہ کی دیواریں شق کر دیں، عباد بن حصین رات بھر شگاف کی نگرانی کرتے رہے کہ دشمن اس کو پر نہ کر دیں، صبح کو شہر والوں نے میدان میں نکل کر مقابلہ کیا مگر شکست کھائی اور مسلمان شہر میں داخل ہو گئے۔

یہ ابن اثیرؒ کا بیان ہے:

''یعقوبی کے بیان کے مطابق خود شہر پناہ کے دربان نے رشوت لے کر دروازہ کھول دیا تھا۔''

کابل کی فتح

۴۳ھ میں مملکت بحستان کے مشہور شہر رَخج وغیرہ برقہ کے منجملہ وڈان اور سوڈان کا کو وغیرہ پر اسلامی عمل دخل ہوا۔ ابن عامر نے اپنی طرف سے عبدالرحمٰن بن سمرہ کو بحستان کا والی مقرر کر کے روانہ کیا۔ اور پولیس کی ذمہ داری عباد بن الحصین کو دی اور عمر بن عبداللہ بن معمر جیسے معززین ان کے ساتھ کر دیا اس کے اطراف میں چونکہ بغاوت پھوٹ نکلی تھی لہذا عبدالرحمٰن وعباد ان علاقوں کو فتح کرتے ہوئے بحستان میں داخل ہوئے اور اکثر شہروں کو فتح کر لیا۔ رفتہ رفتہ کابل تک پہنچے اور مہینوں تک محاصرہ کیے رہے منجنیق نصب کر کے سنگ باری کرتے رہے بہت سی لڑائیاں ہوئیں ایک دن شہر پناہ کی فصیل کا ایک حصہ ٹوٹ گیا مشرکین اس کو نہ بنا سکے تمام رات عباد بن الحصین اپنے لشکر کی فوج کے ساتھ پہرہ دیتے رہے صبح ہوتے ہی مشرکین نے شہر سے نکل کر مقابلہ کیا مسلمانوں نے پہلے ہی حملہ میں انہیں پسپا کر کے شہر پر تلوار کے زور سے قبضہ حاصل کر لیا۔

نسف اور زابل کی فتح

اس کے بعد نسف کی بڑھے اور اس پر بھی لڑ کر قبضہ کرتے ہوئے ''خشک'' پر جا پہنچے اہل خشک نے صلح کر لی پھر مسلمانوں نے ''رخج'' پر جا کر لڑائی کا نیزہ گاڑا لڑائی ہوئی بالآخر اس کو بھی فتح کر لیا۔ اس سے فارغ ہو کر ''زابلستان'' کا رخ کیا جس کو (غزنی کہتے ہیں)۔ چنانچہ اس کو اور اس کے مضافات کو بھی فتح کر کے کابل کی طرف واپس آ کے کابل میں اس وقت بغاوت پھوٹ نکلی تھی چنانچہ عبدالرحمٰن نے اس پر جوش بغاوت کو ختم کر کے دوبارہ فتح کر لیا۔

ہند کی سرحد پر ابن عامر نے عبدالرحمٰن بن سوار عبدی کو مقرر کیا تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ خود سیدنا معاویہؓ نے ان کو متعین فرمایا تھا، بہر کیف انہوں نے شیغان (قیقان) پر فوج کشی کی اور بہت سا مال غنیمت ہاتھ آیا اور خود ہی وفد لے کر سیدنا معاویہؓ کی خدمت میں حاضر ہو گئے قیقانی گھوڑے ان کی خدمت میں پیش کئے پھر رخصت ہو کر قیقان کی طرف چلے گئے مگر اہل قیقان نے ترکوں سے مدد حاصل کر کے اپنی قوت دوبارہ سنبھال لی تھی۔ چنانچہ بہت سخت لڑائی ہوئی اور عبدالرحمٰن اس لڑائی میں شہید ہو گئے یہ نہایت کریم اور بے حد سخی تھے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ:

"ان سے زیادہ کوئی شخص اپنے لشکر میں آگ روشن نہیں کرتا تھا (عرب کا دستور تھا کہ جن میں فیاضی اور سخاوت ہوتی تھی وہ بغرض اظہار اپنے دروازے پر آگ روشن رکھتے تھے۔) ایک روز ایک رات کے وقت آگ روشن دیکھ کر پوچھا تو بتایا گیا کہ ایک عورت کے لئے خبیص (ایک قسم کا حلوہ ہوتا ہے جسے کھجور، بالائی اور میدہ سے تیار کیا جاتا ہے) بنایا جا رہا ہے۔ یہ سنتے ہی عبداللہ بن سوار نے حکم دیا کہ تین روز تک برابر پورے لشکر کو "خبیص" پکا کر کھلایا جائے۔"

زران اور غزنہ کی فتوحات

کابل کی بغاوت فرو کرنے کے بعد مسلمانوں نے سبت کو فتح کیا پھر زران کی طرف بڑھے یہاں کے باشندوں نے ان کا رخ دیکھ کر پہلے سے شہر خالی کر دیا تھا اس لئے یہاں جنگ کی نوبت نہیں آئی، اور زاران سے طخارستان کی طرف بڑھے۔ یہاں کے باشندوں کو ایک سخت معرکہ کے بعد فاش شکست دے کر پھر غزنہ کی طرف چلے۔ غزنویوں نے پورا مقابلہ کیا۔ مگر ناکام رہے اور بجستان سے لے کر غزنہ تک پورا علاقہ مسلمانوں کے زیر نگین ہو گیا۔

(11)

عہد سیدنا معاویہؓ میں مہلب بن ابی صفرہؓ نے ارض جنوبی ایشیاء کی طرف ۴۴ھ میں پیش قدمی کی اور درہ خیبر کے راستہ کابل کی سرحد عبور کر کے سرزمین ہند میں اسلامی علم گاڑا اور پھر ملتان تک جا پہنچے۔ جن لوگوں نے اسلامی لشکر کی مزاحمت کی ان کا قلع قمع کیا۔ بہت سامال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ میں آیا پھر قلات کی طرف بڑھے۔ یہاں تک کہ ترک سواروں سے مقابلہ ہوا۔ کچھ عرصہ یہاں قیام کرنے کے بعد مہلبؓ واپس چلے گئے۔ مہلب کے بعد عبداللہ بن سوار عبدی اس علاقے کے حاکم مقرر ہوئے۔ آپ نے بھی قلات پر حملہ کیا اور یہاں کے گھوڑے مال غنیمت میں حاصل کر کے سیدنا معاویہؓ کی خدمت میں پیش کئے۔ کچھ عرصہ بعد یہاں کے ترک باغی ہو گئے اور ان کے ساتھ مقابلہ میں سیدنا عبداللہ بن عامرؓ شہید ہو گئے۔

عبداللہ بن عامر کی شہادت کے بعد زیادہ بن ابی سفیانؓ بصرہ کے گورنر بنائے گئے تو انہوں نے بھی سندھ کی مہم کو جاری رکھا۔ چنانچہ انہوں نے ایک باصلاحیت جرنیل سنان بن سلمہ الہندی کو سندھ کے علاقوں پر حاکم مقرر کیا، انہوں نے مکران اور اس کے ملحقات کو فتح کر کے وہاں آبادیاں قائم کیں اور شہروں کے نظم ونسق کو بہتر بنایا۔ کچھ عرصہ کے بعد زیاد بن ابی سفیانؓ نے المنذر بن جارودؓ کو یہاں کا حاکم بنایا اور انہوں نے بھی یہاں بہت سی فتوحات کیں۔

﴿غور کی بغاوت﴾

۴۷ھ میں غور میں غور کے باشندوں نے مرتد ہو کر بغاوت برپا کر دی اس بغاوت کو حکم بن عمرو غفاری نے فرو کر کے بہت سامال غنیمت حاصل کیا۔ (12)

﴿کوہستانی خراسانی کی فتوحات﴾

۵۳ھ میں عبیداللہ بن زیاد خراسان کا والی بنایا گیا، اس وقت اس کی عمر کل ۲۵، سال کی تھی، لیکن اس نوعمری کے باوجود خراسان دشوار گزار کوہستانی علاقہ کو اونٹ کے ذریعہ عبور کر کے راضی، نسف اور بیکند پر اسلامی پرچم لہرایا۔ اس جنگ میں ترکوں کی ملکہ ساتھ تھی۔ اس کی ایک جوتی چھوٹ گئی تھی جو مسلمانوں کے ہاتھ لگی، اس کی قیمت کا اندازہ دو لاکھ درہم تھی۔

۵۴ھ میں زیاد بن ابی سفیانؓ کے صاحبزادے عبداللہ بن زیاد خراسان کے والی مقرر ہوئے۔ انہوں نے ترکستان کی سرزمین میں فوج کشی کی اور بخارا کے کوہستانی علاقہ کو عبور کر کے راضی صف اور بیکند فتح کیے۔

۵۵ھ میں عبیداللہ بن زیاد کی جگہ سیدنا عثمانؓ کے صاحبزادے سعید بن عثمانؓ خراسان کے والی مقرر ہوئے انہوں نے عبیداللہ کی مہم کو جاری رکھا اور جیحون کو پار کر کے آگے بڑھے۔ اس وقت ایک خاتون قبق حکمران تھی۔ اس نے صلح کر لی لیکن عام باشندوں نے یہ صلح منظور نہ کی اور ایک لاکھ بیس ہزار کی تعداد میں مقابلے کے لئے نکلے ان کی تیاری دیکھ کر قبق خاتون نے صلح توڑ دی بخارائی میں فریقین کا مقابلہ ہوا لیکن مقابلہ سے قبل ہی قبق کی فوج میں پھوٹ پڑ گئی فوج کا یہ رنگ دیکھ کر قبق نے دوبارہ صلح کر لی اور اس کی طرح بغیر کسی لڑائی کے بخارا کا علاقہ مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا۔

قبق کی امداد ہی سے مسلمانوں نے پھر سمرقند پر حملہ کیا جس میں سعید بن العاصؓ اور مہلب بن ابی صفرہؓ کی ایک ایک آنکھ ضائع ہوئی لیکن مسلمان عزم کے ساتھ جمے رہے۔ کافی روز کے بعد جب اہل شہر کو اس بات کا یقین ہو گیا کہ مسلمان فتح کئے بغیر نہیں جائیں گے تو انہوں نے سات لاکھ سالانہ خراج پر صلح کر لی اور یہ شرط ٹھہرائی کہ مسلمان شہر کے ایک دروازے سے داخل ہو کر دوسرے دروازے سے نکل جائیں۔ اس کے بعد مسلمانوں نے ترمذ پر حملہ کیا۔ وہاں کے لوگوں نے بغیر لڑائی ہی کے صلح کر لی۔ (13)

عہد سیدنا معاویہؓ میں بحری لڑائیوں میں صرف قسطنطنیہ ہی آپ کی بحریہ کا شان دار کارنامہ نہیں بلکہ آپؓ نے روڈس، ارواڈ اور بعض دوسرے یونانی جزیروں کو بھی فتح کیا۔

''وہ سب سے پہلے مسلمان ہیں جنہوں نے بحر روم کو جنگ کے لئے اپنے جہازوں کی بازی گاہ بنایا۔ اور آپؓ کے عہد میں یونان کے بے شمار جزیرے اور دردنیل (درہ دانیال) وغیرہ کے علاقے فتح ہوئے۔

۵۳ھ میں آپؓ کے مشہور جرنیل جنادہ بن امیہ نے روڈس پر حملہ کیا، روڈس بحر روم میں اناطولیہ کے قریب جنوب مغرب میں ایک نہایت سرسبز و شاداب جزیرہ ہے جس میں زیتون، انگور، عمدہ پھل اور میٹھے پانی کے چشمے پائے جاتے تھے، اس جزیرہ کا رقبہ ساٹھ میل تھا۔ جنادہ بن امیہ نے ۵۳ھ میں اس کو فتح کیا اور سیدنا معاویہؓ نے یہاں بہت سے مسلمان آباد کر کے اس کو ایک اسلامی نو آبادی بنا دیا تھا۔ (14)

ارواڈ کی فتح

روڈس کی فتح کے اگلے سال یعنی ۵۴ھ میں جنادہ بن ابی امیہ اور مجاہد دونوں نے مل کر ارواڈ کے جزیرہ پر حملہ کیا جو قسطنطنیہ کے قریب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی۔ سیدنا معاویہؓ نے یہاں مسلمانوں کی نو آبادی قائم فرمائی اس جزیرہ کو اسلامی اقتدار کے زیر اثر لانے کے بعد آپؓ نے بحری حملوں کے لئے اس کو صدر مقام قرار دیا۔ (15)

بحری فتوحات سیدنا معاویہؓ کی خصوصی کارناموں میں شمار کیا جاتا ہے۔ اور مورخین نے امیر البحر کے نام سے یاد کیا ہے۔ اسلامی بحریہ کے موجد ٹھہرے ہیں۔ اس وجہ سے تفصیل کے ساتھ اس کو الگ ذکر کرنا چاہتا ہوں۔

بحر کیا ہے؟

''بحر'' بحیرہ اور خلیج سے مقدار میں بہت بڑا ہوتا ہے۔ انسائیکلو پیڈیا آف برٹانیکا نے ''بحر'' کی تعریف کچھ اس طرح کی ہے:

''بحر کھارے پانی کا وہ بڑا حصہ ہے جس نے سطح زمین کا تقریباً ۷۱ فیصد (۱۴۰،۰۰۰،۰۰۰) مربع میل (۳۶۲،۰۰۰،۰۰۰) مربع کلومیٹر حصہ ڈھانپ رکھا ہے دنیا کے سمندر کئی بڑے بحار اور چھوٹے سمندروں پر مشتمل ہیں۔ تین عظیم ترین بحر، بحر اوقیانوس، بحر الکاہل اور بحر ہند ہیں۔ بحر اوقیانوس تمام سمندروں کے پانی کا ۴۶ فیصد ہے۔ بحر الکاہل ۲۴ فیصد اور بحر ہند ۲۰ فیصد ہے۔ (16)

جامع انسائیکلو پیڈیا اردو میں بحر کی تعریف یوں کی گئی ہے:

''بحر نمکین پانی کا وہ عظیم قطعہ ہے جس نے سطح زمین کا تقریباً ۷۱ فیصد حصہ ڈھانپ رکھا ہے۔ جغرافیہ دانوں نے اسے پانچ حصوں میں تقسیم کیا ہوا ہے۔

دنیا کے عظیم بحار:

(۱)۔ بحر الکاہل

(۲)۔ بحر اوقیانوس

(۳)۔ بحر ہند

(۴)۔ بحر منجمد شمالی

(۵)۔ بحر منجمد جنوبی (17)

''بحیرہ'' بحر کی نسبت چھوٹا سمندر ہے بحیرہ کی تعریف میرٹ اسٹوڈنٹ انسائیکلوپیڈیا نے یوں کی ہے:

''بحیرہ'' بحر کا ایک حصہ ہے، جو عام طور پر خلیج سے بڑا ہوتا ہے بحیرہ کے ارد گرد عام طور پر خشکی ہوتی ہے۔''

(18)

بحیرہ کے بارے میں جامع انسائیکلوپیڈیا اردو نے لکھا ہے:

''بحر سے چھوٹے سمندر کو بحیرہ کہتے ہیں یہ کثیر تعداد میں پائے جاتے ہیں۔ دنیا کے بڑے بڑے بحیرے بحیرہ عرب، بحیرہ روم، بحیرہ مردار، بحیرہ احمر (قلزم)، بحیرہ ابیض، بحیرہ اسود اور بحیرہ اخضر ہیں۔'' (19)

''خلیج'' سمندر کا سب سے چھوٹا حصہ

خلیج بحر اور بحیرہ سے چھوٹی ہوتی ہے۔ خلیج کی تعریف میرٹ اسٹوڈنٹ انسائیکلوپیڈیا نے ان الفاظ میں کی ہے۔

''ایک خلیج عام طور پر ایک بحر اور بحیرہ سے چھوٹی اور جھیل سے لمبی اور گہری ہوتی ہے لیکن یہ ایک مسلمہ حقیقت نہیں ہے۔ مثال کے طور پر کیلیفورنیا خلیج ہیڈسن خلیج کے مقابلہ میں تنگ ہے۔'' (20)

خلیج کی وضاحت کرتے ہوئے انسائیکلوپیڈیا امریکانے لکھا ہے:

''خلیج سمندر یا جھیل کے پانی کا وہ حصہ ہے جو خشکی کے اندر تک چلا گیا ہو۔ ایک کھاڑی عام طور پر ایک خلیج سے چھوٹی ہوتی ہے اور اس کا منہ کھلا ہوتا ہے۔ لیکن یہ کوئی مستقل حقیقت نہیں ہے۔ خلیج بنگال جو ہندوستان کے مشرق میں واقع ہے، اپنے دھانے پر بہت وسیع ہے لیکن چند خلیجوں کے مقابلے میں لمبی ہے۔''(21)

کھاڑی اور خلیج میں فرق

قومی انگریزی اردو لغت نے کھاڑی اور خلیج کا فرق یوں بیان کیا ہے۔

''کھاڑی سمندر یا جھیل کے ساحل پر قدرے چوڑی اندر کی جانب ہٹی ہوئی جگہ، دو راستوں یا زمین کے دو ٹکڑوں کے درمیان پانی کا پھیلاؤ، کوئی خلا یا ارضی تشکیل جو کھاڑی سے مشابہہ ہو۔ خلیج سمندر کا حصہ جو خشکی کے اندر تک چلا گیا ہو جیسے بنگال۔ ایک گہرا خلا، قصر یا بہت گہرا غار۔'' (22)

قرآن مجید میں بحری جہاز اور کشتی کو عربی میں فلک، سفینہ اور جاریہ کہتے ہیں اور یہی تین الفاظ قرآن حکیم نے استعمال کئے ہیں لیکن عام طور پر قدیم عربی زبان میں دو الفاظ کا استعمال زیادہ رہا ہے۔ سفینہ اور فلک۔ قدیم شعراء اور زیادہ تر اپنے اشعار میں سفینہ کا لفظ لکھتے ہیں۔ جب کہ قرآن مجید نے زیادہ تر ''فلک'' کا لفظ استعمال کیا ہے۔ قرآن حکیم نے بحری جہاز اور کشتی کے لئے جو الفاظ استعمال کئے ہیں ان کی تفصیل یہ ہے:

''فلک'' کو قرآن حکیم نے ۱۹ سورتوں کی ۳۳ آیات میں ''سفینہ'' کو دو سورتوں کی تین آیات میں ''جوار'' کو دو سورتوں کی دو آیات میں اور ''جاریہ'' کو ایک سورت کی ایک آیت میں استعمال کیا ہے۔

لفظ ''سفن'' کی تحقیق

عرب علماء کے نزدیک سفینہ کا سفن سے مشتق ہے۔ سفن کے معانی بسولے (تیشہ) سے لکڑی چھیلنے کے ہیں اور جہاز رانی کے لئے عربی میں عام طور پر ''سفانۃ اور ''ملاحۃ'' کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ قدیم زمانے سے عرب لوگ کشتی رانی اور جہاز رانی سے آگاہ تھے۔ جب عرب میں اسلام کا ظہور ہوا تو اس کے ساتھ ہی عربوں میں علوم وفنون کو بھی فروغ حاصل ہوا اور مسلمانوں نے مجموعی طور پر جہاز رانی اور جہاز سازی میں ایک تاریخ ساز کردار ادا کیا۔ (23)

''یم'' اور ''اقارب''

عربی زبان میں لفظ ''بحر'' کا اطلاق دریا اور سمندر دونوں پر ہوتا ہے۔ اسی طرح ''یم'' کا لفظ بھی دونوں معانی میں استعمال ہوا ہے۔ قرآن مجید نے دریائے نیل اور بحیرہ احمر دونوں پر اس لفظ کا اطلاق کیا ہے۔

ارشاد ربانی ہے: "ان اقذفیه فی التابوت فاقذ فیه فی الیم"

''اور تو اسے صندوق میں بند کر کے دریا میں چھوڑ دے'' (24)

"فاتبعهم فرعون بجنوده ،فغشیهم من الیم۔"

''فرعون نے اپنے لشکروں سمیت ان کا تعاقب کیا، پھر سمندر ان سب پر چھا گیا۔'' (25)

بڑے بڑے جہازوں کے ساتھ خطرہ کے وقت یا زائد سامان کی بار برداری کے لئے جو چھوٹی کشتیاں ساتھ ہوتی ہیں، انھیں ''قارب'' کہتے ہیں۔ حدیث دجال میں قارب کا ذکر ہے۔

فجلسوا فی اقرب السفینة۔ ''پس وہ جہاز کے ساتھ والی چھوٹی کشتیوں میں بیٹھے۔'' (26)

اولین جہاز ساز اور جہاز راں:

قرآن حکیم اور سابقہ الہامی کتب کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ سب سے پہلا بحری جہاز سیدنا نوح علیہ السلام نے بنایا ہے اور خود اللہ نے سیدنا نوح علیہ السلام کو اس بحری جہاز بنانے کا حکم دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"واصنع الفلك باعيننا و وحينا۔"

''اور ہماری آنکھوں کے سامنے اور وحی کے مطابق ایک بحری جہاز بنائے۔'' (27)

دنیا کے اس پہلے بحری جہاز کو کیسے بنایا گیا؟ اور اس کی تیاری میں کون سا سامان استعمال کیا گیا؟

اس کا تذکرہ بھی قرآن حکیم نے کیا: ''وحملنه على ذات الواح ودسر۔''

''اور ہم اس (نوحؑ) کو تختوں اور کیلوں سے بنی ہوئی چیز پر سوار کیا۔'' (28)

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بحری جہاز لکڑی کے تختوں اور کیلوں کو جوڑ کر بنایا گیا تھا اور اس جہاز کی مضبوطی کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ یہ پہاڑوں کی مانند بلند موجوں کے درمیان چلتا رہا۔

قرآن حکیم میں ارشاد ہے: ''وهي تجري بهم في موج كالجبال'' (29)

''اور وہ (بحری جہاز) انھیں لے کر پہاڑوں کی طرح بلند موجوں میں تیرتا چلا جا رہا تھا۔''

نوح علیہ السلام کا یہ بحری جہاز کتنا بڑا تھا؟ اس کا اندازہ اس کی لمبائی چوڑائی اور اونچائی سے کیا جا سکتا ہے۔
اس بحری جہاز کا جدید تحقیقات کے مطابق بائبل اور عبدالماجد دریابادیؒ نے طول ۵۲۵ فٹ عرض ۸۷.۵ فٹ اور اونچائی ۵۲.۵ فٹ بیان کی ہے۔ (30)

سید قاسم محمود کی تحقیق کے مطابق:

اس بحری جہاز کا طول تین سو (۳۰۰) ہاتھ، عرض پچاس ہاتھ اور اونچائی تیس (۳۰) ہاتھ تھی۔ اس کے تین عرشے تھے۔ ایک میں مرد، دوسرے میں عورتیں اور تیسرے میں دیگر حیوانات تھے۔ (31)

قرآن حکیم نے اس بات کا بھی انکشاف کیا ہے کہ اس بحری جہاز میں ہر چیز کا جوڑا جوڑا سوار کیا گیا تھا۔
قرآن حکیم میں ہے۔ ''قلنا احمل فیھا من کل زوجین اثنین۔'' (32)

''ہم (اللہ تعالیٰ) نے کہا کہ اس (بحری جہاز) میں ہر جاندار چیز کا جوڑا جوڑا سوار کرا لو۔''

قرآن حکیم نے سیدنا نوح علیہ السلام کے بحری جہاز کے بارے میں جو معلومات فراہم کی ہیں ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ دنیا میں پانی پر بحری جہاز اور کشتی چلانے کا فن سب سے پہلے سیدنا نوحؑ نے متعارف کرایا۔ ان کے بحری جہاز کے بعد تجارتی جہازوں اور بحری جنگی جہازوں کا سلسلہ شروع ہوا۔ سیدنا نوحؑ کرہ ارض پر سب سے پہلے رسول ہیں جنہوں نے بحری جہاز اور بحری جہاز سازی کی صنعت کا آغاز کیا۔

اہل عرب اعلان نبوت سے پہلے بھی بحری جہازوں پر تجارتی سفر کرتے تھے اور حبشہ کا ملک تو ان کا دوسرا وطن معلوم ہوتا ہے، جب چاہا حبشہ سے عرب آ گئے اور جب چاہا عرب سے حبشہ چلے گئے۔ حبشہ میں عربوں کی آمدورفت کی ایک اہم وجہ تجارت تھی اور بحر احمر میں رومیوں کی آمدورفت رہتی تھی۔ ابن ہشام بیان کرتے ہیں:

''رومی تاجروں میں سے ایک کشتی کو سمندر کی لہریں ساحل جدہ پر لے آئیں اور وہ ٹوٹ پھوٹ چکی تھی۔ قریش نے اس کشتی کی لکڑی خریدی اور اسے خانہ کعبہ کی چھت بنانے کے لئے استعمال کیا مکہ مکرمہ میں ایک قبطی بڑھئی (اقوم) رہتا تھا جس نے اس کشتی کی چھت بنا کر بیت اللہ پر ڈالی گویا قریش کی ضرورت کی تمام چیزیں مہیا ہو گئیں۔''

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سمندر کو تجارتی اور اقتصادی خوشحالی کے لئے عرب اور رومی ہمیشہ استعمال کرتے رہے ہیں اور جو بحری تجارتی جہاز جدہ کے قریب سمندر کی طوفانی لہروں نے توڑ دیا تھا قریش مکہ کو بیت اللہ کی چھت بنانے کے لئے ان دنوں لکڑیوں کی ضرورت تھی جس کا اللہ تعالیٰ نے بہت اچھا انتظام کیا۔

نبوت کے پانچویں سال ماہ رجب میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق پہلے گیارہ مرد اور چار خواتین کا یہ مقدس قافلہ سیدنا عثمانؓ کی قیادت میں رات کے وقت حبشہ کی طرف روانہ ہوا۔

''ہجرت حبشہ کے لئے اللہ تعالیٰ نے بحری جہاز کا انتظام بھی فرما دیا اور یہ محض حسن اتفاق ہی نہیں لگتا بلکہ اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل معلوم ہوتا ہے کہ جب مہاجرین حبشہ جدہ کی بندرگاہ کے قریب ''شعیبہ'' کے مقام پر پہنچے تو اس وقت دو تجارتی بحری جہاز کھڑے تھے۔ بحری جہاز والوں نے صرف آدھا دینار کرایہ لیا اور انھیں حبشہ تک پہنچا دیا۔ قریش مکہ خبر پاتے ہی تعاقب میں بندرگاہ تک پہنچے۔ لیکن بحری جہاز اپنے لنگر اٹھا چکے تھے اور ان میں سے ایک شخص بھی ان کے ہاتھ نہ آیا۔ (33)

حبشہ سے مدینہ تک: جب حبشہ کے قریشی مجاہدین مدینہ منورہ کے لئے روانہ ہوئے تو ام المومنین ام حبیبہ بھی قافلہ کے ساتھ تھی۔ نجاشی نے دو بحری جہازوں کا انتظام کیا۔ بحری جہاز مدینہ منورہ کی بندرگاہ ''جار'' میں آکر ٹھہرے یہ بندرگاہ بحر احمر کے عرب ساحل ایلہ (عقبہ) سے دس میل کے فاصلے پر تھی اور یہاں سے مدینہ منورہ کی مسافت ایک دن رات کی تھی۔ علامہ محمد جریر طبریؒ لکھتے ہیں:

ام حبیبہؓ بیان کرتی ہیں کہ ہم دو کشتیوں میں سوار ہو کر حبشہ سے حجاز روانہ ہوئے۔ (نجاشی) بادشاہ نے نواتیوں کو ہمارے ساتھ کر دیا۔ ہم جار (بندرگاہ) پر پہنچے اور پھر خشکی کی سواریوں پر بیٹھ کر مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ (34)

اسلامی بحریہ کی سوچ کا آغاز: رسول اکرمؐ کے زمانہ نبوت تک تو اسلام عرب کی چاردیواری تک محدود رہا لیکن سیدنا ابوبکر صدیقؓ کے عہد خلافت میں وہ عراق اور شام کی سرحدوں تک پہنچ گیا اور سیدنا عمر فاروقؓ کے دور خلافت میں وہ ایک طرف فارس (ایران) و خلیج فارس اور دوسری طرف شام و فلسطین سے گزر کر مصر و روم تک پہنچ گیا۔ یہ دونوں دنیا کی دو عظیم الشان اقوام کے سمندری و دریائی مرکز تھے۔ خلیج فارس کسریٰ کا اور بحیرہ روم قیصر کی بحری لشکر گاہ تھے۔ ان حالات میں مسلمانوں نے اپنی بحری قوت کے بارے میں سوچنا شروع کیا۔

اسلامی بحریہ کا پہلا محمدی فکر: سیدنا عمر فاروقؓ کے زمانے میں سیدنا معاویہؓ شام کے گورنر تھے اور رومیوں سے آئے دن ان کی جھڑپیں اور لڑائی ہوتی رہتی تھی۔ خشکی پر تو مسلمانوں کو ہمیشہ اللہ کے فضل و کرم سے برتری حاصل رہی لیکن رومی بحری بیڑا ساحلی علاقوں میں مسلمانوں کو شدید نقصان پہنچاتا تھا۔ مسلمانوں کے پاس چونکہ کوئی بحری بیڑا نہیں تھا۔ اس لئے رومی اس سے ناجائز فائدہ اٹھاتے اور جب چاہتے مسلمانوں پر بحری حملہ کر دیتے اور مسلمان ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے تھے۔ اس کا یہی مناسب حل تھا کہ مسلمان اپنی بحریہ تیار کریں تاکہ رومیوں کے حملے کا منہ توڑ جواب دے سکیں۔ اس اہم ضرورت کا شدید احساس کرنے والے پہلے شخص سیدنا معاویہؓ تھے جنہوں نے سیدنا عمر فاروقؓ سے بحریہ بنانے کی باقاعدہ اجازت طلب کی لیکن سیدنا عمرؓ نے ان کی درخواست کو مسترد کر دیا۔ جن کی درخواست کو نامنظور کرنے کے چند اہم وجوہات مسلم مورخین اور مفکرین نے بیان کی ہیں۔ اسی وجہ سے اسلامی بحریہ تاخیر سے معرض وجود میں آئی۔ (35)

﴿اسلامی بحریہ کی تاخیر کی وجوہات﴾

تلخ تجربہ: سیدنا عمر فاروقؓ کے کمانڈر علاؤالدین الحضرمیؓ جو بحرین کے گورنر تھے، انہوں نے سیدنا عمرؓ سے اجازت طلب کیے بغیر فارس پر بحری حملہ کر دیا۔ اس جنگ میں مسلمانوں کو بھاری نقصان سے دوچار ہونا پڑا۔ اس تلخ تجربے کی بناء پر سیدنا عمر فاروقؓ نے سیدنا معاویہؓ کو بحری جنگ کی اجازت نہ دی۔ (36)

اسلامی بحریہ کی تاخیر پر مورخین اسلام ابن اثیر اور بلاذریؒ لکھتے ہیں:

عہد فاروقی میں فارس کی بحری جنگ میں مسلمانوں کو سخت جانی و مالی نقصان پہنچا تھا اس لئے سیدنا عمرؓ بحری جنگ کے خلاف ہو گئے تھے۔ سیدنا معاویہؓ نے ان سے بار ہا بحیرہ روم میں فوجیں اتارنے کی اجازت مانگی لیکن فارس کے تلخ تجربہ کے باعث آپؓ نے اس کی اجازت نہ دی۔ آپؓ کے بعد سیدنا معاویہؓ نے سیدنا عثمانؓ سے درخواست کی۔ انہوں نے بھی پہلے انکار کیا مگر پھر ان کے اصرار پر اس شرط کے ساتھ اجازت دے دی کہ اسلامی بحریہ میں شرکت کے لئے کسی کو مجبور نہ کیا جائے جو اپنی مرضی اور خوشی سے شامل ہونا چاہے وہ شامل ہو سکتے ہیں۔ (37)

سیدنا عمر فاروقؓ کے انکار کی وجہ: ابن جریر طبریؒ وجہ بیان کرتے ہیں:

عربوں کو بحری جنگ کا تجربہ نہیں تھا رومی اور ایرانی اس میں ماہر تھے جس کی وجہ سے سیدنا عمر فاروقؓ نے بحری بیڑہ بنانے کی اجازت نہیں دی۔ (38)

﴿ناپختگی اور عدم اعتماد﴾

اسلامی بحریہ کی تاخیر کی وجہ علامہ ابن خلدونؒ نے یہ بیان کی ہے:

"عربوں کو اسلام سے قبل خانہ بدوشی اور تہذیب و تمدن میں کم مائیگی کی وجہ سے کثرت سے بحری اسفار اور بحری جنگوں کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔ انھیں بحری مہمات میں کمال حاصل نہیں تھا لیکن رومیوں اور افرنگیوں کو بحری جنگوں سے بہت واسطہ پڑا تھا اس لئے وہ اس میں بہت اچھا تجربہ رکھتے تھے ان کی تہذیب و تمدن کی ترقی بحری جنگوں میں اور زیادہ مہارت کا سبب بنی ہوئی تھی، جب عربوں نے روم اور ایران فتح کر کے بحری قوتوں پر اقتدار قائم کیا اور بحری فنون و جنگ میں غیر معمولی بصیرت پیدا کی اور انھیں سیاسی اقتصادی اور صنعتی مرکزیت حاصل ہو گئی تو اس وقت عربوں کو بحری جہاد کا شوق پیدا ہوا۔ انھوں نے کشتیاں، بحری جنگی جہاز اور تجارتی جہاز بنائے۔ آدمیوں اور بحری جہازوں کا بیڑا تیار کیا اور سمندر پار کی غیر مسلم اقوام سے جنگ کرنے کے لئے بحری راستے فوجیں روانہ کیں۔ پہلے ان ممالک اور سرحدوں پر چڑھائی کی جو سمندر سے قریب تھے۔ مثلاً شام، افریقہ، بلاد مغرب اور اندلس وغیرہ۔ (39)

سیدنا عمر فاروقؓ اگرچہ اسلامی بحریہ کی اجازت نہیں دی لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ آپؓ سمندر کی افادیت، بحری تجارت اور سمندر کی پرامن استعمال کا احساس نہ تھا۔ آپؓ سمندر کو معیشت تجارت اور پرامن جہازرانی کے لئے بہت اہم سمجھتے تھے۔ آپؓ نے جب ضرورت پڑی تو سمندر کو پرامن طریقے سے خوب استعمال کیا۔ چنانچہ تقی الدین احمد بن علی المقریزی رقم طراز ہیں:

''پرامن جہازرانی کا عہد بھی سیدنا عمر فاروقؓ ہی کے دور سے شروع ہوا اور اس کے لئے ایک قدرتی سبب پیدا ہو گیا۔ ۱۸ھ میں عرب میں مشہور قحط پڑا اس لئے سیدنا عمرؓ نے مصر سے غلہ لانے کا انتظام کیا مگر خشکی کے راستے سے یہ غلہ بہت دیر میں پہنچتا تھا۔ جلدی کے لئے یہ کیا گیا کہ دریائے نیل ۶۹ میل ایک لمبی نہر نکال کر دریائے نیل کو بحر احمر سے ملا دیا گیا۔ یہ کام چھ ماہ کی انتھک محنت اور لگن سے سرانجام پایا اور پہلے ہی سال میں بیس بحری جہاز غلہ لے کر نیل سے بحر قلزم (بحر احمر) میں داخل ہوئے اور مدینہ کی بندرگاہ جار میں آ کر ٹھہرے اور مدینہ میں وافر مقدار میں غلہ پہنچایا۔ (40)

سیدنا عمرؓ کے عہد میں کئی اہم بندرگاہیں تھیں۔ مثلاً جار اور ایلہ ان بندرگاہوں سے مسلمانوں نے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ ایلہ خلیج فارس کی سمت ایرانیوں کے زمانہ میں ایرانی بندرگاہ تھی یہ بصرہ سے اوپر دجلہ کے ساحل پر واقع تھی۔ عربوں نے ۱۴ھ میں اس پر قبضہ کیا اور جار، بحر احمر کے عربی ساحل پر غالباً موجودہ ینبع کے پاس آباد تھی۔

''جار مدینہ کی بندرگاہ تھی۔ یہاں حبشہ، مصر، عدن، ہندوستان اور چین سے جہاز آ کر لنگر انداز ہوتے تھے''۔ (41)

﴿اسلامی بحریہ کا قیام﴾

عربوں کے بحری بیڑے کے آغاز کے بارے میں لیفٹننٹ جنرل سر جان گلب لکھتے ہیں:

"Muouwiya(R.A)had been one of the first to appreciate these facts and to write to Umar Ibn Khattab (R.A) for sanction to build an Arab Fleet

سیدنا معاویہؓ کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جنہوں نے (دشمن کے حملے پسپا) کرنے کے لئے ان حقائق کو محسوس کیا اور (انھیں عملی جامہ پہنانے کے لئے) سیدنا عمر فاروقؓ کو اسلامی بحری بیڑا بنانے کی تجویز پیش کی۔ اور ان سے تحریری طور پر اجازت طلب کی۔ (42)

اسلامی بحریہ کا باقاعدہ قیام اور عربوں کی جہازرانی کا اصلی عہد سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے سے شروع ہوا۔ اس وقت سیدنا معاویہؓ شام کے گورنر اور علاء بن الحضرمی بحرین کے گورنر تھے۔

علامہ بلاذری لکھتے ہیں:

''عربوں کی سب سے پہلے امیر البحر عبداللہ بن القیس الحارثیؓ تھے۔ جنہوں نے رومیوں کے مقابلے میں موسم گرما اور سرما میں پچاس بحری حملے کئے۔ (43)

محمد ابن جریر طبریؒ کا بیان ہے:

سیدنا معاویہؓ نے سیدنا عثمانؓ سے اسلامی بحریہ کی اجازت مانگی سیدنا عثمانؓ نے مشروط اجازت دے دی۔ کہ تم خود سپاہیوں کا انتخاب نہ کرو اور نہ قرعہ اندازی کرو بلکہ انھیں اختیار دے دو کہ جو رضا کارانہ بحری جہاد پر جانا چاہتے ہو انھیں ساتھ لے لو اور ان کی مدد کرو۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور بحری فوج کا باقاعدہ کمانڈر عبداللہ بن قیس حارثیؓ کو بنایا۔ انہوں نے موسم گرما اور موسم سرما میں دشمن پر پچاس حملے کئے ان حملوں میں نہ کوئی مسلمان غرق آب ہوا اور نہ کسی کو نقصان پہنچا۔ وہ ہمیشہ اللہ سے دعا مانگتے تھے کہ:

''اے اللہ! ہمارے لشکر کو خیر وعافیت عطا کر اور کسی صدمے میں مبتلا نہ کر۔'' (44)

علامہ ابن جریر طبریؒ نے قبرص کی فتح کا حال اس طرح بیان کیا ہے:

''سیدنا معاویہؓ نے ۲۸ھ میں قبرص پر حملہ کیا اور اہل مصر نے بھی سیدنا عبداللہ بن سعدؓ کی قیادت میں اس حملہ میں سیدنا معاویہؓ کا بھرپور ساتھ دیا۔'' (45)

اسلامی بحریہ کی اجازت کے بعد ام حرامؓ کو بحری جہاد میں شرکت کا موقع میسر آیا۔

چنانچہ حافظ ابن کثیر بیان کرتے ہیں:

''جب لوگوں نے قبرص کو فتح کیا تو ام حرامؓ (اپنے خاوند) کے ہمراہ ان کے ساتھ تھیں۔'' (46)

سیدنا معاویہؓ کو جب سیدنا عثمانؓ نے بحری اجازت دے دی تو بحری جہاد کی فضیلت کی بدولت بہت سے صحابہ کرامؓ اپنی خوشی سے اس جنگ کے لئے تیار ہو گئے۔

چنانچہ علامہ ابن خلدونؒ، صحابہ کرامؓ کے قبرص پر حملے اور مشروط مصالحت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''صحابہ کرامؓ سے ایک گروہ قبرص پر بحری حملہ کرنے کے لئے راضی ہو گیا۔ اس بحری جہاد میں سیدنا ابوذر غفاریؓ، سیدنا ابو درداءؓ، سیدنا شداد بن اوسؓ، سیدنا عبادہ بن صامتؓ اور ان کی زوجہ محترمہ ام حرامؓ کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ یہ لشکر اللہ کا نام لے کر قبرص کی طرف روانہ ہوا مصر سے سیدنا عبداللہ بن ابی سرحؓ بھی ان مجاہدین سے آملے۔ اہل قبرص نے سات ہزار سالانہ خراج ادا کرنے پر مصالحت کر لی۔ واپسی پر سیدنا ام حرامؓ کی سواری بدک کر بھاگی وہ اس سے گر پڑیں اور شہید ہو گئیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پہلے ہی وحی کے ذریعے اس کی پیشین گوئی فرما چکے تھے۔ (47)

﴿نبی کریمؐ کی بحری جہاد کی پیشین گوئی﴾

پہلا بحری جہاد سیدنا عثمانؓ کے عہد میں سیدنا معاویہؓ نے کیا۔ لہٰذا اس حدیث سے سیدنا معاویہؓ کی بڑی فضیلت ثابت ہوتی ہے اور اس کی خوشخبری اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سیدنا محمد ﷺ کو خواب میں دی تھی۔

سیدنا معاویہؓ نے (بحری بیڑا) بنانے کے بعد سب سے پہلا بحری جہاد کیا۔

سب سے پہلے بحری جہاد کرنے والوں کو رسول اکرم ﷺ نے جنت کی بشارت دی ہے۔ ام حرامؓ بیان کرتی ہیں:

میں نے رسول اکرم ﷺ سے سنا کہ: ''میری امت کا پہلا لشکر جو سمندر میں جہاد کرے گا۔ ان کے لئے (جنت) واجب ہو گئی۔'' سیدنا ام حرامؓ نے کہا اے اللہ کے رسولؐ بتا دیجئے کہ میں بھی ان میں شامل ہوں؟ رسول اکرمؐ نے فرمایا: آپ ان میں شامل ہیں۔'' (48)

سیدنا معاویہؓ پر جنت واجب ہو گئی:

علامہ قسطلانیؒ اور علامہ ابن حجر عسقلانیؒ اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''یہ سیدنا معاویہؓ کا لشکر تھا ان کے لئے مغفرت اور رحمت ان کے نیک اعمال کے بناء پر واجب ہو گئی۔''

اس حدیث سے سیدنا معاویہؓ کی عظمت اور شان کا پتہ چلتا ہے کیونکہ آپؓ نے سب سے پہلے سمندر میں بحری جنگ کی ہے اور رسول اکرمؐ کے فرمان کے مطابق ''قد اوجبوا'' تحقیق واجب ہو گئی کا مطلب یہ ہے کہ سیدنا معاویہؓ کے لئے جنت واجب ہو گئی۔ (49)

جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا کہ پہلے حملے کی صورت میں چند شرائط کے ساتھ صلح کیا گیا ان میں سے ایک شرط یہ تھی کہ قبرص والے مسلمانوں اور رومیوں کی جنگ میں غیر جانبداری کا مظاہرہ کریں گے لیکن اہل قبرص اس شرط پر قائم نہ رہ سکے اور معاہدہ کرنے کے تین سال بعد ایک بحری معرکے میں انھوں نے مسلمانوں کے خلاف رومی بحری بیڑے کی معاونت کی۔ جس کے نتیجہ میں سیدنا معاویہؓ کو اہل قبرص کے خلاف تادیبی کارروائی کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ چنانچہ سیدنا معاویہؓ نے ۳۲ھ میں دوبارہ قبرص پر حملہ کیا۔ اہل قبرص نے ازسرنو تجدید معاہدہ کیا۔ اب سیدنا معاویہؓ نے ۱۲ ہزر مسلم مجاہدین کا ایک محافظ دستہ قبرص شہر میں رہنے دیا تا کہ اہل قبرص کو دوبارہ اس طرح کی حرکت کا خیال پیدا نہ ہو۔ علامہ بلاذریؒ اس کی تفصیل یوں بیان کرتے ہیں:

''جب ۳۲ھ میں اہل قبرص نے بحری حملوں کے لئے رومیوں کو بحری جہاز دیئے اور ان کی بھرپور معاونت کی تو سیدنا معاویہؓ نے ۳۳ھ میں پانچ سو (۵۰۰) بحری جہازوں اور کشتیوں کے بیڑے سے ان پر حملہ کر کے قبرص کو دوبارہ فتح کر لیا۔ اس کے باشندوں کو موت کے گھاٹ اتارا اور بہت سے لوگوں کو قیدی بھی بنایا لیکن اس کے بعد گزشتہ صلح کو برقرار رکھا۔ اور محافظ فوج میں سے ۱۲ ہزار (۱۲۰۰۰) جنگ آزما یہاں متعین کر دیئے، مسجدیں بنوائیں، اہل بعلبک میں سے ایک جماعت یہاں منتقل کر کے ایک شہر بنایا، اس میں جو لوگ آباد ہوئے انھیں عطیات دیئے۔

اس مشہور بحری معرکے کو عرب "مستولوں کی بحری جنگ" کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ جو ۳۴ھ بمطابق ۶۵۵ء مسلمانوں اور بازنطینیوں (عیسائیوں) کے درمیان پیش آیا۔ اس بحری معرکے میں ہزاروں عیسائی مارے گئے لیفٹننٹ جنرل سرجان گلب نے اس بحری معرکے کا سال ۶۵۵ء لکھا ہے۔

اس کا حال اپنے الفاظ میں یوں بیان کیا ہے:

In 655 A.D,another decisive naval battle took place at phoenix on the coast of lycia at which the Byzntine Emperor himself was present. The Arabs called this engagement "The Battle of Masts". After heavy fighting the Byzantines were worsted and drew off.

۶۵۵ء میں ایک فیصلہ کن بحری معرکہ لائیسا کے ساحل پر فونکس کے مقام پر پیش آیا۔ جس میں بازنطینی بادشاہ (لشکر کا امیر البحر بھی) خود موجود تھا اور عرب اس عظیم بحری معرکے کو "مستولوں کی بحری جنگ" کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ شدید جنگ کے بعد بازنطینیوں کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔

مصری مصنف کے بیان کے مطابق اس معرکے میں ۲۰ ہزار رومی مارے گئے۔ (51)

مغربی مورخین اس کی شکست یوں بیان کرتے ہیں:

"یہ جنگ دوسری جنگ یرموک ثابت ہوئی، بازنطینی بحری بیڑا مکمل طور پر تباہ برباد ہوگیا۔ مسلمانوں نے اس معرکے میں ایک بہت بڑے بازنطینی (عیسائی) بحری بیڑے کو تباہ کن شکست سے ہمکنار کیا۔ اور عیسائی بحری بیڑے کی کمر توڑ کر رکھ دی۔ اسلامی بحریہ نے اسے تباہ کن شکست دے کر بھگایا۔" (52)

اسلامی بحریہ کی دن رات ترقی رومیوں کے لئے ایک مستقل خطرہ بنتی جارہی تھی اور انھیں اپنے قدم زوال کی طرف بڑھتے دکھائی دے رہے تھے۔ انھیں یہ ہرگز گمان نہیں تھا کہ ہماری اجارہ داری جو صدیوں سے بحیرہ روم میں قائم ہے اسے کوئی ختم بھی کرسکتا ہے۔ لہٰذا انھوں نے اسلامی بحریہ کی ابھرتی ہوئی قوت کو کچلنے کے لئے اسکندریہ پر حملہ کردیا اور منہ کی کھائی۔ اس بحری کارروائی کے مدوجزر کا حال اور قسطنطین دوئم کے قتل کو علامہ ابن خلدونؒ نے اس طرح بیان کیا ہے۔

جس وقت عبداللہ بن ابی سرحؓ افریقہ سے جو کچھ حاصل کرنا چاہتے تھے۔ حاصل کرکے مصر واپس پہنچے تو قسطنطین بن ہرقل نے چھ سو جہازوں کے بحری بیڑے کے ساتھ اسکندریہ پر چڑھائی کردی۔ چنانچہ ایک طرف اسلامی بحریہ سپاہ سمندر کے ذریعے ابن ابی سرحؓ کے ساتھ اور دوسری طرف سے سیدنا معاویہؓ شامی بیڑے کو لے کر مقابلے پر آئے۔ دونوں لشکروں نے رات ساحل سمندروں پر گزاری اور صبح ہوتے مسلم بحری مجاہدین نے صف آرائی کی۔ قسطنطین نے فوج کو بحری جہازوں سے خشکی پر اتار کر حملے کی غرض سے آگے بڑھایا۔ صبح سے ظہر تک گھمسان کی لڑائی جاری رہی، بالآخر قسطنطین زخمی ہوکر معدودے چند رومیوں کے ساتھ شکست خوردہ صقلیہ چلا گیا اور وہاں جاکر اس نے تمام حالات سے اہل صقلیہ آگاہ کیا۔ انھوں نے قسطنطین سے شکست کی خبر سنی تو اسے حمام میں قتل کردیا۔ (53)

یہ سیدنا عثمانؓ کا عہد حکومت تھا جب ۳۳ھ میں مسلمانوں صقلیہ پر پہلا حملہ کیا۔ افریقہ کے اردگرد کے جزائر میں صقلیہ کو خاص اہمیت حاصل تھی۔ یہ عیسائیوں کی پناہ گاہ تھا اور اسے بازنطینیوں نے مسلمانوں کو مصائب میں مبتلا کرنے کے لئے ایک زبردست جنگی چھاؤنی اور ریشہ دوانیوں کا مرکز بنا رکھا تھا۔

علامہ ابن اثیرؒ بیان کرتے ہیں:

''افریقہ کے بڑے حصے پر مسلمانوں کا قبضہ ہو چکا تو افریقہ کے باقی حصے اور اردگرد کے جزائر پر بحری مجاہدین نے خصوصی توجہ دی۔ جزیرہ صقلیہ ان دنوں خصوصی اہمیت کا حامل تھا۔ یہاں کے لوگوں نے عام طور پر افریقہ کے مقبوضہ علاقوں پر حملہ کر کے مسلمانوں کو تکالیف پہنچانے کے لئے اس جزیرے کو اپنی مضبوط جنگی چھاؤنی بنایا ہوا تھا۔ بازنطینی حکومت کو صقلیہ پر مکمل اقتدار حاصل تھا۔ جب شام اور مصر پر اسلامی پرچم لہرایا تو مفرور عیسائیوں کو صقلیہ میں جا کر پناہ لینا پڑی۔ ۱۹ھ کو قیساریہ مسلم افواج نے فتح کر لیا تو یہاں کے رومی گورنر نے بھاگ کر صقلیہ میں پناہ حاصل کی۔ ۳۱ھ میں مسلم افواج کی پیش قدمی روکنے کے لئے قیصر روم قسطنطین دوم ایک عالیشان بحری بیڑہ لے کر مسلم بحریہ پر حملہ آور ہوا مگر مسلم بحریہ نے اسے زبردست شکست دی۔ اور وہ قسطنطنیہ واپس جاتے ہوئے صقلیہ پہنچا اور یہاں قیام کر کے شام، مصر اور افریقہ کے اسلامی مقبوضات میں بغاوت کرانے اور ان علاقوں پر بحری یلغار کرانے کے لئے اہل صقلیہ کو تیار کرنے میں مشغول ہو گیا۔ کیونکہ یہی بازنطینی چھاؤنی مقبوضہ اسلامی ممالک سے بہت نزدیک تھی اور یہی وہ محفوظ جگہ تھی جہاں عیسائی مسلمانوں کے خلاف خفیہ شرارتیں کیا کرتے تھے۔ صقلیہ مسلمانوں کی خلاف ایک مرکزی کردار ادا کر رہا تھا اور مسلم مقبوضہ علاقوں کے لئے یہ جزیرہ بہت خطرناک ثابت ہو سکتا تھا۔ اسی بناء پر سیدنا معاویہؓ نے ۳۳ھ کو ایک مستحکم مسلم بیڑے کو صقلیہ کی طرف روانہ کیا۔

میں شامل کر کے رومیوں کی یلغار اور ظالمانہ ڈاکازنی سے اسلامی مقبوضہ علاقوں کو بچایا جا سکتا ہے اس لئے انھوں نے امیر المومنین سیدنا عثمانؓ سے اجازت لے کر ۳۳ھ میں مسلم بحری بیڑے کو جو تین سو بحری جہازوں پر مشتمل تھا، صقلیہ روانہ کیا، صقلیہ کے گورنر نے قیساریہ کے گورنر سے مشورہ طلب کیا۔ اس نے عربوں کی شجاعت اور جرأت سے اسے خبر دار کیا اور کہا کہ ان عرب مسلم بحری مجاہدین کو کچھ رقوم اور مال دے کر رخصت کر دو تو تمھاری جان بچ جائے گی مگر صقلیہ کا گورنر بڑا متکبر تھا اور اسے اپنے طاقت پر بڑا گھمنڈ تھا۔ اس نے مسلم افواج سے مقابلہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ اتمام حجت کے لئے اسلامی نمائندہ صقلیہ کے گورنر کے پاس گیا اور اس نے اپنا عمومی مطالبہ اسے بتایا اسے بتایا کہ ''تم دین اسلام قبول کرلو یا ہماری ذمہ داری میں آجاؤ اور اس کے معاوضہ میں جزیہ دو جیسا کہ ذمی ممالک دیتے ہیں یا پھر آخری فیصلہ تلوار سے ہوگا۔''

صقلیہ کے گورنر نے جواب دیا: ''صقلیہ روم کی طرح شہر نہیں ہیں جو آسانی سے تمھارے قبضہ میں آجائیں۔ یہ صقلیہ ایک محفوظ اور مضبوط قلعہ ہے اور ہمارے پاس بڑی تربیت یافتہ فوج ہے۔ اسے اگر دیکھو گے تو پریشان ہو کر چلے جاؤ گے اور بحیرہ روم کو عبور کرنے کی زحمت کا افسوس کرو گے اور رہ گیا مذہب کو تبدیل کرنے کا سوال تو یہ تمھاری خام خیالی ہے اور جزیہ تمھیں ادا کرنا چاہئے تاکہ ہم تم پر حملہ نہ کریں۔'' اتنے میں ایک بطریق ننگی تلوار لے کر مسلم بحری فوج کے سامنے آیا اور اس نے جنگ کی دعوت دی۔ ایک نو مسلم مقابلہ کے لئے نکلا اور آنکھ جھپکتے ہی اس بطریق کو قتل کر کے اپنی جگہ پر چلا گیا۔ گورنر صقلیہ نے جب یہ منظر دیکھا تو پوچھا کیا یہ جوان عرب ہے؟ جواب ملا نہیں، یہ افریقہ کا ایک معمولی باشندہ ہے جو اسلام کی نعمت سے سرفراز ہو چکا ہے اور یہ بہادری اس کے قبول اسلام کا ایک معمولی کرشمہ ہے۔ گورنر سخت پریشان ہوا اور واپس اپنے محل میں چلا گیا۔ اب مسلمانوں نے عام حملہ کرنے کا انتظام کیا اور ان کے مقابلے پر رومی صف آراء ہو گئی جنگ کا طبل بجا اور مقابلہ شروع ہو گیا۔ دونوں اطراف سے داد شجاعت کے جوہر دکھائے گئے اور ایک لمبے عرصے تک معرکہ آرائی جاری رہی۔ صقلیہ کے گورنر نے قسطنطنیہ سے امداد طلب کی تو وہاں سے چھ سو بحری جنگی جہازوں کا بیڑا اہل صقلیہ کی حفاظت کے لئے روانہ ہوا۔ اسلامی بحری فوج نے بہت سامال غنیمت جمع کر لیا تھا۔ ادھر افریقہ، مصر و شام سے چونکہ کسی فوری امداد کی توقع نہیں تھی۔ لہٰذا مسلم بحری بیڑے نے راتوں رات صقلیہ کے ساحل کو خیر باد کہا۔

امیر البحر قیدیوں اور مال غنیمت سمیت خیریت سے دمشق پہنچ گئے اور آکر شام کے گورنر سیدنا معاویہؓ کو تمام حالات سے آگاہ کیا۔ انہوں نے تمام حالات کی مفصل رپورٹ سیدنا عثمانؓ کی خدمت میں تحریر کر دی۔ سیدنا عثمانؓ نے امیر البحر کے اس طرز عمل کو بہت پسند فرمایا اور اس کی تعریف کی۔

ان بحری مہمات میں مسلم بحری مجاہدین کی کامیابیوں اور عیسائیوں کی ناکامیوں کا ذکر کرتے ہوئے جنرل گلب لکھتا ہے:

By these actions,the principal credit for which must be given to Muawiya,naval supermacy was destroyed. Their loss of command of the sea aws perhaps the most grievious blow suffered by the feeble successors of Heracleus. If the old emperor had been still alive, he could scarcely have accepted it so tamely. It was his naval command of the Black sea which had enabled him for four years to maintainan army in Armenia while the Persian army was actually outside constantinople. As long as the Byznatine Empire enjoyed command of the Mediterranenan the reconquest of Syria, Palestine and Egypt remined possible. With the astablishment of Arab naval supermacy, The loss of the conquered provinces became final as Muawiya had so clearly foreseen.

ان عظیم بحری کامیابیوں کی بناء پر جن کا سب سے زیادہ سہرا اور اعزاز سیدنا معاویہؓ کو حاصل ہے، بازنطینیوں کی بحری سیادت اور برتری ختم ہو کر رہ گئی۔ سمندر میں ان کے بحری غلبے کا زوال شاید وہ سب سے زیادہ اذیت ناک نقصان تھا جو ہرقل کے کمزور جانشینوں کو دیکھنا پڑا۔ اگر بوڑھا بادشاہ اس وقت ہوتا تو وہ اس تکلیف دہ نقصان کو اتنی پست ہمتی کے ساتھ ہرگز ہرگز برداشت نہ کر سکتا۔ یہ اس کی بحیرہ اسود پر بحری حاکمیت کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ اس نے صرف چار سالوں میں آرمینیا میں ایک مضبوط فوج تیار کر لی تھی جبکہ ایرانی فوج عملی طور پر قسطنطنیہ کے باہر کھڑی تھی۔ جب تک بازنطینی سلطنت کو بحیرہ روم پر غلبہ حاصل تھا شام، فلسطین اور مصر کی دوبارہ فتح کے امکانات باقی تھے لیکن مسلم بحری بیڑے کی فوقیت سے مفتوحہ صوبوں کا نقصان مستقل حیثیت اختیار کر گیا۔ یعنی انھیں دوبارہ فتح کرنے کی تمام کوششوں کے دروازے بند ہو گئے اور ان کے بازیابی کا کوئی امکان باقی نہ رہا۔ جس کا اندازہ سیدنا معاویہؓ اپنی خداداد بصیرت کی وجہ سے واضح طور پر پہلے ہی کر چکے تھے۔"

(1) البلاذریؒ،فتوح البلدان،بیروت،دارالکتب العلمیہ،۱۹۸۳ء،ص۱۱۶تا۱۲۴

(ii) شاہ معین الدین ندویؒ،سیر الصحابہؓ،لاہور،ادارہ اسلامیات،۱۹۵۱ء،ص،۴۶،جلد۴،ص۶

(2) ابن اثیرؒ،الکامل فی التاریخ،ایران،مکتبہ قم،س ن،ص۴۳۱،جلد نمبر۲

(ii) البلاذریؒ،فتوح البلدان،بیروت،دارالکتب العلمیہ،۱۹۸۳ء،ص۱۱۶

(iii) ندویؒ معین شاہ،سیر الصحابہؓ،لاہور،ادارہ اسلامیات،۱۹۵۱ء،ص۴۷،۴۶

(4) علامہ ذہبیؒ،العبر فی خبر من عبر،بیروت،دارالکتب العلمیہ،س ن،ص۱۶۱

(ii) ابن اثیرؒ،الکامل فی التاریخ،ایران،مکتبہ قم،س ن،ص۴۹۹،جلد۲ جلد۳۱

(iii) البلاذریؒ،فتوح البلدان،بیروت،دارالکتب العلمیہ،۱۹۸۳ء،ص۱۴۷۔۱۴۵

(iv) مفتی محمد تقی عثمانی،حضرت معاویہؓ اور تاریخی حقائق،کراچی مکتبہ معارف القرآن،۲۰۰۵ء،ص۲۷۱

(v) شاہ معین الدین ندویؒ،سیر الصحابہؓ،لاہور،ادارہ اسلامیات،۱۹۵۱ء،ص۴۷

(vi) ابن عبدالبرؒ،الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب،قاہرہ،المکتبۃ التجاریہ الکبریٰ،۱۹۳۰ء،ص۳۷۵ جلد۳

(vii) عبدالرحمٰن ابن خلدونؒ،تاریخ ابن خلدون،بیروت،دارالکتاب اللبنانی،۱۹۵۶ء،ص۴۶۷،جلد۱

(viii) ابن اثیرؒ،الکامل فی التاریخ،ایران مکتبہ قم،س ن،ص۵۶،ص۸۶،ص۹۵،۹۶ جلد۳

(ix) البلاذری،فتوح البلدان،بیروت،مکتبہ دارالکتب العلمیہ،۱۹۸۳ء،ص۹۶،۹۵

(5) حافظ ابن کثیرؒ،البدایہ والنھایہ،بیروت مکتبہ المعارف،۱۹۶۶ء،ص۱۲۶،جلد۸

(ii) ابوطلحہ اصغر مغل،اردو ترجمہ تاریخ ابن کثیرؒ،کراچی دارالاشاعت،۲۰۰۴ء،ص۶۰۷،جلد۴ حصہ۸

(6) ابن خلدون تاریخ ابن خلدون،بیروت،دارالکتاب اللبنانی،۱۹۵۶ء،ص۱۰۰،جلد۲

(ii) حافظ ذہبیؒ،العبر فی خبر من عبر،کویت،مطبع حکومت کویت،۱۹۶۰ء

(iii) جمال الدین یوسف،النجوم الزاھرۃ،مصر،وزارۃ الثقافۃ والارشاد،س ن،ص۸۵،جلد۱

(7) البلاذریؒ،فتوح البلدان،بیروت،دارالکتب العلمیہ،۱۹۸۳ء،ص۱۳۳،

(ii) شاہ معین الدین ندویؒ،سیر الصحابہؓ،لاہور،ادارہ اسلامیات،س ن،ص۴۹،۴۸،جلد۴،حصہ۶

(8) ابن اثیرؒ،الکامل فی التاریخ،ایران،مکتبہ قم،س ن،ص۱۳۷،جلد۳

(ii) البلاذری،فتوح البلدان،بیروت،دارالکتب العلمیہ،۱۹۸۳ء،ص۱۸۹،۱۹۳

(ii) شاہ معین الدین ندویؒ، سیر الصحابہؓ، لاہور، ادارہ اسلامیات، س ن، ص ۵۱، ۵۰ جلد ۴

(10) ابن اثیرؒ، الکامل فی التاریخ، ایران مکتبہ قم، س ن، ص ۹۱، ۸۸ جلد ۳

(ii) شاہ معین الدین ندویؒ، سیر الصحابہؓ، لاہور، ادارہ اسلامیات، س ن، ۵۲۔۵۱، جلد ۴ حصہ ۶

(iii) احمد بن یحیٰ البلاذری، فتوح البلدان، بیروت، دار الکتب العلمیہ ۱۹۸۳ء، ص ۲۵۷

(11) عبدالرحمٰن ابن خلدون، تاریخ ابن خلدون، کراچی، دار الاشاعت ۲۰۰۳ء، ص ۵۳۱، جلد ۳

(ii) جلال الدین سیوطیؒ، تاریخ الخلفاء اردو ترجمہ اقبال الدین احمد کراچی، نفیس اکیڈمی ۱۹۸۳ء، ص ۱۹۷

(iii) ندوی، شاہ معین الدین، سیر الصحابہؓ، لاہور، ادارہ اسلامیات، س ن، ص ۶۹، ۶۸، جلد ۴ حصہ ۶

(iv) ابن اثیرؒ، الکامل فی التاریخ، ایران مکتبہ قم، س ن، ص ۳۶۶، جلد ۳

(12) خلیفہ بن خیاط، تاریخ خلیفہ بن خیاط، بیروت، دار الفکر ۱۹۹۳ء ۱۴۱۴ھ، ص ۱۵۵

(ii) ندوی، شاہ معین الدین، تاریخ اسلام، لاہور، مکتبہ رحمانیہ، س ن، ص ۳۶۰، جلد ۲

(iii) ندوی، شاہ معین الدین، تاریخ اسلام، لاہور، ادارہ اسلامیات، س ن، ص ۶۹، جلد ۴، حصہ ۶

(13) ابن اثیرؒ، الکامل فی التاریخ، ایران مکتبہ قم، س ن، ص ۳۶۶، جلد ۳، حصہ

(ii) ندوی، شاہ معین الدین، تاریخ اسلام، لاہور، مکتبہ رحمانیہ، س ن، ۳۶۱، ۳۶۰، جلد ۲

(iii) ندوی، شاہ معین الدین، تاریخ اسلام، لاہور، ادارہ اسلامیات، س ن، ص ۶۹ جلد ۴ حصہ ۶

(14) ابن کثیرؒ، البدایہ والنھایہ، بیروت، مکتبہ المعارف ۱۹۷۴ء ۱۳۹۴ھ، ص ۶۱، جلد ۸

(15) الحموی، شہاب الدین ابی عبداللہ یاقوت، معجم البلدان، بیروت، دار صادر، ۱۹۷۷ء، ص ۲۰۸، جلد ۱

(16) Encyclopedia Britanica Robert P.Gwin,Chairman Board of director London VOL:8,P.861

(17) اردو جامع انسائیکلوپیڈیا، جدید بک ڈپو، لاہور، ص ۲۱۶، جلد ۱

(18) Merit Student Encyclopedia,Macmillan Education Company New York(U.S.A) Vol:16 P.490

(19) اردو انسائیکلوپیڈیا، لاہور جدید بک ڈپو، ص ۲۱۹، جلد ۱

(20) Merit Student Encyclopedia,Macmillan Education Company New York(U.S.A) Vol:8 P.330

Incorprated. Vol:3,Page,387

(22)جمیل جالبی،قومی انگریزی اردو لغت،اسلام آباد،مقتدرہ قومی زبان،ص۱۶۲،ص۸۶۵

(23)ڈاکٹر محمد نواز،اسلامی بحریہ،لاہور،دارالاندلس،۱۴۲۶ھ،ص۳۷

(24)القرآن:طہ/۳۹

(25)القرآن:طہ/۲۸

(26)مسلم بن حجاج القشیری،صحیح مسلم،ریاض،دارالسلام،س ن،کتاب الفتن۲۸۴۲

(27)القرآن:سورۃ ھود/۳۷

(28)القرآن:سورۃ القمر/۱۳

(29)القرآن:سورہ ھود/۴۲

(30)عبدالماجد دریا آبادیؒ،تفسیر ماجدی،کراچی،تاج کمپنی،ص۳۷۶

(ii)بائبل،پرانا عہد نامہ،لاہور،پاکستان بائبل سوسائٹی انارکلی،پیدائش باب۶،آیت ۹/۱۵۔

(31)سید قاسم محمود،اسلامی انسائیکلوپیڈیا،کراچی،شاہکار بک فاؤنڈیشن ص،۱۱۷۵

(32)القرآن:سورۃ ھود/۴۰

(33) محمد بن سعد،الطبقات الکبریٰ،بیروت،دار صادر،س ن،ص،۲۰۴،جلد۱

(34)محمد بن جریر الطبریؒ،تاریخ الامم والملوک،بیروت،دارالفکر،س ن،ص۳۵۴،جلد۲

(35)ڈاکٹر محمد نواز،اسلامی بحریہ،لاہور،دارالاندلس،س ن،ص۱۱۷

(36)محمد بن جریر الطبریؒ،تاریخ الامم والملوک،بیروت،دارالفکر،س ن،ص۲۵۴،جلد۱

(37)ابن اثیرؒ،الکامل فی التاریخ،بیروت،دارالفکر،س ن،ص۳۶،جلد۳

(ii)البلاذریؒ،فتوح البلدان،مصر،مکتبہ قاہرہ،س ن،ص۲۲۷

(38)محمد بن جریر الطبریؒ،تاریخ الامم والملوک،بیروت،دارالفکر،س ن،ص۲۵۷،جلد۲

(39)ابن خلدون)،تاریخ ابن خلدون،لاہور،الفیصل،۲۰۰۸ء،ص،۳۴۳

(40)احمد بن علی المقریزی،الخطط والآثار،مصر،طبع بولاق،س ن،ص۱۳۹

(41)یاقوت بن عبداللہ الحموی،معجم البلدان،مصر،مطبع السعادۃ،س ن،ص۳۱۰

(43) احمد بن یحییٰ البلاذری، فتوح البلدان، مصر، مکتبہ قاہرہ، س ن، ص ۲۷۸، جلد ا

(44) عبدالرحمٰن ابن خلدون، تاریخ ابن خلدون، مصر، دار الطباعۃ الخذ یونیہ، س ن، ص ۴۱۲، جلد ۳

(45) محمد بن جریر الطبریؒ، تاریخ الامم والملوک، بیروت، دار الفکر، س ن، ص ۳۱۸، جلد ۲

(46) حافظ ابن کثیرؒ، البدایہ والنھایہ، بیروت، مکتبہ المعارف، ۱۹۶۶ء، ص ۱۵۳، جلد ۷، ۲۸ھ فتح قبرص

(47) عبدالرحمٰن ابن خلدون، تاریخ ابن خلدون، مصر، دار الطباعۃ، س ن، ص ۴۱۲، جلد ا

(48) محمد بن اسماعیل البخاری، صحیح بخاری، ریاض، دار السلام، س ن، کتاب الجہاد وقتال الروم، ۲۹۲۴

(ii) بدر الدین عینیؒ، عمدۃ القاری شرح بخاری، بیروت، ادارۃ الطباعۃ المنیر یہ، س ن، ص ۵۳۶، جلد ۶

(49) علامہ احمد قسطلان، ارشاد الساری شرح صحیح البخاری، ریاض، المطبعۃ الشر فیہ، س ن، ص ۱۰۴، جلد ۵

(50) احمد بن یحییٰ البلاذری، فتوح البلدان، مصر، مکتبہ قاہرہ، س ن، ص ۱۸۲، جلد ا

(ii) ابن اثیرؒ، الکامل فی التاریخ، بیروت، دار الفکر، ص ۴۲، جلد ۳

(51) Lt.Gen.Sir John Glub, The Great Arab Conquests Hodder and Stoughton. London P.289,290

(ii) M.Abdullah Enan, Decisive Movements in the History of Islam,Delhi, Idarah-i-Adabiyat P.30,31

(52) Hitty,Philip-K, History of The Arabs London,Macmillan Education Ltd. P.200.201

(ii) Benord Lewis, The Arabs in History, London P.116

(iii) Carl Brockelmann, History of The Islamic People New York,G.P. Putnam's sons.

(53) عبدالرحمٰن ابن خلدون، تاریخ ابن خلدون، مصر، دار الطباعۃ، س ن، ص ۱۰۰۶، جلد ۲

(54) ابن اثیرؒ، الکامل فی التاریخ، بیروت، دار الفکر، س ن، ص ۹۲، جلد ۳

(55) محمد بن عمر الواقدی، فتوح الشام ومصر، انڈیا، مطبع نولکشور، س ن، ص ۹۷

(56) Lt,Gen.Sir John Glubb, The Great Arab , London. Page:29

﴿اعتراضات وجوابات، حاصلات وامتیازات﴾

۱۔ بدعت کا الزام

۲۔ نصف دیت

۳۔ مالِ غنیمت میں خیانت

۴۔ حجر بن عدی کا قتل

۵۔ محمد بن ابی بکر کا قتل

۶۔ حاصلات وامتیازات

۷۔ اختتامیہ کلمات

۸۔ حوالہ جات، کتابیات

مضمون کا خلاصہ ذکر کرنے سے قبل مناسب سمجھتا ہوں کہ ان اعتراضات کے جوابات دے سکوں جو زبان زد عام ہیں اور مختلف کتب سیر اور تواریخ نے نقل کی ہیں۔ کوشش کرتا ہوں کہ آسان الفاظ میں اور وضاحت کے ساتھ ان کے جوابات دے سکوں۔ کافی اعتراضات کا میں ضمناً جوابات دے چکا ہوں اگر چہ وہاں پر میں نے اعتراضات کا ذکر نہیں کیا ہے۔ سیدنا معاویہؓ کی شخصیت عشرہ مبشرہ کے بعد بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ خلافت کی صلح کے بعد ان کی خلافت کے دور میں اسلام کی بڑی ترقی ہوئی اور دین کو بہت فروغ نصیب ہوا اور دور دراز ممالک پر اسلام کا پرچم لہرایا۔

سیدنا عثمان ذی النورینؓ کی شہادت سے لے کر سیدنا حسنؓ سے صلح تک کے دور میں جو اسلامی فتوحات کا سلسلہ رک گیا تھا سیدنا معاویہؓ کے دور میں بھرپوری مستعدی کے ساتھ دوبارہ شروع ہوا اور دور دور تک اسلامی سلطنت کا حلقہ وسیع ہوتا گیا سیدنا معاویہؓ کے دور میں اسلامی حکومت کی حدود بخارا سے لے کر قیروان تک اقتصائے یمن سے لے کر قسطنطنیہ تک پھیل چکی تھیں اور ان کے علاوہ حجاز، یمن، شام، مصر، عراق، الجزیرہ، ارمینیا روم، فارس، خراسان اور ماوراء النہر وغیرہ تمام ممالک اسلامی حکومت کے ماتحت ہوئے۔

سیدنا معاویہؓ کے عہد خلافت میں بے شمار بری اور بحری فتوحات ہوئی اور آپؓ کے ہاتھوں اقصائے عالم تک اسلام کا پرچم بلند ہوا۔ اور آپؓ کے مساعی جمیلہ (کوششوں سے) دین اسلام کو غلبہ حاصل ہوا۔ سیدنا معاویہؓ کی نگرانی میں حضرات صحابہؓ و تابعینؒ کی مساعی جمیلہ سے اسلام کے احیاء اور ابقاء کا بہت بڑا کام ہوا اور یہ دور اسلام کی ترقی کا بہترین دور ہے۔

اس دور کے بعد بنو امیہ کے خلفاء و امراء یکے بعد دیگرے آتے رہے ہیں حتیٰ کہ بموافق ۱۴۹ھ میں بنی عباس کے ایک شخص ابو العباس السفاح نے بن امیہ کی خلافت اور حکومت کو ختم کر کے بنو عباس کی حکومت قائم کر لی ظاہر بات ہے کہ بنو عباس نے بنو امیہ کے اقتدار کو ختم کیا تھا اور خاندانی و قبائلی تعصبات کے تحت یہ لوگ بنو امیہ کے سخت خلاف تھے جیسا کہ بعد میں آنے والی حکومت کو ختم کر کے دوسری قوم کا غلبہ اقتدار آتا ہے تو سابقہ حکومت کی خوبیوں کو بھی خرابیوں کے ساتھ بدلنے کی کوشش کی جاتی ہے اور ان کی اچھائیوں کو برائیوں کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے اور ان کے بہترین کارناموں کو فروتر شکل میں پیش کیا جاتا ہے اور ان کے خلاف کئی قسم کے غلط الزامات لگائے جاتے ہیں۔ جن کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں سابقہ حکومت کے خلاف نفرت پیدا ہوتی ہے اور ان کے ساتھ بدظنی پھیلنے کے اسباب رونما ہوتے ہیں۔

میں عموماً تاریخ کے تدوین کی ابتداء ہوئی اور مورخین نے عام طور پر تاریخی وقائع مرتب کرنے میں نظریات مذکورہ بالا کو ملحوظ رکھا۔ اور وہ تاریخی واقعات جب مرتب کئے گئے تو ان کو عموماً ایسی شکل میں پیش کیا گیا کہ سیدنا معاویہؓ کے دور کی خوبیاں خرابیاں نظر آنے لگیں۔ اور ان کے بہتری کارنامے عموماً اغدار کر کے ذکر کئے گئے اور ان کی اسلامی اور ملی خدمات کو غلط صورت میں دکھایا گیا اور آپؓ کے دور کے محاسن ومفاخر کو پس پشت ڈال کر ان میں معائب ونقائص کے پہلو پیدا کئے گئے اور ایسے واقعات تاریخ میں بھر دیئے گئے جن سے سیدنا معاویہؓ پر کئی قسم کے مطاعن قائم کئے جاسکیں۔ سیدنا معاویہؓ کی عمدہ کردار واخلاق کو غلط رنگ دینے کی کوشش کی گئی اور ان کی کردارکشی کی پوری سعی کی گئی اور آپؓ کے اعلیٰ کارناموں کو بدنما شکل میں دکھایا گیا۔ اس بات کی طرف شاہ معین الدین ندویؒ نے بھی اشارہ کیا ہے۔

''اس زمانہ میں تاریخ نویسی کا آغاز ہوا، اس لئے ایسی بہت سی غلط روایتیں جو عرصہ سے زبانوں پر چڑھی چلی آرہی تھیں، تاریخوں میں داخل ہوگئیں کیونکہ ایسے ابتدائی دور میں جبکہ تاریخ نویسی کا آغاز ہوا تھا۔ روایات کی اتنی تحقیق وتنقید جس سے افسانہ وحقائق میں پورا پورا امتیاز ہوسکے مشکل تھی، گو بہت سی بے سروپا روائتیں جن کا لغو ہونا بالکل عیاں تھا۔ تنقید سے مسترد ہوگئیں۔ پھر بھی بہت سے غلط واقعات تاریخ کا جزو بن گئے حتیٰ کہ مورخ ابن جریر اپنی محدثانہ تنقید کے باوجود اپنی کتاب کو غلط روایات سے محفوظ نہ رکھ سکا۔'' (1)

مزید برآں عباسیوں نے بنوامیہ کے ساتھ عداوت پوری کرنے کے لئے اکابر بنوامیہ مثلاً سیدنا معاویہؓ، عبدالمالک بن مروان، ہشام بن عبدالمالک وغیرھم کی قبور کو اکھیڑ ڈالا اور ان کی بے حرمتی کی۔

مورخین نے لکھا ہے کہ ان حالات میں عبداللہ بن علی خلفاء بنوامیہ کی اولاد اور ان کے حامیوں کو تلاش کر کے ایک ہی دن میں سینکڑوں افراد کو قتل کروادیا۔

جس وقت ابوالعباس السفاح نے بنوامیہ کے آخری فرمان روا خلیفہ مروان بن محمد بن مروان وغیرہ کو قتل کروادیا تو اس موقعہ پر مورخین نے لکھا ہے کہ ابوالعباس السفاح کی افواج کا امیر عبداللہ بن علی دمشق شہر میں تیغ برہنہ کر کے ساتھ داخل ہوا اس نے شہر میں قتل وغارت تین ساعات کے لئے مباح قرار دے دیا۔ شہر دمشق کی جامع مسجد کو اپنے چوپایوں، گھوڑوں اور اونٹوں کے لئے اصطبل کے طور پر ستر دن تک استعمال میں رکھا۔

اس دور میں مخالفین کی طرف سے بنوامیہ کے ساتھ عداوت اور مخالفت اپنی انتہاء کو پہنچی ہوئی تھی اور ان کے قابل ذکر اشخاص وافراد کو چن چن کر ختم کر دیا تھا۔ ان حالات میں مورخین سیدنا معاویہؓ کے متعلقہ حالات کو کسی صحیح نہج پر کیسے تحریر کر سکتے تھے؟ اور ان کے عہد کی شاندار خدمات کس طرح زیر قلم لا سکتے تھے؟ (2)

''سیدنا معاویہؓ چونکہ وہ شخصیت ہیں جن کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ نے اختلاف وشقاق کے بعد پھر سے امتِ محمدیہ کو متحد اور منظم کر دیا اور آپ کے بیس سالہ دور خلافت میں پھر فتوحات کا سلسلہ جاری ہوگیا۔ سبائیوں کی امیدیں خاک میں مل گئیں بلکہ ایسے منافقین ودشمنان اسلام پر عرصہ حیات تنگ ہوگیا۔ اس لئے انہوں نے حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے سیاسی اختلاف کی آڑ میں سیدنا معاویہؓ اور آپؓ کی جماعت پر خوب بہتان تراشی کی اور ایسا غلط پروپیگنڈہ کیا کہ باقاعدہ تاریخ کا حصہ بنا دیا گیا''۔

اور کچھ یوں بھی بیان کیا جاتا ہے کہ سیدنا معاویہؓ اور سیدنا حسنؓ کے درمیان صلح طے پانے کے بعد (جن کی نبی کریمؐ نے پیشین گوئی فرمائی تھی) ایک عظیم کارنامہ تھا امت سیاسی انتشار کا شکار تھا اس صلح کے بعد امت مسلمہ سے انتشار ختم ہو کر ایک پلیٹ فارم پر متحد ہو گئے اب دشمنان اسلام (سبائیوں) سے یہ عظیم کارنامہ اور سیدنا معاویہؓ کے اور عظیم کارنامے ہضم نہیں ہو سکتے تھے۔ اس وجہ سے اس عظیم شخصیت کے کارناموں کو چھپانے کے لئے مختلف قسم کے اعتراضات وضع کر کے سیدنا معاویہؓ کی ذات کو مجروح کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔

صحابہ کرامؓ میں سیدنا عثمان ذی النورینؓ اور سیدنا معاویہؓ انتہائی مظلوم شخصیات ہیں۔ کوشش ہے کہ سبائی سازشوں کی وجہ سے سیدنا معاویہؓ کی ذاتی چہرہ غبار آلود ہو گیا ہے۔ اس کو پاک کرنے کے لئے اکابر کی تحریرات کی روشنی میں کوشش کروں گا۔

توریثِ مسلم وکافر کا مسئلہ:

معترض احباب نے سیدنا معاویہؓ کے حق میں یہ طعن قائم کیا ہے کہ ''نبی اقدسؐ اور خلفائے اربعہؓ کے عہد میں مسلمان کافر کا اور کافر مسلمان کا وارث نہیں ہوسکتا تھا لیکن سیدنا معاویہؓ نے اپنے دور میں ''مسلمان کو کافر کا وارث'' قرار دیا اور کافر مسلمان کا وارث نہیں قرار دیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے آکر اس بدعت کو ختم کیا، مگر ہشام بن عبدالملک نے اپنے خاندان کی روایت پھر بحال کر دیا۔''

اس واقعہ کے لئے البدایہ والنھایہ کا حوالہ دیا گیا ہے۔ جس کی اصل عبارت یوں ہے۔

کان لایرث المسلم الکافر ولاالکافر المسلم فی عھد رسول الله ﷺ وابی بکرؓ وعمرؓ وعثمانؓ وعلیؓ،فلما ولی الخلافة معاویة ورث المسلم من الکافر ولم یورث الکافر من المسلم،واخذ بذالك الخلفاء من بعده فلما قام عمر بن عبدالعزیزؒ راجع السنة الاولیٰ وتبعه فی ذالك یزید بن عبدالملك فلما قام ھشام اخذ بسنة الخلفاء یعنی انه ورث المسلم من الکافر۔''

''امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے اربعہؓ کے عہد میں نہ مسلمان کافر کا وارث ہوتا تھا نہ کافر مسلمان کا، پھر جب سیدنا معاویہؓ خلیفہ بنے تو انہوں نے مسلمان کو کافر کا وارث قرار دیا، اور کافر کو مسلمان کا وارث نہ بنایا، ان کے بعد خلفاء نے بھی یہی معمول رکھا، پھر جب عمر بن عبدالعزیزؒ خلیفہ ہوئے تو انھوں نے پہلی سنت کو لوٹا دیا۔ اور یزید بن عبدالملک نے بھی ان کی اتباع کی، پھر جب ہشام آیا تو اس نے خلفاء کی سنت پر عمل کیا یعنی مسلمان کو کافر کا وارث قرار دے دیا۔'' (3)

''البتہ اس پوری عبارت میں دیکھئے بدعت کے الفاظ موجود نہیں ہیں۔''

حافظ ابن کثیرؒ نے یہ ہرگز نہیں فرمایا اور نہ ہی امام زہریؒ نے کہ عمر بن عبدالعزیزؒ نے آکر اس بدعت کو موقوف کیا البتہ ترجمہ کرنے والے نے ترجمہ کرنے میں خیانت کی ہے۔ البدایہ والنھایہ اٹھا کر دیکھئے وہاں یہ الفاظ لکھے ہیں۔ ''راجع السنة الاولیٰ'' ''یعنی عمر بن عبدالعزیزؒ نے پہلی سنت کو لوٹا دیا۔'' ''پہلی سنت کو لوٹا دینے'' اور بدعت کو ختم کرنے میں جو زمین وآسمان کا فرق ہے وہ کسی باشعور انسان سے پوشیدہ نہیں۔

سیدنا معاویہؓ اس مسئلے منفرد نہیں ہے۔ اور نہ سیدنا معاویہؓ نے کسی سیاسی عرض سے شروع نہیں کیا بلکہ یہ تو اجتہاد رائے کے بناء پر کیا گیا۔ اجتہاد کو بدعت سے تعبیر دینا اور سیاسی عرض کا الزام لگانا عام انسان پر گناہ ہے اور پھر جلیل القدر صحابیؓ پر بے جا الزام لگانا کتنی بری بات ہے۔ تو یہ سراسر فقہی مسئلہ ہے جس میں وہ تنہا بھی نہیں ہیں بلکہ صحابہ کرامؓ میں سے حضرت معاذ بن جبل جیسے جلیل القدر صحابیؓ (جن کے علم وفقہ پر خود آنحضرت کی شہادت موجود ہے۔ قال النبیؐ، اعلمھم بالحلال والحرام (معاذ بن جبلؓ) اور تابعین میں سے مسروقؒ، حسن بصریؒ، ابراہیم نخعیؒ، محمد بن حنفیہؒ، محمد بن علی بن حسینؒ اور اسحاق بن راھویہؒ، جیسے فقہائے کرام بھی ان کے ساتھ ہیں۔

سب سے پہلے امام ابن قدامہ حنبلی کی بات سنئے، فرماتے ہیں کہ:

"وروی عمر و معاذ و معاویة انهم ورثوا المسلم من الكافر ولم يورثوا لكافر من المسلم وحكی ذالك عن محمد بن الحنيفه وعلی بن حسين ويحيٰی بن عمرو واسحٰق۔ وليس بموثوق به عنهم،

فان احمد قال :ليس بين الناس اختلاف فی ان المسلم لايرث الكافر۔ (4)

سیدنا عمرؓ، سیدنا معاذؓ اور سیدنا معاویہؓ سے یہ قول مروی ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کو کافر کا وارث قرار دیا۔ یہی بات محمد بن حنیفہ، علی بن حسینؒ، سعید بن المسیبؒ، مسروق، عبداللہ بن معقلؒ، شعبی، یحیٰی بن یعمرؒ اور اسحاقؒ سے بھی منقول ہے لیکن یہ ان بزرگوں کی طرف اس قول کی نسبت قابل اعتماد نہیں، اس لئے کہ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ لوگوں کے درمیان اس معاملے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ مسلمان کافر کا وارث نہیں ہوتا۔ مطلب یہ جو بحث ہے وہ جڑ مول ہی سے غلط ہے۔

صحابہ کرامؓ کا معاملہ تو بہت ہی بلند ہے بعد کے فقہا، مجتہدین سے ایسے بے شمار اقوال مروی ہیں جو بظاہر قرآن وسنت کے خلاف نظر آتے ہیں لیکن ان کی کوئی نہ کوئی شرعی بنیاد، کمزور یا مضبوط موجود ہے اس لئے ایسے اقوال کو اجتہادی خطا تو کہا گیا ہے لیکن بدعت کسی نے نہیں کیا۔ جن کی کافی مثالیں موجود ہیں۔

اس اختلاف کی تشریح علامہ بدرالدین عینیؒ نے یوں کی ہے۔

"واما المسلم فهل يرث من الكافر لا، فقالت عام الصحابةؓ لايرث وبه اخذ علماء نا والشافعیؒ، وهذا استحسان والقياس ان يرث وهو قول معاذ بن جبلؓ ومعاويةؓ بن ابی سفيانؓ وبه اخذ مسروق والحسن محمد بن الحنيفه ومحمد بن علی بن حسين۔

اسی کو ہمارے علماء حنفیہ اور امام شافعیؒ نے اختیار کیا ہے لیکن یہ استحسان ہے۔ قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ وارث ہو اور یہی حضرت معاذ بن جبلؓ اور حضرت معاویہؓ کا مذہب ہے۔ اور اسی کو مسروقؒ، محمد بن حنفیہؒ اور محمد بن علی بن حسینؒ نے اختیار کیا ہے۔'' (5)

اور حافظ ابن حجرؒ تحریر فرماتے ہیں:

''اخرج بن ابی شیبہ من طریق عبداللہ بن معقل قال مارایت قضاء احسن من قضاء قضیٰ بہ معاویۃ نرث اھل الکتاب ولا یرثونا کمایحل النکاح فیھم ولا یحل لھم وبہ قال مسروق وسعید بن المسیب وابراھیم النھی واسحاقؒ۔''

ابن ابی شیبہؒ نے حضرت عبداللہ بن معقل سے نقل کیا ہے، وہ فرماتے تھے کہ میں نے کوئی فیصلہ حضرت معاویہؓ کے اس فیصلے سے بہتر نہیں دیکھا کہ ہم اہل کتاب کے وارث ہوں اور وہ نہ ہوں، ایسا ہی جیسے ہمارے لئے ان کی عورتوں سے نکاح حلال ہے۔ مگر ان کے لئے ہماری عورتوں سے نکاح حلال نہیں۔ اور یہی مذہب مسروقؒ، سعید بن المسیبؒ، ابراہیم نخعی اور اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔''

پھر حافظ ابن حجرؒ نے حضرت معاذ بن جبلؓ کے حوالے سے حضرت معاویہؓ کے اس مسلک کی تائید میں ایک مرفوع حدیث بھی نقل کی ہے۔

''عن معاذؓ قال یرث المسلم من الکافر من عیر عکس واحتج بانہ سمع رسول اللہ ﷺ یقول الاسلام یزید ولا ینقص وھو حدیث آخر جہ ابوداؤد وصححہ الحاکم۔

حضرت معاذؓ فرماتے تھے کہ مسلمان کافر کا وارث ہوگا مگر اس کا عکس نہیں ہوگا۔ وہ دلیل یہ پیش کرتے تھے۔ کہ انھوں نے خود رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اسلام (انسانی حقوق میں) زیادتی کرتا ہے، کمی نہیں کرتا۔ یہ حدیث ابوداؤدؒ نے روایت کی ہے اور حاکمؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔'' (6)

حضرت معاویہؓ پر اعتراض کرنے والوں نے دیت کے مسئلہ میں بھی آپؓ کو مطعون کیا ہے۔ وہ اس طرح کہ سنت طریقہ یہ تھا کہ معاھد (ذمی) کی دیت مسلمان کی دیت کے برابر ہوگی۔ مگر حضرت معاویہؓ نے اس کو نصف کر دیا اور باقی نصف دیت خود لینا شروع کر دی۔ اور ذاتی تصرف میں لائے۔ اس طرح آپؓ یہ طریقہ سنت طریقہ کے برخلاف رائج کیا اور بقول معترض اسلامی آئین کے خلاف ورزی کی۔ اور بعض نے یوں لکھا ہے کہ دیت کے معاملہ میں حضرت معاویہؓ نے سنت کو بدل دیا۔ جس کے لئے البدایہ والنھایہ کا حوالہ دیا ہے۔ حالانکہ یہ جملہ نہ حافظ ابن کثیرؒ کا ہے۔ نہ امام زہریؒ کا ہے یہ مؤلف کا اختراع ہے۔ اصل عبارت یوں ہے۔

"وبه قال الزهری ومضت السنة ان دية المعاهد كدية المسلم وكان معاوية اول من قصرها الى النصف لنفسه"

امام زہریؒ کا قول ہم تک پہنچا ہے کہ! سنت یہ چلی آئی تھی کہ معاہد کی دیت مسلمان کی دیت کے برابر ہوگی، اور حضرت معاویہؓ پہلے وہ شخص جنہوں نے اسے کم کر کے نصف کر دیا اور نصف اپنے واسطے لے لی۔ (7)

﴿جواب﴾

واقعہ اصل یہ ہے کہ حافظ ابن کثیرؒ نے امام زہریؒ کا مقولہ نہایت اختصار اور اجمال کے ساتھ ذکر کیا ہے، ان کا پورا مقولہ سامنے ہو تو بات بالکل صاف ہو جاتی ہے۔ مشہور محدث امام بیہقیؒ نے اپنی سنن میں ان کا یہ مقولہ ابن جریج کی سند سے پوری تفصیل کے ساتھ درج کیا ہے۔ اسے ملاحظہ فرمایئے:

"عن الزهری قال كانت دية اليهودی والنصرانی فی زمن نبی اللهﷺ مثل دية المسلم وابی بكرؓ وعمرؓ وعثمانؓ فلما كان معاوية اعطى اهل المقتول النصف والقى النصف فی بيت المال قال ثم قضىٰ عمر بن عبدالعزيز فی النصف فی بيت المال قل ثم قضى عمر بن عبدالعزيز فی النصف والقى ما كان جعل معاوية۔"

امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ یہودی اور نصرانی کی دیت آنحضرتﷺ کے عہد میں مسلمان کی دیت کے برابر تھی، حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ کے عہد میں بھی ایسا ہی رہا۔ پھر جب حضرت معاویہؓ خلیفہ بنے تو آدھی دیت مقتول کے رشتہ داروں کو دی اور آدھی بیت المال میں داخل کر دی، پھر حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے دیت تو آدھی ہی رکھی مگر (بیت المال کا) جو حصہ حضرت معاویہؓ نے مقرر کیا تھا وہ ساقط کر دیا۔" (8)

داخل کرنے کا حکم دیا۔لہٰذا حافظ ابن کثیرؒ نے امام زہریؒ کا جو مقولہ نقل کیا ہے اس میں "اخذ لنفسه" (آدھی خود لینی شروع کردی) سے مراد بیت المال کے لئے لینا ہے نہ کہ اپنے ذاتی استعمال کے لئے۔

اب یہ بات رہ جاتی ہے کہ جب آنحضرتؐ نے معاہدہ کی دیت مسلمان کے برابر کی تھی تو حضرت معاویہؓ نے اسے نصف کر کے باقی نصف کو بیت المال میں کیوں داخل کر دیا؟ سو حقیقت یہ ہے کہ معاہد کی دیت کے بارے میں آنحضرت ﷺ سے مختلف روایتیں مروی ہیں اس لئے یہ مسئلہ عہد صحابہؓ سے مختلف فیہ چلا آتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ مشہور صحابی ذکر کرتے ہیں:

"لما دخل رسول الله ﷺ مكة عام الفتح قام فى الناس خطيباً فقال "ياايهاالناس! لايقتل مومن بكافر دية الكافر نصف دية المسلم"......الخ

یہ روایت مشکوٰۃ شریف میں بحوالہ ابوداؤد مرفوعاً درج ہے۔

لايقتل مومن بكافر (اى الحربى)دية الكافر نصف دية المسلم لاجلب و لاجنب..........

وفى رواية قال دية المعاهد نصف دية الحر رواه ابو دائود......" (9)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کہتے ہیں کہ جناب نبی اقدسؐ عام الفتح میں جب مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آنجنابؐ نے لوگوں میں کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! مومن شخص کافر کے بدلہ میں قتل نہیں کیا جائے گا اور کافر کی دیت سے نصف ہوگی۔اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ معاہد (ذمی) کی دیت مرد (آزاد) کے نصف ہوگی۔

مذکورہ بالا روایات کی روشنی میں واضح ہوا کہ آنجناب ﷺ سے اس مسئلہ میں نصف دیت کے ارشادات بھی موجود ہیں۔اور سیدنا معاویہؓ بھی اس میں منفرد نہیں ہے ان کے سامنے مرفوع روایات اور بعض دیگر دلائل موجود ہیں۔اس بناء پر ان کا یہ قول قابل اعتراض نہیں ہے نہ ہی اس کو بدعت کہا جا سکتا ہے اور نہ ہی یہ طریقہ خلاف سنت ہے۔

مالِ غنیمت کی تقسیم کے معاملہ میں بھی حضرت معاویہؓ نے کتاب اللہ وسنت رسول اللہ ﷺ کی خلاف ورزی کی۔ کتاب وسنت کی رو سے پورے مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ بیت المال میں داخل ہونا چاہئے اور باقی چار حصے اس فوج میں تقسیم کئے جانے چاہئیں جو لڑائی میں شریک ہوئی ہو۔ لیکن حضرت معاویہؓ نے حکم دیا کہ مالِ غنیمت میں سے چاندی سونا ان کے لئے الگ نکال لیا جائے۔ پھر باقی مال شرعی قاعدے کے مطابق تقسیم کیا جائے۔

﴿جواب﴾

البدایہ والنہایہ کی اصل عبارت یوں ہے:

"وفی هذه السنة عزاالحکم بن عمرو نائب زیاد علی خراسان جبل الاسل عن امر زیادفقتل منهم خلقاً کثیراً وغنم اموالا جمة فکتب الیه زیاد:

ان امیر المومنین قدجاء کتابه ان یصطفی له کل صفراء وبیضاء یعنی الذهب والفضة ـ یجمع کله من هذه الغنیمة لبیت المال فکتب الحکم بن عمرو: ان کتاب الله مقدم علی کتاب امیر المومنین، وانه والله لو کانت السماوات والارض علی عدوفاتقی الله یجعل له مخرجا،ثم نادی فی الناس ان اغدوا علی قسم غنیمتکم فقسمها بینهم وخالف زیادافیما کتب الیه عن معاویة وعزل الخمس کماامرالله ورسوله۔

"اسی سال خراسان میں زیاد کے نائب حضرت حکم بن عمروؓ نے زیاد کے حکم سے جبل الاسل کے مقام پر جہاد کیا بہت سے آدمیوں کو قتل کیا اور بہت سا مالِ غنیمت حاصل کیا، تو زیاد نے انہیں لکھا کہ: امیر المومنین کا خط آیا ہے کہ سونا چاندی ان کے لئے الگ کر لیا جائے اور اس مالِ غنیمت کا سارا سونا چاندی بیت المال کے لئے جمع کیا جائے۔"

حکم بن عمرؓ نے جواب میں لکھا کہ اللہ کی کتاب امیر المومنین کے خط پر مقدم ہے اور خدا کی قسم اگر آسمان وزمین کسی کے دشمن ہو جائیں اور وہ اللہ سے ڈرے تو اللہ اس کے لئے کوئی نہ کوئی راہ نکال لیتا ہے پھر انہوں نے لوگوں میں اعلان کیا کہ تم اپنے مالِ غنیمت کو تقسیم کرنا شروع کر دو۔ چنانچہ اس مالِ غنیمت کو انہوں نے لوگوں کے درمیان تقسیم کر دیا۔ اور زیاد نے حضرت معاویہؓ کی طرف منسوب کر کے جو کچھ انہیں لکھا تھا اس کی مخالفت کی اور مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے مطابق بیت المال کے لئے الگ کیا۔(10)

ایک فرق تو یہ ہے سونا چاندی نکالنا بیت المال کے لئے تھا نہ کہ اپنی ذات کے لئے۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ یہ براہ راست سیدنا معاویہؓ کا قول نہیں ہے بلکہ زیاد نے ان کی طرف منسوب کر کے اپنے نائب کو ایسا لکھا تھا۔ اور یہ بات بھی تاریخ سے ثابت نہیں کہ حضرت معاویہؓ نے واقعۃً زیاد کو ایسا لکھا تھا یا زیاد نے خواہ مخواہ ان کی طرف یہ غلط بات منسوب کردی تھی؟

تیسرا فرق بھی واضح ہے کہ حکم بن عمرؓ اس منسوب اور مجمل حکم کی بھی تعمیل نہیں فرمائی۔ اس روایت کی سند پر بحث:

بعض کتابوں میں جو سند منقول ہے ان میں ایک روای ہشام بن حسان القردوسی ہے جو حسن البصری سے روایت کرتا ہے۔

اور ہشام القردوسی کے متعلق علماء نے لکھا ہے کہ یہ شخص حسن البصری سے بیشتر روایات مرسل نقل کرتا ہے اور درمیان کا راوی یا رواۃ کو ساقط کر دیتا ہے۔ اور معلوم نہیں ہوسکتا ہے کہ درمیان کا راوی کیسا شخص ہے؟ ثقہ ہے یا غیر ثقہ؟ کسی ذہنیت کا حامل ہے؟ اور علماء فرماتے ہیں کہ ہشام بن حسان کی جو روایت حسن سے ہے اس کو محدثین کسی درجہ اعتماد میں شمار نہیں کرتے۔

حدثنا عبدالرحمن حدثنا ابی قال سمعت ابابکر ابن ابی شیبہ یقول سمعت اسماعیل ابن علی یقول کنالانعد ھشام بن حسان فی الحسن شئیا۔

اسی طرح حسن البصریؒ کے معروف شاگرد جریر بن حازم کہتے ہیں کہ میں حسن البصریؒ کے ساتھ سات سال رہا ہوں میں نے ہشام بن حسان کو آپؒ کے پاس بالکل کبھی نہیں دیکھا۔

جریر بن حاذم فقال قاعدت الحسن سبع سنین مارایت ھشاما عندہ قط۔فقلت یا ابا النضر قدحدثنا عن الحسن یاشیئا فیمن تراہ اخذہ؟قال اراہ اخذ عن خوشب۔

فلہٰذا ایسی روایات کی بناء پر ایک مقتدر صحابیؓ پر طعن قائم کرنا اوران کی شان دیانت کو مجروح کرنا ہرگز درست نہیں۔

دور ملوکیت میں ضمیروں پر قفل چڑھا دیئے گئے اور زبانیں بند کر دی گئیں ۵۱ھ میں حجر بن عدی کو قتل کیا گیا۔ جو ایک زاہد و عابد صحابی اور صلحائے امت میں ایک اونچے مرتبے کے شخص تھے۔ سیدنا معاویہؓ کے زمانے میں منبروں اور خطبوں میں علانیہ سیدنا علیؓ پر لعنت اور سب و شتم کا سلسلہ شروع ہوا۔

جواب میں حجر بن عدی سیدنا علیؓ کی تعریف اور حضرت معاویہؓ کی مذمت شروع کر دی۔ مغیرہ بن شعبہؓ رعایت برتتے رہے جب زیاد آئے تو وہ خطبے میں حضرت علیؓ کو گالیاں دیتا تھا۔ جب حجر بن عدی اٹھ کر اس کے جواب دینے لگتے تھے۔ اسی دوران میں ایک مرتبہ انہوں نے تاخیر جمعہ پر بھی زیاد کو ٹوکا۔ آخر کار اس نے (زیاد نے) حجر بن عدی اور ان کے بارہ ساتھیوں کو گرفتار کر لیا اور ان کے خلاف بہت سے لوگوں کی شہادتیں اس فرد جرم پر لیں۔ تفصیل کے بعد لکھا ہے کہ انہیں بدترین طریقے سے قتل کر دیئے گئے۔

(اعتراض کو مختصراً بیان کیا گیا ہے۔)

﴿الجواب﴾

سب سے پہلے تو یہ سمجھ لیجئے کہ حجر بن عدی کون تھے؟ حجر بن عدی بن جبل بن عدی کوفہ کے قبیلہ کندہ کے رؤسا میں سے تھے ان کو حجر الخیر اور حجر بن الادبر ملھی بھی کہتے تھے۔ معترضین نے ان کو علی الاطلاق زاہد و عابد صحابی کہہ دیا ہے۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ ان کا صحابی ہونا مختلف فیہ ہے۔ اگر چہ بعض حضرات ابن سعدؒ اور مصعب زبیریؒ کا کہنا تو یہی ہے کہ یہ صحابی تھے لیکن امام بخاریؒ، ابن ابی حاتمؒ، ابو حاتم خلیفہ بن خیاطؒ اور ابن حبانؒ نے تابعین میں شمار کیا ہے۔ علامہ سعدؒ نے بھی ان کو ایک مقام پر صحابہ میں اور ایک مقام پر تابعین میں شمار کیا اور ابو احمد عسکریؒ فرماتے ہیں کہ: "اکثر المحدثین لا یصحون له صحبة"

"اکثر محدثینؒ نے ان کا صحابی ہونا صحیح نہیں قرار دیتے۔"

"وقد التف على حجر جماعات من شيعة على يتولون امره ويشدّون على يده ويسبّون معاويةؓ ويتبرئون منه،فلما كان اول خطبة خطبهما زياد وبالكوفة ذكر فى آخرها فضل عثمان وذم من قتله او اعان على قتله۔"

حجر بن عدیؒ کو شیعان علی کی کچھ جماعتیں لپٹ گئیں تھیں جو ان کے تمام امور کی دیکھ بھال کرتی تھیں اور سیدنا معاویہؓ کو برا بھلا کہتی اور ان سے برأت کرتی تھیں، پس جب زیاد نے کوفہ میں پہلا خطبہ دیا اور اس میں سیدنا عثمانؓ کی فضیلت بیان کی اور ان لوگوں کی مذمت بیان کی جنہوں نے سیدنا عثمانؓ کو قتل کیا تھا یا ان کے قاتلوں کی اعانت کی تھی تو حجر بن عدی اپنی سابقہ عادت کے مطابق ان کی بات کا جواب دینے کھڑے ہو گئے۔

ابن جریر طبریؒ کا بیان ہے کہ اس کے بعد زیاد بصرہ چلا گیا اور اپنا قائم مقام گورنر سیدنا عمرو بن الحریثؓ کو مقرر کیا۔ پھر جمعہ کے دن انہوں نے سیدنا عمرو بن الحریثؓ کو جمعہ کے دن منبر پر کنکریاں ماری ہیں۔ زیاد جب واپس آئے۔ حجر بن عدی اور اس کے اکثر اصحاب تقریباً تین ہزار مسجد میں اس کے گرد ہتھیاروں سے مسلح ہو کر بیٹھے تھے۔ زیاد تقریر کر رہے تھے کہ حجر نے کنکریوں سے مٹھی بھر کر زیاد کو ماری اور کہا کہ تو نے جھوٹ بولا۔ زیاد منبر سے اتر کر نماز پڑھائی حجر کو طلب کیا۔ بلانے والے کو سب وشتم کیا۔ زیاد نے پھر پولیس کے اعلیٰ افسر شداد بن ہیثم ہلالی کو بھیجا اور قبائل کے سرداروں کو بھی ساتھ کر دیا۔ تو حجر اور اس کے ساتھیوں اور ان کے درمیان لاٹھیوں اور پتھروں سے لڑائی ہوئی آخر کار اسے پکڑ کر زیاد کے سامنے پیش کر دیا۔ زیاد نے اس دن اس کو قید کر لیا۔ (13)

محمد بن جریر طبریؒ آگے لکھتے ہیں:

اب زیاد کا کام صرف حجر کے ساتھیوں کو گرفتار کرنا تھا۔ عمرو بن الحمق اور رفاعہ بن شداد موصل بھاگ گئے۔ عمرو بن الحمق کو گرفتار کر کے موصل کے سامنے پیش کیا گیا۔ انہوں نے سیدنا معاویہؓ کو اس کی خبر دی۔ سیدنا معاویہؓ نے انہیں لکھا کہ اس نے سیدنا عثمانؓ کو نیزے کے نوچر کے دیئے تھے۔ ہم اس پر ظلم وتعدی نہیں چاہتے بس اسے نیزے کے نوچر کے لگاؤ چنانچہ اسے نیزے کے نوچر کے لگائے گئے۔ آگے لکھتے ہیں۔

زیاد نے حجر کے ساتھیوں میں سے ۱۲ اشخاص کو قید خانے میں جمع کر لیا پھر کوفہ کے چاروں رؤسا قبائل کو بلا کر کہا کہ تم نے حجر بن عدی سے جو کچھ دیکھا ہے اس کی شہادت دو، ان چاروں نے متفقہ شہادت دی یہ خلیفہ کو گالیاں دیتا ہے اور لوگوں کو امیر المومنین کے خلاف اکساتا ہے۔ سیدنا ابو موسیٰ اشعریؓ کے بیٹے ابو بردہ اسلمی جو مشہور تابعی ہیں فقیہ ومحدث ہیں قاضی شریح کے بعد کوفہ کے قاضی ہوئے نے گواہی دی۔

اس کے گرد بھاری جمعیت جمع ہو گئی ہے، انہیں بیعت توڑ دینے اور امیر المومنین سیدنا معاویہ کو چھوڑ دینے کی تحریک کرتا ہے۔ مشہور تابعی سعید بن جبر ان جوان کے کاتب تھے نے بھی اللہ رب العالمین کی رضا کے لئے شہادت دی۔ چاروں رؤسا میں سیدنا عمرو بن حریث اور سیدنا خالد بن عرفطہ رضی اللہ عنہما دو صحابی ہیں۔ مشہور صحابی سیدنا وائل بن حجرؓ کے ساتھ سیدنا کثیر بن شہاب، سیدنا عامر بن مسعود بن امیہ بن خلف، سیدنا محرز بن حارثہ بن ربیعہ بن عبدالقری اور سیدنا عبیداللہ بن مسلم الحضرمی رضی اللہ عنہم اصحاب رسول نے یہی شہادت دی۔ ان متعدد اصحاب رسول کے ساتھ اجلہ تابعین نے بھی یہی شہادت دی۔ جن میں سیدنا طلحہؓ کے بیٹے اسحاق، موسیٰ اور اسماعیل، سیدنا زبیرؓ کے بیٹے منذر اور سیدنا ولید بن عقبہؓ نے گواہی دی۔

غرض ان تمام گواہوں کی گواہی قلم بند کی گئی، اور گواہوں کا یہ صحیفہ شرعی اصولوں کے مطابق حضرت وائل بن حجرؓ اور حضرت کثیر بن شہاب رضی اللہ عنہما کے حوالے کیا گیا کہ وہ خود جا کر حضرت معاویہ کو پہنچائیں، حجر بن عدی اور ان کے بارہ ساتھی بھی ان ہی دو حضرات صحابہ کی تحویل میں دے دیئے گئے۔

اس کے ساتھ حضرت معاویہؓ کے نام ایک خط جس کا مضمون یہ تھا۔ ''اللہ نے امیر المومنین سے بڑی بلا دور کر کے احسان فرمایا ہے کہ آپ کے دشمنوں کو زیر کر دیا۔ سبائی سرکشوں نے جن کے سرگروہ حجر بن عدی ہیں۔ امیر المومنین کے خلاف بغاوت کی تھی اور مسلمانوں کی جماعت میں تفرقہ ڈالا تھا۔ اور ہمارے خلاف جنگ ٹھان لی تھی۔ اللہ نے ہمیں ان پر غلبہ عطا فرمایا اور ہمیں ان پر قابو دے دیا۔ میں نے شہر کے چیدہ صلحاء، اشراف معمر اور بزرگ افراد کو بلایا تھا انہوں نے جو کچھ دیکھا اس کی شہادت دی۔ اب ان لوگوں کو میں نے امیر المومنین کے پاس بھیج دیا ہے اور اہل شہر کے صلحاء کی گواہی میں نے اپنے اس خط کے ساتھ بھیج دی ہے۔

اس طرح یہ مقدمہ حضرت وائل بن حجرؓ اور حضرت کثیر بن شہابؓ نے سیدنا معاویہؓ کی خدمت میں پیش کیا۔

حضرت معاویہ کو حجر بن عدی اور ان کے ساتھیوں کی شورشوں کا پہلے ہی کافی علم ہو چکا تھا، اب ان کے پاس چوالیس (۴۴) قابل اعتماد گواہیاں ان کی باغیانہ سرگرمیوں پر پہنچ گئیں۔ ان گواہوں میں جلیل القدر صحابہ اور تابعین موجود تھے۔

اوران کے ساتھیوں کے جرم بغاوت کوثابت کرنے کے لئے اس سے بڑھ کراور کیا دلیل ہوسکتی ہے؟ ان کا یہ جرم روز روشن کی طرح ثابت ہوگیا۔ اور ظاہر ہے کہ بغاوت کی سزا موت ہے۔ لیکن حضرت معاویہؓ اپنی طبعی حلم اور بردباری کے بناء پر قتل کے فیصلے میں جلدی نہیں کی۔ چنانچہ زیاد کے نام ایک خط میں تحریر فرمایا کہ حجر اوران کے اصحاب کی تفصیل سے باخبر ہوگیا کبھی سوچتا ہوں کہ قتل کروادینا ہی بہتر ہے اور کبھی خیال آتا ہے کہ قتل کی بنسبت معاف کردینا افضل ہے۔ والسلام، زیاد نے اس کے جواب میں لکھا کہ:

حجر اوراس کے ساتھیوں کے بارے میں آپ کی رائے مجھے معلوم ہوگئی مجھے تعجب ہے کہ آپ کواس معاملے میں تردد کیوں ہے حالانکہ ان لوگوں کے خلاف ان حضرات نے گواہی دی ہے جوان لوگوں کوزیادہ جانتے ہیں۔ لہٰذا اگر آپ اس شہر(کوفہ) کی ضرورت ہوتو آپ حجر اوران ساتھیوں میرے پاس واپس نہ بھیجیں۔ (14)

حضرت معاویہؓ نے فرمایا:

''یہ توان سب لوگوں کے سردار ہیں اگر میں ان کو چھوڑ دیا تو مجھے اندیشہ ہے کہ یہ پھر شہر میں فساد کریں گے''۔

چنانچہ حضرت معاویہؓ نے انہیں قتل کرنے کا حکم جاری فرمادیا۔ حجر بن عدی کے عبادت وزہد کی دور دور کی شہرت ہے۔ اس لئے جب عائشہؓ کوعلم ہوا کہ حضرت معاویہؓ نے انہیں قتل کرنے کا حکم دیا تو انہوں نے حضرت معاویہؓ نے نام پیغام بھیجا کہ حجر بن عدی کو رہا کردیں۔ یہ پیغام حضرت معاویہؓ کواس وقت ملا جب وہ قتل کا حکم صادر فرماچکے تھے۔ لیکن انہوں نے فوراً ایک قاصد جلادوں کے پاس روانہ کیا کہ ابھی حجر بن عدی کو قتل نہ کریں۔ لیکن جب یہ قاصد پہنچا تو حجر اوران کے چھ ساتھی قتل کئے جاچکے تھے۔ (15)

اب اعتراض کی عبارت اوراس عبارت میں موازنہ کریں۔ کہ اصل عبارت اور الزامی عبارت میں کتنا فرق ہے۔ رہ گیا سیدنا عائشہؓ کا ارشاد، سواس کے الفاظ مورخین نے مختلف طریقے سے نقل کئے ہیں۔

ابن جریرؒ، ابن اثیر جزریؒ، اور ابن خلدونؒ نے تو یہ الفاظ نقل کئے ہیں۔ ''این کان حلمك عن حجر''

اور حافظ ابن کثیرؒ یہ الفاظ نقل فرماتے ہیں: ''این ذهب عنك حلمك یامعاویه حین قتلت حجر''

''جب تم نے حجر کو قتل کیا اس وقت تمھاری بردباری کہاں گئی۔'' (16)

امام ابن سعدؒ اور امام ابن عبدالبرؒ یہ الفاظ نقل کرتے ہیں۔

''این عزب عنك حلم ابی سفیان فی حجر و اصحابه''

حجر اوران کے اصحاب کے معاملے میں تم سے ابوسفیانؓ کی بردباری کہاں چلی گئی تھی۔

نزدیک بھی سیدنا معاویہؓ کا یہ فعل ''انصاف'' یا شریعت کے خلاف نہیں تھا۔ زیادہ سے زیادہ وہ اسے بردباری کے خلاف سمجھتی تھیں۔ (17)

اور یہ بھی یاد رکھیں کہ خود سیدنا عائشہؓ کی ذاتی رائے حجر اور ان کے اصحاب کے بارے میں کیا تھی؟

امام عبدالبرؒ اس کو نقل کرتے ہیں: "الا حسبتهم فی السجون و عرضتهم للطاعون"

تم نے ایسا کیوں نہ کیا کہ انہیں قید خانوں میں بند رکھتے اور انہیں طاعون کا نشانہ بننے دیتے۔ (18)

بہر کیف سیدنا عائشہؓ کے جوب میں سیدنا معاویہؓ نے بردباری کا جواب یہ دیا۔ کہ ام المومنین، آپ جیسے حضرات مجھ سے دور رہیں اور میرے پاس کوئی ایسا بردبار آدمی نہیں رہا جو اسے مشورے دے سکے اور جہاں تک قانونی بات تھی آپؓ نے فرمایا: ''انما قتله الذین شهدوا علیه''

''قتل تو انہوں نے کیا جنہوں نے ان کے خلاف گواہی دی''۔ اور فرمایا کہ:

''فما اضع کتب الی فیهم زیاد یشدد امرهم و یذ کرانهم سیفتقون علی فتقا لا یرقع''

میں کیا کرتا؟ زیاد نے مجھے ان کے بارے میں لکھا تھا کہ ان کا معاملہ بڑا سنگین ہے، اور اگر انہیں چھوڑ دیا گیا تو لوگ میری حکومت کے خلاف ایسی رخنہ اندازی کریں گے جسے بھرا نہ جا سکے گا۔

اور آخر میں سیدنا معاویہؓ نے یہاں تک فرمایا ہے کہ:

"غداً الی ولحجر موقف بین یدی الله عزو جل "

''کل مجھے اور حجر دونوں کو اللہ عزوجل کے سامنے کھڑا ہونا ہے۔''

اور ''فدعینی و حجر حتی یتلقی عندربنا"

لہٰذا میرے اور حجر کے معاملے کو اس وقت تک کے لئے چھوڑ دیجئے جب ہم دونوں اپنے پروردگار سے ملیں۔''

اور رہ گئی یہ بات کہ حجر بن عدی کے قتل کے وقت جو بات پیش کی گئی وہ یہ تھی کہ اگر تم حضرت علیؓ پر لعنت کرو تو ہم تمھیں چھوڑ دیں گے۔ سو یہ بات علامہ طبریؒ نے ابو مخنف کی روایت سے ذکر کی ہے اور روایۃ'' ودرایۃ'' قطعی طور پر جھوٹ ہے۔ (19)

محمد بن ابی بکر کو قتل کر کے ان کی لاش گدھے کی کھال میں رکھ کر جلا کر وحشیانہ سلوک کیا گیا؟

﴿جواب﴾

محمد بن ابی بکر کا واقعہ ۳۸ھ کو پیش آیا۔ محمد بن ابی بکر حضرت علی المرتضیٰؓ کی زوجہ محترمہ حضرت اسماء بنت عمیسؓ کے سابق فرزند تھے (سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا بیٹا اور سیدنا عائشہؓ کا بھائی تھا) اور حضرت علی المرتضیٰؓ کے زیر کفالت جوان ہوئے۔ جب حضرت عثمانؓ کی شہادت کا واقعہ پیش آیا تو حملہ آوروں کی شورش میں یہ برابر کے شریک رہے اور قاتلین عثمانؓ کی حمایت سے دستبردار نہیں ہوئے۔ حضرت عثمانؓ کے بارے میں محمد بن ابی بکر کے مخالفانہ و معاندانہ رویہ کو حضرت عائشہ صدیقہؓ درست نہیں سمجھتی تھیں اور ان کی ان حرکات سے منع کرتیں لیکن یہ اپنے رویہ سے باز نہیں رہتے تھے۔ ان کے قتل کے حوالے سے مختلف اقوال منقول ہیں۔ عمرو بن العاص کے سامنے لایا گیا بدکلامی ہوئی اور قتل کیا گیا۔ اور ایک قول کے مطابق معاویہؓ بن خدیج الکندی سے مقابلہ ہوا اور قتل کئے گئے۔ اور بھی کئی اقوال ہیں۔ اور یہ قول کہ قتل کر کے گدھے کی کھال میں رکھ کر جلا کر وحشیانہ سلوک کیا گیا اور جب سیدنا عائشہؓ کو اطلاع پہنچی تو نمازوں کے بعد سیدنا معاویہؓ اور عمرو بن العاصؓ پر قنوت پڑھنا شروع کر دی یعنی بددعا شروع کر دی، تو یہ روایت ابومحنف لوط بن یحییٰ رافضی سے مروی ہے نیز اسناد میں ایک واسطہ کے ذریعے عن شیخ اہل المدینہ سے نقل کرتا ہے۔ وہ شیخ اپنی جگہ پر مجہول الذات والصفات ہے۔

فلہٰذا ایسی مجروح روایت ہرگز قابل اعتماد نہیں جس سے صحابہ کرامؓ طعن قائم کیا جا سکے۔ (20)

آپ معاویہ بن ابی سفیان صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصیٰ القرشی، ابو عبد الرحمٰن، مومنین کے ماموں، اور رب العالمین کے نبی اور کاتب وحی ہیں آپ کی والدہ ماجدہ کا نام ہند بنت عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس ہے۔ سیدنا معاویہؓ کی ولادت بعثت نبویؐ سے پانچ سال قبل ہوئی۔ (21)

حضرت معاویہؓ بعد "حدیبیہ" کے اسلام لائے۔ اور بعض لوگوں نے بیان کیا ہے کہ "حدیبیہ" کے دن اسلام لائے مگر انہوں نے اپنے والدین اپنا اسلام پوشیدہ رکھا تھا۔ "فتح مکہ" میں ظاہر کیا اس کی تائید اس راویت سے ہوتی ہے جو امام احمدؒ نے امام باقرؒ سے، انہوں نے ابن عباسؓ سے نقل کی ہے کہ حضرت معاویہؓ کہتے تھے:

"میں نے مروہ کے پاس رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بال کترے تھے۔"

اصل حدیث صحیح بخاری میں بواسطہ طاؤسؒ کے حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ:

حضرت معاویہؓ نے کہا "میں قینچی سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بال کترے تھے۔"

اس میں "مروہ" کا ذکر نہیں ہے۔ یہ دونوں روایتیں اس بات کی دلیل ہیں کہ حضرت معاویہؓ "واقعہ عمرہ" میں مسلمان تھے۔ اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے "حجۃ الوداع" میں بال نہیں کترائے تھے۔ بلکہ بالاتفاق "منیٰ" میں آپؐ نے بال منڈوائے تھے۔

پس یہ بال کتروانا عمرہ کے علاوہ اور کسی موقع پر نہیں ہوا۔ (22)

اسلام لانے کے بعد آپ مستقلاً آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لگے رہے اور آپؓ اس مقدس جماعت کے ایک رکن رکین تھے جسے آنحضرت ﷺ نے کتابت وحی کے لئے مامور فرمایا تھا، چنانچہ جو وحی آپؐ پر نازل ہوتی اسے قلمبند فرماتے اور جو خطوط وفرامین، سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار سے جاری ہوتے انہیں بھی تحریر فرماتے، وحی خداوندی لکھنے کی وجہ سے ہی آپؓ کو کاتب وحی کہا جاتا ہے۔ (23)

"و کان زید بن ثابتؓ من الزم الناس لذلك ،ثم تلاه معاویۃؓ فکاناملازمین لکتابه بین یدیه ﷺ فی الوحی وغیر ذالك ،لاعمل لهماغیر ذالك"۔

"نبی کریم ﷺ کے کاتبین میں سب سے زیادہ حضرت زید بن ثابتؓ، آپ کی خدمت میں حاضر رہے اور اس کے بعد دوسرا درجہ حضرت معاویہؓ کا تھا۔ یہ دونوں حضرات دن رات آپ ﷺ کے ساتھ لگے رہتے اور اس کے سوا کوئی کام نہ کرتے۔" (24)

حضرت معاویہؓ نے جنگ حنین میں رسول اکرمؐ کے ساتھ شریک تھے۔ اور آپؐ نے آپؓ کو ایک سو اونٹ اور چالیس سنہری اوقیے دیئے جن کا وزن حضرت بلالؓ نے لیا اور آپؓ نے یمامہ میں بھی شمولیت کی۔ (25)
بعض حضرات کا کہنا ہے کہ سیدنا معاویہؓ نے ہی مسلیمہ کذاب کو قتل کیا ہے۔ اسے ابن عساکرؒ نے بیان کیا ہے۔ ہوسکتا ہے آپؓ اس کے قتل میں شریک ہوں، وحشی نے اسے نیزہ مارا تھا اور حضرت ابودجانہ سماک بن فرشہ نے اسے تلوار سے ڈھانپ لیا تھا۔ (26)

سیدنا معاویہؓ کے والد سیدنا ابوسفیان بظاہر "مولفۃ القلوب" سے تھے، بعد میں ان کا اسلام اچھا ہو گیا اور ان کی صلاحیت بڑھ گئی یہاں تک کہ وہ اکابر صادقین اور افاضل مومنین سے ہو گئے، "مولفۃ القلوب" سے ہونا اس وقت باعث مذمت سمجھا جاسکتا ہے جب اسی حالت پر قائم رہے۔ مگر حاشا وکلا ابوسفیانؓ ایسے نہ تھے، جیسا کہ ان کے کام، جو انہوں نے لڑائیوں میں اور دوسرے میں کیئے اس کی شہادت دیتے ہیں۔
حافظ ابن کثیرؒ سیدنا ابوسفیانؓ کے متعلق لکھتے ہیں۔
سیدنا ابی سفیانؓ قریش کے سرداروں میں سے تھا اور معرکہ بدر کے بعد آپ اکیلے سردار تھے پھر جب انہوں نے اسلام قبول کیا تو وہ بھی حسن اسلام سے آراستہ ہو گئے اور انہوں نے معرکہ یرموک میں قابل تعریف کارنامے انجام دیئے اور اس سے پہلے اور بعد میں بھی۔ (27)

حضرت معاویہؓ کی والدہ ہندؓ قوی الاسلام ہونے کی دلیل خود ان کے اسلام کا واقعہ ہے فتح مکہ کے بعد ایک شب وہ "کعبہ" میں گئیں تو انہوں نے دیکھا کہ صحابہؓ سے کعبہ بھرا ہوا ہے اور وہ نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ نماز پڑھ رہے ہیں۔ قرآن کریم کی تلاوت کر رہے طواف اور ذکر وغیرہ میں مشغول ہیں۔ ہندؓ یہ کیفیت دیکھ کر کہنے لگیں خدا کی قسم میں نے "کعبہ" میں کبھی نہیں دیکھا کہ خدا کی عبادت اس قدر کی گئی ہو واللہ وہ لوگ رات بھر قیام ورکوع وسجود میں مشغول رہے۔ اسی وقت ان کا دل اسلام پر راغب ہو گیا۔ (28)

آپؓ نے رسول اللہ ﷺ کی بہت سی احادیث روایتیں کی ہیں۔ جو صحیحین اور دیگر سنن اور مسانید میں موجود ہیں۔ اور آپؓ سے صحابہؓ اور تابعین کی ایک جماعت نے روایت کی ہے۔

ابن حجر مکیؒ فرماتے ہیں:

''سیدنا معاویہؓ نے نبی کریمؐ سے ۱۶۳ احدیثیں روایت کی ہیں۔ ان میں سے چار حدیثیں بخاری و مسلم کی متفق علیہ ہیں اور صرف بخاری میں چار ہیں اور مسلم میں پانچ۔ (29)

ایک حدیث میں مروی ہے کہ سیدنا معاویہؓ کا رنگ سفید تھا، قد لمبا تھا، سر اور داڑھی کے بال سفید تھے اور بعض نے ان کا حلیہ یہ بیان کیا ہے کہ وہ بہت ہی خوبصورت تھے۔

ابو بکر بن ابی الدنیا نے بیان کیا ہے کہ:

''حضرت معاویہؓ دراز قد، سفید رنگ اور خوبصورت تھے۔ آپ جب کبھی مسکراتے تو اوپر کا ہونٹ الٹ جاتا آپؓ بالوں کو رنگ دیا کرتے تھے۔''

محمد بن یزید ازدی نے مجھ سے بیان کیا ہے ابو میسر نے سعید بن عبد العزیز سے بحوالہ عبد الرب سے مجھ سے بیان کیا ہے کہ:

''میں نے حضرت معاویہؓ کو دیکھا کہ وہ اپنی داڑھی کو زرد رنگ دیا تھا گویا وہ سونا ہے۔''

اور دوسرے مورخین نے بیان کیا ہے کہ:

''آپؓ سفید رنگ، دراز قد تھے اور آپؓ کے سر کے بال دونوں طرف سے گرے ہوئے تھے آپؓ کا سر اور داڑھی سفید تھی اور آپؓ سر اور داڑھی کو مہندی اور وسمہ سے رنگین کرتے تھے۔'' (30)

آپؓ لوگوں میں بردبار، باوقار، رئیس، سردار، کریم، عادل اور سریع الفہم تھے۔

مدائنی نے صالح بن کیسان سے نقل کیا ہے کہ:

''معاویہؓ کو بچپنے میں ایک قیافہ شناس عرب نے دیکھا تو کہنے لگا میں سمجھتا ہوں یہ بچہ عنقریب اپنی قوم کی سرداری کرے گا اور ہندؓ کہنے لگی اگر یہ بچہ اپنی قوم کی سرداری نہ کرے تو اس کی ماں اسے کھودے''

اور حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ:

میں نے مکہ میں چہرہ دیکھا گویا وہ چاند کا ٹکڑا ہے اور اس کے ساتھ ایک بچہ کھیل رہا ہے پس ایک شخص گزرنے والے نے اس بچے کو دیکھ کر کہا اگر یہ بچہ زندہ رہا تو ضرور اپنی قوم کا سردار بنے گا ہند کہنے لگی اگر یہ اپنی قوم کا سردار نہ بنے تو اللہ اسے دنیا سے اٹھالے اور وہ بچہ معاویہ بن ابی سفیانؓ تھا۔

جب حضرت معاویہؓ بچے تھے تو حضرت ابوسفیانؓ نے ان کی طرف ہندؓ سے کہنے لگے میرا بیٹا تو بڑا سر والا ہے اور یہ اپنی قوم کی سرداری کے لائق ہے اس پر ہند کہنے لگی کیا صرف اپنی قوم کا، اگر یہ تمام عرب کا سردار نہ بنے تو اس کی والدہ اسے کھودے اور آپؓ کی والدہ چھوٹی عمر میں آپؓ کو اٹھائے یہ کہتی تھی۔ بلاشبہ میرا بیٹا خاندانی اور کریم ہے اور اپنے اہل میں پسندیدہ اور حلیم ہے، وہ فحش گو اور کمینہ نہیں اور نہ ہی اکتانے والا اور تنگ پڑنے والا ہے وہ صخر بنی فہد کا سردار ہے اور وہ گمان کے خلاف نہیں کرتا اور نہ ناکام ہوتا ہے۔ (31)

آپؓ عرب کے مشہور و معروف قبیلہ قریش سے تعلق رکھتے ہیں جو اپنی شرافت نجابت اور جود وسخا میں پورے عرب میں ممتاز حیثیت رکھتا تھا، اس قبیلہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس میں آقائے دو جہاں مبعوث ہوئے پھر قریش میں سے آپؓ اس نامور خاندان بنو امیہ سے تعلق رکھتے تھے۔ جو نسبی اور منصبی حیثیت سے بنو ہاشم کے بعد سب سے زیادہ معزز سمجھا جاتا تھا۔

ماں باپ نے آپؓ کی تربیت خاص طور پر کی اور مختلف علوم وفنون سے آپؓ کو آراستہ کیا اور اس دور میں جبکہ لکھنے پڑھنے کا رواج بالکل نہ تھا اور عرب پر جہالت کی گھٹاٹوپ تاریکی چھائی ہوئی تھی، آپؓ کا شمار ان چند گنے چنے لوگوں میں ہونے لگا جو علم وفن سے آراستہ تھے اور لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔

حضورؐ کے زمانے میں کتابت وحی کا کام جتنا نازک تھا اور اس کے لئے جس حساس ذمہ داری، امانت ودیانت اور علم فہم کی ضرورت تھی وہ محتاج بیان نہیں، چنانچہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں مسلسل حاضری، کتابت وحی، امانت ودیانت اور دیگر صفات محمودہ کی وجہ سے نبی کریمؐ نے متعدد بار آپؓ کے لئے دعا فرمائی۔

امام احمدؒ نے بیان کیا ہے کہ عبدالرحمٰن بن مہدی نے معاویہ یعنی ابوصالح سے انہوں نے یونس بن سیف سے انہوں نے حارث بن زیاد سے انہوں نے ابورہم سے انہوں نے غرباض بن ساریہ سلمی سے انہوں نے ہم کو بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ماہ رمضان میں ہمیں سحری کی طرف بلاتے ہوئے سنا کہ صبح کے بابرکت کھانے کی طرف آؤ۔ اس کے بعد عرجاض بن ساریہ سلمی کہتے ہیں کہ میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ:

"اللھم علم معاویة الکتاب والحساب وقه العذاب"

''اے اللہ معاویہؓ کو حساب وکتاب سکھا اور اس کو عذاب سے بچالے۔'' (32)

اور بشیر بن السری کی روایت میں ہے کہ ''اے اللہ معاویہؓ جنت میں داخل کر''۔

"اللھم علم الکتاب ومکن له فی البلاد وقه العذاب۔"

اے اللہ معاویہؓ کو کتاب سکھلا دے اور شہروں میں اس کے لئے ٹھکانہ بنا دے اور اس کو عذاب سے بچا لے۔"

حدیث کی مشہور کتاب جامع الترمذی میں ہے کہ ایک بار نبی کریمؐ نے آپؓ کو دعا دی اور فرمایا:

"اللھم اجعله هادیاً مھدیاً واھدبه" (33)

اے اللہ معاویہؓ کو ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ بنا دیجئے۔ اور اس کے ذریعے سے لوگوں کو ہدایت دیجئے۔ نبی کریمؐ نے آپؓ کی امارت وخلافت کی اپنی حیات میں پیشین گوئی فرمادی تھی۔ اور اس کے لئے دعا بھی فرمائی تھی جیسا کہ مذکورہ حدیث سے ظاہر ہے۔ نیز حضرت معاویہؓ خود بھی بیان کرتے ہیں کہ ایک بار میں نبی کریمؐ کے واسطے وضو کا پانی لے کر گیا۔ آپؐ نے (حضورؐ نے) پانی سے وضو فرمایا اور وضو کرنے کے بعد میری طرف دیکھا اور فرمایا: "اے معاویہؓ اگر تمھارے سپرد امارت کی جائے تو تم اللہ سے ڈرتے رہنا اور انصاف کرنا"۔

اور بعض روایات میں ہے کہ اس کے بعد آپؐ نے فرمایا:

"جو شخص اچھا کام کرے اس کی طرف توجہ کر اور مہربانی کر اور کوئی برا کام کرے اس سے درگزر کر۔"

حضرت معاویہؓ اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔ مجھے آنحضرت ﷺ کے اس فرمان کے بعد خیال لگا رہا کہ مجھے ضرور اس کام میں آزمایا جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا" (34)

ان روایات سے صاف واضح ہے کہ حضرت معاویہؓ کو دربار نبویؐ میں کیا مرتبہ حاصل تھا؟ اور آپؐ ان سے کتنی محبت فرماتے تھے۔

ایک راویت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ سواری پر سوار ہوئے اور حضرت معاویہؓ کو اپنے پیچھے بٹھایا تھوڑی دیر بعد آپؐ نے فرمایا: اے معاویہؓ! تمہارے جسم کا کونسا حصہ میرے جسم کے ساتھ چل رہا ہے انہوں نے عرض کیا کہ: یارسول اللہ! میرا پیٹ (اور سینہ) آپ کے جسم مبارک کے ساتھ ملا ہوا ہے یہ سن کر آپؐ نے دعا دی۔

"اللھم املاہ علماً۔" "اے اللہ اس کو علم سے بھر دے۔" (35)

حافظ بن اسامہ نے روایت کیا ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ:

"سیدنا معاویہؓ بن ابی سفیانؓ میری امت میں سب سے زیادہ حلیم اور سخی ہیں۔"

"ان دونوں وصفوں کے ذریعہ سے کمال کے مرتبہ اعلیٰ کو پہنچ گئے تھے۔" (36)

دستوں کی امارت سونپی گئی تھی۔ اور اس عہد میں جتنی لڑائیاں لڑی گئی ان میں پیش پیش تھے۔ اور بڑی دلیری اور جوانمردی سے لڑے اپنے بڑے بھائی یزید بن ابی سفیانؓ (یزید الخیر) کے ساتھ ہر معرکے میں شمولیت اختیار کی۔ اور ان کی مہارتوں سے مستفید بھی ہوئے۔

قابلیت کے بدولت کئی ذمہ داریاں دی گئی تھی۔ کتابت وحی اور خطوط فرامین کی کتابت کی ذمہ داریاں عہد رسالت میں دی گئی تھی۔ عہد صدیقی میں بھی یہ خدمات کئی مواقع پر سرانجام دی تھی۔ عہد صدیقی کے بعد عہد فاروقی میں اہم ذمہ داریاں دی گئی تھی۔

سیدنا یزید بن ابی سفیانؓ کے ساتھ مختلف معرکوں میں شمولیت اختیار کی۔ جب یزید بن ابی سفیانؓ، ۱۸ھ میں وفات پا گئے تو سیدنا عمر فاروقؓ نے سیدنا معاویہؓ کو ان کے بھائی کی جگہ والی بنا دیا۔ اور پھر سیدنا عمر فاروقؓ سیدنا ابوسفیانؓ سے ان کے بیٹے کی تعزیت کے لئے گئے، انہوں نے پوچھا آپ نے اس کی جگہ کس کو مقرر کیا؟ سیدنا عمر فاروقؓ نے فرمایا: کہ اس کے بھائی معاویہؓ، ابوسفیانؓ نے کہا۔ امیر المومنین! آپؓ نے صلہ رحمی کیا۔ ادھر حضرت ہندؓ نے سیدنا معاویہؓ کو خط میں تحریر فرمایا: اے میرے بیٹے کوئی شریف زادی تیرے جیسا کم ہی بچہ جنے گی اور بلاشبہ اس شخص نے مجھے اس کام کے لئے کھڑا کیا ہے پس تو پسند اور ناپسند میں اس کی اطاعت کر۔ سیدنا عمر فاروقؓ کا ان کو گورنر مقرر کرنا عظمت شان کی واضح دلیل ہے۔ کیونکہ سیدنا عمر فاروقؓ گورنروں اور والیوں کے تقرر کے معاملہ میں انتہائی محتاط تھے۔ اور جب تک کسی شخص پر مکمل اطمینان نہ تھا اسے مقرر نہ فرماتے۔ پھر جس کو گورنر بناتے اس کی پوری نگرانی فرماتے۔ جب کبھی معیار مطلوب سے فروز محسوس ہوتا تو اسے معزول فرمادیتے۔ ان کا آپؓ کو شام کا مقرر کرنا اور آخر حیات تک انہیں اس عہدے پر باقی رکھنا ظاہر کرتا ہے کہ انہیں آپؓ پر مکمل اعتماد تھا۔ (37)

ایک بار سیدنا عمر فاروقؓ کے سامنے سیدنا معاویہؓ کی برائی کی گئی تو آپؓ نے فرمایا:

"دعونا من ذم فتی من قریش من یضحك فی الغضب ولاینال ماعنده الاعلی الرضا ولا یوخذ مافوق رأسه الامن تحت قدمیه۔"

قریش کے اس جوان کی برائی مت کرو جو غصہ کے وقت ہنستا ہے (انتہائی بردبار ہے) اور جو کچھ اس کے پاس ہے بغیر اس کی رضامندی حاصل نہیں کیا جاسکتا اور اس کے سر پر کسی چیز کو کرنا چاہو تو اس کے قدموں میں جھکنا پڑے گا (یعنی انتہائی غیور اور شجاع ہے۔) (38)

"ایاکم و الفرقه بعدی،فان علمتم فاعلموا أن معاویةؓ بالشام"

"لوگو! میرے بعد فرقہ بندی سے بچو اور اگر تم نے ایسا کیا تو جان لو کہ معاویہؓ شام میں موجود ہیں۔"

نیز آپؓ کے متعلق حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے۔ تم قیصر و کسریٰ اور ان کی سیاست کی تعریف کرتے ہو حالانکہ خود تم میں معاویہؓ موجود ہیں۔ (39)

لیث بن سعد نے بیان کیا کہ حضرت معاویہؓ نے حضرت عمرؓ کی حکومت میں قیساریہ کو ۱۹ھ میں فتح کیا۔ (40)

سیدنا عمر فاروقؓ کے دورِ خلافت میں آپؓ نے چار سال شام کے گورنر کی حیثیت سے گزارے، اس عرصے میں آپؓ نے روم کی سرحدوں پر جہاد جاری رکھا اور بہت سارے شہر فتح کیے۔ سیدنا عمرؓ نے آپؓ کا وظیفہ ایک ہزار درہم ماہانہ مقرر فرمایا تھا۔ (41)

سیدنا عمر فاروقؓ کی شہادت کے بعد سیدنا عثمان ذی النورینؓ نے آپؓ کو اس عہدہ پر نہ صرف باقی رکھا، بلکہ آپؓ کے حسن انتظام، تدبر اور سیاست سے متاثر ہوئے، حمص، قنسرین اور فلسطین کے علاقے بھی آپؓ کے ماتحت کر دیئے۔ سیدنا عثمانؓ کے دورِ خلافت میں کل بارہ سال یا اس سے کچھ زائد آپؓ نے گورنر کی حیثیت سے گزارے، اس عرصے میں بھی آپؓ اعلاء کلمۃ اللہ کے واسطے جہاد میں مصروف رہے۔ ۲۵ھ میں آپؓ نے روم کی جانب جہاد کیا اور عموریہ جا پہنچے اور راستے میں فوجی مرکز قائم کیے۔ (42)

قبرص بحیرہ روم میں شام کے قریب ایک نہایت زرخیز اور خوبصورت جزیرہ ہے۔ اور یورپ اور روم سے مصر و شام کی فتح کا دروازہ ہے اس مقام کی بہت زیادہ اہمیت تھی کیونکہ مصر و شام جہاں اب اسلام کا پرچم لہرا رہا تھا۔ ان کی حفاظت اس وقت تک نہ ہو سکتی تھی، جب تک کہ بحری ناکہ مسلمانوں کے قبضے میں نہ آئے، اسی وجہ سے حضرت عمر فاروقؓ کے زمانہ ہی سے آپؓ کی اس زرخیز، حسین اور اہم جزیرہ پر نظر تھی۔ اور ان کے دورِ خلافت میں آپؓ ان سے قبرص پر لشکر کشی کی اجازت طلب کرتے رہے مگر حضرت عمرؓ نے سمندر کی مشکلات اور دوسری وجوہات کی بناء پر اجازت نہ دی۔ جب سیدنا عثمان ذی النورینؓ کا دور آیا تو آپؓ نے ان سے اجازت طلب کی اور اصرار کیا تو سیدنا عثمانؓ نے اجازت دیدی اور آپؓ نے مسلمانوں کی تاریخ میں پہلی بار، بحری بیڑہ تیار کرایا اور صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت کے ہمراہ ۲۷ھ میں قبرص کی جانب روانہ ہوئے۔

"مسلمانوں کی تاریخ میں، بحری بیڑہ کی تیاری اور بحری جنگ یہ پہلا واقعہ تھا۔

حضرت معاویہؓ پہلے خلیفہ ہیں۔ جنہوں نے بحری بیڑہ تیار کرایا اور مسلمانوں کو اس کے ذریعے جہاد کی اجازت دی۔ (43)

پہلی بار بحری بیڑہ تیار کرانا حضرت معاویہؓ کی محض ایک تاریخی خصوصیت ہی نہیں بلکہ اس لحاظ سے نہایت عظیم سعادت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلا بحری جہاد کرنے والوں کے حق میں جنت کی بشارت دی تھی چنانچہ امام بخاریؒ نے اپنی کتاب میں سرکار دوعالم ﷺ کا یہ ارشاد نقل فرمایا ہے:

''اول جیش من امتی یغزون البحر قداو جبوا'' (44)

میری امت کے پہلے لشکر نے جو بحری لڑائی لڑے گا، اپنے اوپر جنت واجب کر لی ہے۔

۲۷ھ میں آپؓ بحری بیڑا بنا کر روانہ ہوئے اور ۲۸ھ میں قبرص آپؓ کے ہاتھوں فتح ہو گیا اور آپؓ نے وہاں کے لوگوں پر جزیہ عائد کیا۔ (45)

۳۳ھ میں آپؓ نے افرنطیہ، مطلطیہ اور روم کے کچھ قلعے فتح کئے۔ ۳۵ھ میں غزوہ ذی حشب پیش آیا اور آپؓ نے اس میں امیر لشکر کی حیثیت سے شرکت فرمائی۔ (46)

۳۶ھ میں سیدنا عثمان ذی النورینؓ شہید کر دیئے گئے اور اس کے بعد جنگ صفین وجمل کے مشہور واقعات پیش آئے، آپؓ کا موقف اس سلسلے میں یہ تھا کہ سید عثمان ذی النورینؓ کو ظلماً شہید کیا گیا ہے اس لئے قاتلوں سے قصاص لینے میں کسی قسم کی نرمی نہ برتی جائے اور قاتلوں سے جو نرمی برتی جارہی ہے، ان کو عہدوں پر مامور کیا جارہا ہے اور وہ خلافت کے کاموں میں جو بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے ہیں، اس سلسلہ کو ختم کیا جائے۔

چنانچہ البدایہ والنھایہ میں مذکور واقعہ سے آپؓ کے اس موقف کی مکمل وضاحت ہوتی ہے اور اس بے بنیاد الزام کی قلعی کھل جاتی ہے کہ آپؓ اقتدار کی خواہش کے لیے ایسا کر رہے تھے۔

"وقد ورد من غیر وجه ان ابامسلم الخولانی و جماعة معه دخلوا علی معاویة فقالوا له: انت تنازع علیاً ام انت مثله؟ فقال: والله انی لاعلم انه خیر منی و افضل و احق بالامر منی ولکن الستم تعلمون ان عثمانؓ قتل مظلوماً و انا ابن عمه وانا اطلب بدمه و امره الی فقولوا له فلیسلم الی قتلة عثمان و انا اسلم له امره فاتوا علیاً فکلموه فی ذالك فلم یدفع الیهم امرا فعند ذالك صمم اهل الشام علی القتال مع معاویة۔"

مختلف سندوں سے ہم تک یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت علیؓ اور معاویہؓ کے اختلاف کے دوران، حضرت ابو مسلم خولانی لوگوں کی ایک جماعت کے ہمراہ حضرت معاویہؓ کے پاس پہنچے تا کہ ان کو حضرت علیؓ کی بیعت پر آمادہ کر سکیں اور جا کر حضرت معاویہؓ سے کہا: تم علیؓ سے جھگڑ رہے ہو، کیا تمھارا خیال یہ ہے تم علم و فضل میں اس جیسے ہو؟ حضرت معاویہؓ نے جواب دیا: خدا کی قسم! میرا یہ خیال نہیں، میں جانتا ہوں کہ حضرت علیؓ مجھ سے بہتر ہیں، افضل ہیں اور خلافت کے بھی مجھ سے زیادہ مستحق ہیں، لیکن کیا تم یہ بات تسلیم نہیں کرتے کہ سیدنا عثمانؓ کو ظلماً شہید کیا گیا ہے اور میں ان کا چچازاد بھائی ہوں اس لئے مجھے ان کے خون کا قصاص اور بدلہ لینے کا زیادہ حق ہے۔ تم جا کر حضرت علیؓ سے یہ بات کہو کہ قاتلین عثمانؓ کو میرے سپرد کر دیں، میں خلافت کو ان کے سپرد کر دوں گا۔ یہ حضرات حضرت علیؓ کے پاس آئے، ان سے اس معاملہ میں بات کی، لیکن انہوں نے (ان معقول دلائل واعذار کی بناء پر جو ان کے پاس تھے) قاتلین کو ان کے حوالہ نہیں کیا۔ اس موقع پر اہل شام نے حضرت معاویہؓ کے ساتھ لڑنے کا فیصلہ کر لیا۔ (47)

اس واقعہ کے بعد اس شبہ اور بہتان کی کیا گنجائش باقی رہ جاتی ہے کہ حضرت معاویہؓ ذاتی نام و نمود اور اقتدار کی خواہش کے لئے ایسا کر رہے تھے۔ اس بات کا اندازہ اس ایمان افروز خط سے لگایا جا سکتا ہے جو حضرت معاویہؓ نے ان ہی اختلافات کے دوران قیصر روم کو تحریر فرمایا تھا، روم کے بادشاہ قیصر نے عین اس وقت جبکہ حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کا اختلاف شباب پر تھا اور قتل وقتال کی نوبت آ رہی تھی، ان اختلافات سے فائدہ اٹھانا چاہا اور شام کے سرحدی علاقوں پر لشکر کشی کرنے کا ارادہ کیا، حضرت معاویہؓ کو اس کی اطلاع مل گئی، آپؓ نے اسے ایک خط بھجوایا اور اس میں لکھا:

"مجھے اس بات کا علم ہوا ہے کہ تم سرحد پر لشکر کشی کرنا چاہتے ہو، یاد رکھو! اگر تم نے ایسا کیا تو میں اپنے ساتھی (حضرت علیؓ) سے صلح کر لوں گا۔ اور ان کا جو لشکر تم سے لڑنے کے لئے روانہ ہوگا، اس کے ہراول دستے میں شامل ہو کر قسطنطنیہ کو جلا ہوا کوئلہ بنا کر رکھ دوں گا۔"

لوگ کفر کے مقابلہ میں اب بھی ایک جسم و جان کی طرح ہیں اور ان کا اختلاف، سیاسی لیڈروں کا اختلاف نہیں ہے۔ بہر حال یہ افسوسناک اختلاف اور قتال پیش آیا، اور دراصل اس میں بڑا ہاتھ ان مفسدین کا تھا جو دونوں جانب غلط فہمیاں پھیلاتے اور جنگ کے شعلوں کو ہوا دیتے رہے۔ (48)

۳۷ھ میں صفر کے مہینہ میں واقعہ صفین پیش آیا اس جنگ میں حضرت معاویہؓ کے ہمراہ ستر ہزار آدمی شریک ہوئے جس میں صحابہ کرام اور تابعین شامل تھے۔ آپؓ اور حضرت علیؓ کے درمیان یہ جنگ چار پانچ سال تک جاری رہی۔ اس کے بعد حضرت علیؓ شہید کر دیئے گئے، آپؓ پر بھی حملہ کیا گیا اور آپؓ کو زخم آئے۔ (49)

سیدنا علیؓ کی شہادت کے بعد ان کے بڑے صاحبزادے سیدنا حسنؓ خلافت پر متمکن ہوئے جو ابتداء ہی سے صلح جو اور مسلمانوں کے آپس کے قتال سے سخت متنفر تھے، شروع میں مفسدین نے انہیں بھی بھڑکایا مگر وہ ان کے کہے میں نہ آئے اور ۴۱ھ میں انہوں نے حضرت معاویہؓ سے صلح کر کے خلافت آپؓ کے سپرد کی، آپؓ نے ان کے لئے سالانہ دس لاکھ درہم وظیفہ مقرر کر دیا۔

حضرت حسن بصریؒ، حضرت معاویہؓ اور حضرت حسنؓ کے درمیان صلح کے واقعہ کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"استقبل و الله الحسن بن علی معاویة بکتائب امثال الجبال فقال عمرو بن العاص انی لاری کتائب لاتولی حتی یقتل اقرانها فقال له معاویة و کان و الله خیر الرجلین ای عمرو اان قتل هولاء هؤ لاء وهؤا لاء وهؤ لا من لی بامور المسلمین ؟من لی بنسائهم؟من لی بضیعتهم؟

کہ سیدنا حسنؓ، پہاڑ جیسے لشکر لے کر حضرت معاویہؓ کے مقابلے پر سامنے آئے تو حضرت عمرو بن العاصؓ حضرت معاویہؓ سے کہنے لگے: "میں لشکروں کو دیکھ رہا ہوں کہ بغیر قتل عظیم کے واپس نہ لوٹیں گے" (یعنی قتال عظیم ہوگا) تو حضرت معاویہؓ فرمانے لگے:

"بتلاؤ! اگر انہوں نے قتل کیا اور ان لوگوں نے ان کو قتل کیا تو مسلمانوں کے معاملات کی دیکھ بھال کون کریگا؟ ان کی عورتوں کی رکھوالی کی ضمانت کون دے گا؟ اور یتیم بچوں اور مال و متاع کا ضامن کون ہوگا؟"

اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت معاویہؓ کے دل میں قوم و ملت کا کتنا درد تھا اور مسلمانوں کی باہمی خانہ جنگی کو کتنی بری نگاہ سے دیکھتے تھے۔ (50)

جب حضرت معاویہؓ نے حضرت حسنؓ سے صلح کا ارادہ کیا تو ایک سفید کاغذ منگوایا اور اس کے آخر میں اپنی مہر لگائی اور کاغذ حضرت حسنؓ کے پاس روانہ فرما کر کہلا بھیجا کہ یہ سفید کاغذ آپؓ کی طرف بھیج رہا ہوں اور اس کے آخر میں، میں نے اپنی مہر لگادی ہے، آپؓ جو چاہیں شرطیں تحریر فرمادیں مجھے منظور ہیں۔ چنانچہ حضرت حسنؓ نے کچھ شرطیں لکھ دیں اور اس طرح ۴۱ھ میں آپؓ کے اور حضرت حسنؓ کے درمیان صلح ہوگئی اور تمام مسلمانوں نے متفقہ طور پر آپؓ کو خلیفہ مقرر کر کے آپؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اس سال کو تاریخ عرب میں عام الجمعۃ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ کہ یہ وہ سال ہے کہ جس میں امت کا منتشر شیرازہ پھر مجتمع ہوگیا اور دنیا بھر کے مسلمانوں نے ایک خلیفہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ (51)

حضرت معاویہؓ کے امیر المومنین ہو جانے کے بعد جہاد کا وہ سلسلہ از سر نو شروع ہوگیا۔ جو حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد بند ہوگیا تھا، آپؓ نے اہل روم سے جہاد کیا، آپؓ نے اہل روم کے خلاف سولہ جنگیں لڑیں، آپؓ نے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا تھا، ایک حصہ کو آپؓ گرمی کے موسم میں جہاد کے لئے روانہ فرمادیتے تھے۔

پھر جب سردیوں کا موسم آتا تو آپؓ دوسرا تازہ دم حصہ جہاد کے لئے بھیجتے تھے، آپؓ کی آخری وصیت بھی یہ تھی، "شد خناق الروم"، روم کا گلا گھونٹ دو۔

۴۹ھ میں آپؓ نے قسطنطنیہ کی جانب زبردست لشکر روانہ کیا۔ جس کا سپہ سالار سفیان بن عوف کو مقرر کیا۔ اس لشکر میں اجلہ صحابہ کرامؓ شریک تھے۔ اور یہی وہ غزوہ ہے جس کی نبی کریمؐ نے اپنی حیات میں ہی پیشین گوئی فرمادی تھی۔ اور اس میں شریک ہونے والوں کے متعلق فرمایا تھا: (یہ واقعہ ۵۰ھ کا ہے)

"اول جیش یغزو القسطنطنیہ مغفور لھم"

پہلا لشکر جو قسطنطنیہ کا جہاد کرے گا ان کو بخش دیا جائے گا۔" (52)

حضرت معاویہؓ کی انگوٹھی پر یہ عبارت نقش تھی: "لکل عمل ثواب"

جبکہ بعض کے قول کے مطابق "لا حول ولا قوۃ الا باللہ" مرقوم تھا۔

مجھ سے علقمہ بن ابو علقمہ نے اپنی والدہ کے حوالہ سے بیان کیا کہ وہ کہتی ہیں کہ:

حضرت معاویہؓ مدینہ آئے تو سیدنا عائشہ صدیقہؓ کی طرف پیغام بھیجا کہ "آنحضرت ﷺ اور آپ ؐ موئے مبارک (بال) مجھے بھیج دیں" سیدنا عائشہ صدیقہؓ نے یہ چیزیں میرے ہاتھ ان کی طرف بھیجیں۔ جب میں سیدنا معاویہؓ کی خدمت میں پہنچیں تو آپؓ نے چادر مبارک اوڑھ لی اور آپ ؐ کے موئے مبارک کے لئے پانی منگوا کر اس میں بھگوئے اور پھر وہ پانی پیا اور اپنے جسم پر بھی بہایا۔ (53)

آپؓ ہی کے دور خلافت میں صقلیہ کے عظیم الشان جزیرہ پر مسلمانوں نے فوج کشی اور کثیر تعداد میں، مال غنیمت مسلمانوں کے قبضہ میں آیا تھا۔ نیز آپؓ ہی کے زمانے میں بجستان سے کابل تک کا علاقہ فتح ہوا اور سوڈان کا پورا ملک اسلامی حکومت کے زیر نگین آ گیا۔ (54)

سیدنا معاویہؓ نے اپنے عہد حکومت میں، بحری فوج کو بہت ترقی دی، مصر و شام کے ساحلی علاقوں میں بہت سے جہاز سازی کے کارخانے قائم کئے چنانچہ ایک ہزار سات سو (۱۷۰۰) جنگی جہاز رومیوں کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار رہتے تھے۔ بحری فوج کے کمانڈر جنادہ بن امیہ تھے، اس عظیم الشان بحری طاقت سے آپؓ نے قبرص، روڈس جیسے اہم یونانی جزیرے فتح کئے اور اس بحری بیڑہ سے قسطنطنیہ کے حملہ میں بھی کام لیا۔

ڈاک کا محکمہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں قائم ہو چکا تھا آپؓ نے اس کی تنظیم و توسیع کی اور تمام حدود سلطنت میں اس کا جال پھیلا دیا۔ آپؓ نے نیا محکمہ دیوان خاتم کے نام سے بھی قائم کیا۔ نیز آپؓ نے خانہ کعبہ کی خدمت کے لیے متعدد غلام مقرر فرمائے اور دیبا اور حریر کا بہترین غلاف بیت اللہ پر چڑھایا۔ (55)

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ "میں نے سیدنا عثمانؓ کے بعد کسی شخص کو سیدنا معاویہؓ سے بڑھ کر حق کے ساتھ فیصلہ کرنے والا نہیں دیکھا۔" (56)

ابو القاسم جنھوں نے اس روایت کو عن سوید بن سعید عن ہمام بن اسماعیل عن ابی قبیل کے طریق سے بیان کیا ہے کہ حضرت معاویہؓ ہر روز ابو الجیش نامی شخص کو بھیجتے اور وہ مجلسوں میں گھومتا پھرتا اور لوگوں سے پوچھتا کہ کسی کے گھر بچہ پیدا ہوا ہے؟ یا کوئی مہمان آیا ہے اور جب اسے اس کے متعلق بتایا جاتا تو وہ رجسٹر میں اس کا نام لکھ دیتا تا کہ اس کو مدد پہنچائی جائے۔

مجھ سے علقمہ بن ابو علقمہ نے اپنی والدہ کے حوالہ سے بیان کیا کہ وہ کہتی ہیں کہ:

حضرت معاویہؓ مدینہ آئے تو سیدنا عائشہ صدیقہؓ کی طرف پیغام بھیجا کہ "آنحضرت ﷺ اور آپؐ موئے مبارک (بال) مجھے بھیج دیں" سیدنا عائشہ صدیقہؓ نے یہ چیزیں میرے ہاتھ ان کی طرف بھیجیں۔ جب میں سیدنا معاویہؓ کی خدمت میں پہنچیں تو آپؓ نے چادر مبارک اوڑھ لی اور آپؐ کے موئے مبارک کے لئے پانی منگوا کر اس میں بھگوئے اور پھر وہ پانی پیا اور اپنے جسم پر بھی بہایا۔ (53)

آپؓ ہی کے دور خلافت میں صقلیہ کے عظیم الشان جزیرہ پر مسلمانوں نے فوج کشی اور کثیر تعداد میں، مال غنیمت مسلمانوں کے قبضہ میں آیا تھا۔ نیز آپؓ ہی کے زمانے میں سجستان سے کابل تک کا علاقہ فتح ہوا اور سوڈان کا پورا ملک اسلامی حکومت کے زیر نگین آ گیا۔ (54)

سیدنا معاویہؓ نے اپنے عہد حکومت میں بحری فوج کو بہت ترقی دی، مصر و شام کے ساحلی علاقوں میں بہت سے جہاز سازی کے کارخانے قائم کئے چنانچہ ایک ہزار سات سو (۱۷۰۰) جنگی جہاز رومیوں کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار رہتے تھے۔ بحری فوج کے کمانڈر جنادہ بن امیہ تھے، اس عظیم الشان بحری طاقت سے آپؓ نے قبرص، روڈس جیسے اہم یونانی جزیرے فتح کئے اور اس بحری بیڑہ سے قسطنطنیہ کے حملہ میں بھی کام لیا۔

ڈاک کا محکمہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں قائم ہو چکا تھا آپؓ نے اس کی تنظیم و توسیع کی اور تمام حدود سلطنت میں اس کا جال پھیلا دیا۔ آپؓ نے نیا محکمہ دیوان خاتم کے نام سے بھی قائم کیا۔ نیز آپؓ نے خانہ کعبہ کی خدمت کے لیے متعدد غلام مقرر فرمائے اور دیبا اور حریر کا بہترین غلاف بیت اللہ پر چڑھایا۔ (55)

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ "میں نے سیدنا عثمانؓ کے بعد کسی شخص کو سیدنا معاویہؓ سے بڑھ کر حق کے ساتھ فیصلہ کرنے والا نہیں دیکھا۔" (56)

ابو القاسم جنھوں نے اس روایت کو عن سوید بن سعید عن ہمام بن اسماعیل عن ابی قبیل کے طریق سے بیان کیا ہے کہ حضرت معاویہؓ ہر روز ابو الجیش نامی شخص کو بھیجتے اور وہ مجلسوں میں گھومتا پھرتا اور لوگوں سے پوچھتا کہ کسی کے گھر بچہ پیدا ہوا ہے؟ یا کوئی مہمان آیا ہے اور جب اسے اس کے متعلق بتایا جاتا تو وہ رجسٹر میں اس کا نام لکھ دیتا تا کہ اس کو مدد پہنچائی جائے۔

واقدی سے، بحوالہ یونس بن میسرہ بن حلبس بیان کیا ہے کہ انہوں نے سیدنا معاویہؓ کو دمشق کے بازار میں دیکھا سواری پر اپنے پیچھے خادم کو بٹھائے ہوئے تھے اور آپؓ کی قمیص کے گریبان میں پیوند لگے ہوئے تھے اور آپؓ بازاروں میں چل پھر رہے تھے۔ اور اعمش نے مجاہدؒ کے حوالہ سے بیان کیا ہے۔ کہ انہوں نے کہا ''اگر تم سیدنا معاویہؓ کو دیکھتے تو تم کہتے یہ مہدی ہے۔'' (57)

عبدالرزاق نے معمر سے ہمام کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ ''میں نے سیدنا معاویہؓ سے بڑھ کر کسی شخص کو بادشاہت کے لائق نہیں دیکھا۔'' (58)

محمد ابن سیرینؒ کہتے ہیں جب سیدنا معاویہؓ کا وقت قریب آیا تو آپؓ کبھی ایک رخسار زمین پر دیکھتے اور کبھی دوسرا اور روتے ہوئے کہتے اے اللہ! آپ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے کہ اللہ شرک کو معاف نہیں کرتا اور اس کے علاوہ جسے چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے۔ اے اللہ مجھے بھی ان لوگوں میں سے کر دیجئے جن کے لئے آپ مغفرت چاہیں گے۔ پھر آپؓ نے فرمایا:

''اے اللہ میرے لغزش معاف کر دیجئے خطا سے درگزر فرمایئے اور اپنی بردباری سے اس شخص کے گناہ معاف کر دیجئے جو آپ کے علاوہ کسی اور سے امید نہیں رکھتا اس لئے کہ آپ کی مغفرت بہت وسیع ہے اور کسی غلطی کرنے والے کے لئے آپ کے علاوہ اپنی غلطی سے بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں۔

بعض نے کہا ہے کہ آپؓ پر بے ہوشی طاری ہوئی پھر افاقہ ہوا تو آپؓ نے اہل خانہ سے فرمایا اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو کیوں کہ اللہ تعالیٰ ڈرنے والوں کو بچاتا ہے اور جو نہیں ڈرتا اسے نہیں بچاتا۔ آپؓ کا انتقال ہو گیا، رحمۃ اللہ علیہ۔

جب سیدنا معاویہؓ کا انتقال ہوا تو ضحاک بن قیس منبر پر چڑھا۔ آپؓ کے کفن اس کے ہاتھ میں تھے۔ لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے حمد و ثناء کے بعد کہا یقیناً حضرت معاویہؓ جو عرب کے فصیل تھے ان کے مددگار اور بزرگی کا ذریعہ تھے جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے فتنے ختم کر دیئے شہروں کی فتوحات عطا کیں اور انہیں اپنے بندوں پر بادشاہت عطا کی۔ یہ ان کے کفن ہیں پس ہم انہیں کفنوں میں رکھ کر قبر میں رکھنے والے ہیں۔

اس میں اختلاف نہیں کہ آپؓ نے رجب ۶۰ھ میں دمشق میں وفات پائی۔ آپؓ کے بال اور ناخن آپؓ کی ناک اور کان اور آنکھوں اور کانوں میں رکھ دیئے آپؓ کی نماز جنازہ ضحاک بن قیس نے ظہر کی نماز کے بعد دمشق کی جامع مسجد میں پڑھائی اور باب صغیر کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔

آپؓ کی عمر ۷۸ سال یا ۸۰ سال سے زیادہ تھی۔ (59)

ان دونوں کی ماں فاختہ بن قرظہ ابن عمر بن نوفل بن عبد مناف تھیں۔ آپؓ نے ان کے بعد ان کی بہن کنوۃ بنت قرظہ سے شادی کی۔ قبرص کی فتح کے وقت یہی آپؓ کے ساتھ تھیں آپؓ نے نائلہ بنت عمارہ کلبیہ سے شادی کی بعد میں طلاق دی، میسون کے ہاں ایک اور بیٹی ہوئی جسے امۃ رب المشارق کہا جاتا تھا، بچپن ہی میں انتقال ہوگیا، اور رملۃ تھی جس سے عمرو بن عثمان بن مطعون نے نکاح کیا۔ ایک حفصہ بنت معاویہ تھی جس سے عبداللہ بن عامر نے نکاح کیا۔ (60)

اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری دین کو اپنے آخری نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مکمل فرماتے ہوئے اور اسے تمامیت اور کمالیت کی شان سے نوازتے ہوئے اس کی حفاظت کا ذمہ لیا چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"ان نحن نزلنا الذکر وانالہ لحفظون۔" (61)

عالم اِمکان واسباب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ اور اہلِ بیت اسلام کی معنوی اور صوری حفاظت کا سبب بنے اور تعبیر وتشریح کا مستند اور محکم ذریعہ بھی، اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اصحابی کاالنحوم فبایھم اقتدیتم اھتدیتم۔"

"دین کے جس عقیدے یا مسئلے پر صحابہؓ کی سند میسر آ جائے وہ اس عقیدے یا مسئلے کی صحت اور استناد کا کافی ثبوت ہے۔"

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب دنیا سے تشریف لے گئے تو آپ ﷺ نے سوالاکھ کے انسانوں کو اپنے نبوت کے عینی گواہ، اپنی تربیت کی محکم دلیل اور اسلام کی درست اور راست تعبیر کے معجزاتی مظاہر کو بعد والوں کی ہدایات ورہنمائی کے لیے چھوڑا۔ حضرات صحابہ کرامؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت کا حق جس حسن وخوبی سے ادا کیا تاریخ انسانیت اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔

علم وعمل، اخلاق وکردار، عبادت وریاضت، ترکِ دنیا، اتصاف حمیدہ سے لے کر خلافت اور جہاں بانی تک آنحضرت ﷺ کے اسوۂ مبارکہ پر عمل پیرا رہے، اگرچہ فرقِ مراتب اور حسن اور احسن کا امتیاز اور فرق موجود رہا۔

انہی برگزیدہ اور جلیل القدر صحابہ کرامؓ میں ایک نمایاں نام سیدنا معاویہؓ کا بھی ہے۔ آپؓ مشہور قول کے مطابق صلح حدیبیہ کے بعد اسلام لائے، لیکن اپنی بے مثل زیرکی ودانائی، ذہانت، فطانت، علم وتقویٰ، خدمتِ نبویؐ کی سعادت سے بہت جلد رسالت مآبؐ میں امتیازی اور اختصاصی مقام کے حامل ٹھہرائے گئے۔ آپؐ کے انتقال کے بعد بلافصل جانشین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور شہباز عالم تکوین سیدنا فاروق اعظمؓ کے بھی آپؓ منظورِ نظر رہے۔ اور حضرات شیخینؓ کی طرف سے کئی اہم مہمات اور مناصب سے نوازے گئے۔ سیدنا عثمانؓ نے بھی آپؓ کو سابقہ ذمہ داریوں پر بحال رکھا۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت، جو امت کے لیے الفتنۃ الکبریٰ ثابت ہوئی جس نے امت کی کمر توڑ کر رکھ دی، کے بعد سیدنا معاویہؓ کا تذکرہ تاریخ کی کتابوں میں اتفاق واختلاف کے ساتھ تواتر اور تسلسل سے پایا جاتا ہے۔ سیدنا علیؓ کے عہدِ خلافت میں سیدنا معاویہؓ کا ان سے خلاف جو بالآخر ایک جنگ پر منتج ہوا جسے تاریخ کی کتابوں میں جنگ صفین کے عنوان سے ذکر کیا جاتا ہے، حضرت علیؓ سے فضائل ومراتب میں فروتر ہونے کے باوجود سیدنا معاویہؓ کے ان سے جلی پیرائے میں اختلاف نے سیدنا معاویہؓ کے تذکرہ کو مخالفین وموافقین اور معترضین ومحاسدین سب ہی کے ہاں زیرِ بحث بنا دیا۔

سے خالی ہے، وہ کون سا الزام واعتراض ہے جو سیدنا معاویہؓ کی طرف منسوب نہیں کیا گیا، یہاں تک کہ آپؓ کے مسلمان ہونے اور اسم گرامی تک کو مذموم پیرائے میں زیر بحث لایا گیا، حالانکہ آپؓ کے براہِ راست فریق سیدنا علیؓ نے وصیت ''لاتقولو معاویة اِلا بخیر۔'' کو بھی بالائے طاق رکھ دیا گیا۔

لیکن اللہ کی حکمتِ بالغہ دیکھئے کہ اس نے شر سے خیر کا پہلو برآمد کیا۔ حضرت معاویہؓ کے خلاف ان چیرہ دستیوں اور مغالطہ انگیزیوں کے نتیجے میں محققین نے تاریخی مصادر کو از سرِ نو کھنگالا اور ان تمام ابحاث ودلائل کا جائزہ لیا جس سے سیدنا معاویہؓ کے کردار بلکہ اسلام تک مشکوک ٹھہرانے کا سہارا لیا جاتا ہے۔ اور آج حضرت معاویہؓ کے فضائل ومناقب کے دفاع میں مستند اور تحقیقی کتب کا ایک انبار جمع ہے بلکہ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ اس تخریبی عمل کے ردِ عمل میں حضرت معاویہؓ کے دفاع میں تالیف ہونے کتابوں کا اچھا خاصہ ذخیرہ مہیا کر دیا۔

شاید ایسی مستند اور تحقیقی کتابیں خلفائے راشدین کے بارے میں بھی نہ مل سکیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت معاویہؓ کے مخالفین مشاغبے (پروپیگنڈہ) کا شکار بعض سادہ لوح اور سطحی مطالعہ کے لوگ حامل یا شاطر ''اپنے'' بھی ہوگئے۔

زیر بحث مقالہ بھی اسی مبارک سلسلے کی ایک کڑی ہے، مقالہ ہٰذا چھ ابواب پر مشتمل ہے:

باب اوّل: پہلے باب میں سیدنا معاویہؓ کے ابتدائی حالات، آپؓ کا خاندان، نام ونسب، آپؓ کی اسم گرامی پر وارد کردہ اعتراضات کے جوابات، والد ماجد (سیدنا ابوسفیانؓ)، والدہ ماجدہ (سیدہ ہندؓ)، بھائی یزید بن ابی سفیان، بہن ام المؤمنین سیدہ ام حبیبہؓ اور گھر کے دوسرے افراد کا مکمل ومفصل تذکرہ ہے۔ اس کے بعد ان کا اسلام لانا، کاتبِ وحی ہونا، اور صحابہ کرامؓ کی نظروں میں ان کا مقام ومرتبہ واضح کیا گیا۔

باب دوم: دوسرے باب میں آپؓ کے فضائل ومناقب، آنحضرتؐ سے تعلق اور آنحضرتؐ کی دعائیں، روزمرہ معمولات، حلم وبردباری، نرم خوئی اور عفو ودرگزر، حسن اخلاق اور عشقِ رسولؐ واطاعتِ رسولؐ اور خشیتِ باری تعالیٰ، سادگی اور فقر واستغناء، علم میں گہرائی اور گیرائی، تدبیر سیاست وسیادت، خطابت، شعر وادب اور کرامات ان تمام امور کو تفصیلی حوالوں کے ساتھ زیر بحث لایا گیا۔ اس کے بعد وفات کا تذکرہ ہے۔

باب سوم: تیسرے باب میں مطلق صحابیت، مقام صحابہ قرآن وحدیث کے آئینے میں اور عدالتِ صحابہؓ کے علاوہ حضرت معاویہؓ خلفائے راشدین، دیگر صحابہ کرامؓ وتابعین عظام، اکابرامت کے ساتھ ساتھ مستشرقین کی نظر میں بھی تفصیل سے وضاحت کی گئی۔

سیاسی نظم ونسق اور آپؓ کی سیاسی وسماجی خدمات، انتظامی محکموں کی تشکیل، مملکت کی صوبوں میں تقسیم، رفاہِ عامہ، زراعت اور اس کے وسائل کو زیرِ بحث لانے کے ساتھ ساتھ آپؓ کی عظیم عسکری خدمات کو مستند تاریخی حوالوں کی روشنی میں موضوعِ بحث بنایا گیا ہے۔ اس کے علاوہ ملوکیت اور اس کے ذیل میں پھیلائے جانے والی غلط فہمیوں کا بھی ازالہ کیا گیا۔ استلحاق زیاد اور یزید کی ولی عہدی پر تفصیلی بحث کی گئی۔

باب پنجم: پانچویں باب میں آپؓ کی غیر معمولی فتوحات اور غزوات کا تذکرہ کیا گیا۔

باب ششم: چھٹے باب میں آپؓ پر مخالفین کے وارد کردہ بظاہر علمی اعتراضات کا عمیق جائزہ لیا گیا اور واضح کیا گیا ہے کہ حضرت معاویہؓ پر اعتراض کرتے ہوئے مخالفین نے علم و دیانت تو کجا شرافت وانسانیت کی مٹی بھی پلید کردی۔ راقم السطور کی کاوش حضرت معاویہؓ کے بارے میں پھیلائی جانے والی غلط فہمیوں کے ازالے میں کام آسکے تو سمجھوں گا کہ میری یہ محنت رائیگاں نہیں گئی۔

(1) شاہ معین الدین ندویؒ، سیر الصحابہؓ، لاہور، ادارہ اسلامیات، س ن، ص ۹۸

(ii) مولانا محمد نافع، سیرت حضرت معاویہؓ، لاہور، تخلیقات، ۲۰۰۰ء، ص ۲۰۔۱۶، جلد ۲

(2) حافظ ابن کثیرؒ، البدایہ والنھایہ، مطبعہ اسعادۃ، ۱۹۳۹ء، ص ۲۳۲، جلد ۹

(ii) مولانا محمد نافع، سیدنا معاویہؓ، لاہور، تخلیقات، ۲۰۰۰ء، ص ۲۲۔۱۹، جلد ۲

(3) حافظ ابن کثیرؒ، البدایہ والنھایہ، مصر، مطبعہ السعادۃ، ۱۹۳۹ء، ص ۲۳۲، جلد ۹

(4) ابن قدامہ الحنبلیؒ، المغنی مع الشرح الکبیر، بیروت، دار الکتب العلمیہ، ۱۹۸۳ء، ص ۲۹۴، جلد ۶

(5) علامہ بدر الدین عینیؒ، عمدۃ القار، مصر، ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ، ص ۲۶۰، جلد ۲۳

(6) ابن حجر عسقلانؒ، فتح الباری، مصر، المطبعۃ البھیۃ ۱۳۴۸ھ، ص ۴۱، جلد ۱۲

(7) حافظ ابن کثیرؒ، البدایہ والنھایہ، مصر، مطبع السعادۃ، ۱۹۳۹ء، ص ۱۳۹، جلد ۸

(8) امام بیہقیؒ، السنن الکبریٰ، حیدر آباد دکن، دائرۃ المعارف العثمانیہ، ۱۳۵۴ھ، ص ۱۰۲، جلد ۸

(ii) ابن رشد، ہدایۃ المجتہد، بیروت، دار احیا التراث الوبی، ۱۹۹۶ء، ص ۴۱۰۔۴۰۹، جلد ۲

(9) سلیمان بن اشعث، ابی داؤد، سنن ابی داؤد، پشاور، مکتبہ الحقانیہ، س ن، ص ۶۳۰، جلد ۲

(ii) ابو محمد الحسین بن مسعود الفرا دالبغوے، مشکوۃ المصابیح، کوئٹہ، مکتبہ الحبیبیۃ، س ن، ص ۳۰۳

(iii) امام احمد بن حنبلؒ، مسند امام احمد حنبلؒ، بیروت، دار صادر، ۱۹۶۷ء، ص ۱۸۰، جلد ۲، تحت مسند عبداللہ بن عمروؓ

(10) حافظ ابن کثیرؒ، البدایہ والنھایہ، مصر، مطبعۃ السعادۃ ۱۹۳۹ء، ص ۲۹، جلد ۸

(11) امام ذھبیؒ، میزان الاعتدال، بیروت، دار المعارف، ۱۹۸۶ء تحت ھشام بن حسان القردوسی

(ii) ابن حجر عسقلانیؒ، تہذیب التہذیب، بیروت، دار الکتب العلمیہ ۱۴۱۵ھ ۱۹۹۴ء، تحت ھشام بن حسان

(12) ابن حجر عسقلانی، الاصابہ فی تمیز الصحابہ، مصر (قاہر) مکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ ۱۳۵۸ھ، ص ۳۱۲، جلد ۱

(ii) علامہ ابن سعدؒ، طبقات ابن سعد، بیروت، دار صادر، س ن، ص ۲۱۷، جلد ۶ جزو ۲۲

(iii) حافظ ابن کثیرؒ، البدایہ والنھایہ، مصر، مطبعۃ السعادۃ، ۱۹۳۹ء، ص ۵۰، جلد ۸

(13) حافظ ابن کثیرؒ، البدایہ والنھایہ، بیروت، دار الفکر، ۱۹۸۸ء، ص ۵۲۔۴۸، جلد ۸

(ii) محمد بن جریر الطبری، تاریخ الامم والملوک، بیروت، موسسۃ الاعلمی ۱۹۸۳ء، ص ۴۔۱۹۰، جلد ۴

(14) محمد بن جریر الطبریؒ، تاریخ الامم والملوک، بیروت، موسسۃ الاعلمی، ۱۹۸۳ء، ص ۴۔۲۰۰، جلد ۴

(iv) ابن حجر عسقلانی، تہذیب التہذیب، بیروت، دار الکتب العلمیہ ۱۴۱۵ھ ۱۹۹۴ء، ص ۱۷، جلد ۱۲

(15) ابن خلدون، تاریخ ابن خلدون، بیروت، دار الکتاب اللبنانی، ۱۹۵۷ء، ص ۲۹، جلد ۳

(ii) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، بیروت، دار صادر، ۱۹۸۵ء، ص ۲۲۰۔۲۱۹ جلد ۶

(iii) حافظ ابن کثیرؒ، البدایہ والنہایہ، مصر، مطبعۃ السعادۃ ۱۹۳۹ء، ص ۵۴، جلد ۸

(16) محمد بن جریر طبریؒ، تاریخ الامم والملوک، قاہرہ، مطبعہ الاستقامہ، ۱۳۵۸ھ ص ۱۹۱، جلد ۴

(ii) ابن خلدون، تاریخ ابن خلدون، بیروت، دار الکتاب اللبنانی، ۱۹۵۷ء، ص ۲۹، جلد ۳

(iii) ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، مصر، مطبعۃ السعادۃ ۱۹۳۹ء، ص ۵۳، جلد ۸

(iv) ابن اثیرؒ، الکامل فی التاریخ، بیروت، دار صادر، ۱۹۸۶ء، ص ۱۹۴، جلد ۳

(17) ابن سعدؒ، الطبقات الکبریٰ، بیروت، دار صادر س ن ص ۲۱۸، جلد ۸

(ii) ابن حجرؒ، الاصابہ فی تمیز الصحابہ، قاہر، مکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ ۱۹۳۰ء، ص ۳۵۵، جلد ۱

(18) ابن حجرؒ عسقلانی، الاصابہ فی تمیز الصحابہؓ، قاہر مکتبہ التجاریۃ الکبریٰ ۱۹۳۰ء ص ۳۵۵، جلد ۱

(19) ابن کثیرؒ، البدایہ والنہایہ، مصر، مطبعہ السعادۃ ۱۹۳۹ء، ص ۵۳، جلد ۸

(ii) ابن حجر عسقلانیؒ، الاصابہ فی تمیز الصحابہؓ، قاہرہ، مکتبہ التجاریۃ الکبریٰ ۱۹۳۰ء، ص ۳۵۶، جلد ۱

(20) طبری، تاریخ الامم والملوک، بیروت، موسسہ الرسالۃ ۱۹۹۶ء، ص ۱۹۶، جلد ۶

(i) ابن کثیرؒ، البدایہ والنہایہ، بیروت، مکتبۃ المعارف ۱۹۶۶ء، ص ۴۸۶، جلد ۸

(ii) مولانا محمد نافع، سیرت معاویہؓ، لاہور، تخلیقات، جولائی ۲۰۰۰ء، ص ۱۶۲۔۱۵۹، جلد ۲

(21) ابن کثیرؒ، البدایہ والنہایہ، بیروت، مکتبۃ المعارف ۱۹۶۶ء، ص ۴۸۶، جلد ۸

(ii) اردو ترجمہ ابو طلحہ محمد اصغر تاریخ ابن کثیر، کراچی، دار الاشاعت ۲۰۰۴ء، ص ۵۹۵، جلد ۴، حصہ ۸

(22) ابن حجر مکیؒ، تطہیر الجنان، اردو ترجمہ مولانا عبد الشکور لکھنوئیؒ، ملتان، مکتبہ امدادیہ س ن، ص ۱۷

(ii) ابن حجر عسقلانیؒ، الاصابہ فی تمیز الصحابہ، قاہرہ، مکتبہ التجاریۃ الکبریٰ ۱۹۳۰ء، ص ۴۱۲، جلد ۳

(iii) محمد بن اسماعیل البخاری، صحیح بخاری، بیروت، دار الفکر ۱۹۹۴ء، کتاب الحج (۲۵)

(iv) سلیمان بن اشعث بجستانی، سنن ابی داؤد، بیروت، دار الحدیث ۱۹۶۹ء، باب فی القرآن ۲۴

(vi) احمد بن شعیب، سنن نسائی، مطبوعات الاسلامیہ، ۱۹۸۸ء، کتاب المناسک ۲۴، حدیث ۲۹۸۷

(vii) احمد بن محمد بن حنبل، مسند احمد، بیروت، دار الکتب العلمیہ، ۱۹۷۸ء، ص ۹۷، جلد ۴

(ii) علی بن ابی بکر ہیثمیؒ ۔مجمع الزوائدومنبع الفوائد، بیروت، دارالکتاب، ۱۹۶۷ء، ص ۳۵۷، جلد ۹

(iii) ابن عبدالبرؒ، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، مصر، مکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ، ۱۹۳۹ء، ص ۲۷۵، جلد ۳

(iv) حافظ ابن کثیرؒ، البدایہ والنھایہ، مصر، مطبعۃ السعادۃ، ۱۳۴۸ھ، ص ۲۱، جلد ۸

(24) ابن حزمؒ، جوامع السیرۃ، لاہور، المکتبۃ الاثریہ، ۱۹۸۱ء، ص ۲۷

(25) ابن حجر مکیؒ، تطہیر الجنان، اردو ترجمہ مولانا عبدالشکور لکھنویؒ، ملتان، مکتبہ امدادیہ، س ن، ص ۱۹

(ii) حافظ ابن کثیرؒ، البدایہ والنھایہ، بیروت مکتبۃ المعارف، ۱۹۶۶ء، ص ۶۲۲، جلد ۸

(iii) اردو ترجمہ ابوطلحہ محمد اصغر مغل، تاریخ ابن کثیر کراچی، دارالاشاعت، ۲۰۰۴ء، ص ۵۹۵، جلد ۴، حصہ ۸

(26) ابن عساکرؒ، تاریخ مدینہ ودمشق، بیروت، دارالفکر، ۱۹۹۷ء، ص ۱۴۴، جلد ۵۹

(ii) حافظ ابن کثیرؒ، البدایہ والنھایہ، بیروت، مکتبہ المعارف، ۱۹۶۶ء، ص ۴۹۰، جلد ۸

(iii) اردو ترجمہ ابوطلحہ محمد اصغر مغل، تاریخ ابن کثیر کراچی، دارالاشاعت، ۲۰۰۴ء، ص ۵۹۵، جلد ۴ حصہ ۸

(27) ابن حجر مکیؒ، تطہیر الجنان، اردو ترجمہ مولانا عبدالشکور لکھنویؒ، ملتان، مکتبہ امدادیہ، س ن، ص ۲۰

(ii) حافظ ابن کثیرؒ، البدایہ والنھایہ، بیروت، مکتبۃ المعارف، ۱۹۶۶ء، ص ۴۸۰، جلد ۸

(iii) اردو ترجمہ ابوطلحہ محمد اصغر مغل، تاریخ ابن کثیر کراچی دارالاشاعت، ۲۰۰۴ء، ص ۵۹۵، جلد ۴، حصہ ۸

(28) ابن حجر مکیؒ، تطہیر الجنان، اردو ترجمہ مولانا عبدالشکور لکھنویؒ، ملتان، مکتبہ امدادیہ، س ن، ص ۲۱

(29) حافظ ابن کثیرؒ، البدایہ والنھایہ، بیروت، مکتبۃ المعارف، ۱۹۶۶ء، ص ۴۶۰، جلد ۸

(ii) اردو ترجمہ ابوطلحہ محمد اصغر مغل، تاریخ ابن کثیر کراچی، دارالاشاعت، ۲۰۰۴ء، ص ۵۹۵، جلد ۸

(iii) ابن حجر مکیؒ، تطہیر الجنان، اردو ترجمہ مولانا عبدالشکور لکھنویؒ، ملتان، مکتبہ امدادیہ، س ن ص ۵۹

(30) ابن حجر مکیؒ، تطہیر الجنان، اردو ترجمہ مولانا عبدالشکور لکھنویؒ، ملتان مکتبہ امدادیہ، س ن، ص ۲۲

(ii) حافظ ابن کثیرؒ، البدایہ والنھایہ، بیروت، مکتبۃ المعارف، ۱۹۶۶ء، ص ۱۳۶، جلد ۸

(iii) اردو ترجمہ ابوطلحہ محمد اصغر مغل، تاریخ ابن کثیر کراچی، دارالاشاعت، ۲۰۰۴ء، ص ۵۹۵، جلد ۴، حصہ ۸

(31) ابن حجر عسقلانیؒ، الاصابہ فی تمیز الصحابہؓ، مصر، مکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ، ۱۹۳۹ء، ص ۴۱۲، جلد ۳

(ii) حافظ ابن کثیرؒ، البدایہ والنھایہ، بیروت، مکتبۃ المعارف، ۱۹۶۶ء، ص ۵۲۰، جلد ۸

(iii) اردو ترجمہ ابوطلحہ محمد اصغر مغل، تاریخ ابن کثیر کراچی، دارالاشاعت، ۲۰۰۴ء، ص ۵۹۶، جلد ۴، حصہ ۸

(ii) علی بن ابی بکر ہیثمی، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، بیروت، دار الکتاب ۱۹۶۷ء، ص ۳۵۶، جلد ۹

(iii) کنز العمال۔ حیدرآباد، کراچی، دائرۃ المعارف ۱۳۱۴ھ، ص ۸۷، جلد ۷

(iv) جمال الدین یوسف، النجوم الزاہرۃ، مصر قاہرہ، وزارۃ الثقافۃ والارشاد، س ن، ص ۱۳۴، جلد ۱

(v) ابن کثیرؒ، البدایہ والنھایہ، بیروت، مکتبہ المعارف ۱۹۶۶ء، ص ۳۴۰، جلد ۸

(vi) اردو ترجمہ ابوطلحہ محمد اصغر مغل، تاریخ ابن کثیر کراچی، دار الاشاعت ۲۰۰۴ء، ص ۶۷۴، جلد ۴، حصہ ۸

(33) محمد بن عیسیٰ بن سورۃ، سنن ترمذی، بیروت، دار الکتب العلمیہ، س ن، حدیث ۳۸۴۲

(ii) ابن اثیرؒ، اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، طہران، مکتبہ اسلامیہ ۱۳۸۴ھ، ص ۳۸۶، جلد ۴

(iii) حافظ خطیب، تاریخ بغداد، بیروت، دار الکتاب، س ن، ص ۲۰۸، جلد ۱

(iv) ابن کثیرؒ، البدایہ والنھایہ، بیروت، مکتبہ المعارف ۱۹۶۶ء، ص ۳۹۰، جلد ۸

(v) اردو ترجمہ ابوطلحہ محمد اصغر مغل، تاریخ ابن کثیر کراچی، دار الاشاعت ۲۰۰۴ء، ص ۶۰۰، جلد ۴، حصہ ۸

(34) ابن حجر عسقلانیؒ، الاصابہ فی تمیز الصحابہؓ مصر، مکتبہ التجاریۃ الکبریٰ، ۱۳۸۵ھ، ص ۴۱۳، جلد ۳

(ii) علی بن ابی بکر ہیثمی، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، بیروت، دار الکتاب ۱۹۶۷ء، ص ۳۵۶-۳۵۵، جلد ۹

(iii) حافظ ابن کثیرؒ، البدایہ والنھایہ، بیروت، مکتبۃ المعارف ۱۹۶۶ء، ص ۳۷۲، جلد ۸

(iv) اردو ترجمہ ابوطلحہ محمد اصغر مغل، کراچی، دار الاشاعت ۲۰۰۴ء، ص ۶۰۳-۶۰۲، جلد ۴، حصہ ۸

(35) حافظ ذہبیؒ، تاریخ الاسلام، حصہ، مکتبہ القدس، ۱۳۶۸ھ، ص ۳۱۹، جلد ۳

(36) ابن حجر مکیؒ، تطہیر الجنان، اردو ترجمہ مولانا عبدالشکور لکھنویؒ، ملتان، مکتبہ امدادیہ، س ن، ۲۸

(37) حافظ ابن کثیرؒ، البدایہ والنھایہ، بیروت، مکتبۃ المعارف ۱۹۶۶ء، ص ۴۷۳، جلد ۸

(ii) اردو ترجمہ ابوطلحہ محمد اصغر مغل، کراچی، دار الاشاعت ۲۰۰۴ء، ص ۶۰۴-۵۹۶، جلد ۴، حصہ ۸

(38) ابن عبدالبرؒ، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، بیروت، دار احیاء التراث ۱۳۲۸ھ، ص ۳۹۷، جلد ۳

(ii) ابن حجر عسقلانیؒ، الاصابہ فی تمیز الصحابہؓ مصر، مکتبہ التجاریۃ الکبریٰ، ۱۳۵۸ھ، ص ۳۷۷، جلد ۳

(iii) حافظ ابن کثیرؒ، البدایہ والنھایہ، بیروت، مکتبۃ المعارف ۱۹۶۶ء، ص ۴۹۲، جلد ۸

(iv) اردو ترجمہ ابوطلحہ محمد اصغر مغل، کراچی، دار الاشاعت ۲۰۰۴ء، ص ۶۰۴، جلد ۴، حصہ ۸

(39) ابن حجر عسقلانیؒ، الاصابہ فی تمیز الصحابہؓ، بیروت، دار احیاء التراث العربی ۱۳۲۸ھ، ص ۴۳۴، جلد ۱

(ii) حافظ ابن کثیرؒ، البدایہ والنھایہ، بیروت، مکتبۃ المعارف ۱۹۶۶ء، ص ۴۸۶، جلد ۸

(40) حافظ ابن کثیرؒ، البدایہ والنھایہ، بیروت، مکتبۃ المعارف، ۱۹۶۶ء، ص ۶۷۲، جلد ۸

(ii) اردو ترجمہ ابو طلحہ محمد اصغر مغل، کراچی، دار الاشاعت، ۲۰۰۴ء، ص ۶۰۷، جلد ۴، حصہ ۸

(41) ابن حجر عسقلانیؒ، الاصابہ فی تمیز الصحابہؓ، مصر، مکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ، ۱۳۵۸ھ، ص ۳۷۶۔۳۷۵، جلد ۳

(ii) علامہ ابن خلدونؒ، تاریخ ابن خلدون، بیروت، دار الکتاب اللبنانی، ۱۹۵۶ء، ص ۴۶۷، جلد ۱

(42) علامہ ابن خلدونؒ، تاریخ ابن خلدون، بیروت، دار الکتاب اللبنانی، ۱۹۵۶ء، ص ۱۰۰۷، جلد ۲

(ii) حافظ ابن کثیرؒ، البدایہ والنھایہ، بیروت، مکتبۃ المعارف، ۱۹۶۶ء، ص ۴۷۲، جلد ۸

(iii) اردو ترجمہ ابو طلحہ محمد اصغر مغل، کراچی، دار الاشاعت، ۲۰۰۴ء، ص ۶۰۷، جلد ۴، حصہ ۸

(43) حافظ ذہبیؒ، العبر فی خبر من غبر، کویت، مکتبہ حکومۃ الکویت، ۱۹۶۰ء، ص ۲۹، جلد ۱

(ii) علامہ ابن خلدونؒ، تاریخ ابن خلدون، بیروت، دار الکتاب اللبنانی، ۱۹۵۶ء، ص ۱۰۰۸، ص ۴۵۳، جلد ۳

(44) محمد بن اسماعیل البخاری، صحیح بخاری، بیروت، دار الفکر، ۱۹۹۴ء، باب قتال الروم ۹۳، حدیث نمبر ۲۹۲۴

(45) ابن اثیرؒ، الکامل فی التاریخ، ایران، مکتبہ قم، س ن، ص ۹۵، جلد ۳

(ii) حافظ ذہبیؒ، العبر فی خبر من غبر، بیروت، دار الکتب العلمیہ، س ن، ص ۹۵، جلد ۳

(iii) حافظ ابن کثیرؒ، البدایہ والنھایہ، بیروت، مکتبۃ المعارف، ۱۹۶۶ء، ص ۴۷۶، جلد ۸

(iv) اردو ترجمہ ابو طلحہ محمد اصغر مغل، کراچی، دار الاشاعت، ۲۰۰۴ء، ص ۶۰۷، جلد ۴، حصہ ۸

(v) علامہ ابن خلدونؒ، تاریخ ابن خلدون، بیروت، دار الکتاب اللبنانی، ۱۹۵۶ء، ص ۱۰۰۸، جلد ۲

(46) حافظ ذہبیؒ، العبر فی خبر من غبر، بیروت، دار الکتب العلمیہ، س ن، ص ۲۵۶، جلد ۱

(ii) جمال الدین یوسف، النجوم الزاھرۃ، قاہرہ، وزارۃ الثقافۃ والارشاد، س ن، ص ۸۵، جلد ۱

(47) حافظ ابن کثیرؒ، البدایہ والنھایہ، مطبع السعادۃ، ۱۹۳۹ء، ص ۱۲۹، جلد ۸

(48) مرتضیٰ زبیدی، تاج العروس، لیبیا، مطبع دار لیبیا، س ن، ص ۲۰۸، جلد ۷ مادہ اصطفلین

(49) حافظ ذہبیؒ، العبر فی خبر من غبر، کویت، دار الکتب العلمیہ، س ن، ص ۴۰، ۳۸، جلد ۱

(ii) ابن حجر عسقلانیؒ، الاصابہ فی تمیز الصحابہؓ، مصر، مکتبہ تجاریۃ الکبریٰ، ۱۳۵۸ھ، ص ۳۷۶، جلد ۳

(50) محمد بن اسماعیل البخاری، جامع الصحیح البخاری، دہلی، مطبوعہ نور محمد، س ن ص ۳۷۲، ۳۷۳، جلد ۱

(ii) علی ابن ابی بکر ھیثمی، جمع الفوائد، مدینہ منورہ، بیروت، دار صادر، ۱۹۶۷ء، ص ۸۴۳

(iii) حافظ ذہبیؒ، العبر فی خبر من غبر، کویت، دار الکتب العلمیہ، س ن، ص ۴۹، جلد ۱

(52) حافظ ابن کثیرؒ، البدایہ والنہایہ، بیروت، مکتبہ المعارف ۱۹۶۶ء، ص ۴۹۲، جلد ۸

(ii) تاریخ ابن کثیر، ابوطلحہ محمد اصغر مغل، کراچی دارالاشاعت ۲۰۰۴ء، ص ۶۰۷، جلد ۴، حصہ ۸

(iii) جمال الدین یوسف، النجوم الزاہرۃ، قاہرہ مصر، وزارۃ الثقافۃ والارشاد، س ن، ص ۱۳۴، جلد ا

(53) حافظ ابن کثیرؒ، البدایہ والنہایہ، بیروت، مکتبہ المعارف ۱۹۶۶ء، ص ۲۰۷، جلد ۸

(ii) تاریخ ابن کثیرؒ، ابوطلحہ محمد اصغر مغل، کراچی دارالاشاعت ۲۰۰۴ء، ص ۶۱۴ ـ ۶۱۲، جلد ۴، حصہ ۸

(54) عبدالرحمٰن بن خلدون، مقدمہ ابن خلدون، بیروت، دارالکتاب اللبنانی ۱۹۵۶ء، ص ۴۵۴

(ii) علامہ ابن حزمؒ، جوامع السیرۃ، ریاض، المکتبۃ السلفیہ ۱۹۸۶ء، ص ۳۴۸

(iii) جلال الدین سیوطیؒ، تاریخ الخلفاء، کراچی، طبع نور محمد، س ن ۱۴۹

(55) حافظ ابن کثیرؒ، البدایہ والنہایہ، مصر، مطبع السعادۃ ۱۹۳۹ء، ص ۱۲۷، جلد ۸

(56) حافظ ابن کثیرؒ، البدایہ والنہایہ، بیروت، مکتبہ المعارف ۱۹۶۶ء، ص ۴۹۲، جلد ۸

(57) قاضی ابوبکر بن العربی، العواصم من القواصم، سوات، اشاعت اکیڈمی، س ن، ص ۲۰۰۵

(ii) علامہ ابن تیمیہؒ، منہاج السنہ، بیروت، دار صادر ۱۹۷۶ء، ص ۱۸۵، جلد ۳

(58) حافظ ابن کثیرؒ، البدایہ والنہایہ، بیروت، مکتبہ المعارف ۱۹۶۶ء، ص ۲۲۴، جلد ۸

(59) ابن حجر عسقلانیؒ، الاصابہ فی تمیز الصحابہؓ، مصر، مکتبہ تجاریۃ الکبریٰ ۱۳۵۸ھ، ص ۴۱۴ ـ ۳۷۸، جلد ۳

(ii) ابن خلدون، تاریخ ابن خلدون، بیروت، دارالکتاب اللبنانی ۱۹۵۶ء، ص ۴۲، جلد ۳

(iii) ابن کثیرؒ، البدایہ والنہایہ، بیروت، مکتبہ المعارف ۱۹۶۶ء، ص ۴۹۲، جلد ۸

(60) ابن کثیرؒ، البدایہ والنہایہ، بیروت، مکتبہ المعارف ۱۹۶۶ء، ص ۳۶۰، جلد ۸

(61)۔ القرآن: سورہ حجر: ۹

☆☆☆

Bibliography

القرآن الکریم:

(الف)

(1)۔الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، ابن عبدالبرؒ دارالجلیل، بیروت، الطبعۃ الاولی ۱۴۱۲ھ، جلد۴۔

(2)۔الاصابۃ ابن حجر عسقلانیؒ المتوفی ۸۵۲ھ دارالکتب العلمیہ، بیروت لبنان ۱۴۲۳ھ، ۲۰۰۲ء ۹ جلد۔

(3)۔اسد الغابۃ، ابن اثیرؒ، داراحیاء التراث العربی بیروت لبنان الطبعۃ الاولی ۱۴۱۲ھ ۔۱۹۹۷م ۸ جلد۔

(4)۔اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، اردو ترجمہ، مولانا محمد عبدالشکور فاروقی لکھنویؒ، مکتبہ نبویہ لاہور،
نقش اول ۷ رمضان المبارک ۱۳۲۲ھ نقش ثانی صفر المظفر ۱۴۰۷ھ (تذکرہ صحابہؓ ۴۶۰) ۱۱ جلد۔

(5)۔الاسماء والمصاهرات بین اہل البیت والصحابۃ، ابی معاذ السید بن احمد بن ابراہیم، مرکز البحوث
والدراسات، الکویت ۲۰۰۶م، ۱ جلد۔

(6)۔اسوہ صحابہؓ۔ مولانا عبدالسلام ندویؒ، دارالمصنفین علی گڑھ، ۱۳۹۶ھ ۱۹۷۶ء ۲ جلد

(7)۔الاصحاب فی الکتاب، سید نورالحسن شاہ بخاریؒ، دارالتصنیف والاشاعت ملتان س ن طبع دوم۔

(8)۔اصحاب رسول ﷺ اور ان کے کارنامے، نبی احمد سہا، فیروز سنز لاہور، س ن ۲ جلد۔

(9)۔ازواج مطہرات وصحابیات انسائیکلوپیڈیا، ڈاکٹر ذوالفقار کاظم، بیت العلوم انارکلی لاہور س ن ۱ جلد۔

(10)۔اعلام النبلاء بتاریخ حلب الشهباء، محمد راغب بن محمود بن ھاشم الطباع الحلبی عفی عنہ منشورات دارالقلم
سوریا، الطبعۃ الثانیہ ۱۴۰۸ ھجریۃ ۱۹۸۸ میلادیۃ ۱ جلد۔

(11)۔العواصم من القواصم فی تحقیق مواقف الصحابۃ بعد وفاۃ النبی ﷺ القاضی أبی بکر العربی،
(۴۶۸۔۵۴۳ھ) مکتبۃ العلمیہ والافتاء والدعوۃ والارشاد، ۱۴۰۹ھ ۱۹۸۹م۔

(12) اردو ترجمہ العواصم من القواصم۔ مولانا محمد سلیمان گیلانی ۱۹۸۳ء ادارہ احیاء السنۃ، ضلع گوجرانوالہ

(13)۔الناھیۃ عن طعن معاویۃؓ عبدالعزیز پرہارویؒ اردو ترجمہ مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ، س ن، سنی پبلیکیشنز

(14)۔ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ترجمہ، مولانا اشتیاق احمد،
نور محمد کتب خانہ، کراچی، س ن، ترجمہ عبدالشکور لکھنویؒ، قدیمی کتب خانہ کراچی، س ن ۴ جلد۔

(16)۔اردو ترجمہ تاریخ ابن کثیرؒ،ابوطلحہ محمد اصغر مغل دارالاشاعت اردو بازار کراچی ۲۰۰۴ء

(17)۔اسلامی بحری بیڑہ،سید عبدالصبور طارق فیروزسنز پرائیوٹ لمیٹڈ،لاہور ۱۹۸۸ء

(18)۔اسلامی بحریہ۔(P.H.D مقالہ)ڈاکٹر بریگیڈ محمد نواز پاکستان نیوی۔دارالندلس لاہور۔س ن۔

(19)۔الطبقات الکبریٰ،لابن سعدؒ،دار صادر،بیروت،۱۳۷۶ھ ۱۹۵۷م ۸ جلد۔

(20)۔اردو ترجمہ:مولانا عبدالعمادی۔دارالطبع عثمانیہ حیدرآباد دکن ۱۹۴۴ء ۸ جلد:

(21)۔العبر فی خبر من غبر۔لمورخ الاسلام الحافظ الذھبی ۷۴۸ھ ۱۳۴۲م

(22)۔سیدنا معاویہؓ۔انیس ذکریا نصولی۔مترجم عبدالصمد صارم میری لائبریری،لاہور ۸،۱۹۶۸ء۔

(23)۔امیر المؤمنین معاویہؓ۔حکیم عبدالرحمٰن خلیق دہلوی دارالکتب رحمانیہ ضلع سیالکوٹ ۱۴۰۴ھ ۱۹۸۴ء۔

(24)۔الدرۃ الطیفۃ فی الانساب الشریفۃ۔ابومعاذ السید بن احمد بن ابراہیم مکتبہ الکویت الوطنیہ۔۲۰۰۷ء۔

(25)۔الاجابۃ لایراد ما استدرکتہ عائشۃ علی الصحابۃ،امام بدرالدین الزرکشی،المطبعۃ الھاشمیۃ بدمشق ۱۹۳۹م۔

(26)۔اوجز المسالک الی موطأ امام مالکؒ،شیخ محمد زکریا کاندھلویؒ المکتبۃ الامدادیہ،مکہ مکرمۃ،۱۴۰۰ھ۔

(27)۔اسلام کا سیاسی نظام،محمد اسحاق صدیقی مجلس دعوت و تحقیق اسلامی بنوری ٹاؤن کراچی ۱۴۰۱ھ ۱۹۸۱ء۔

(28)۔السیاسۃ والادارۃ الشرعیۃ،عبدالباقی حقانی اردو ترجمہ،سید الامین،القاسم اکیڈمی نوشہرہ ۱۴۲۹ھ

(29)۔اسلام کا سیاسی نظام اسحاق لدھیانوی مجلس دعوت و تحقیق اسلامی بنوری ٹاؤن کراچی ۱۴۰۱ھ ۱۹۸۱ء۔

(30)۔الصواعق المحرقۃ،احمد بن حجر الھیثمی المکی ازھر مکتبہ القاھرۃ۔۱۳۵۱ھ ۱۹۳۲م

(31)۔اردو دائرہ معارف اسلامیہ،زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب لاہور ۱۴۰۷ھ،۱۹۸۷ء۔

(32)۔التنبیہ والاشراف،المسعودی،ترجمہ عبداللہ العمادی ایچ ایم سعید کمپنی کراچی اکتوبر ۱۹۶۷ء ۱۹۶۳ء۔

(33)۔الموسوعۃ الذھبیۃ۔الدکتور ابراہیم عبدہ قاہرہ جامعہ قاہرہ۔

(34)۔اصحاب محمد ﷺ کا مدبرانہ دفاع،محمد بشیر حصاروی۔حامد اکیڈمی رحیم یار خان ۲۰۰۶ء

(35)۔النجوم الزھرۃ فی ملوک مصر والقاھرۃ۔جمال الدین ابی الاتابکی۔۸۱۳۔۸۷۴ھ

وزارۃ الثقافۃ والارشاد القومی الموسسۃ المصریۃ العامۃ للتألیف،س ن ۱۱ جلد۔

(36)۔احکام القرآن ابوبکر محمد بن عبداللہ بن محمد بیروت دار صادر،۱۳۸۶ھ۔

(37)۔أدب اسیاسیۃ فی العصر الاموی،احمد الحافی،دارالقلم بیروت لبنان ۱۴۱۲ھ۔

(38)۔أضواء علی السنۃ المحمدیہ لمحمود أبو دیۃ،طبع دار التالیف،بمصر ۱۳۷۷ھ ۱۹۵۸م۔

(40)۔الاخبار الطوال، لابی حنیفہ احمد بن داؤد الدینوری، دار القلم، بیروت، لبنان۔

(41)۔الادارۃ فی العصر الاموی، نجدہ خماش، دار الفکر، دمشق الطبعۃ الاولی ۱۴۰۰ھ ۱۹۸۰م۔

(42)۔الاعتصام، للشاطبی، دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان، الطبعۃ الثانیہ ۱۴۱۱ھ ۱۹۹۱م۔

(43)۔الاعلام لخیر الدین الزرکلی، دار العلم للملایین بیروت الطبعہ الثانیہ ۱۳۸۹ھ۔

(44)۔الامویون بین المشرق والمغرب، محمد سید الوکیل دار القلم دمشق ۱۴۱۶ھ ۱۹۹۵م۔

(45)۔أمیر المؤمنین معاویۃ، لابن تیمیۃؒ، مکتبہ ابن تیمیہ الطبعہ الاولیٰ ۱۴۱۰ھ ۱۹۸۹م۔

(46)۔تاریخ التاریخ، شمس الدین محمد بن عبد الرحمٰن اسخاوی اردو ترجمہ محمد یوسف، لاہور جون، ۱۹۶۸ء۔

(47)۔أیام العرب فی الاسلام، محمد ابو الفضل ابراہیم، علی محمد البجاوی، دار الجلیل بیروت ۱۴۰۸ھ ۱۹۸۸ء۔

(48)۔الامامۃ والسیاسۃ، الامام الفقیۃ أبی محمد عبد اللہ بن مسلم ابن قتیبہ الدینوری۔المولود ۲۱۳ھ والمتوفی ۲۷۶ھ شرکۃ مطبعہ مصطفیٰ البابی الحلبی واولادہ بمصر ۱۳۸۸ھ ۱۹۶۹م۔

(49)۔سیدنا معاویۃؓ، زبیر احمد صدیقی، خطیب جامع مسجد نعمانیہ، کراچی، س ن۔

(50)۔ارشاد الساری، شرح بخاری، علامہ قسطلانیؒ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۶ء

"ب"

(51)۔برق سوزاں اردو ترجمہ تطہیر الجنان، علامہ فتح پوری، مکتبہ الجمال، فیصل آباد، س ن

(52)۔البدایہ والنھایہ، حافظ ابن کثیرؒ، مکتبہ المعارف، ۱۹۶۶ء بیروت۔

(53)۔تاریخ ابن اثیرؒ،ابن اثیرؒ،دارصادر بیروت،س ن

(54)تاریخ مدینہ دمشق از ابن عساکرؒ،دارالفکر بیروت ۱۹۹۷،۸۰جلد۔

(55)۔تاریخ الخلفاء جلال الدین سیوطیؒ۔اردو ترجمہ اقبال الدین احمد نفیس اکیڈمی کراچی س ن۔

(56)۔تاریخ خلیفہ بن خیاط:ابن خیاط،مؤسسۃ الرسالۃ،بیروت،۱۳۹۷ھ۔

(57)۔تاریخ طبری از ابوجعفر محمد بن جریر طبری۔دارالکتب العلمیہ،بیروت ۱۴۰۸ھ۔

(58)۔تجرید اسماء الصحابہؓ از ذہبی،مطبعۃ ممبئی،س ن

(59)۔تدریب الراوی مع شرح التقریب النوری از جلال الدین سیوطیؒ مکتبہ علمیہ،مدینہ منورہ۔

(60)۔تفسیر طبری،ابوجعفر محمد بن جریر طبری،مطبعۃ البابی الحلبی واولادہ،مصر ۱۳۷۳ھ،۱۹۵۷ء۔

(61)۔تفسیر الکبیر از رازی (فخر الدین بن ضیاء الدین عمر) دارالفکر بیروت ۱۴۰۵ھ۔

(62)۔تقریب التہذیب از ابن حجراح،دارالبشائیر الاسلامیہ ۱۴۰۶ھ۔

(63)۔تہذیب الاسماء واللغات از نوویؒ،مطبعۃ منیریۃ،مصر س ن

(64)۔تہذیب التہذیب از ابن حجراحؒ،حیدر آباد دکن ہندوستان،۱۳۲۶ھ۔

(65)۔تہذیب سیرۃ ابن ھشام از عبدالسلام ہارون موسسۃ الرسالہ،بیروت،

(66)۔تہذیب الکمال،یوسف المزی المتوفی (۶۵۴۔۷۴۲ھ)،۱۹۹۲ء موسسۃ الرسالہ بیروت،۲۸ جلد۔

(67)۔تاریخ یعقوبی،احمد بن أبي یعقوب بن جعفر بن وھب،دارصادر بیروت،س ن،جلد ۲۔

(68)۔تواریخ المعاویۃ،گویا جہاں آبادی،مکتبہ دارالعلوم کراچی س ن

(69)۔تاریخ الصحابۃ،أبي خاتم محمد بن حبان البستیؒ المتوفی (۳۵۴ھ) بیروت،دارالکتب العلمیہ

(70)۔تاریخ المسعودی:اردو ترجمہ اختر فتح پوری نفیس اکیڈمی کراچی سن اشاعت ۱۹۸۵ء نومبر ۴ جلد۔

(71)۔التاریخ الاسلامی،عبدالعزیز بن عبداللہ،دار اندلس الحضر اءجدۃ الطبعۃ الاولی ۱۴۱۹ھ ۱۹۹۸ء۔

(72)۔التاریخ الصغیر،محمد بن اسماعیل البخاری،دارالمعرفہ بیروت ۱۴۰۲ھ۔

(73)۔التاریخ الکبیر للبخاری،مؤسسۃ الثقافۃ،بیروت

(74)۔التاریخ والمؤرخون العرب،محمد السید عبدالعزیز،دارالنھضۃ،العربیہ،بیروت ۱۹۸۱م۔

(75)۔التبیین فی انساب القرشیین،احمد المقدسی،مکتبہ النھضۃ العربیہ،بیروت ۱۴۰۸ھ ۱۹۸۸ء۔

(76) التطور والاقتصادی فی العصر الاموی،شوقی ضیف،دارالمعارف،الطبعۃ السادسۃ

(78) تاریخ خلافہ بنی اُمیہ، نبیہ عاقل، دار الفکر بیروت، الطبعہ الثالثہ ۱۳۹۴ھ ۱۹۷۵ء۔

(79)۔ تحقیق مواقف الصحابہ فی الفتنہ، محمد اُمحزون، دار طیبہ، مکتبہ الکوثر الریاض ۱۴۱۵ھ ۱۹۹۴ء۔

(80)۔ تحقیق مزید بہ سلسلہ خلافت معاویہ ویزید، محمود احمد عباسی، مکتبہ محمود، کراچی۔

(81)۔ تاریخ عہد بن امیہ (مروج الذہب ومعادن الجواہر) علی المسعودی

ترجمہ ابراہیم کریم سنز، کراچی، ۱۹۶۶ء۔

(82)۔ تعارف سیدنا معاویہؓ، پروفیسر قاضی محمد طاہر الہاشمی، جدون بک ڈپو حویلیاں س ن۔

(83)۔ تذکرہ کاتب وحی سیدنا معاویہؓ، قیام الدین الحسینی، ادارہ نشر و اشاعت، ضلع جہلم، ۱۹۹۱ء۔

(84)۔ تدریب الراوی، حافظ جلال الدین عبدالرحمٰن ابن ابی بکر السیوطی الی المکتبہ العلمیہ مدینہ منورہ

(85)۔ تاریخ اسلام اکبر شاہ خان نجیب آبادی، دار اشاعت اردو بازار کراچی، ۲۰۰۲ء۔

"ج"

(86)۔ جامع الاصول از ابن اثیر جزریؒ مکتبہ دار البیان بیروت ۱۳۸۹ھ، ۱۹۶۹ء۔

(87)۔ الجامع لاحکام القرآن از قرطبیؒ، دار الکتب العلمیہ بیروت جم

(88)۔ جمہرۃ انساب العرب، ابن حزم الاندلسی، دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان ۱۴۰۲ھ ۱۹۸۳ء۔

(89)۔ جوامع السیرۃ، ابن حزمؒ ظاہری، اردو ترجمہ محمد سردار احمد، مجلس نشریات ناظم آبادی کراچی، ۱۹۹۰ء، ا جلد۔

(90)۔ جامع البیان العلم وفضلہ از ابن عبداللہؒ، دار الکتب العلمیہ بیروت۔

(91)۔ الجذور التاریخیہ للأ سیرہ الأ مویۃ۔ احسان صدقی العمد۔ المجلس العلمی لجامعہ الکویت ۱۹۹۶ء۔

(92)۔ الجہاد والقتال فی السیاسۃ الشرعیہ۔ محمد خیر ھیکل ۱۴۱۴ھ ۱۹۹۳ء۔

(93)۔ حجۃ اللہ البالغہ از شاہ ولی اللہؒ دہلوی، دار الاشاعت کراچی س ن

(94)۔ حلیہ الاولیاء وطبقات الاصفیاء، ابونعیم اصفہانی، مکتبہ القاہرہ ۱۳۵۱ھ

(95)۔ حیات القلوب باقر مجلسی، طبع ایران

(96)۔ الحسن والحسین، سید اشباب اہل الجنۃ، محمد رضا المکتبہ العصریۃ لبنان الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۲۲ھ، ۲۰۰۱ء۔

(97)۔ الحسین سید شباب اہل الجنۃ، حسین محمد یوسف دار الشعب، قاہرہ۔ مکتبۃ القاہرہ

(98)۔ حضرت معاویہؓ اور ان کی تاریخی حقائق، مفتی تقی عثمانی صاحب ادارۃ المعارف کراچی، ۱۹۹۹ء۔

(99)۔ حضرت معاویہؓ کی سیاسی زندگی، سید علی احمد عباسی، ناشر نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی، ۱۹۶۳ء۔

(100)۔ حضرت معاویہؓ بن ابی سفیانؓ سلام اللہ صدیقی، پاک اکیڈمی آرام باغ کراچی س ن۔

(101)۔ سیدنا معاویہؓ دشمنوں اور دوستوں کے نرغے میں، ملک محمد اکرم اعوان سیھتی ضلع جہلم، س ن

"خ"

(102)۔ الخراج ابو یوسفؒ، مطبعہ السلفیہ مصر، (۲) دار المعرفہ بیروت ۱۳۹۹ھ ۱۹۷۹ء۔

(103)۔ خصائص التشریع الاسلامی، بیروت، موسسۃ الرسالہ ۱۴۰۲ھ ۱۹۸۲ء۔

(104)۔ الخطط، تقی الدین احمد بن علی المقریزی، مکتبہ الثقافیہ الدینیہ القاہرہ، الطبعہ الثانیہ ۱۹۸۷ء۔

(105)۔ الخلافہ الامویہ عبد المنعم الھاشمی، دار ابن حزم، الطبعہ الاولی ۱۴۲۳ھ ۲۰۰۲ء۔

(106)۔ الخلفاء الراشدون عبد الوھاب النجار، دار القلم بیروت الطبعہ الاولی ۱۴۰۶ھ، ۱۹۸۶ء۔

(107)۔ الخوارج فی العصر الاُموی، تالیف معروف، دار الطبعہ، بیروت، الطبعہ الرابعہ۔

(108)۔ خامس الخلفاء الراشدین الحسن بن علی بن اَبی طالب علی محمد الصلابی۔ دار ابن کثیر، دمشق، ۲۰۰۴ء۔

(109)۔ خلافۃ عثمان، محمد بن صامل السلمی، جامعہ ام القری سعودیہ الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۱۹ھ۔

(110)۔ خلافۃ علی بن اَبی طالب۔ محمد صامل السلمی، الجامعہ الاسلامیہ المدینہ النبویہ ۱۴۱۲ھ۔

(111)۔ خلافۃ معاویۃ، عمر العقیلی، الریاض، جامعہ الملک سعود الریاض، ۱۴۰۴ھ۔

(112)۔ خلافت راشدہ حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلویؒ، ادارہ اشرف، لاہور، ۱۹۹۲ء۔

(113) خلافت بنی امیہ، مقبول ابوزر داؤدی، فیروز سنز کراچی۔

(114)۔ خلافت معاویہؓ و یزید، محمود احمد عباسی، کاشانہ محمود، کراچی، طبع چہارم جون ۱۹۶۲ء۔

(115)۔ خلافت وملوکیت، سید ابوالاعلیٰ مودودی، اسلامک پبلیکیشنز، لاہور، اکتوبر ۱۹۶۶ء، ۱۹۷۲ء۔

۱۹۸۵ء۔

"د"

(117)۔دروس الفاتحہ من افادات شمس الحق افغانیؒ علی اصغر، لاہور مکتبہ عباسیہ مئی ۱۹۹۲ء۔

(118)۔الدوواین فی العصر الأموی، نجم المسعودی، جامعہ بغداد عام ۱۹۸۹ء۔

(119)۔الدوحۃ النبویۃ فاروق حمادۃ، دار القلم، دمشق الطبعہ الاولی ۱۴۲۰ھ، ۲۰۰۰ء۔

(120)۔الدولۃ الاسلامیہ فی عصر الخلفاء الراشدین، حمدی شاھین دار القاہرہ، مصر۔

(121)۔الدولۃ الامویۃ، فرست مرعی الدھوکی، الجامعۃ الجدیدۃ صنعاء، ۱۴۲۱ھ ۲۰۰۰ء۔

(122)۔الدولۃ الامویۃ، یوسف العش، دار الفکر، دمشق الطبعۃ الثالثۃ ۱۴۰۶ھ ۱۹۸۵ء۔

(123)۔الدولۃ الامویۃ المفتری علیھا، حمدی شاھین، دار القاہرہ للکتاب، ۲۰۰۱م طبعہ اولی۔

(124)۔الدولۃ الامویۃ دولۃ الفتوحات، نادیہ محمود مصطفیٰ، المعھد العالمی للفکر الاسلامی، سعودیہ۔

(125)۔دراسۃ دفی تاریخ الخلفاء الامویین محمد بطانیہ دار الفرقان، الاردن، ۱۴۲۰ھ ۱۹۹۹ء۔

(126)۔دراسات فی عھد النبوۃ والخلافۃ الراشدۃ عبدالرحمٰن شجاع دار الفکر المعاصر، بیروت،

۱۴۱۹ھ ۱۹۹۹ء۔

"ذ"

(127)۔ذوالنورین عثمان بن عفان محمد مال اللہ مکتبہ ابن تیمیہؒ ۱۴۱۰ھ، ۱۹۸۹ء۔

"ر"

(128)۔ردالمحتار علی الدر المختار از ابن عابدینؒ مکتبہ رشیدیہ کریٹہ س ن

(129)۔رسالہ عجالہ نافعہ سیدنا معاویہؓ، حضرت مولانا پیر غلام دستگیر نامی، مکتبہ الفاروق، لاہور۔

(130)۔الرائد۔غلام جبران مسعود، بیروت، دار العلم الملائیین ۱۹۹۰ء۔

(131)۔الرفق بالحیوان، سلامۃ الھرفی، مکتبہ الصحابۃ، الامارات، اشارقۃ، الطبعہ الاولیٰ ۱۴۲۴ھ، ۲۰۰۳ء۔

(132)۔الروض النضیر شرح مجموع الفقہ الکبیر، احمد الساغی مکتبہ المؤید بالطائف، ۱۹۶۸ء۔

(133)۔رجال الادارۃ فی الدولۃ الاسلامیۃ، حسین محمد سلیمان، دار الاصلاح، السعودیۃ۔

(134)۔ریاسۃ الدولۃ فی الفقہ الاسلامی مطبعہ الامارات العربیہ المتحدہ ۱۴۰۶ھ، ۱۹۸۶ء۔

(135)۔زاد المعاد فی ہدی خیر العباد علامہ ابن القیمؒ موسسۃ الرسالۃ بیروت۔

(136) زیاد بن أبیہ ودورہ فی الحیاۃ العامۃ، صالح محمد الرواضیۃ مکتبہ جامعہ الملک سعود ۱۹۹۴ء۔

''س''

(137)۔سیر اعلام النبلاء، الذھبی ۶۴۸ھ ۷۴۸ھ ۱۳۷۴ء، مؤسسہ الرسالہ، بیروت، ۱۹۸۲ء ۳۲ جلد۔

(138)۔السیاسۃ الشرعیہ، عبدالوھاب خلافؒ، دارالانصار، قاہرہ ۱۹۷۷ء ۱۳۹۷ھ۔

(139)۔سنن ابن ماجہ، محمد بن یزید قزوینی ربعی ابن ماجہ، داراحیاالتراث الکتب العربیہ، قاہرہ ۱۳۶۹ھ۔

(140)۔سنن ابوداؤد، امام ابوداؤدؒ، ناشر محمد علی سید حمص سیریا ۱۳۸۸ھ۔

(141)۔سنن ترمذی، امام ترمذی، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۳۵۶ھ۔

(142)۔سنن دارمی لابی محمد از دارمی متوفی ۲۵۵ھ مطبعہ الاعتدال، دمشق، ۱۳۴۹ھ۔

(143)۔السنن الکبری از بیہقیؒ، حیدرآباد ہندوستان، س ن۔

(144)۔سنن نسائی، امام نسائیؒ، دارالفکر بیروت ۱۳۸۸ھ۔

(145)۔السیر ۃ النبویۃ، مولانا سید ابوالحسن ندویؒ، ۱۳۹۹ھ، ۱۹۷۹ء لبنان۔

(146)۔السیر ۃ النبویۃ الصحیحۃ ڈاکٹر اکرم ضیاء العمری مکتبۃ العلوم مدینہ منورہ س ن۔

(147)۔السیر ۃ النبویۃ از ابن ھشام، موسسۃ علوم القرآن بیروت ۱۴۰۳ھ، ۱۹۸۳ء۔

(148)۔السیر ۃ النبویۃ، علی الصلابی، دارالمعرفۃ بیروت ۲۰۰۴ء۔

(149)۔سادات بنوامیہ، محمد سلیمان، عوامی کتب خانہ بولٹن مارکیٹ کراچی۔جنوری ۱۹۶۸ء۔

(150)۔سیرت حضرت امیر معاویہؓ، مولانا محمد نافع صاحب، تخلیقات، علی پلازہ لاہور، جولائی ۲۰۰۰ء۔

(151)۔سوانح سیدنا معاویہؓ، سید عطاء المحسن بخاریؒ، دار بنی ہاشم، ملتان ۱۹۹۵ء جون، محرم ۱۴۱۶ھ۔

(152)۔سیر الصحابہؓ، شاہ معین الدین ندویؒ، دارالمصنفین اعظم گڑھ انڈیا س ن۔

(153)۔شرح السنۃ، امام بغویؒ، المکتبہ الاسلامی بیروت، ۱۴۰۰ھ، ۱۹۸۰ء۔

(154)۔الشرطۃ فی العصر الاموی اُرمین موسیٰ رشید مکتبہ السندس، الکویت، ۱۴۱۰ھ ۱۹۹۰ء۔

(155)۔الشریعۃ، اُبی بکر محمد بن الحسین، دارالوطن، الریاض، الطبقہ الاولیٰ ۱۴۱۸ھ، ۱۹۹۷ء

(156)۔الشعر والشعراء، لابن قتیبہ، دارالحدیث، القاہرہ الطبعہ الثانیہ ۱۴۱۸ھ، ۱۹۹۸ء۔

(157)۔شہادت حسینؓ، مجموعہ افادات، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان، محرم ۱۴۲۶ھ۔

(158)۔شرح فقہ اکبر علی بن سلطان محمد القادی (ملا علی قاریؒ) طبع مجتبائی، دہلی۔

"ص"

(159)۔صحیح بخاری مع فتح الباری، از امام محمد بن اسماعیل البخاری مکتبہ سلفیہ قاہرہ۔

(160)۔صحیح مسلم از مسلم بن حجاج قشیریؒ، مطبعہ سلفیہ قاہرہ ۱۳۷۴ھ۔

(161)۔صور من حیاۃ الصحابۃ ڈاکٹر عبدالرحمٰن دار النفائس بیروت ۱۴۰۴ھ، ۱۴۱۲ھ، ۱۹۸۴ء۔

(162)۔الصواعق المحرقۃ فی الرد علی اہل البدع والزندقۃ، ابن حجر الھیثمی، دار الکتب العلمیہ بیروت۔

(163)۔صدر الاسلام والدولۃ الامویہ محمد عبدالحی شعبان، الأھلیۃ، بیروت، ۱۹۸۷ء۔

(164)۔صفۃ الصفوۃ للامام اُبی الفرج ابن جوزیؒ، دار المعرفۃ بیروت۔

(165)۔صفحات من التاریخ الاسلامی، فی شمال الأفریقی علی محمد الصلابی دار البیارق، عمان ۱۹۹۸۔

"ع"

(166)۔عہد نبوت کی برگزیدہ خواتین، احمد خلیل، دارالاشاعت، کراچی ۱۹۹۹ء۔

(167)۔العقد الفرید ابن عبدربہ اندلسی لجنۃ التالیف بالقاہرہ ۱۳۷۸ھ۔

(168)۔العقیدۃ الواسطۃ ابن تیمیہؒ، دارالافتاء ریاض، ۱۴۰۲ھ

(169)۔العواصم من القواصم از ابن عربی ادارہ البحوث العلمیہ ریاض، ۱۹۸۹ء۔

(170)۔العالم الاسلامی فی العصر الاموی، عبدالشافی محمد عبداللطیف، دارالاتحاد، مصر، ۱۹۹۶ء

(171)۔عثمان بن عفان للصلابی، دار ابن کثیرؒ دمشق ۲۰۰۴ء۔

(172)۔عقیدہ اہل السنۃ والجماعۃ فی صحابۂ کرامؓ ناصر بن علی عائض، مکتبہ الرشد، الریاض ۱۴۱۳ھ، ۱۹۹۳ء۔

(173)۔اعلام الموقعین، ابن القیمؒ، ادارۃ الطباعۃ اصغریۃ بیروت س ن۔

(174)۔غیاث اللغات، علام غیاث الدینؒ، ایچ ایم سعید کراچی، س ن۔

"ف"

(175)۔فتوح البلدون، احمد بن یحیٰ بن جابر الشہید بالبلاذری، المتوفی (۲۷۹ھ)، ترجمہ سید ابوالخیر، دار مطبع جامع عثمانیہ حیدر آباد دکن ۱۳۵۱ھ، ۱۹۳۲ء۔

(176)۔فرھنگ عامرہ، محمد عبداللہ خان خویشگی، خورجہ یوپی فیروز منزل ۱۹۵۳۔

(177)۔فتح الباری، شرح صحیح البخاری، از ابن حجر عسقلانیؒ، مطبعۃ السلفیہ مصر۔

(178)۔فجر الاسلام احمد امین مکتبہ قاہرہ مصر۔

(179)۔فرہنگ آصفیہ مولوی سید احمد دہلوی، ترقی اردو بیورنئی دہلی

(180)الفصل فی الملل والنحل از ابن حزمؒ، شرکۃ مکتبہ عکاظ، جدہ، ۱۹۸۲ء

(181)۔فضائل صحابہؓ، امام نسائی، دار الثقافۃ، مراکش ۱۹۸۴ء

(182)۔الفخری فی الآداب السلطانیہ، ابن طباطبا، المکتبۃ التجاریہ، مصر، ۱۳۴۸ھ

(183)۔الفقہاء والخلفاء، سلطان خلیلین، دار عمار، الاردن، ۲۰۰۰ء

(184)۔فتوح البلدان، للبلاذری، بیروت، دار الکتب العلمیہ، ۱۹۸۳ء

(185)۔فتوح الشام، محمد عمر الواقدی، دار ابن خلدون، بیروت

(186)۔فصل الخطاب فی مواقف الاصحاب، الشیخ محمد صالح احمد الفرسی، دار السلام، ۱۹۹۶ء

"ق"

(187)۔القاموس الوحید، علامہ وحید الزمان، لاہور، ادارہ اسلامیات، ۲۰۰۱ء

(188)۔القاموس المحیط از مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت

(189)۔ کتاب جمل انساب الاشراف، البلاذری، دارالفکر، بیروت، ۱۹۹۶ء

(190)۔ کامل ابن اثیرؒ، ابن اثیرؒ، ترجمہ خلیل الرحمٰن، دارالطبع، جامعہ عثمانیہ، حیدرآباددکن، ۱۹۲۲ء

(191)۔ کتاب فضائل الصحابہ، امام احمد ابن حنبلؒ، بیروت، مؤسسۃ الرسالۃ، ۱۹۸۳ء

(192)۔ کنز العمال، از علی متقی حسام الدین ہندی، مؤسسۃ الرسالۃ، ۱۹۷۹ء

(193)۔ الکفایہ فی معرفۃ علم الروایۃ، از خطیب بغدادی، حیدرآباد ہندوستان، ۱۳۵۷ھ

(194)۔ کتاب الزھد، احمد بن حنبلؒ، دارالکتاب العربی، بیروت، ۱۴۰۶ھ

(195)۔ الکامل فی التاریخ، ابن اثیرؒ، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۹۸۹ء

"ل"

(196)۔ لسان العرب، ابن منظور، دار صادر، بیروت

(197)۔ لسان المیزان، احمد بن علی بن حجر، حیدرآباددکن، مطبعۃ دائرہ معارف العثمانیہ، ۱۹۱۲ء

(198)۔ لمع الأدلۃ فی عقائد اھل السنۃ والجماعۃ للجوینی، الدار المصریۃ، مصر

"م"

(199)۔ معجم الصحابہؓ، ابن قانع بغدادیؒ، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکۃ المکرّمۃ، ۱۹۹۸ء

(200)۔ معجم المصطلحات، مصطفیٰ عبدالکریم، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۹۹۶ء

(201)۔ مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ للعھدِ النبویؐ، والخلافۃ الراشدۃ، محمد حمیداللہ، دارالنفائس، بیروت، ۱۹۸۵ء

(202)۔ منجد، علامہ معلوف، تہران، انتشارات اسماعیلیان، ۱۳۶۵ھ

(203)۔ معجم الوسیط، ابراہیم انیس المصطفیٰ، مصر، مکتبہ القاھرہ، ۱۹۷۲ء

(204)۔ مقدمہ ابن خلدون، عبدالرحمٰن ابن خلدون، الفیصل بک، لاہور، س ن

(205)۔ مجمع الزوائد، ابی بکر الھیثمی، دارالکتاب العربی، بیروت، ۱۴۰۲ھ

(206)۔ مختصر التحفہ الاثنی عشریۃ، امام عبدالعزیز محدث دہلویؒ، ادارات البحوث العلمیہ، ریاض، ۱۹۸۳ء

(207)۔ مسند احمد از امام احمد ابن حنبلؒ، دارالمعارف، مصر

(208)۔ مسند بزاز، احمد بن عمرو، مؤسسۃ علوم القرآن، بیروت، ۱۹۸۹ء

(209)۔ مقام صحابہؓ، مفتی محمد شفیعؒ، ادارۃ معارف القرآن، کراچی، ۲۰۰۴ء

(211)۔منہاج السنۃ النبویہ، از امام ابن تیمیہؒ، جامعۃ الامام، ریاض ۱۹۸۶ء

(212)۔میزان الاعتدال لذھبیؒ، مکتبہ القاہرہ، مصر ۱۳۸۲ھ

(213)۔المبسوط، شمس الدین محمد بن أبی سھل السرخسی، دار المعرفۃ، بیروت، ۱۴۰۹ھ

(214)۔المدینۃ فی العصر الأموی، محمد حسن شرّاب، مؤسسۃ علوم القرآن، دمشق، بیروت

(215)۔المستدرک علی الصحیحین، النیسا پوری، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۰ء

(216)۔المعجم الکبیر، طبرانی، مکتبہ العلوم، بیروت، ۱۹۸۵ء

(217)۔الملل والنحل، محمد عبدالکریم شہرستانی، مکتبہ الأنجلو المصریہ بالقاہرہ، ۱۹۵۶ء

(218)۔المنتظم فی تاریخ الملوک والأمم، ابن جوزیؒ، دار الکتب العلمیہ، بیروت

(219)۔الموسوعۃ الحدیثیۃ، امام احمد، وزارۃ الشؤون الاسلامیہ، سعودیہ، ۱۹۹۹ء

(220)۔مجموعۃ الفتاوئ، ابن تیمیہ، دار الوفاء، سعودیہ، ۱۹۹۷ء

(221)۔مروج الذھب، المسعودی، دار المعرفۃ، بیروت، ۱۹۸۲ء

(222)۔مرویات خلافۃ معاویۃ، خالد بن محمد الغیث، دار اندلس، الخضراء، جدہ، ۲۰۰۰ء

(223)۔مصر فی العصر الأموی، عدنان احمد، جامعہ بغداد، عراق

(224)۔مصنف عبدالرزاق، عبدالرزاق ابن حمام، المکتب السلامی، بیروت، ۱۴۰۳ھ

(225)۔معاویۃ ابن ابی سفیان، بسام العسلی، دار النفائس، بیروت، ۱۴۰۰ھ

(226)۔معاویۃ بن ابی سفیان، منیر الغضبان، دار القلم، دمشق، ۱۹۹۶ء

(227)۔من سب الصحابۃ ومعاویۃ فأمہ ھاویۃ، محمد عبدالرحمٰن المغراوی، مکتبہ التراث السلامیہ، قاہرہ

(228)۔مواقف المعارضۃ فی خلافۃ یزید، محمد بن عبدالھادی بن رزان الشیبانی، المکتبۃ المکیۃ، سعودیہ

(229)۔المرتضٰی، سید ابوالحسن علی ندوی، مجلس نشریات اسلام، کراچی، ۱۹۹۱ء

(230)۔مسئلہ خلافت، مولانا ابوالکلام آزاد، سجاد پبلشرز، لاہور، ۱۹۶۰ء

(231)۔منصب امامت، حکیم محمد حسین علوی، گیلانی پریس، لاہور، ۱۹۴۹ء

(232)۔النظام السیاسی فی الاسلام، علامہ عبدالقادر ابوفارس، مکتبۃ الرسالۃ الحدیثیہ، عمان، ۱۹۸۰ء

(233)۔نہج البلاغہ، از شریف رضی ہاشمی، دار الکتاب اللبنانی، بیروت

(234)۔الناھیۃ عن طعن أمیر المومنین معاویۃ، عبدالعزیز احمد بن حامد، غراس للنشر، الکویت، ۱۴۲۲ھ

(235)۔النجوم الزاھرۃ، جمال الدین الاتابکی، وزارۃ الثقافۃ، مصر

(236)۔نسب قریش، عبداللہ زبیری، طبع دار المعارف، مصر

(237)۔النبراس علی شرح العقائد، مولانا عبدالعزیز پرھاروی، مطبع روز بازار امرتسر، ۱۳۱۸ھ

"و"

(238)۔الوثائق السیاسیۃ، محمد ماہر حمادۃ، دار النفائس، بیروت، ۱۹۸۳ء

(239)۔الولایۃ علی البلدان فی عصر الخلفاء راشدین، عبدالعزیز، ابراہیم العمری، ۱۴۰۹ھ

(240)۔وقعۃ صفین، نصر بن مزاحم المنقری، مکتبۃ القاہرہ، مصر، ۱۳۸۲ھ

(241)۔ولایۃ الشرطۃ، نمر محمد الحمیر ان، دار عالم الکتب، الریاض، ۱۹۹۴ء

"ی ے"

(242)۔یزید بن معاویۃ حیاتہ وعصرہ، عمر سلیمان العقیلی، ریاض، ۱۹۸۸ء

(243). A Short History of the Sarachens. By Siyed Ameer Ali

(244). Annalas of the Early Caliphate By Sir William Muir

(245). Histoire de la Turquie, Paris 1854. By Lamartine

(246). Islam and the world, Lahore, 1947. Bye Dr. Zaki Ali

(247). Life of Muhammad, London 1885. By Sir William Muir

(248). Mohammad and Mohammadanism, London.
By Bosworth Smith.